4|2
13

done
100 yrs. old

cat

تاریخ اودھ حصۂ چہارم

نواب سعادت علی خان بن نواب شجاع الدولہ

آب حیات مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان حرم کے شکم سے تھے اُنکو بچپن مین منگلو کہتے تھے کہ منگل کو پیدا ہوئے تھے۔ اُنمین زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی سے عیان تھے۔ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ کی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ بیگم اگر منگلو کے سر پر تم ہاتھ رکھو گی تو تمھارے دوپٹے کا پھریرا لگائے گا اور لشکر کا علم نربدا کے اُس پار گاڑیگا ۱۱۶۷ھ ہجری مین پیدا ہوئے تھے خط شکستہ خوب لکھتے تھے خط سکھانے پر تفضل حسین خان علامہ مقرر تھے یہی اتالیق تھے اور مولوی عبدالحکیم کشمیری پڑھاتے تھے عین عالم شباب مین وکیل السلطنت مدارالدولہ مختار الملک نواب سید یوسف علی خان بہادر صمصام جنگ کی بیٹی سے اکبرآباد مین شادی ہوئی تھی طلسم ہند مین بیان کیا ہے کہ مرزا نجف خان نے علاقہ ہنڈون بیانہ وغیرہ جس کی جمع سالانہ سات لاکھ روپیہ تھی۔ نواب سعادت علی خان کے سپرد کیا۔ نواب کے ساتھ اسوقت آٹھ ہزار آدمی جمع ہوگئے تھے اور نواب مدارالدولہ نیابت کرتے تھے اور نواب موصوف علاقے کے مفسدون کی سرکوبی مین ہمہ تن مصروف تھے۔ لیکن دلی منشا یہ تھی کہ مرزا نجف خان اور

دوسرے کارپردازان بادشاہی کی سعی سے عہدۂ نیابت وزارت جو شجاع الدولہ کے عہد مین اُنکو حاصل تھا یا کوئی عمدہ جاگیر جس مین کسی قسم کا خرخشہ نہو اور صورت ثروت ظاہری قائم رہے ہاتھ آئے مگر یہ تمنائے دلی پوری نہوئی مرزا نجف خان کی ہمیشہ جنگ و جدل مین گذرتی تھی اور نواب سعادت علی خان کے مزاج کو رات دن کی محنت ناگوار تھی آخر آگرے تک پہونچکر وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کو جانب کلکتہ خط شوقیہ اس مضمون کا لکھا کہ مرزا نجف خان کی لشکر کا عنقریب آگے بڑھنے کا ارادہ ہے اُس کے جواب مین گورنر جنرل نے لکھا کہ آپ کا اُسکے ساتھ جانا مناسب نہین لکھنؤ کی جانب مراجعت بہتر ہے گو نواب آصف الدولہ کے عہد تک کوئی امر تازہ متصور نہین مگر مین اس بات کا ذمہ دار ہو سکتا ہون کہ اُنکے بعد آپکے سوا کوئی دوسرا وراثت کے لائق نہین اُسوقت یہ منصب بزرگ آپکے تفویض ہوگا مگر یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط معلوم ہوتی ہے۔ اگر وارن ہیسٹنگز ایسا صریح وعدہ کرلیتے تو وزیر علی خان کی مسندنشینی اور معزولی کے وقت اُسکا ضرور ذکر آتا اور نواب سعادت علی خان اس تحریر کو سر جان شور گورنر جنرل کے سامنے پیش کرتے۔ اس بارے مین سلطان الحکایات مین جو کچھ لکھا ہے وہ حق معلوم ہوتا ہے اُسکے قول کو اُسی کی عبارت مین یہان نقل کرتا ہون۔ پس از انقضاے یکسال خود بدولت نامہ بہ نواب مستطاب گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز صاحب بہادر مشعر عزیمت خود بطرفے کہ خدا برد رقم زدۂ کلک گہر سلک نمودند و چون نواب گورنر جنرل بہادر بجوابش نگاشتند کہ عزیمت آن شائستہ ریاست و ایالت بجوانب دگر منافی مصلحت بل ازین عزم نامناسب تشریف بری لکھنؤ انسب چہ در انجا چہار لک روپیہ سالانہ براے مصارف لابدی مقرر خواہد گشت وثیقہ نواب وزارت مآب آصف الدولہ بہادر مشعر طلب آن جناب لف مکتوب مفرح القلوب خود فرستادند نزول اجلال بہ لکھنؤ فرمودند و بود و باش در آنجا ہم ناگوار طبع حیدر بیگ وغیرہ کارپردازان سرکار فیض آثار

سعادت علی خان نے اُسکی مسند نشینی کو تسلیم نہین کیا اور کلکتے کو گئے اور وہان اپنی مسند نشینی اور وزیر علی خان کی معزولی کی بابت کوشش کی اور وزیر علی خان کی معزولی کے وقت ڈاک کے ذریعہ سے کانپور مین داخل ہوئے۔ یہان مرزا جنگلی وغیرہ ابناے نواب شجاع الدولہ بے پر کی اُڑتے تھے کہ یہ دولت اور ثروت ہمارے نصیب ہونی ہے۔

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ اتفاقاً تفضل حسین خان اور وزیر علی خان کی جو آپس مین بگڑی تو تفضل حسین خان نے مولوی سدن کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ اس شخص کے حال سے مین اچھی طرح واقف ہون اگرچہ یہ میرا شاگرد ہے لیکن مجھے اسکا ہرگز اطمینان نہین اگر تمھین اس سے اطمینان ہو اور قول وقسم لیلو تو عجب نہین ہے کہ ریاست اسے ملجائے یہ مولوی نواب کا مشیر خاص اور اُستاد بھی تھا غرضکہ اُسدن نواب کلکتے کے رستے مین راج محل مین تھے کہ ڈاک انگریزی کے ہرکارے نے رات کے وقت وہ خط مولوی کو پہونچایا۔ اُنھون نے اُسی وقت نواب کو دکھایا اور جو کچھ اس معاملے مین عرض کیا سب مقبول ہوا اور نواب نے خود اپنے آپ کو شہر بنارس مین پہونچایا۔ اور صاحب رزیڈنٹ نے وہان اُن سے اقرار اپنے سامنے اسطرح پر لیا کہ جو کچھ گورنر جنرل فرماوینگے اُس سے اُنھین کچھ انکار نہو گا نواب نے اُسکو بخوشی خاطر منظور کیا دوسرے دن پالکی مین سوار ہو کر کانپور کو روانہ ہوے اور جبتک نواب کے پہونچنے کی خبر نہ پہونچی اُسوقت تک مرزا وزیر علی خان کی گرفتاری مین تامل تھا اور جب اُنکا وہان آجانا معلوم ہو گیا شام کے وقت مرزا کو گرفتار کر لیا۔

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی

جب وزیر علی خان کی معزولی کی ٹھہری تو نواب سعادت علی خان مستحق سلطنت ٹھہرے

جب گورنر جنرل نے اُنکے نواب بنانے کے لیے شرائط پیش کین تو اُن کا کیا مقدور تھا کہ اس مین حیلہ وحُجت نکالتے سب شرائط پر سر جھکا دیا فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ انگریزون نے نواب شجاع الدولہ کی بڑی بیوی کو پیام دیا کہ آپ کے جو کچھ مطلب ہین وہ بیان کر دیجئے تاکہ نواب سعادت علی خان سے وہ پورے کرا دیے جائین - بیگم نے کہا کہ چند مقام شجاع الدولہ کے عہد سے بغیر دوسرے کی شرکت کے میرے نائبون کے قبضے مین تھے آصف الدولہ میرا بیٹا تھا اُس نے اُن پر قبضہ کر لیا مین نے کوئی مضائقہ نہ سمجھا اب اُنکو میرے آدمیون کے سپرد کرا دینا چاہیے چنانچہ پرگنۂ ٹانڈہ و نواب گنج کہ دریاے گھاگرا کے پاس شمال کی جانب واقع ہے اور تمام صوبے کا کلہ داغ اور اسماعیل گنج جو بھی اگنج کے پاس شہر لکھنؤ کے متصل ہے اور قصبۂ اُناؤ اور وزیر گنج یہ سب میرے تھے انکی جمع مشخص کرا کے انکے عوض مین چکلۂ اودھ اور رام پور اور نوراہی مجھے دلوا دیے جائین دوسری درخواست بیگم نے یہ کی کہ نواب شجاع الدولہ کی نکاحی اور متاعی اور دوسری قسم کی عورتون کی تنخواہین جو خرد محل کہلاتی ہین اور نواب صفدر جنگ کی خاص محل کے متعلقین کی تنخواہین نقد مقرر ہین جو دشواری کے ساتھ وصول ہوتی ہین اس لیے یہ سب لوگ تکلیفین اُٹھاتے ہین ان کی تنخواہو نکی جگہ محال گونڈہ محسوب کر کے ہمارے آدمیونکے قبضے مین دیدیا جائے تاکہ ماہ بماہ انکا مشاہرہ ہمارے اہلکارون کے ہاتھ سے پہونچتا رہے - انگریزون نے یہ باتین بھی نواب سعادت علی خان سے پوری کرا دین - نواب موصوف بنارس سے کانپور مین آئے اور کانپور سے اُنکی جلو مین اُردوے بزرگ ساتھ ہوا اس شان سے لکھنؤ مین آئے -

از بلدۂ بنارس با جاہ و کامرانی | در لکھنؤ چو ماہ برج سعادت آمد
تاریخ مقدمش را جستم ز پیر دانش | گفتا بگو سعادت با صد سعادت آمد

سارا لشکر اُنکے پاس انگریزی تھا۔ کیونکہ ان بیکس بیچارے کے پاس سپاہ کہان سے آتی غرض جسوقت نواب سعادت علی خان شہر لکھنؤ مین داخل ہوئے اسی رات کو وزیر علی خان کوٹھی بی بی پور مین گورنر جنرل کی فرودگاہ پر نظر بند ہوا فقط آفرین علی خان اور اشرف علی خان اُسکے پاس رہے باقی تمام سردارون اور سلطنت کے رشتہ دارون نے گورنر جنرل کے حکم سے استقبال کیا ۳۔ شعبان سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق ۲۱ جنوری سنہ ۱۷۹۸ء کو اور بقولے یکم جنوری کو کہ بسنت کا دن تھا بڑے تجمل اور شان سے لکھنؤ کے بازار مین ہوتے ہوئے دولتخانے مین پہونچے اور اُسی دن مسند ریاست پر جلوہ افروز ہوئے اور حق بحقدار رسید کا غلغلہ سارے شہر مین بلند ہوا مسند نشینی کے وقت اُنکی عمر ۵۴ برس کی تھی۔ نواب پہلے بہو بیگم زوجۂ نواب شجاع الدولہ کے پاس جو فیض آباد سے لکھنؤ مین آکر سنہری برج مین مقیم تھین حاضر ہو کر خلعت سے مخلع ہوئے۔ بعد اسکے مرزا سلیمان شکوہ کے پاس جو لکھنؤ مین مقیم تھے گئے یہان بھی خلعت حاصل کیا اسکے بعد دولت خانۂ آصفی مین آکر مسند وزارت پر جلوس کیا وزیر علی خان کا اخراج اور سعادت علی خان کی مسند نشینی علامہ تفضل حسین خان کی حُسن تدبیر سے ہوئی تھی۔

تاریخ جلوس

خداوندا یمین الدولہ در دہر — حکومت را صدوسی سال باشد
خرد سال جلوس مسندش گفت — بجاہ و حشمت و اقبال باشد

دیگر

سوم بودہ ز شعبان بارک اللہ — مبارک روز یکشنبہ ازان ماہ
بسنت و ماہ ماگھ از ہندیان بود — چو گلہا دل شگفتہ بود و خوشنود

که نواب یمین الدوله رونق | به مسند داد و فائز گشت بر حق
سعادت یاب شد خلق از جلوسش | دل احباب شد بس خرم و خوش
زنظم و نسق او عالم نوی یافت | ز آصف خوش بنائے خسروی یافت
زو آتش نظم سالش شد مطرز | شده زیب و قرار حق بمرکز

دریائے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے کہ نواب موصوف کو جناب عالی کے لقب سے لوگ یاد کیا کرتے تھے نواب سعادت علی خان سے یہ جدید عہد و پیمان ہوئے کہ ۵۶۷۶۳۸ روپیہ سالانہ کے سوا جو نواب آصف الدولہ نے انگریزی کمپنی کو دینا قبول اور منظور کیا ہے نواب ۱۹۲۲۳۶۲ روپے سالانہ اور بھی ادا کیا کرین گے یعنی کل ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیا کرین گے اور اس روپیہ کو قسط بندی کے ساتھ بتعداد ۶ لاکھ ۳۳ ہزار ۳ سو ۳۹ روپیہ پانچ آنہ چار پائی کے ماہ بماہ ادا کرین گے اگر احیاناً یہ روپیہ بموجب قسط کے وقت پر ادا نہوگا اور باقی رہ جائے گا تو نواب اسطرح کی ضمانت ادائے بقایا اقساط آیندہ کے لیے کمپنی کے یہان داخل کرینگے جس سے اُس کو اطمینان ہو گا اور جو روپیہ پہلے اقرار نامون کے بموجب اُن کی مسند نشینی کی تاریخ تک باقی ہوگا وہ فوراً ادا کیا جائے گا۔ مرزا جوان بخت کی بیگم اور شاہزادگان بنارس کی تنخواہ تعدادی دو لاکھ چار ہزار روپیہ سالانہ اور فرخ آباد کی پنشن تعدادی ۲۲ ہزار چھ سو ۲۳ روپیہ اس چھتّر لاکھ کی رقم مین شامل تھی اور قلعۂ الہ آباد مع تعمیرات و گھاٹ وغیرہ کے جو اُس کے متعلق تھا کمپنی کے حوالے کیا گیا اور جس قدر اس قلعہ کے مستحکم کرنے اور مرمت کرنے مین روپیہ صرف ہو گا اُس کے دینے کا نواب نے وعدہ کیا بشرطیکہ تعداد اُس کی آٹھ لاکھ روپے سے زیادہ نہوگی اور قلعہ فتح گڈھ کی مرمت کے لیے بھی

دینے کا وعدہ کیا جو تین لاکھ روپے سے زیادہ نہو گا - اگر فوج انگریزی چھاؤنی کانپور اور فتح گڈھ سے کسی اور مقام مناسب پر جائے تو نواب خرچ راہ اور تعمیر چھاؤنی مجوزہ کا دینگے انگریزی سپاہ اودھ مین اکثر دس ہزار رہاکریگی اگر تیرہ ہزار سے زیادہ ہوگی تو نواب کو خرچ زائد دینا پڑے گا اور اگر آٹھ ہزار سے سپاہ کم رہے گی تو تناسب کے حساب سے روپیہ منہا کیا جائے گا - انگریزون نے جو محنت و مشقت نواب کی جانشینی کے لیئے اُٹھائی اُس کے عوض مین نواب نے بارہ لاکھ روپے دیئے اور یہ اقرار کیا کہ بغیر اُن کی اجازت کے وہ کسی ریاست غیر سے خط و کتابت نہ رکھین گے نہ کسی اہل یورپ کو نوکر رکھین گے نہ اپنے مُلک مین بسنے دینگے وزیر علی کو ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ اُسکے خرچ کے لیے دینگے اور یہ روپیہ ماہواری قسطون مین تعدادی بارہ ہزار پانسو روپیہ کے انگریزی کمپنی کی معرفت دیا جائیگا اور باقی اور جو بھتیجے مشہور ہین اُنکے لیے معقول گزارہ مقرر کرین گے اور اُن کی پرورش کرینگے اور نواب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بوجہ بڑھ جانے زرادائے کمپنی کے اپنے دفاتر اور ملازمین وغیرہ کے اخراجات مین سرکار کمپنی کے مشورے کے مطابق ضروری اور مناسب کمی کرینگے اور انگریزی کمپنی نے تمام دشمنون کے مقابلے مین نواب کے مُلک کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا - اور یہ بھی عہدنامے مین مسطور تھا کہ دونون سرکار و نکے تمام کام نہایت یکجہتی اور اتحاد سے طرفین مین سرانجام پایا کرینگے اور نواب ممدوح کو کل اختیار اپنے خانگی کامون پر اور اپنے مُلک موروثی پر اور اپنی فوج اور رعایا پر حاصل رہے گا -

نواب نے ۷ - فروری ۱۷۹۸ء کو بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے ساتھ ایک عہدنامہ قرار دیا جسکی رو سے ساس کی کنیزون وغیرہ کی اور نواب شجاع الدولہ کی زنان خرد محل کی پنشنونکی عوض مین محال گونڈہ اُنکو دیا اور محالات اودھ پچھم راٹھ منگلسی جو فیض آباد مین بہو بیگم کے

قدیمی قیام گاہ کے پاس واقع تھے اُنکی جاگیر مین شامل کیے اور اس اقرار نامہ کی تعمیل کی ضامن انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہوئی۔

بہو بیگم اور نواب سعادت علی خان مین نااتفاقی کی دیوار حائل ہونے کے اسباب

جب تک بہو بیگم صاحبہ لکھنؤ مین مقیم رہین صبح و شام آصف الدولہ کی سرکار سے اُن کا کھانا مقرر تھا وہ آپ تو نہ کھاتی تھین نوکرون اور خادمون کے خرچ مین آتا تھا صرف دوپہر کے وقت ایکبار اُن کے کھانے کا معمول تھا مولوی فضل عظیم نے جواہر علیخان کے ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ اگر آپ ارشاد کرین تو چار سو روپے روز نقد داخل کرا دیے جائین اور جیسی خواہش ہو وہین باورچخانے مین کھانا پک جایا کرے چنانچہ دو ماہ تک آصف الدولہ کے عہد مین اور چار ماہ تک وزیر علی خان کے عہد مین اور ایک ماہ تک نواب سعادت علی خان کے عہد مین یہی دستور جاری رہا کہ بارہ ہزار روپیہ ماہوار کے حساب سے سات ماہ کے چوراسی ہزار روپے کھانے کے نام سے بیگم کی سرکار مین پہونچ گئے ہر روز صبح کے وقت مولوی صاحب چار سو روپے پہونچا دیا کرتے تھے جسدن نواب یمین الدولہ بیگم کے حضور مین پہونچے تھے اور اُن سے خلعت حاصل کیا تھا تو اپنا سر اُن کے پانون پر رکھکر عرض کیا تھا کہ حضور اپنے دست مبارک سے دستار میرے سر پر رکھین تاکہ برکت کا موجب ہو اور یہ غلام اس قدر خدمت فدویانہ بجالائے گا کہ بھائی صاحب خاطر اشرف سے فراموش ہو جائین گے جب مسند نشینی سے ایک ماہ کے بعد جمع و خرچ ڈیوڑھیات کا کاغذ دیکھا تو ہر کارخانے مین کمی و بیشی کی ان

دعوت کے چار سو روپون پر نظر پڑی تو دو سو روپون کی کمی کرکے دو سو روپے باقی رکھے بیگم صاحبہ کے دل پر یہ بات نہایت گران گزری فرمانے لگین کہ یہ بیٹا بہت کم حوصلہ ہے یہ نہین جانتا کہ اول تو یہ تمام مال شجاع الدولہ کا ہے بعد اُنکے آصف الدولہ کا اور حقیقت مین دیکھا جائے تو ہمارا ہے دوسرے ہم لکھنؤ مین چند روزہ مہمان ہین عنقریب فیض آباد کی روانگی کا ارادہ ہے اگر دس بیس ہزار روپے ہمارے متعلقین کے کام مین آصف الدولہ کے مال مین سے آجاتے تو ایسا کونسا بھاری نقصان ہو جاتا یہ پہلی کبیدگی خاطر تھی۔

دوسرا سبب کبیدگی کا یہ ہے کہ اس سال بیحد بارش ہوئی دریاے گومتی نے اتنی طغیانی کی کہ برج طلائی کے چند زینے پانی مین غرق ہو گئے خواجہ سراؤن کے مکان اور بیگم صاحبہ کے باورچیخانے کے مکان جو خس پوش تھے پانی مین ڈوب گئے اسوجہ سے یہ لوگ پچ پولیہ پر ٹھہر گئے اور باورچیخانہ بھی وہین قائم کر لیا نواب اسعاد تعلیخان نے میر نثار علی داروغہ باورچیخانۂ بیگم صاحبہ کو فرمایا کہ پچ پولیہ سے کارخانے ہٹالو بیگم صاحبہ اس بات سے اور بھی کبیدہ خاطر ہوئین جب بیگم نے لمسڈن صاحب رزیڈنٹ کے پاس شکایت بھیجی تو اُنھون نے بیگم کے باورچیخانے کو پچ پولیہ پر قائم رکھا اور نواب کو خفت حاصل ہوئی۔

اور سب سے بڑھ کر وجہ بیگم کی آزردگی کی یہ ہے کہ شجاع الدولہ کو بیگم صاحبہ کی اس قدر پاسداری تھی کہ کوئی شخص یہ قدرت نہ رکھتا تھا کہ اُنکے سامنے کسی خُردمحل کا یا آصف الدولہ کے سوا کسی خُردمحل کے بیٹے کا نام زبان پر لاتا جب شجاع الدولہ نے انتقال کیا تو بتدریج ان لوگون کا چرچا ہوا کبھی کبھی نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی

بیگم صاحبہ کے سلام سے مشرف ہوجایا کرتے تھے برسون کے بعد مستورات خرد محل نے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ ہم سب کو حضور اپنی کنیز سمجھین ہمارا مخفی رہنا نواب شجاع الدولہ کی زندگی تک تھا اب امید ہے کہ جب تفریح وسیر کے لیے آپ سوار ہون تو ہمکو بھی خدمتگزاری کے لیے ساتھ رکھا کرین بیگم نے حکم دیا کہ بازار سے کرایہ کی بہلی اور گاڑی لیکر سوار ہوکر آتی رہین چنانچہ یہی دستور رہا ان عورتونکو سامنے بیٹھنے کا بھی حکم نہ تھا البتہ جو کسیقدر ممتاز تھین وہ پشت کے پیچھے بیٹھتی تھین - جب نواب سعادت علی خان مالک مُلک ہوئے تو اپنی مان کو فیض آباد سے بلوایا - اُنکی سواری مین وہی شان وشوکت مقرر کی جو بہو بیگم کے لیے تھی سکھپال مین بیٹھکر آئین سامنے نقارہ اپنی وشتری بجایا جاتا تھا انکی سواری جب اس جاہ وجلال سے برج طلائی کے تلے سے نکلی جسمین بیگم صاحبہ مقیم تھین تو یہ بات اُنکے دلکو بیحد ناگوار گزری آشفتہ ہوکر فرمایا کہ ادھر سے سواری نہ گذرے اور اب اس بات پر آمادہ ہوئین کہ اپنی جائداد اور زرنقد کا انگریزون کو مالک کردین رزیڈنٹ کو بلوایا اور سکھپال مین بیٹھکر برج طلائی کے تلے آکر ایک مکان مین خود بیٹھین اور رزیڈنٹ بھی اُسی مین بٹھائے گئے سوائے جواہر علی خان کے کوئی وہان نرہا اب اپنی زبان سے رزیڈنٹ سے کہا کہ آصف الدولہ میرا حقیقی بیٹا تھا میری حیات مین اُس نے انتقال کیا اب بعد میرے کوئی میرا وارث شرعی باقی نرہا میری سرکار مین زرنقد اور جواہرات اور بیش قیمت کپڑے اور دوسرے سامان کی کثرت ہے جب تک مین زندہ رہون اپنے تمام مال واسباب کی بدستور مالک ہون بعد اسکے سرکار کمپنی کے حوالے اس شرط سے کرتی ہون کہ میرے متعلقین کو جو کچھ مین اپنے سامنے دیا کرتی ہون اُنکو اُس قدر تنخواہ نسلاً بعد نسل ملتی رہے آپ یہ بات گورنر جنرل کو لکھین رزیڈنٹ یہ کلام بیگم صاحبہ کی زبان سے سُنکر چلے گئے اور گورنر جنرل کو سب حال لکھ بھیجا جب نواب سعادت علی خان کو

یہ خبر پہونچی تو داراب علی خان کو طلب کر کے فرمایا کہ بیگم صاحبہ کی اس خلاف معمول حرکت سے بوجہ غیرت وحمیت کے میرا جگر جل گیا بابا جان اور بھائی صاحب کے عہد سے کسی نے کبھی انکی آواز نہ سُنی تھی آج کونسی ضرورت پیش آئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ سے بلا واسطہ اپنی زبان سے بات کہی داراب علی خان نے نواب کا یہ کلام بیگم صاحبہ سے بیان کیا اُنھون نے جوابدیا کہ جبکہ تم سے فرزند رشید اسم بامسمے مسند نشین ریاست ہوئے تو اس درجہ کو نوبت پہونچی اور آیندہ اس سے بھی بڑھکر توقع ہے خدا جانے تمھارے عہد مین اور کئی بار ایسا واقع ہو تم ہر روز انگریزون سے تنہا اپنے مطلب اپنی زبان سے بیان کرتے رہتے ہو مین کبھی اسکا شکوہ نہین کرتی اگر مین نے ایکبار اپنے مطلب کو اپنی زبان سے بیان کیا تو تمھارا کونسا بڑا نقصان ہو گیا ہم اپنے کام کے مختار ہین تمکو اسمین گفتگو کی گنجائش نہین ۔

الغرض ۱۷ ماہ تک بیگم لکھنؤ مین رہکر شوال ۱۲۱۳ ہجری مین لکھنؤ سے فیض آباد کو چلی گئین جبکہ گونڈہ اور اودھ اب بیگم کے تصرف مین آگئے تھے اس لیے پیادہ و سوار سابق سے زیادہ نوکر رکھے جمادی الاخری ۱۲۱۴ ہجری مین جواہر علی خان خواجہ سرا کا انتقال ہو گیا ۔

نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور کے بیٹون کو شبہہ مخالفانہ پر نواب سعادت علی خان کا لکھنؤ بُلا لینا آخر گورنر جنرل کے حکم سے اُن کو واپس روانہ کرنا

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے کچھ دنون کے بعد اُنکو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے مخالفت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اُنھون نے

اپنے بیٹے نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور اسٹور صاحب کے ساتھ پانچ چھ ہزار فوج رام پور کو بھیجی اور حکم دیا کہ اُن صاحبزادونکو لکھنؤ مین لے آئین یہ سپاہ رام پور کے قریب پہونچ کر دریاے کوسی کے کنارے مقیم ہوئی۔ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے اس بات سے بالکل غافل تھے اُنکا فساد کا ارادہ نہ تھا اس لیے محمد علی خان کے پاس چلے گئے محمد علی خان نے سب کو خلعت دیے۔ اسٹور صاحب بھی محمد علی خان کے ڈیرے مین اُن سے ملنے کو آیا اور صاحبزادون کی بہت دلجوئی کی بعد اس کے لکھنؤ کی فوج نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹونکو اپنے ہمراہ لیکر غرہ محرم ۱۲۱۳ھ ہجری کو رام پور سے لکھنؤ کی طرف واپس ہوگئی اور لکھنؤ پہونچ کر محمد علی خان اور اسٹور صاحب نے نواب سعادت علی خان سے اُن صاحبزادونکی ملاقات کرائی۔ نواب نے سب کو خلعت اور ہاتھی اور شمشیر عنایت کر کے لکھنؤ مین رہنے کے لیے حویلیان دیدین یہ صاحبزادے ڈیڑھ برس تک وہان مقیم رہے چونکہ اُن سے کوئی جُرم سرزد نہین ہوا تھا اس لیے لارڈ ولزلی (ارول مارننگٹن) نے کلکتے سے نواب سعادت علی خانکو لکھا کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹونکو رام پور کی طرف رخصت کر دینا چاہیئے۔ نواب سعادت علی خان نے ہر ایک صاحبزادے کو خلعت ہفت پارچہ اور فیل و شمشیر دیکر رام پور کو چلے جانے کی اجازت دیدی۔

نواب سعادت علی خان کا شاہ دہلی کے ہان سے خلعت وزارت حاصل کرنیکی کوشش کرنا اور اس مین کامیابی نہ ہونا

نواب سعادت علی خان نے بادشاہ دہلی کے حضور مین لطف علی خان پسر شیدی بلال محمد خان اور مسٹر پامر صاحب کو خلعت وزارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا یہ دونون نذر اور

رسوم لیکر داخل دہلی ہوئے اور سند صوبۂ اودھ اور فرمان وزارت کی درخواست شاہ عالم سے کی میر جعفر قمی مدت سے املاک وغیرہ صفدر جنگ موقوعۂ دہلی کی داروغگی پر مامور تھا اُس کی معرفت پہلے سے سوال وجواب اس بات مین ہورہے تھے۔ اس زمانے مین وہ مرگیا تھا تو لطف علی خان اُسکی جگھ مقرر ہوکر بھیجا گیا تھا۔ شاہ عالم تو کورے یالم تھے جو کچھ کرتا تھا شاہ نظام الدین کرتا تھا جو مہاجی سیندھیا کی طرف سے دہلی کا صوبہ دار تھا اور بادشاہ کا مدار المہام تھا اور ابتدا مین شاہ کوری کہلاتا تھا اُس نے جواب دیا کہ اس دودمان عالیشان کی رسم قدیم ہے کہ پہلے مرحوم کا متروکہ نقد وجنس بطریق ضبطی اس سرکار شاہی مین آکر داخل ہو بعد اُسکے اپنے مطلب کی طرف رجوع کرو چنانچہ لطف علی خان اور شاہ نظام الدین کے درمیان صورت مناظرہ واقع ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کی طرف سے نہ جواب عرضی مرحمت ہوا اور نہ خلعت وقلمدان وزارت عنایت ہوا۔ نواب سعادت علی خان نے بھی جھنجھلاکر سات ہزار روپیہ ماہوار جو بادشاہ کے بادرچیخانۂ خرد کے صرف کے لیے لکھنؤ سے بھیجا جاتا تھا وہ بھیجنا بند کرلیا اور یہ بہانہ کیا کہ محالات الہ آباد سرکار کمپنی کے ہاتھ مین چلے گئے۔ لیکن چھ ہزار روپیہ درماہہ مرزا سلیمان شکوہ کا بحال رہا۔ باوجود اسکے سرکار انگریزی کی تحریرات مین نواب کو وزیر الممالک لکھا جاتا تھا ان کا پورا خطاب اس طرح ہے نواب وزیر الممالک یمین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علی خان بہادر مبارز جنگ

بعض جزوی کامون اور عہدون کا انتظام

چونکہ نواب سعادت علی خان مرزا وزیر علی خان کے معاملے اور ارکان دولت کے حال سے بخوبی واقف تھے اور یہ منظور تھا کہ حکمت عملی سے ہر ایک کو سزا دین اس لیے

پہلے ہی تفضل حسین خان کو سفیر بنا کر کلکتے کو بھیجدیا جہان وہ پہلے بھی تھے اور پھر سمجھ کر ہر ایک کو اُسکی لیاقت کے موافق بڑے بڑے کام دیے اور جن لوگون نے نمک حرامی کی تھی اُنھین سزاے واجبی دی خلعت نیابت سے بدستور سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان سرفراز ہوئے اور دیوانی راجہ ٹکیت راے کے لیئے تجویز ہوئی جب اُنھون نے ۱۲۱۴ھ مین انتقال کیا تو کوئی اولاد نہ چھوڑی ؎

راجہ ٹکیت راے سخا پیشہ کز زمان | چون جان پاک خود بجہان آفرین سپرد
رفتم بفور از پے تاریخ سال او | آمد ندا ز غیب کہ فیاض عہد مُرد

دیوانی کا عہدہ جے سکھ راے واصل باقی نویس سے متعلق ہوا اور اُسکے انتقال پر دیوانی کا خلعت دیا کرشن کایستھ کو خطاب راجگی کے ساتھ عنایت ہوا۔ یہ شخص سیاق و سباق مین یدطولے رکھتا تھا۔ اور رتن چند بقال ساکن مراد آباد جو نواب کے ساتھ بنارس سے آیا تھا عہدۂ نیابت جرنیلی پر سرفراز ہوا۔ یہ شخص نہایت جزرس اور کفایت شعار تھا اسلیے نواب کے مزاج مین دخل پیدا کر لیا اور مُلکی کامون مین دال اسکی گلنے لگی۔ پندرہ ہزار روپیہ کی جاگیر ملک بانگیرہ مین اسکو ملی اور اس کے انتقال کے بعد اسکا بیٹا انگن لال اس جاگیر پر قابض ہوا اور بخشی گری پر راے تلسی رام متعین ہوا باقی اور خدمتون کی تقسیم کی گئی اخبار شہر کا سرشتہ صاحب رام سے متعلق ہوا اور چکلون کے اخبار کا کام جینتی پرشاد کو دیا اور دار الضرب کی خدمت بالکشن کو جسکا چھتا لکھنؤ مین سراے معالی خان مین موجود ہے دی اور اُسکی نیابت بنسی دھر کے متعلق ہوئی اور ہرکارے خبر کے لیے اور خفیہ نویس ہر ایک امیر و سردار اور اہل خدمت و محل کی ڈیوڑھیون پر مقرر ہوئے پہلے نواب نے اخبار کا انتظام فرمایا اور اس کام پر اسقدر متوجہ ہوئے کہ ہر کاے ضروری اخبار کے پرچے

خاص نواب کے ہاتھ مین پہونچاتے تھے سررشتے مین بھی اُنکی نقل نہین ہوتی تھی اور اُن ہر کارون پر اور ہرکارے خفیہ مامور تھے جو اخبار نویسون کی تحریرات کے صدق وکذب سے خبر دیتے رہین نواب کی حکومت کا جملہ دار و مدار پرچۂ اخبار پر تھا اور بخلاف زمانۂ ماضی کے نواب نے جرمانے کی رقم مین ترقی دی اور اُسکو آمدنی کا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا۔ بعد اسکے نواب امور عدالت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولوی سدّن صاحب نواب کے اُستاد تھے پہلے اُن سے جیب خاص اور کئی خدمات کا تعلق تھا اب عدالت بھی اُن کے سپرد ہوئی اُنکا رسوخ اَورُون سے زیادہ تھا اور ضروری تحریرات بھی اُن کی راے سے جاری ہوتی تھین خلوت وجلوت مین شریک ہوتے تھے اور کوتوالی کی خدمت بدستور میر بہادر علی کے پاس رہی اور عرض بیگی کا عہدہ اور دیوانخانے کی خدمت بیک علی پر بحال رہی اور چکلونکی تقسیم اس طرح ہوئی کہ مُلک مابین دوآبۂ گنگا و جمنا جو پٹھانون سے ہاتھ آیا تھا الماس علی خان کے سپرد ہوا۔ اس شخص کا زور شور اس زمانے مین زیادہ تھا۔ بریلی مُلک روہیلکھنڈ کا چکلہ مرزا مہدی علی خان اور حسین علی خان کے تفویض ہوا جنکی سفارش پر تفضل حسین خان تھے اور چکلہ اعظم گڈھ کاظم علی خان فرزند زین العابدین خان کوڑے والے کے حوالے ہوا۔ اور صورت سنگھ وغیرہ تعلقہ دارون کا علاقہ بدستور تعلقہ دارون کے پاس رہا اور توشہ خانہ موافق سابق تحسین علی خان سے اور عہدۂ نظارت آفرین علی خان سے متعلق رہا یہ دونون خواجہ سرا قدیمی تھے۔

نواب سعادت علی خان کا سیر و شکار کے لیے علاقے مین جانا حکیم مہدی علی خان کی دولتمندی اور عروج کا شروع ہونا

نواب سعادت علی خان مُلک کے دورے کے لیے سیر و شکار کی تقریب سے خیرآباد

و محمدی کی جانب روانہ ہوئے ایک دن شکار کا ہنگامہ گرم تھا۔ ایک شیر جنگل سے
نکلا نواب اُس وقت نشۂ شراب مین متوالے ہو رہے تھے وہ شیر اُن کے بہت قریب
آپہونچا نواب نے اُس پر بندوق سر کی گولی شیر کے تو نہ لگی میر محمد علی فیل سوار کے سینے پر
پڑی وہ ٹھنڈا ہوا نواب کا نشہ ہرن ہوا اور نہایت افسوس کیا اور اُسکے وابستون کو
زر نقد دیا اور پھر بہت کم جانب شکار مصروف ہوئے۔ نواب نے چکلۂ محمدی کو نہایت
ویران پایا کھیتی کا کہین نام و نشان تھا کہین نہ تھا اُس کے آباد کرنے کے لیے حکیم
مہدی علی خان کو جنھون نے اکرام اللہ خان کی معرفت مستاجری کی درخواست کی تھی تین
لاکھ روپیہ کی جمع پر وہ چکلہ ٹھیکے مین دیدیا حکیم صاحب نے پچاس ہزار روپیہ پیشگی کچھ
اپنے پاس سے اور کچھ اپنی آشنا پیاز و طوائف سے لیکر داخل خزانہ کیا حکیم صاحب کے
انتظام سے وہ زمین ایسی سر سبز و آباد ہوئی کہ اُس کی جمع بارہ تیرہ لاکھ روپیہ تک پہونچی
رعیت نے بڑی آسائش پائی۔ بعد اس کے چکلۂ فیض آباد بھی حکیم صاحب کے تفویض ہوا اور
مستاجری کی نوبت چالیس لاکھ روپیہ تک پہونچی اور حکیم صاحب لاکھون روپیہ کے آدمی ہوگئے
اور حسن لیاقت اور دانشوری نے وہ مرتبہ بخشا کہ سعادت علی خان کی مصاحبت نصیب
ہوئی اور پیاز و طوائف اُنکے نکاح مین آئی اور عالی شان عمارت محلۂ نہرہ واقع لکھنؤ مین
تعمیر کرائی جب عمارت دو منزلہ سہ منزلہ تعمیر ہوئی اہل محلہ نے استغاثہ کیا کہ ہماری بے پردگی
ہوتی ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ جو دروازے اہل محلہ کی بے پردگی کا باعث ہین وہ بند کردیے
جائین حکیم صاحب نے منسوخی حکم کے لیے بہت کوشش کی مگر نواب نے بمقتضاے عدالت
پاس ناموس شرفا ملحوظ رکھا اور حکم اول تبدیل نہ ہوا۔ حکیم صاحب کے کارخانے کا اختیار
صاحب رام بسر پور چند و ٹیکا رام برادر بخشی بھولا ناتھ کے متعلق تھا۔

لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہند کا نواب سعادت علی خان کی اصلاح معاملات پر توجہ کرنا اور اُنکی سپاہ کو موقوف کرا کر کمپنی کی سپاہ کو بڑھانے کا ارادہ کرنا

انگریزی مؤرخ بیان کرتے ہین کہ مُلک اودھ مین ایک حقدار تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا مگر اُس سے وہ خرابیان اور دشواریان کہ اس مُلک مین پیش تھین کم نہ ہوئین غریب رعایا پر تحصیل زر مالگذاری مین وہ ظلم وستم ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ۔ مگر پھر بھی سرکار کمپنی کے زر موعود کا پورا نہ پڑتا تھا۔ ہمیشہ باقیات رہتی تھین۔ عدالت و انصاف کو سارے ملک مین چراغ لیکر ڈھونڈھیے تو کہین اُسکا سُراغ نہ پائیے فوج کو دیکھئے تو خوگیر کی بھرتی غریبون کو ستائے اپنے ہی آقا کو دھمکائے میدان جنگ مین کبھی نہ جائے اور جو جائے تو نامرد ہاتھی بن جائے۔ دشمن سامنے آئے تو اُسکو موت نظر آئے۔ جب ہندوستانی سرکارونکا ادبار آتا ہے تو یہ بُرائیان اُن مین ہوا کرتی ہین۔ مگر اودھ مین ایک اور طرّہ اُسپر یہ چڑھا کہ بعض فرنگیون نے یہان اپنا جُدا ہی فرنگی محل ملک کے اُجاڑنے کے لیے آباد کیا یہ سارے فرنگی بندۂ زر اپنی قوم مین بدنام تھے۔ بگڑی ہوئی ہندوستانی ریاستین اُن کے لیے کان زر تھین لباس وصورت فرنگستانی کے سبب سے اُن کے پوبارے ہوتے تھے اور سب اُن کے آگے مات ہوتے تھے۔ پس ہندوستانی سرکارون مین مُلک اودھ سے زیادہ اپنے جوہر لیاقت دکھانے کا موقع کہین اور نہ تھا اُن کی بدگہری کے خریدار تو یہین کے جوہری تھے۔ ہندوستانیون کی زشت کاری کے چہرے پر جب فرنگستانی غازہ ملا گیا تو کچھ اُس کا اور ہی روپ ہو گیا

الماس علی خان نے اپنی الماس کاری سے اور بھی اُس کو رونق دیدی اُس کو بڑا
اقتدار اور اختیار حاصل تھا بندے سے خداوند ہو گیا تھا۔ سب اُس کا لوہا مانتے تھے
وہ سب کے لیئے سونشی الماس تھا خطاب اُس کا رُکن الدولہ نصیر الملک
محمد الماس علی خان بہادر فتح جنگ تھا۔ غرض یہ سب معاملات لیسے پیش آئے
کہ ارل مارننگٹن معروف بہ مارکوئیس ولزلی پر واجب اور فرض ہوا کہ وہ اپنی توجہ کو
اس طرف مشغول کرین اُنھون نے ۱۷۹۸ء مین رزیڈنٹ کو یہ لکھا کہ مہمات دکن
کی وجہ سے مجھکو لکھنؤ مین آنے کی فرصت نہین ملی اور نہ مجھے ایسی فراغت نصیب
ہوئی کہ مین اپنے دل وجان سے بالکل توجہ نواب اودھ کی اصلاح معاملات پر
کرتا اب مین تمکو دو باتین لکھتا ہون جب تم کو موقع ملے اُنکی اصلاح اور انتظام کی
طرف کمال جدوجہد کرو۔ جب کبھی الماس علی خان مرے تو تم اس مین کوشش کرنا کہ
سرجان شور کے عہدنامے مین جو زرموعود ٹھہرا ہے اسکی اصلاح ہو اور الماس علی خان کو جو اختیارات
دوآبے مین حاصل تھے وہ سرکار کمپنی کو حاصل ہوجائین اور اُسکے عوض زرموعود مین تخفیف
کی جائے اُسکے مرنے کے وقت تو تمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر کوئی دوسرا اُس کا قائم مقام مثل
اُس کے صاحب لیاقت اور عالی حوصلہ اور صاحب تدبیر مقرر کیا جائے گا تو مُلک کے اندر
فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے اور اگر کوئی نالائق مقرر ہو گا یا مُلک مختلف زمینداروں کو
تقسیم کر دیا جائے گا تو سرحد اودھ ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ پھر اُس مین اندرونی لشکرکشی
یا کسی اور حملے اور سپاہ کے مقابلے کی قوت نہ رہے گی اس سبب سے بہتر یہی تدبیر
ہو گی کہ دوآبے کو سرکار کمپنی خود اپنے قبضے مین کرے نواب سعادت علی خان کی سپاہ
کی بُرائیان تم خود ہی جانتے ہو مجھے اُنکے بیان کرنے کی ضرورت نہین یہ ارادہ ہے کہ جب

کبھی قابو بنے تو مین نواب کو سمجھاؤن کہ وہ اپنی سپاہ کو بالکل موقوف کرین فقط اتنی سپاہ رہنے دین جو تحصیل مالگذاری کے لیے کافی ہو اور افسر ایسے عالی خاندان اور شریف منتخب کرکے نوکر رکھین کہ جن کو کچھ اپنے کام اور پیشے کی شرم ہو اور کچھ اپنی شرافت خاندانی کی ننگ ہو گو لکھنؤ مین ایسے آدمیون کا ملنا عنقا ہے۔ یہان سپاہیانہ طبیعت کا آدمی تلاش کرنا گھاس کے ڈھیر مین سوئی کا ڈھونڈھنا ہے۔ یہان کے سپاہی تو وہ نامرد ہین کہ جوانمرد دشمنون کو ملک مین بیٹھے بلاتے ہین اور اپنے ڈرپوک نواب کو ڈراتے ہین وہ سب نکالدیے جائین اور اُنکی جگہ سرکار کمپنی کے سوار اور پیدلون کی رجمنٹین بھرتی کی جائین اور اُن کا سارا خرچ وقت پر نواب دیا کرین سوا اس کے جو فرنگی یون ہی نواب کی ریاست مین گھس آئے ہین اور کامون مین بہت طرح کی خرابیان پیدا کرتے ہین۔ انسانیت کے ساتھ اُنکے خارج کرنے کی تدبیرین سوچی جائین۔

لارڈ ولزلی کی نیت مین جو ارادے معاملات اودھ مین تھے اُنکی بسم اللہ یہ چٹھی تھی۔

اصلاح سپاہ کے باب مین انگریزون کا تجویزات پیش کرنا نواب سعادت علی خان کی طرف سے اُس مین التوا ہونا

لارڈ ولزلی نے پھر رزیڈنٹ کو یاد دلایا کہ اُن ہماری ہدایتون کی تعمیل کرو اور نواب کو اُس سے اطلاع دو اور سمجھا دو کہ زمان شاہ دریاے سندھ سے پار آگیا ہے وہ ضرور اودھ پر حملہ کرے گا روہیلے اودھ کی بغل مین بیٹھے ہین ضرور اپنے ہم قومون کے ساتھ شریک ہونگے اب امن کے زمانے مین ایسی تدبیر کرلو کہ جس سے یہ خوف جاتا رہے سپاہ کے کارخانون کی خرابیون کے نواب خود مقر تھے یہ سپاہ نکمی ہی نہ تھی بلکہ اندیشہ ناک بھی تھی

جسوقت انگریزی سپاہ کو سرحد پر ایک ہیبت ناک کام کرنے کے لیے ضرورت ہوئی
تو اس بات کی حاجت پڑی کہ ایک حصہ اُسکا نواب کی جان کی حفاظت کے لیے لکھنؤ مین
بھی چھوڑا جائے کہ وہ اُن کی خود سپاہ کی شورش کو نہ ہونے دے پس ان واقعات سے
صاف یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ نواب کے مُلک کی حفاظت باہر کے حملون سے اور مُلک کا اندرونی
امن و امان یون ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ یہ بیکار سپاہ کم کر دیجائے جس کی تنخواہ نواب کے
خزانے سے ملتی تھی۔ اس معاملے کی خط و کتابت مین کچھ التوا اس سبب سے ہوا کہ لمسڈن
صاحب رزیڈنٹ نے استعفا دیدیا تھا اور کرنیل سکوٹ صاحب اُن کی جگھہ مقرر ہو کر آئے تھے
اور وہ ایک چھٹی کونسل کے وائس پریسیڈنٹ سر البورڈ کلارک صاحب کی نواب کے
نام لائے تھے جس مین اصلاح سپاہ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت کی وجوہات لکھی ہوئی
تھین اتفاق سے اس چھٹی کو پیش کرنے کا یہ موقع خوب ملا کہ نواب نے رزیڈنٹ سے
اپنی سپاہ کی پلٹنون کی بغاوت کی شکایت کی تھی اُس کو نواب نے پڑھا اور جو کچھ اصلاح
سپاہ کے باب مین لکھا تھا اُسکو پسند کیا اُس پر رزیڈنٹ نے عرض کیا کہ حضور اس معاملے کو
بہت جلد طے فرمائین اور سپاہ کی قسم اور تعداد اور خرچ جو حضور کو منظور ہو اُسکا پورا پورا
حال لکھ کر مرحمت فرمائین مگر بیس روز کا عرصہ گذر گیا کہ نواب نے کچھ خبر نہ لی رزیڈنٹ کا
جب تقاضا ہوا تو اس معاملے پر مباحثہ کرنے کے لیے ایکدن تجویز ہوا مشرقی آداب کا
قاعدہ ہے کہ جب بڑے کوئی بات کہتے ہین تو چھوٹے صاف اُس کے قبول کرنے مین انکار
نہین کرتے ۔ نواب نے بھی اپنے مطلب کو لباس نیازمندی مین یون ادا کیا کہ جو تدبیر
میرے سامنے پیش کی گئی ہے اُسکی تعمیل ممکن تو ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اُسکی تعمیل میری
مرضی کے موافق نہ ہوگی۔ سوائے اسکے اُنھون نے یہ بھی کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک

بات کی درخواست کرون جس مین میرا بھی آرام ہے میری رعایا کی بھی آسایش ہے۔ میری سلطنت کی بھی بہبودی اور فلاح ہے مگر مین اُس بات کا اتا پتا ابھی نہین بتلاؤن گا جبتک گورنر جنرل سے میری ملاقات جسکی توقع جلد ہے۔ لکھنؤ مین نہوگی یا تو اُس راز سر بستہ کو اُنکے سامنے کھولون گا یا اُس وقت کہ کسی رزیڈنٹ کے نام اُس میرے منصوبے کی تعمیل کا حکم آئے گا۔ غرض ایک پہیلی سی کہدی جسکو کوئی بوجھ نہ سکتا تھا۔ ہرچند رزیڈنٹ نے اُس کا حال دریافت کیا۔ مگر کچھ نہ بتلایا اور ایک دوسرا روز اور ملاقات کے واسطے ٹھہرایا اور کہا کہ مین ایک یادداشت لکھ کر پیش کرون گا۔ مگر جب ملاقات ہوئی تو وہی باتین تھین جو اول روز ہوئی تھین۔ اب رزیڈنٹ نے بدلائل نواب کے سامنے اُس امر کو بیان کیا کہ جو منصوبہ مخفی آپ کے دل مین ہے اگر اُس پر اصلاح سپاہ موقوف کیجائے تو بہت عرصہ اُس مین لگے گا اُس منصوبے کا کھلنا دو باتون پر موقوف ہے یا تو گورنر جنرل سے ملاقات ہو سو وہ بھی ابھی ہوگی نہین یا گورنر جنرل اس آپ کے منصوبے کی تعمیل کے لیے کوئی اپنا نائب مقرر کرین یا رزیڈنٹ سے کہین تو جب تک منصوبے کا معمّا کھُلے گا نہین کیسے گورنر جنرل اُس کی تعمیل کے لیے کسی کو اپنی طرف سے مقرر کرین گے اس کے جواب مین نواب چُپ ہوگئے یہ ملاقات بھی یوہین ختم ہوئی۔ کوئی اُس کا ثمرہ نہ حاصل ہوا۔ اب نواب کے منصوبے کی پہیلی بوجھنے مین لوگون نے قیاسات اپنے لگائے رزیڈنٹ کا یہ قیاس دوڑا کہ نواب شاید اپنے نائب کو موقوف کرانا اور اُن کے عہدے ہی کو مٹانا چاہتے ہین کیونکہ اُنھون نے پہلے رزیڈنٹ سے کہا بھی تھا کہ آپ گورنر جنرل کو تحریر کرین کہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ عیش وعشرت مین مشغول رہتے تھے اُن کو اس لیے نائب کی ضرورت تھی اور مین بذات خود تمام مُلک کے انتظام کی طرف متوجہ ہون مجھے نائب کی حاجت نہین پچیس ہزار

روپیہ ماہواری صرف بیجا گوارا کرنا خلاف دانشمندی ہے حسن رضا خان سرکار کمپنی کی
منظوری اور مشورے سے مقرر ہوئے تھے نواب اُن سے دق تھے وہ رزیڈنٹ سے جوچاہتے
لگا بجھا آتے یہ سبب بدنظمی کے سابق اسباب پر اور اضافہ ہو گیا تھا - جب رزیڈنٹ کی
اس صورت حال کی عرضداشت گورنر جنرل کی خدمت مین گئی تو اُنھون نے حکم بھیجدیا کہ
حسن رضا خان نائب جن سے نواب ناراض ہین موقوف کر دیے جائین - اور کوئی
دوسرا لائق آدمی جو سرکار کمپنی کی تدبیر اصلاح سپاہ کا بھی ممد و معاون ہو مقرر کیا جائے
رزیڈنٹ نے یہ بھی لکھا کہ تحصیل مالگذاری مین جو رعایا پر پہلے جور و ستم ہوتے تھے اُس مین
کچھ کمی نہین ہوئی ہے پہلے یہ روپیہ زمیندار اور نواب کے درمیان کے واسطہ وار غبن کر کے
کھا جاتے تھے اور کچھ نواب کے خزانے مین اُس کے گلچھرے اُڑانے کے لیے داخل کر دیتے
تھے اب اس نواب کے عہد مین یہ فرق ہو گیا کہ سارا ظلم کا روپیہ نواب کی جیب خاص
مین داخل ہونے لگا اور کفایت اندیشی اور جزرسی سے خزانہ خانگی مین تھیلیون کا ڈھیر
لگنے لگا - غرض تباہی مُلک کی جو اور نوابون کی مسرفی اور کاہلی اور عیاشی اور اوباشی
سے شروع ہوئی وہ اس نواب کی کفایت شعاری اور جُزرسی سے اور برسر ترقی
ہوئی ہے - سرکار کمپنی نے بعض ہندوستانی سرکارون سے یہ عہد و پیمان کر لیا تھا
کہ اُنکے مُلک کی حفاظت سرکار کی سپاہ کرے گی اور اس خدمت کے عوض مین وہ رئیس زر
مقررہ سالانہ دین گے اور وعدہ کر لیا تھا کہ اندرونی انتظام ملکی مین وہ دست انداز نہو نگی
اب یہ معاملہ نازک ایسا آن پڑا کہ سرکار کمپنی کسی عنوان نہ بچ سکتی تھی اگر سرکار انتظام
ملکی بالکل اختیار مین اُن ریاستون کے رئیسون کے کر دیتی تو اسکے یہ معنے تھے کہ رعایا کا
حال جو جی مین آئے کرو تو سرکار پر یہ الزام لگایا جاتا کہ دیکھو بھیڑون پر بھیڑیے چھوڑ دیے

ہین - بیگنا ہون کو ظالمون کے پنجے مین پھنسا دیا ہے - جن برائیون کا روکنا اُسکا کام تھا اُس مین اور تائید کی ہے اور جب سرکار احتیاط اور اعتدال کے ساتھ انتظام ملکی مین مداخلت کرتی اور اُسکو خود لے لیتی تو یہ کہا جاتا کہ دیکھو عہد شکنی کی اور شخصون کے حق تلف کر کے خود غصب کر لیے مگر مدبّران و منتظمان ملکی جو اپنی دیانت و امانت خلوص صداقت پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسی بے اصل بدنامیون سے نہین ڈرتے ہین - مسافر اپنی راہ کو کتّونکی بھون بھون سے کبھی نہین چھوڑتے ہین وہ اپنے ایمان سے کام کرتے ہین اور اُس مین ذرا بھی لغزش و لرزش اس دھیان سے نہین آتی کہ آیا کسی کام کے کرنے سے لوگ ہم کو بُرا کہین گے یا بھلا کہین گے جن مدبّران ملکی کو ایسا خیال ہوتا تھا کہ ایسا کام کیجیے کہ جس سے سب ہم کو اچھا کہین وہ ایمان سے دیسی ریاستون کے معاملات کا تصفیہ نہین کر سکتے تھے - لارڈ ولزلی اس قسم کے مدبّر نہ تھے کہ وہ اوپر کی بات کا خیال کرتے اُنھون نے جیسی حالتین دیکھین اُن کے مناسب کام امانت دیانت اور خلوص صداقت سے کیے نیکنامی اور بدنامی کا کچھ خیال نہین کیا اصلاح سپاہ کو وہ اپنے سچّے دل سے نیک جانتے تھے اُس کے باب مین پھر اُنھون نے نواب کو خط لکھا -

نواب اور سپاہ کے درمیان فساد

اُسی زمانے مین نواب اور اُنکی سپاہ کی بعض پلٹنونکے درمیان ایک معاملہ ایسا آن پڑا جس سے صاف بات کھل گئی کہ نواب اور سپاہ کے درمیان کس قسم کا رشتہ و علاقہ ہے اور باہم ایک کو دوسرے پر کتنا بھروسا اور اعتبار ہے - ایک پلٹن لکھنؤ مین تھی اور کسی مقام پر بضرورت جانے کا حکم ہوا اُس نے کہا کہ اگر ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ کا ایک حصّہ

ادا کر دو تو ہم وہان جائین گے نہین تو نہین جائین گے یہ اس ملک کا پرانا دستور چلا آتا ہے کہ والی ملک سپاہ کی تنخواہ بہت دنون کی چڑھا رکھتا ہے کہ جس کے سبب سے سپاہی ہمیشہ مفلس رہین تنخواہ پاکر دولت کے نشہ مین مست نہو جائین۔ نواب سعادت علی خان بھی اس قاعدے کے پابند تھے سپاہ کی تنخواہ بہت دنون کی چڑھا رکھی تھی۔ جب یہ تنخواہ کا تقاضا ہوا تو اُن کو ایسا ناگوار گذرا کہ اُنھون نے سپاہ سے کہا کہ اچھا تنخواہ اپنی لیلو مگر آیندہ نوکری سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ کرنیل سکوٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ بات پسند آئی اس لیے کہ اس مین سپاہ کو اپنی نافرمانی اور بدخواہی کی سزا ملتی تھی اور آیندہ اُس کے موقوف ہونے کا وہ طریقہ نکلتا تھا جس سے توقع ہوتی تھی کہ گورنر جنرل کے حسب دلخواہ بتدریج اصلاح سپاہ ہوجائیگی۔ مگر مشرقی ملکون مین تنخواہ چکنے کا بھی حساب بڑے جھمیلے سے ہوتا ہے سپاہ نے کہا کہ ہمارے پانچ مہینے چاہیین نواب نے کہا کہ نہین تین مہینے جب یہ قضیہ فیصل ہوا تو اُس کے بعد یہ جھگڑا اُٹھا ہوا کہ خزانے مین آؤ اور تنخواہ لیجاؤ اور ہتھیار رکھ جاؤ سپاہ کو اس سے یہ اندیشہ ہوا کہ معلوم نہین کہ نواب اس مین کیا دغا کرین اُنھون نے کہا کہ تنخواہ ہماری پلٹن مین بھجوا دو۔ رزیڈنٹ نے اس تکرار کو بھی چکایا تو پھر نواب نے حساب مین ایک اور جھگڑا ڈال دیا۔ مگر رزیڈنٹ نے نواب کو سمجھا کر سپاہ کی تنخواہ دلادی اور ہتھیار اُنکے لے لیے۔

گورنر جنرل کا تقاضا اصلاح پر اور اُس پر مختلف رائین

اب ہم اصلاح سپاہ کا ذکر کرتے ہین گورنر جنرل کا خط نواب کے پاس آیا تو اُس کا جواب اُنھون نے گورنر جنرل کو یہ لکھا کہ سپاہ کی اصلاح کا خیال مجھے آپ سے زیادہ ہے

اور مین اُن فائدون کو خوب سمجھتا ہون جو زمانۂ حال و استقبال مین حاصل ہون گے
مین اس اصلاح کے باب مین بہت جلد کرنیل سکوٹ سے مشورہ اور صلاح کرون گا
جو ہم دونون کی صلاح کا نتیجہ ہوگا اُس سے اطلاع دونگا اس اقرار کو اُنھون نے پورا کیا
مگر مشکل سے جیسی اُنکی عادت تھی آخر کو نتیجہ نہین مبتدا کی خبر نہین کرنیل سکوٹ نے
نواب کی عادت کو یون بیان کیا ہے کہ نواب عالیجناب وہ شخص ہین کہ اُن سے کسی معاملہ کا
طے کرنا مراسم آداب و تعظیم کے ساتھ ایسا مشکل ہے کہ اُس کا اشکال خیال مین نہین آتا
جب کوئی بات اُن سے کہی جاتی ہے تو وہ اُس کے جواب مین خاموش ہین۔ یہان
خاموشی کے یہ معنے سمجھے جاتے ہین کہ اب وہ آگے بحث و تکرار اُس معاملے مین
نہین کرین گے مگر در حقیقت وہ چپ کچھ اور سبب سے ہوتے ہین پھر جس بات کا وہ اقرار
کرتے ہین اُس کے پورا کرنے کا ذرا خیال نہین کرتے اُس کے لیے تصنع و تکلف دلائل پیش
کرتے ہین جب گورنر جنرل کے پاس نواب کا جواب جس کا وعدہ تھا نہ پہونچا تو ۵ نومبر
۱۷۹۹ء کو لارڈ ولزلی نے صاف صاف لکھ بھیجا کہ ضرور تین ایسی داعی ہین کہ جو
سپاہ کے انتظام کی تدابیر پیش کی گئی ہین اور اُس پر نواب کو خوب علم ہو گیا ہے اور اُنہین
نواب کو بھی میرے ساتھ اتفاق ہے بے تامل بہ تعجیل اُن کی تعمیل کی جائے۔ اس جلدی
کی ضرورت یہ ہے کہ عہدنامے کے موافق مُلک اودھ کی حفاظت تمام دشمنون سے
برٹش گورمنٹ کے ذمے واجب اور لازم ہے بالفعل جتنی سپاہ انگریزی نواب کے مُلک مین
ہے وہ غیر کافی ہے اب اُن کے مُلک پر زمان شاہ یا شاید کسی اور دشمن کا حملہ ہونے والا ہے
پس جبتک اصلاح سپاہ نہ ہوگی اور سرکار کمپنی کی سپاہ اُنکے مُلک مین زیادہ نہوگی اور جبتک اُنکی
خود سپاہ بے ترتیب و بے تربیت نہ موقوف ہوگی اور اُس کی تنخواہ کی بچت سے انگریزون کے

لشکر کے خرچ کی تدبیر نہو گی مشکل ہے کہ سرکار کمپنی سپاہ کا انصرام معًا و دفعتًہ حملے کی صورت مین کر سکے مین نواب کو وہ عمدہ تدبیر بتلاتا ہون کہ جس سے نواب کو ہمیشہ ایسی ضرورتون کی حالت مین اپنی سپاہ کی کمک کی حاجت ہی نر ہے آخر مین خط کے یہ اور لکھدیا کہ عنقریب نواب کے مُلک مین سپاہ کی تقویت کے واسطے ایک حصہ اُس سپاہ کا بھیجا جاتا ہے جو افزائش کے لیے تجویز کی گئی ہے اور باقی سپاہ بعد اُسکے بھیجی جاے گی.

ایک مباحثۂ عظیم اس پر یہ ہے کہ اس افزایش سپاہ کا اختیار گورنر جنرل کو عہدنامے کے موافق تھا بھی یا نہین بعض اس کے مخالف راے رکھتے ہین بعض موافق ہم دونون کو بیان کرتے ہین ۔

اب موافقین کی راے یہ ہے کہ گورنر جنرل نے اپنے کام کے انصاف کے موافق ہونے کی دلیل بیان کر دی کہ سر جان شور اور نواب سعادت علی خان کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا تھا اُسکی ساتوین دفعہ یہ تھی کہ جب کسی ضرورت سے فوج انگریزی ولائتی وہندوستانی پیادہ وسوار و توپخانہ مُلک اودھ مین تیرہ ہزار سے زیادہ کی جائے گی تو نواب سعادت علی خان وعدہ کرتے ہین کہ جو سپاہ زیادہ تعداد مذکورۂ بالا سے ہوگی اُس کا خرچہ وہ علاوہ دینگے ۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ضرورت کے وقت مجوز کون ہو گا اس کا جواب کہین عہدنامے مین موجود نہ تھا اب کیا نواب سعادت علی خان اُس کے مجوز ہوتے تو وہ اپنی بات مین ہٹ کے پورے تھے روپے کی بچت مین ایسے اندھے تھے کہ ضرورت کا وقت جب سب کو دن کی طرح دکھائی دیتا تو وہ اندھون کی طرح ہاتھ سے ہی ٹٹولتے کہ کہان ہے کدھر ہے اگر اس ٹٹول ٹٹال مین کہدیتے کہ کیون بھرکاتے ہو ضرورت کا وقت

نہین ہے تو دشمن کے ہاتھ سے مُلک پامال ہو جاتا اور پھر سرکار کمپنی کو وہ وقت اور دشواریان اُٹھانی پڑتین جن کو وہ پہلے سے اپنی عمدہ تدبیر سے رفع کر سکتی تھی شرط عہدنامہ یہ تھی کہ مُلک کی حفاظت سپاہ سے کیجائے گی سپاہ کی تعداد کی قید نہ تھی تو اُس کی حراست ایسی سپاہ سے کہ جو اُسکی حفاظت کے واسطے کافی نہو ایک بیہودہ اور حماقت کی حرکت تھی اس لیے افزائش سپاہ کی شرط ضرورت کے وقت لگائی گئی تھی - اب یہ لارڈ ولزلی کا حق تھا کہ جب اپنی ضرورت سمجھین سپاہ کو زیادہ کرین اگر یہ اختیار نواب کو دیا جاتا تو سرکار کمپنی کو مُلک کی حفاظت کرنا محال تھا - لارڈ ولزلی نے نواب کو لکھا کہ عہدنامے کی ساتوین دفعہ مین یہ لکھا ہے کہ نواب کے مُلک مین بحسب ضرورت گاہے گاہے ازدیاد سپاہ کا بھی اختیار سرکار کمپنی کو ہوگا یہ عبارت غلط ہے - حقیقت مین عہدنامے مین یہ لکھا ہوا ہے کہ سرکار کمپنی کو اختیار ہے کہ جسوقت اُسکو ضرورت افزائش سپاہ کی معلوم ہو تو وہ زیادہ کر دے پس اس افزایش سپاہ کے ساتھ کوئی قید نہین لگی ہوئی ہے کہ وہ بالاستقلال دوام کیواسطے ہو یا گاہے گاہے پس گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ اس عہدنامے کے بموجب جسقدر افزایش سپاہ کو چاہے مستقل اور مدام کے واسطے تجویز کر دے -

مخالفین اس دلیل کا یون مضحکہ کرتے ہین کہ جیسے دین مُلک داری کے فتوے سے جُدا ہوتا ہے ایسے ہی منطق جہانداری کے براہین بھی انوکھے ہوتے ہین زبردست کی زیردست کے ساتھ ایسی ہی دلیل ہوا کرتی ہے جیسی کہ اوپر بیان ہوئی اُن مین بڑے چھوٹون سے ایسے صغرے و کبرے بنا کر نتیجے نکالا کرتے ہین عہدنامے کے موافق یہ امر طے ہو گیا کہ سرکار کمپنی کو افزائش سپاہ کا اختیار حاصل ہے - اب اُس کے خرچ کے واسطے روپے کا نواب کے ذمے تجویز کرنا سرکار کی عنایت و رعایت پر موقوف ہے جب نواب نے اپنی

ضعف حالی کے سبب اپنے مُلک کی حفاظت سرکار کمپنی کی سپاہ کے حوالے کی اور اِس معاملے مین اپنا قائم مقام بنا دیا اور اُسکے واسطے شرائط کو قبول کر لیا - اور اپنے تئین سرکار کے ہاتھ بیچ کر چند فوائد مول لیے ہون تو اُس کا اب یہ حق نہین رہا کہ اُن شرائط کے ایفا کا جب تقاضا اُس پر کیا جائے تو وہ اُن پر اعتراض کرے - مگر برٹش گورنمنٹ کا یہ فرض ہو گیا کہ ایفاے شرائط کے لیے کوئی وجہ ہو تو نواب سے ضرور شرائط کو پورا کرائے اور نواب کو کچھ عذر و حیلہ اُنکی تعمیل مین نہو مگر ناحق اور بیوجہ نواب کو دبانا برٹش گورنمنٹ کو بھی ناجائز تھا -

دوسرا سوال تحقیق طلب یہ ہے کہ آیا اُس وقت ضرور تھا کہ نواب کو افزائش سپاہ کے لیے مجبور کرین اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاتا ہے کہ اودھ پر زمان شاہ حملے کرنے کو تھا وہ لاہور مین تو آپہونچا تھا اگرچہ وہ اُس وقت اُلٹا اپنے وطن کو ضرورت کے سبب سے واپس چلا گیا تھا - مگر پھر اُس کا آنا آسان تھا - سیندھیا بھی اودھ کی تاک مین بیٹھا تھا کہ جب موقع ملے تو اُس کے غلّے لگائے - روہیلے بھی تیار بیٹھے تھے - نواب کے سارے مُلک کی رعایا اور سپاہ بگڑی بیٹھی تھی اُس سے بھی برُے وقت مین حملہ کرنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا - اب نواب کی سپاہ کا حال تم پڑھ ہی چکے ہو اگر اور زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو سودا کے یہ اشعار پڑھ لو -

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے
دعوےٰ نہ کرے یہ کہ مرے مُنھ مین زبان ہے

مین حضرت سودا کو سُنا بولتے یارو
اللہ رے اللہ رے کیا نظم و بیان ہے

اتنا مین کیا عرض کہ فرمایئے حضرت
آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے

سن کر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا
اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہے

کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانے کی کٹی شکل
ہے وجہ معاش اپنی سو جس کا یہ بیان ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی — تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے
گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیئے کے یان ہے
ثابت ہو جو دگلا تو نہین موزون ہین کچھ حال — تیرون مین ہو پر گیر تو بے چلہ کمان ہے
کہتا ہے نفر غرّے کو صرّاف سے جا کر — بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فلقے سے میان ہے
یہ سُن کے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ — شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس یہ تھنے — تنخواہ کا پھر پیٹنا اس شکل سے یان ہے
لیتے ہین بایَن روسیہی وہ تو دوماہہ — ٹک دھونس دھڑلے کی جنھین تاب و توان ہے

سرجمیس گریگ صاحب جو سپہ سالار انگریزی سپاہ کے مُلک اودھ مین تھے وہ گورنر جنرل کو لکھتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کی سپاہ کا عدم و وجود برابر ہے نواب کی کفایت شعاری اور کنجوسی نے سپاہ کی صورت منحوس بنا رکھی ہے نہ اُسکے پاس ہتھیار ہین نہ وردی ہے نہ کوئی توپ ہے جب ایک موقع پر مین نے نواب سے وردی اور ہتھیار اور توپین سپاہ کے لیے مانگین تو نواب نے کہا کہ میرے پاس یہ سب چیزین فقط اتنی ہین کہ جو سپاہ میری اردلی مین رہتی ہے اُسی کے لیے کافی ہین اور زیادہ نہین جو بھیجون غرض نواب کی سپاہ بالکل نکمّی ہے مجھے خوف ہے کہ اگر اس تبہ مزاج سپاہ کا پہلے سے علاج نہ ہوگا تو اُس کی سیہ کاری کا مرض مضرت رسان، ہو جائے گا مین اگر کہین جاؤن اور اس سپاہ کو پیچھے چھوڑ جاؤن تو مجھے اُس سے ایسا ہی خوف معلوم ہوتا ہے جیسا کوئی قلعہ دشمن کے پاس چھوڑ دینے سے خطر ہوتا ہے پس جب ملک کی رعایا اور سپاہ کا یہ حال ہو کہ ایک والی ملک کی جان کو رو رہی ہو اور دوسری اُسکے خون کی پیاسی ہو اور پھر اُس پر زمان شاہ کے حملے کا اندیشہ ہو جو دلّی کے بادشاہ کو

بحال کرکے مسلمانون کی سلطنت جمانے کا ہندوستان مین دل سے ارادہ رکھتا ہو مرہٹون کے ایفاے وعدہ کا اعتبار نہو۔ رہیلے لبعلی دشمن موجود ہون پھر کیا ایسے حال مین گورنر جنرل مبارکباد کے شادیانے بجاتے کہ شمال و مغرب مین بالکل امن و امان ہے کیون اودھ مین افزایش سپاہ کیجئے۔

اس وقت لارڈ ولزلی نے خیال نہین کیا کہ چند روزہ کی تعریف اور ستایش کے لیے اپنی راست بینی اور دریادلی سے ہاتھ اُٹھائین اور اپنے مقاصد اعظم کو حاصل کرنے سے باز رہین وہ یہ سمجھے تھے کہ نواب اودھ کے معاملات مین اس دخل اندازی سے ضرور متعصب ناعافیت اندیش نامعاملہ فہم اُن کی تذلیل کے درپے ہون گے لعنت ملامت کا غل مچائین گے مگر وہ ایسے بے سرے راگون پر کب کان لگاتے تھے اُن کی نظر عالی ان مقاصد اقصلی پر تھی کہ ہندوستان مین امن و امان رہے برٹش گورنمنٹ سلامت رہے اُنکی قوم اور مُلک کا نام آفتاب کی طرح روشن ہو۔ اس اپنے انتظام سے وہ جانتے تھے کہ اودھ کا نواب نہال ہوگا اور اُس کی رعایا دولت و امن سے مالامال ہوگی گو اسوقت غیظ و غضب کے سبب سے اُسکو یہ سودمند امر نظر نہین آتا تھوڑے دنون کے بعد وہ یہ دم بھرنے لگے گا ع دردم از یارست درمان نیز ہم۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ عالی ہمت والا نہمت اپنے عزم مین مستقل تھا اور کسی مشکل اور دقت سے جو اُسکو پیش آتی نہین ڈرتا تھا۔

محققین کی رائے اس کے خلاف مین سُنیے وہ یہ کہتے ہین کہ لارڈ ولزلی نے جیسی انوکھی بات اسوقت نواب سعادت علی خان کو اپنے خط مورخہ ۵۔ نومبر ۱۷۹۹ء مین لکھی ہے ویسی کمتر انسان کے منھ سے نکلا کرتی ہے اُسکے یہ معنی تھے کہ امن و امان کی حالت مین

بھی سپاہ کے وہی کارخانے اور خرچ رہین جو لڑائی کے وقت مین ہوتے ہین عمدہ گورنمنٹ کے اصول مین یہ امر داخل ہے کہ امن کے وقت سپاہ کے تمام صیغون کا خرچ جس قدر ممکن ہے کم کیا جائے خراب گورنمنٹ کا اصول اس کے برعکس ہے۔ اُس مین سپاہ کا خرچ امن کے وقت مین بھی وہی ہوتا ہے جو نہایت اشد ضرورت جنگ کے زمانے مین ہوتا ہے ملک اودھ کا حال ایسا نہ تھا کہ اُس مین امن کے وقت مین سپاہ کا وہ خرچ رکھا جاتا جو جنگ کے وقت مین ضرور تھا اُسکی آدھی سرحد تو سرکار کمپنی کے ملک سے لحق تھی اُسپر تو کوئی حملے کا گمان اور اندیشہ ہی نہ تھا دوسرے آدھی طرف زمان شاہ کے حملے کا خوف اُسوقت ہوتا کہ وہ تمام درمیانی سلطنتون کو فتح کر کے طے کر لیتا اُسکے لیے تو ہنوز دلی دور تھی۔ رہے مرہٹے وہ آپس کے نفاق کی بلاؤن مین مبتلا تھے اُن کو اپنی جان بچانی مشکل پڑی تھی اور کس کی خبر لیتے۔ پس افغانون کے حملون کے خوف سے ملک اودھ مین سپاہ کے اُن کارخانون کا قائم کرنا جو جنگ کے وقت ہوتے ہین ایسا بیہودہ کام تھا جیسے انگلستان مین ترکون کے خوف سے یہ کام کیا جائے غرض زمان شاہ کا دھڑکا نواب سعادت علی خان کو دینا ایسا تھا جیسے کوئی بچے کو ہوّے سے ڈراتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محققین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ امر پیش از مرگ واویلا تھا دوسرونکے نزدیک علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد پر عمل تھا۔

نواب کا ترک سلطنت کا وعدہ کرنا اور پھر اُسکو پورا نکرنا

نواب سعادت علی خان سرکار کمپنی کے مقاصد اصلی پر پہونچ گئے تھے وہ یہ

جانتے تھے کہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ میری فوج کو بالکل تباہ و برباد کر دے اور ملک کی حفاظت اپنی سپاہ کے حوالے کرے غرض اُن کا دل سلطنت سے ایسا بجھ گیا تھا کہ وہ رزیڈنٹ سے اشارون اور کنایون مین ایسی باتین کیا کرتے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سلطنت کے کام سے برداشتہ خاطر ہین اور اُس کے چھوڑنے کا قصد ہے باتین تو اُنکی ایسی تھین مگر کام اُنکے ایسے تھے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ لکھنؤ مین رہنا چاہتے تھے - تعمیر عمارت کی تیاریان قوانین سلطنت کے بڑے بڑے مسودے امور خانگی کا نہایت انتظام آخر دل کی بات نہ چھپ سکی اور ایک روز رزیڈنٹ کے سامنے زبان پر آہی گئی کہ "نہ مین رعایا سے خوش ہون اور نہ رعایا مجھ سے - سپاہ میری نہ وفادار ہے نہ فرمانبردار رعایا و سپاہ دونون سرکش و فساد اندیش اس لیے مجھے سلطنت سے نفرت ہے مین اِس بار سلطنت کو سر پر نہین اُٹھا سکتا اور خلق جو ودیعت الٰہی ہے اُس کی خبرگیری اچھی طرح نہین کر سکتا مین تو سلطنت چھوڑتا ہون اور مجھے اِس کا یقین ہے کہ سرکار انگلشیہ میرے بیٹے کو میرا جانشین کرے گی جس سے میرا نام آیندہ باقی رہے گا اور میرے خویش و یگانون کا وظیفہ بھی کر دے گی جس سے اُن کا گزارہ اچھی طرح ہو سکے گا میرے پاس جو کچھ سرمایہ ہے وہ زندگی بسر کرنے کے لیے کافی ہے مین اُسے ساتھ لیجاؤن گا" جب رزیڈنٹ نے یہ باتین سُنین تو اُن سے کہا کہ آپ اپنے اس منصوبے کو گورنر جنرل کے پاس لکھ کر بھیجدین اُس پر نواب نے فرمایا کہ آپ ہی یہ تکلیف کرین مجھے کسی اور پر اعتبار نہین کہ مین اپنے راز کی باتین اُس سے کہون - غرض رزیڈنٹ نے یہ تمام احوال اور گفتگو مین جو ہوئی تھین قلمبند کر کے گورنر کے پاس بھیجدین اور اُس پر یہ حاشیے بھی چڑھا دیے کہ نواب کے بیٹے بہت ہین مگر سب حرامی خزانے کا حال یہ ہے کہ نواب خزانۂ عامرہ سے

روپیہ اپنی محلسرا سے مین لے گئے ہین آصف الدولہ کے قرض مین آدھی بھی نہین دی ہے ملازمان سرکار کی تنخواہین چڑھی ہوئی ہین پنشن دارون کی پنشن کا بہت روپیہ دینا ہے نواب اُس مین سے کسی کو پھوٹی کوڑی نہین دینگے - نواب نے اس وقت تک سات کروڑ روپے جمع کیے تھے - گورنر جنرل نے ۱۶ - دسمبر ۱۷۹۹ء کو اس کا لمبا چوڑا جواب لکھا کہ "مین نواب کو ترک سلطنت و عزلت نشینی کی اجازت دیتا ہون بشرطیکہ وہ سرکار کمپنی کی عملداری مین ہمیشہ سکونت اختیار کرین اور سلطنت اودھ کو ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کے حوالے کرین مگر یہ اجازت نہین دیتا ہون کہ وہ اُس خزانۂ عامرہ کو ساتھ لیجائین جو مصارف سلطنت کے واسطے جمع ہوا ہے" گورنر جنرل نے خیال کیا کہ نواب کی عزلت نشینی سے جب ہی بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہین کہ وہ بالکل اپنے ملک کو سرکار انگریزی کے حوالے کر دین ورنہ کوئی اُن کا جانشین مقرر ہو گا تو وہی بات رہے گی - "خرہمان خرست اما پالان دیگرست" جب نواب کے پاس گورنر جنرل کا یہ جواب آیا تو اُنھون نے کہا کہ مین سلطنت سے اس لیے دست بردار ہوتا تھا کہ میرا بیٹا سلطنت کرے نہ یہ کہ سرکار کمپنی میری جانشین ہو - نواب نے کہا کہ آبائی سلطنت سو برس کے عرصے سے چلی آتی ہے اگر مین اُس کو گورنر جنرل کی مرضی کے موافق ترک کرتا ہون تو ساری دنیا مین میرا منھ کالا ہو گا کہ اپنے آرام و راحت کے لیے سلطنت کو کھو دیا اور باپ دادا کا نام ڈبو دیا اولاد کو سلطنت سے محروم کر دیا اس لیے اب مین نے ترک سلطنت کا عزم ترک کیا جب نواب کے اس ارادے سے کرنیل سکوٹ نے لارڈ ولزلی کو اطلاع دی تو وہ بہت غیظ و غضب مین ہوئے اور اُنھون نے ۲۷ - دسمبر کو رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ مین نواب کی اس دورنگی اور مکاری سے نہایت ناراض ہوا -

یہ الزام لگانا بھی ستم تھا اس مین دورنگی اور مکاری کیا تھی انکا ترک سلطنت ہونا
اپنے بیٹے کی جانشینی پر موعود تھا جب یہ نہوا تو وہ بھی نہوا۔

گورنر جنرل کا نواب کے ملک مین انکی مرضی کے بغیر سپاہ انگریزی کو بڑھا دینا اور نواب کے دلائل کو گستاخی بتلانا نواب کی کچھ سپاہ کا موقوف ہونا

رزیڈنٹ کے پاس یہ حکم لارڈ ولزلی کا آگیا تھا کہ وہ کانپور سے فلان فلان سپاہ بُلا کر جہان مناسب سمجھے نواب کے ملک مین بھیجدے اور نواب کو اطلاع دیدے اسکی جلدی اس سبب سے پڑی تھی کہ فوج کے سفر کا موسم نکلا جاتا تھا اس ترک سلطنت کے منصوبے کو ترک کردینے کے سبب سے۔ نواب کو اطلاع دی گئی کہ جس قدر سپاہ کی افزائش منظور تھی اُس کا پہلا ڈویزن (غول) نواب کی عملداری مین داخل ہونے کو ہے۔ جہان حکم ہو بھیجا جائے۔ نواب نے کہا کہ سفر سپاہ مین جبتک توقف فرمائیے کہ مین اپنی درخواستون کو لکھکر پیش نہ کرون اس پر رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ سفر سپاہ مین التوا ناممکن ہے تمام اسکے وجوہات حضور کے گوش گزار ہو چکے ہین اسکا جواب نواب نے یہ دیا کہ مین نے افزائش سپاہ کو کبھی منظور نہین کیا اگر میری منظوری کی ضرورت نہین تو مجھ سے اس باب مین صلاح و مشورت عبث ہے پھر اس کا جواب رزیڈنٹ نے کچھ نہین دیا اور باتین ہونے لگین۔

۱۵۔ جنوری سنہ ۱۸۰۰ء کو نواب نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے اور گورنر جنرل کے درمیان

جو تحریرات ہوئی ہین اُن مین مین نے کبھی یہ نہین لکھا کہ افزائش سپاہ مجھے منظور ہے مگر گورنر جنرل کے خط سے یہ امر ظاہر ہے کہ اُنھون نے مجھے لکھا تھا کہ اُسوقت تک افزائش سپاہ کا انتظام نہین کیا جائیگا جبتک کہ اُسکے خرچ کے واسطے میری سپاہ کے موقوف کرنے سے روپیہ کا انصرام نہوگا ابھی میری فوج بدستور نوکر ہے موقوف نہین ہوئی انگریزی سپاہ میرے مُلک مین آموجود ہوئی اُس کا خرچ کس کے گھر سے دیا جائے گا سردست کوئی اُسکے واسطے سامان نہین سپاہ کا موقوف کرنا کوئی لڑکون کا کھیل نہین سیکڑون خطرے اُس مین ہوتے ہین ہزارون آدمی بیکار ہون گے سیکڑون مفسدہ پردازی پر آمادہ ہونگے بہت سے بیچارے بیٹھ کر پیٹ کو روئین گے مگر مجھکو تو سب سے زیادہ گورنر جنرل کی ناراضی کا خوف ہے فقط اُنکی خوشی کے لیے اُنکی تجویز کو قبول کرتا ہون قہر درویش برجان درویش اب مین اُن شرائط کو بیان کرتا ہون جو اس افزایش سپاہ کے باب مین عہدنامے مین مرقوم ہون۔ اوّل شرط یہ ہے کہ افزائش سپاہ ایسی کبھی نہین کیجائے گی کہ نواب اُسکے خرچ کا بار نہ اُٹھا سکے۔ دوم سپاہ زائد کا ایک ڈویژن ہوگا اور وہ ایک جگھ وہان رہے گا جہان زمان شاہ اور دشمنونکے حملے کو روک سکے گا اور فقط اُس کا یہی کام ہوگا۔ سوم افسران سپاہ کو اختیار نہوگا کہ تحصیل محصول مین دست اندازی کرین اور کچھ اور چھوٹی چھوٹی باتین لکھ کر یہ مستمندانہ فقرہ لکھا کہ مجھے سرکار دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ امید ہے کہ اس دفعہ تو مین نے گورنر جنرل کی ناراضی کے اندیشے سے اس سپاہ کے داخل ہونے کو قبول کرلیا ہے مگر آیندہ مجھے اور زیادہ تکلیف ایسی تدابیر سے نہ دیجائیگی۔

۱۸ - جنوری کو ایک مراسلہ نواب نے گورنر جنرل کے پاس بھیجا جس کے آغاز مین اپنے خاندان کی قدامت کا بیان کیا اور سرکار سے جو روابط و اتحاد تھے اُس کا حال مشرح لکھا

اور پھر یہ تحریر کیا کہ اس زمانے مین جو سرکار دولتمدار نے تجویزین فرمائی ہین وہ پہلے
کبھی نہین ہوئین دنیا کا یہ دستور قدیم سے چلا آتا ہے کہ بڑے چھوٹون کی دستگیری کرتے ہین
جب بڑے شہنشاہ چھوٹے رئیسون اور امیرون کے سر پر ہاتھ دھرتے ہین تو اُنکی اعانت
مین سپاہ اور خزانے سے امداد کرنے مین کسی طرح کا دریغ نہین فرماتے ہین اس لیے مجھے سرکار
دولتمدار کے لطف وکرم سے یہ توقع ہے کہ مین اس امر پر مجبور نہ کیا جاؤن کہ اپنی سپاہ کو
موقوف کرون اور ہزارون آدمیونکو بھوکا مارون اور اس سے طرح طرح کے خطرون مین پڑون
اور سرکار کی سپاہ کو پھیلاؤن جس سے رعایا کی نظرون مین میرا رعب وداب نہ رہے مجھے
یقین ہے کہ گورنر جنرل کا منشا ہرگز ہرگز یہ نہو گا کہ مین ذلیل وخوار ہو جاؤن یہان تک
تو یہ نیازمندی کی باتین تھین آگے تدابیر پیش شدہ کے خلاف یہ دلائل بیان کین کہ عہدنامہ
کی دوسری دفعہ سے حضور کی رائے پر روشن ہو گا کہ مین جب مسند ریاست پر بیٹھا تھا
تو اس سلطنت کی حفاظت کے واسطے جس قدر سپاہ پہلے زمانے مین رہتی تھی اُس سے
بہت زیادہ اُسوقت موجود تھی مین نے اُسکے خرچ ادا کرنے کا اقرار کر لیا مگر کہین اُس مین
یہ نہین لکھا کہ بعد ایک عرصے کے اضافۂ سپاہ مستقل طور سے کیا جائے گا اور اُس کا خرچ
میرے ذمے مقرر ہو گا پس شرط سے انحراف کرنا بے ضرورت معلوم ہوتا ہے عہدنامے
کی ساتوین دفعہ کے ملاحظے سے حضور پر واضح ہو گا کہ افزائش سپاہ کا اختیار سرکار کو بے ضرورت
نہین ہے اور ضرورت کی حالت مین حسب حال ضرورت اور وہ بھی مستقل نہین بلکہ تا ضرورت
پھر دفعہ ۱۷ کو دیکھئے کہ دونون سرکارون مین کام صدق دلی اور موافقت سے کیا جائیگا
اور مجھے بالکل اختیار اپنے امور خانگی مین انتظام ملکی مین اپنے موروثی ملک کی سلطنت
مین سپاہ پر رعایا پر ان سب پر ہو گا - پس جب میری فوج موقوف کر دیگئی تو مین پوچھتا ہون

کہ میری سلطنت اور حکومت کہان رہی بے سپاہ نہ امور خانگی مین کچھ کرسکتا ہون نہ رعایا پر رُعب وداب بٹھا سکتا ہون نہ آبائی سلطنت پر حکومت کرسکتا ہون کسی کام کا نہین رہتا ہون اس لیے سرکار دولتمدار کی شاہانہ عنایت اور رافت کا اُمیدوار یہ خاکسار بیمقدار ہے کہ جو تدابیر تجویز کی گئی ہین وہ سب موقوف کیجائین۔

موجبات شکایت کا جواب دینا تو مشکل تھا مگر محکوم حاکم کی لڑائی تھی محکوم کا کب یہ منصب تھا کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہو اور وہ نہو زبردست کا بس زبردست پر کیا استدلال سے چل سکتا ہے اُسوقت لارڈ ولزلی اور ہی چال چلے اُنھون نے اس خط کو دیکھکر کہا کہ یہ تحریر گستاخانہ قابل جواب نہین اور سکرٹری سے رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ تمھاری چھٹی کے ساتھ جو نواب کا خط بجواب چھٹی گورنر جنرل مورخہ ۵- نومبر کے آیا تھا وہ واپس بھیجا جاتا ہے تم نواب کو وہ دیدو اور ہماری طرف سے نواب کو یہ سُنادو کہ اُس سرکاری تحریر کے جواب مین جسپر گورنر جنرل کی مُہر ثبت ہو جو نواب نے اس دفعہ طرز اختیار کی ہے وہ نہایت گستاخانہ اور بیباکانہ ہے سلطنت انگلشیہ کا ادب وتعظیم جو اُنپر واجب ہے اُس سے اُنھون نے باہر قدم رکھا ہے اس لیے اس خط کی تحریر جواب پر گورنر جنرل کچھ توجہ نہین فرماتے ہین بلکہ اپنی چھٹی مورخہ ۵- نومبر کا جواب مانگتے ہین اگر اگلی دفعہ نواب نے سرکار انگلشیہ کی عہدشکنی کے اظہار کے واسطے وہی پوچ براہین پیش کین اور وہی خط کی طرز تحریر اختیار کی تو سرکار کو اس گستاخی کی خبرگیری کرنی پڑے گی۔ غرض اس چھٹی کا ترجمہ رزیڈنٹ نے فارسی مین نواب کو سنوادیا بعد اسکے حجتین ہوتی رہین آخرکار نواب نے مجبور ہوکر فروری ۱۸۰۰ء مین اپنی سپاہ کا ایک حصہ موقوف کردیا تاکہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا خرچ اُسکی تنخواہ سے نکل آئے یہ فوج ضرور دنگا وفساد مچاتی مگر رزیڈنٹ نے اُسکی چڑھی ہوئی تنخواہ دلاکر چڑھائی سے باز رکھا اور فساد نہ برپا ہونے دیا۔

گورنر کا نواب کو تخت سلطنت سے محروم کرنے کی دھمکی دینا اور اودھ کا بہت سا ملک کاٹ کر سرکار کمپنی کی عملداری مین داخل کر لینا

نومبر ۱۸۰۱ء مین نواب سے پھر درخواست کی گئی کہ سپاہ جس قدر اور زیادہ ملک کے رہنے کے لیے تجویز کی گئی تھی اور اُسکے ایک حصے کے لیے تو انتظام ہو گیا اب دوسرے حصے کے لیے اور خرچ کی تجویز کیجیے نواب نے عذر کیا کہ بڑی مشکل سے ملک کی آمدنی وصول ہوتی ہے مین روپیہ دینے کا عہد و پیمان جب تک نہین کر سکتا کہ اپنے مین قابلیت اُس کے بہم پہونچانے اور ادا کرنے کی نہ دیکھون اگر بغیر سوچ بچار کے اقرار خرچ کا کرونگا اور اُس کا انصرام نہ کر سکونگا تو پھر عہد شکنی کا مجرم ٹھہرونگا اپنے خزانچی سکھ رلے کی معرفت تمام ملک کی آمدنی کا حساب مرتب کرا کے گورنر جنرل کے پاس رزیڈنٹ کی معرفت بھیجدیا اُس حساب کو گورنر جنرل نے ملاحظہ فرما کر لکھا کہ اگر ایسا ہی ہولناک زمانہ آنیوالا ہے کہ جس مین نواب اپنے اقرارون کو گورنمنٹ کے ساتھ ایفا نہین کر سکتے تو برٹش گورنمنٹ پر یہ واجب ہوا کہ نواب کی خود اصلاح مقاصد اور فلاح بار ب کے لیے اور سرکار کمپنی کے منفعت اور فائدے کی خاطر ملک مین ایسی مداخلت کرے کہ جس سے نواب کی سلطنت کے مخازن آمدنی کی نوبت اس حد تک نہ پہونچے کہ اُس سے نہ نواب کا کام چلے نہ سرکار کا۔ اودھ جیسے سرسبز و شاداب ملک مین جو ویرانی اور بربادی پھیلی ہے وہ صرف نواب کی بدنظمی و نقص تدبیر کے سبب سے ہے اُس پر کوئی آفت ارضی و سماوی ایسی نہین واقع ہوئی کہ جس سے ملک ویران ہو اُسکے برابر کے ملک سارے آباد اور خوشحال ہین۔ غرض مدتون سے نواب کو فہمائش ہو رہی ہے کہ وہ اپنے ملک کا انتظام کرین اور رعایا پر متوجہ ہون مگر یہ سارے پند و

نصائح نقش بر آب وگرہ درہوا ہین - آخر کار مُلک کی بربادی وویرانی کی وہ نوبت
پہونچ جائیگی کہ زرموعود بھی سرکار کمپنی کا ادا نہو سکے گا اس لیے بہتر ہو گا کہ اس سراسر ظلم کی
بھری ہوئی حکومت اور زہر کی بجھی ہوئی سلطنت کی قائم مقام وہ گورنمنٹ قائم ہو جس سے
رفاہ حال رعایا آسودگی برایا مُلک کی سرسبزی اور شادابی - نام وناموس جان ومال رعیت
کی نگہبانی اور فضل وہنر کی کامرانی تجارت وزراعت کی ترقی غرض تمام اسباب خوشحالی
خلق مہیا ہو جائین - تاکہ سپاہ فرمانبردار اور رعایا خیر خواہ ہو جائے - یہ سب باتین
ممکن نہین کہ کسی اور طرح حاصل ہون جب تک کہ نواب سارے مُلک کا انتظام مالی و مُلکی
اور جنگی سرکار کمپنی کو نہ دیدین اور خود سلطنت سے دست بردار نہون اُن کے واسطے
اور تمام اُنکے دوست آشنا خویش و یگانون کے واسطے وظیفے معقول مقرر ہو جائین گے
صرف یہی تدبیر ہے کہ جو مُلک اودھ کو نہال اور رعایا کو مالا مال کرے گی ورنہ وہ کسی
طور سے آفات اور مصائب کی لکد کوب سے نہین بچ سکتا - لارڈ ولزلی نے اس پر عمل کیا
کہ "بمرگش گیر تا بہ تپ راضی شود" رزیڈنٹ کو لکھا کہ اس امر کو وہ مصالحت سے طے کرے
اور اگر نواب اس مصالحت کا معاہدہ نکرین تو پھر نواب سے نہایت ادب کے ساتھ
وہ یہ عرض کرے کہ پہلی اور حال کی سپاہ زائد یعنی کل سپاہ کے خرچ کے واسطے
کوئی ایسا مخزن مقرر کر دین کہ جس سے زرموعود عین وقت پر وصول ہو جایا کرے
اور اس مین کچھ خلل نہ آیا کرے اسکے واسطے یہ تدبیر بتلائی کہ وہ اپنے مُلک کا حصہ
ہمیشہ کے لیے سرکار کو دیدین کہ اُس سے تمام سپاہ کا خرچ چل جائے - جو مُلک تفویض
کرنے کے لیے تجویز ہوا تھا وہ اضلاع دوآب ور وہیلکھنڈ مع اضلاع علی گڈھ
وگورکھپور تھے اس تفویض سے نواب کا مُلک امن کا گنبد ہو جاتا تین طرف سے

اُسکی حفاظت سرکار کمپنی کی عملداری کرتی اور اُن اطراف سے غیر ریاستونکے حملے کا خوف نواب صاحب کو نہ رہتا اور سرکار کمپنی کو یہ کھٹکا جاتا رہتا کہ کہین نواب اور غیر ریاستون سے سازش نکرے۔ انھین دنون مین لارڈ ولزلی نے ایک خط نواب سعادت علی خان کو لکھا کہ جب سے تم مسند ریاست پر بیٹھے ہو تو مین اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہون کہ موافق اُن اصول کے جو ہماری گورنمنٹ نے نہایت استقلال سے اختیار کیے ہین وہ کام کرون جو مین نے آپ کو پہلے خطون مین لکھے ہین یہ سارے کام فقط اس سبب سے بھی کرنے پڑے کہ آپ اپنے مُلک کی بدنظمی کو روک نہین سکتے اور نہ انتظام کر سکتے ہین نہ بیچاری رعایا کے جان و مال کی حفاظت کر سکتے ہین۔ غرض یہ اصول گورنر جنرل نے قائم رکھا کہ جو فرمانروا اپنی سلطنت کا انتظام نکر سکے اور رعایا اُس کی بدخواہ اور ناراض ہو وہ خود ترک سلطنت کرے یا وہ اپنی سلطنت کے کامون سے بجبر معزول کیا جائے سرجان شور کے عہدنامے کے موافق خرچ سپاہ نواب سعادت علی خان سے ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ ٹھہرا تھا اور اب اس افزایش سپاہ کا خرچ ۵۴۱۲۹۹۹ روپیہ سالانہ ہوا یہ دونون مل کر ۱۳۰۱۲۹۹۹ روپیہ ہوا اس لیے نواب سے درخواست کی گئی کہ جس مُلک کی آمدنی اس قدر روپے کی اس ویرانی کی حالت مین سوائے خرچ تحصیل مالگزاری کے ہو ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کو دیدیا جائے جب اول درخواست کُل مُلک کے حوالے کرنے کی نواب کے سامنے پیش ہوئی تو اُس پر رزیڈنٹ سے اُنھون نے بڑے بڑے مباحثے کیے اور تحریرون کے طومار لکھے نواب نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ پہلے نوابون کے عہد مین زر موعود کی اقساط وقت پر نہین ادا کی گئین اور مین نے کبھی ادائے زر قسط مین ایک لمحہ کا توقف نہین کیا ایک کوڑی میرے ذمے

باقی نہین لیکن مجھسے وہ درخواست کیجاتی ہے جو پہلے کسی نواب سے نہین ہوئی بھلا مین کیسے آبائی سلطنت اپنی چھوڑکر خود ترک سلطنت کرون مین ایسی درخواست کو ہرگز نہ مانونگا۔ سرکار نے سپاہ کے خرچ کے لیے جو ملک دیدینے مین یہ عذر پیش کیے مین نے کون سی قسط ادا نہین کی کہ جس کے عوض مین اپنا ملک دیدون مجھے خود اُمید ہے کہ اپنے نظم ونسق سے ملک کو سرسبز وشاداب کرون گا اگر ملک دیدونگا تو میری ساری امیدین منقطع ہو جائینگی اور میرا بڑا نقصان ہوگا اور نہ مین اپنے ملک کا حصہ دیسکتا ہون ان باتون کا جواب گورنر جنرل نے بھی ۵ - اپریل ۱۸۰۱؁ء کو رزیڈنٹ کو لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نواب نے میری دونون درخواستون کو نامنظور کیا نہایت افسوس کا مقام ہے - مگر آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہون کہ میرا اب یہ عزم مصمم ہے کہ ملک اودھ کو زیادہ برباد ہونے دون اور بندگان خدا پر رحم کردن جو ملک کی ویرانی اور اُس کی کمی کا حال ہوتا جاتا ہے وہ سب نواب پر روشن ہے اور وہ خود اس کے معترف ہین اس ملک کے لینے مین سرکار کمپنی کی سپاہ کے خرچ کی پوری کفالت ہوتی ہے اور ملک کی بھی بہبودی - غرضکہ گورنر جنرل نے اصلاح گورنمنٹ کا اصول یہ قائم کیا کہ جو گورنمنٹ پرلے درجے کی خراب ہو اُس کا علاج یہی ہے کہ وہ بالکل نیست ونابود ہو جائے جس عضو کی صحت کی امید نہو اُس کا کاٹ ڈالنا ہی اُس کی شفا ہے حالت ردی مین اُس کی ناحق مرہم پٹی کرنا مرض اور تکلیف کو بڑھانا ہے - نواب کو اُنھون نے سمجھایا کہ جب اصلاح اختیار مین نہین ہے تو وہ اورون کو کیون نہین اختیار دیدیتے کہ اصلاح کرین وہی مثل ہوئی کہ "نہ خود خورد نہ بکس دہد گندہ کند بہ سگ دہد" نواب کا کلیجا اس معاملے مین تقریر و تحریر سے پک گیا تو مجبور ہو کر اُس مورد رنج وبلا نے کہا کہ مجھے کربلا کی زیارت کی

اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا نائب میری غیبت مین مقرر ہو جو کام ہونے والے ہین وہ میری
غیبت مین ہون اپنی آنکھون کے سامنے یہ مُلک دینے کی بلا نہین دیکھی جائے گی
مین نہ سرکار کمپنی سے لڑ سکتا ہون نہ مقابلہ کر سکتا ہون جو وہ چاہے کرے مُلک اور خزانہ
سب حاضر ہے غرض یہان عجز و نیاز کے لباس مین انکار تھا وہان شاہانہ عتاب و ناز
مین اپنی بات پر اصرار تھا۔ لارڈ ولزلی نے اپنی تحریرات کے اندر حقیقت مین سلطنت انگلشیہ
کی سطوت وصولت کو دکھایا جو اس کام کے لیے سزاوار تھی کہ اُنھون نے جو اتنی حجتین کین
فقط اس لیے کہ اُنکو یہ منظور تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کہ جبر و قہر سے مُلک نہین لیا جاتا ہے وہ دل سے
چاہتے تھے کہ نواب اپنا مُلک دیدین سانپ مر جائے لاٹھی نہ ٹوٹے اس لیے اُنھون نے
اپنے بھائی ہنری ولزلی کو اپنا پرائیوٹ سکرٹری بناکر نواب سعادت علی خان کے پاس بھیجا
کہ شاید میرا بھائی نواب کی ہٹ کو دور کر دے ۳۔ دسمبر ۱۸۰۱ء کو وہ لکھنؤ مین آگئے اور ۶۔ کو
نواب کو سمجھایا کہ یہ آپکی غلطی ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہین کہ اگر مین مُلک دیدونگا تو مین تخت سے
محروم ہو جاؤنگا اور میری سلطنت کالعدم ہو جائے گی بلکہ برخلاف اُسکے اُس سے
آپکی اولاد کے لیے تخت سلطنت زیادہ استقلال کے ساتھ برقرار ہو جائے گا وہی اعزاز و اکرام
شاہانہ آپ کا باقی رہے گا اس مین کچھ فرق نہین آئے گا کوئی آپ کو تخت سلطنت سے
محروم نہین کرتا نواب نے اس کا جواب صاف نہ دیا ۱۹۔ دسمبر کو گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو
یہ ہدایتین لکھین کہ اگر نواب کو دونون درخواستون مین سے ایک کے بھی منظور کرنے مین
اصرار چلا جائے تو تم تمام مُلک مین اپنا بندوبست کر لو اور یہ اُسکے ساتھ معمولی دلائل
بھی بیان کر دین کہ جبتک نواب ان دونون درخواستون مین سے کسی ایک کو نہ قبول کرینگے
مُلک اودھ مین عمدہ انتظام نہین ہوگا اور سرکار کمپنی کی سلامتی نہوگی اس لیے

یہ امر فقط مناسب ہی نہین بلکہ فرض ہوگا کہ تمام سلطنت نواب سے لے لی جائے اُنکے خوب کان اور دل کے کواڑ کھول کر سمجھا دو کہ سرکار کمپنی نے مُلک اودھ کے تمام مالی اور ملکی انتظام لینے کا عزم مصمم کر لیا ہے پس اگر اپنی ہٹ سے نہ ہٹین تو اُنکی سپاہ کو معزول کر دو اور سارے مُلک کے انتظام کی تدابیر کامل کر لو اور اُس پر قبضہ جما لو نواب نے اُسی روز کہ یہ ہدایات رزیڈنٹ کو لکھی گئی تھین رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ مجھے دوسری درخواست حصۂ مُلک کے تفویض کرنے کی منظور ہے بشرطیکہ مجھے حج اور زیارت کربلا جانے کی اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا جانشین ہو وجہ اسکی یہ بیان کی کہ مُلک کے دیدینے کے بعد میری غیرت کا یہ اقتضا نہین ہے کہ یہان اپنے ہمسرون کو اپنا مُنھ دکھاؤن اگرچہ اس آخری شرط سے ایک حرف سرکار کمپنی پر آتا تھا مگر بعد غور و تامل کے رزیڈنٹ اور ہنری ولزلی نے نواب کی اس درخواست کو منظور کر لیا اور دستخط اپنے کر کے بھیجدیے۔ ۲۷۔ کو پھر نواب نے لکھا کہ مجھے باقی میرے ملک مین اختیار کلی دیا جائے اور کسی کو اُس مین دخل نہو اُس پر جواب دیا گیا کہ اس معاملے مین پہلے بہت گفتگو ہو چکی ہے یہ ملک تو صرف سپاہ کے خرچ کے لیے جُدا کیا گیا ہے برٹش گورنمنٹ کو تمھارے سارے ملک کی حفاظت کرنے کا اور اُس مین عمدہ حکومت قائم کرنے کا استحقاق حاصل ہے اس پر نواب نے ۲۹۔ کو اپنے خط مین لکھا کہ آپ کی اس تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ ملک دینے سے کچھ فائدہ نہین ہوا کیونکہ جو ملک باقی رہا اُس مین بھی ساقط الاعتبار رہا غرض بعد بہت سی تکرار اور مباحثے کے ۱۰۔ نومبر سنہ ۱۸۰۱ء مطابق ۲۔ رجب سنہ ۱۲۱۶ ہجری کو نواب نے عہدنامے پہ جو پہلے سے مرتب تھا دستخط کر دیے اور ۱۴۔ نومبر کو بنارس مین دریاے گنگا کے کنارے لارڈ ولزلی نے اُسکو اپنے نام سے مزین کیا اس عہدنامے کے موافق سرکار کمپنی کو وہ ملک حاصل ہوا جسکی آمدنی سکۂ لکھنؤ سے ایک کروڑ پینتیس لاکھ

بارہ ہزار آٹھ سو اٹھتر روپیہ بارہ آنہ تین پائی مع خرچہ تحصیل کے تھی۔

تفصیل جمع

چکلہ کوڑہ و کڑا و چکلہ اٹاوہ	۵۵۴۸۵۷۷ روپیہ	۱۱ آنہ	۹ پائی
کھر وغیرہ	۵۲۳۳۷۷ روپیہ	-	۶ پائی
فرخ آباد وغیرہ	۴۵۰۰۰۱ روپیہ		
کھیراگڈھ وغیرہ	۲۱۰۰۰۱ روپیہ		
اعظم گڈھ وغیرہ	۶۹۵۶۲۴ روپیہ	۷ آنہ	۶ پائی
گورکھپور و بٹول	۵۴۹۸۵۴ روپیہ	۸ آنہ	-
صوبۂ الہ آباد وغیرہ	۹۳۴۳۶۳ روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
روہیلکھنڈ	۴۳۱۳۴۵۷ روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
نواب گنج کھلی وغیرہ	۱۱۹۲۴۲ روپیہ	۴ آنہ	
محال وغیرہ باستثنائے تعلقہ	۱۶۸۳۷۸ روپیہ	۴ آنہ	

اردل۔

نواب گنج کے پاس اس ملک کے نکل جانے کے بعد کروڑ روپے کا ملک باقی رہا جیسا کہ انگریزی تاریخوں مین ہے لیکن بعض کہتے ہین کہ ایک کروڑ چھتیس ۲ لاکھ روپے کا ملک باقی رہا تھا جسقدر ملک ہاتھ سے گیا اُس مین وہ خراج بھی جو نواب فرخ آباد نواب اودھ کو دیتا تھا دیدیا گیا۔ اور جو ملک باقی رہا اُسکی حفاظت ہوئی اور اُسکی نسبت عہدنامے مین لکھا گیا کہ آنرایبل ایسٹ انڈیا کمپنی عہد واثق کرتی ہے کہ نواب سعادت علی خان اور اُن کے

جانشینون اور وارثون کو اُس قدر مُلک پر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو علاقہ سپرد کر دینے کے
بعد نواب کے پاس باقی رہے گا حکومت و سلطنت بلا مزاحمت کرنے دیگی - اور نواب کیطرف سے
یہ اقرار ہوا کہ وہ باقی ماندہ علاقے مین اپنے اہلکارون کے ذریعہ سے ایسا انتظام کرینگے
جس سے رعایا کی بہبودی اور اُس کی جان و مال کی حفاظت متصور ہوگی اور نواب ہمیشہ
حسب ہدایت و صلاح افسران کمپنی کے کاربند ہونگے اور چونکہ یہ حصۂ مُلک بعوض سالانہ
خرچ فوج اور تمام دوسرے اخراجات کے جو کمپنی کے نواب وزیر کے مُلک وغیرہ کی
حفاظت مین واقع ہوتے تھے دیا گیا اس لیے کمپنی نے اقرار کر لیا کہ اب ہمیشہ کے لیے وہ سالانہ
موقوف ہو گیا اب اگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو اودھ اور اُسکے متعلقات کی حفاظت کے لیے فوج
اور بڑھانے کی ضرورت ہوگی تو ادائے اخراجات ازدیاد فوج کا نواب سے مطالبہ نہو گا اور
آئندہ جو خرچ کمپنی کا فوج کے جمع کرنے مین یا دشمن کا حملہ دفع کرنے یا توہم حملہ کے روکنے کے
لیے ہو گا یا اُس فوج کی بابت ہو گا جو ضرورت کے وقت سرکشی یا بد انتظامی مٹانے کے لیے
فراہم ہو گی یا جنگ یا کسی اور وجہ سے ہو گا تو اُس کا مطالبہ نواب کے خزانے سے نہو گا
اور ایک حصہ انگریزی فوج کا اور تھوڑا توپخانہ ہمیشہ نواب کی اردلی مین رہنا قرار پایا
مگر خرچ اس کا بھی کمپنی کے ذمے رہا نواب اس کے روپے سے بھی سبکدوش رکھے گئے
اور کمپنی نے یہ بھی وعدہ کیا کہ جو مُلک نواب وزیر کے پاس باقی رہا ہے اُس کی حفاظت بیرونی
اور اندرونی دشمنون کے مقابلے مین وہ کریگی بشرطیکہ یہ امر گورنمنٹ انگریزی کے اختیار
مین رہے کہ جہان اُسکو ضرورت معلوم ہو وہان اپنی فوج نواب وزیر کے علاقے مین رکھے
اور یہ بھی شرط کی گئی کہ نواب اپنی فوج کو کم کر کے پیادون کی چار پلٹنین اور ایک ایک پلٹن
نجیب اور میواتیون کی اور دو ہزار سوار اور تین سو گولہ انداز رکھین اور بموجب عہد نامہ

مذکور کے یہ بھی قرار پایا کہ دریائے گنگا اور ممالک طرفین کے دوسرے سرحدی دریاؤن
مین جہاز رانی بلا مزاحمت ہوا کرے اور کوئی کشتی محصول طلب کرنے کے لیے نہ روکی جائے
اور نہ اُس کشتی سے محصول طلب ہو جو فریقین معاہدے کے ملک مین اس نیت سے قیام
کرے کہ وہ اپنا اسباب وہان نہ اُتارے گی مگر یہ اختیار دونون سرکارون کو رہا کہ اُس
اجناس پر جو اُنکے ممالک مین آئے یا اُنکے ملک سے جائے محصول جسکی تعداد رواج اور نرخ
حال سے زیادہ نہو لین - اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شے نواب کے ملک مین فوج مقیم علاقۂ
سپرد شدہ کے صرف کے لیے خریدی جائیگی اُسکی نسبت دعوی استثنیٰ ہونے کا پیش نکیا جائیگا
اور اُسوقت مین بھی جب شے مذکور کمپنی کے افسرون کو دیجائیگی -

ایک شخص نے شعر ذیل سے اس معاملے کی تاریخ نکالی ہے -

خود بخود این دور دورنگی گرفت   ملک زنواب فرنگی گرفت

دیگر

شور صاحب اپس از وزیر علی   کہ جلوسش نہ درخور تسلیم
بجناب یمین دولت و ملک   داد ملک و ریاست از تکریم
از پس چار سال حسب شروط   لیک قسمت گرفت ملک بہ نیم
سال تاریخ یافت فائق   کہ شدہ المناصفہ ۱۲۱۶ تقسیم

گورنر جنرل نے ولایت کو یہ خبر بھیجدی کہ ملک پر قبضہ بغیر کسی فتنہ و فساد کے آسانی سے
ہوگیا اور اُس سے یہ فوائد حاصل ہوئے کہ نواب کی سپاہ کی قوت بالکل جاتی رہی لشکر
سرکاری جو ملک بنگال مین ہے اُس کا بہت سا خرچ نئے حاصل شدہ ملک کے ذمے
ہوگیا اور موعود جوانِ شکر کے لیے لیا جاتا تھا اُسکے وصول ہو جانے مین آئندہ کچھ کھٹکا نہین رہا

وہ ظلم وستم اور جور وجفا اور زیادتی وسخت گیری جو رعایا پر ہو رہی تھی اور ملک مین سخت ابتری پڑ رہی تھی اُس سے نجات ہوئی۔ ملک کا وہ حصہ جو روے زمین پر اپنی زرخیزی مین جواب نہین رکھتا تھا اور وہ ایک ہندوستانی حکومت کے ظلم کے تو دون کے نیچے دبکر خاک مین ملا جاتا تھا پھر اُسکے بھلے دن آئے خزان کے دن گئے بہار کے دن آئے سرکار انگریزی کی پیشانی پر جو اس بدنامی کا دھبہ تھا مٹ گیا کہ اُسنے اس بدنظمی اور تباہی خلقت کے روکنے مین اپنی ہیبت اور صولت کو نہین دکھایا اور خدا کا ترس نہین آیا

تنبیہ لیکن یہان یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان مین اُس وقت ایسی کئی ریاستین موجود تھین جنکی رعایا کی حالت اودھ کی رعایا کی حالت سے کچھ بہتر نہ تھی نہ اُن کا انتظام ہی یہان کے انتظام سے اچھا تھا مگر اُنکے حق مین یہ گل فشانیان اور کارروائیان نہ تھین کیونکہ وہ ایسے لوگونکے ماتحت تھین جن مین جنگی قابلیت تھی۔ اودھ کے فرمانرواؤن مین کئی باتین ایسی تھین کہ انگریز یا دوسرے کسی جگہ کے اہل دل جو کچھ اُنکی نسبت لکھین کم ہے ایک تو وہ فوج کی طرف سے بالکل غافل تھے اسکی خبرگیری کی مطلق پروا نہین کرتے تھے **دوسرے** فوج کی کمان ایسے لوگون کے ہاتھون مین دیتے تھے جو سراسر اس کام کی اہلیت سے عاری ہوتے تھے **تیسرے** ایسے کامون مین جن پر سلطنت کی ہیبت اور رعب ووقار کا دار ومدار ہوتا بیدریغ خرچ کرتے تھے اور ضروری کامون مین ایک کوڑی لگانے سے دل پھٹتا تھا **چوتھے** اودھ مین جو رئیس کام کرنے کی قابلیت رکھتا اُسکے تو ہاتھ پانون بندھے ہوتے اور جو خود اپنی بیخ کنی اپنے آپ کرنیکا ادراک نہین رکھتا وہ آزاد ہوتا تھا **پانچوین** یہانکے رئیس سپاہیانہ خو بو خود بھی نہ رکھتے تھے انہین شجاع الدولہ بڑے بہادر مانے گئے ہین مگر ان کا کارنامہ دیکھو کہ باوجود کثرت دولت وحشمت اور وفر

ساما ن کے اُنھون نے سیندھیا اور ہلکر سے عشر عشیر بھی میدان جنگ مین کام نہ کیا اور ایک شکست مین ایسے بچھڑے کہ پھر کبھی سنبھل نہ سکے اور مردون کے سامنے معرکۂ کارزار مین دو دو ہاتھ دکھانے کے قابل نہ بن سکے اور جہان کہین اُنھون نے فتح پائی وہ انگریزی لشکر کی مدد سے پائی۔

لارڈ ولزلی اور نواب سعادت علی خان کی ملاقات

۱۹- جنوری ۱۸۰۲ء کو لارڈ ولزلی بنارس سے کان پور مین رونق افروز ہوئے تو نواب سعادت علی خان بھی یہان استقبال کے لیے آئے اور ملاقات سے سعادت یاب ہوئے گورنر جنرل نے اپنی شیرین کلامی اور خاطر داری سے اُنکے رنج وغم کو کم کیا اور دل کو خوش کیا۔ لکھنؤ مین آئے اور نواب سے ملاقاتین ہوئین اُس مین گورنر جنرل نے اُن سے فرمایا کہ تمکو یہ کام کرنے ضرور ہین اوّل یہ کہ اڑتالیس لاکھ روپیہ جو سپاہ بڑھانے کے خرچ کا باقی ہے وہ جلد ادا کردو اور موافق عہدنامے کے اپنی سپاہ کو گھٹادو جو نیا ملک سرکار نے لیا ہے اُس کا ایک ضلع بدل دو جس سے سرکار کمپنی کی سرحد مین فصل نہ پڑے اور اپنے خویش و یگانون کی پنشن جو سرکار کمپنی نے مقرر کی ہے وقت پر ادا کرتے رہو اور سپاہ انگریزی جو متفرق مقامات پر ہے اُن سب کو لکھنؤ کے قرب وجوار مین ایک جگہ جمع کردو نواب سعادت علی خان نے سب کامون کو خواہ رضا سے یا مجبوری سے منظور کرلیا روپیہ دینے کے واسطے مہلت چاہی۔ مگر سپاہ کے یکجا کرنے کے لیے لکھنؤ مین اُنھون نے یہ کہا کہ اُس کی کچھ ضرورت نہین نہ اُس سے کچھ فائدہ ہے۔ اب مطلب دلی گورنر جنرل کا یہ تھا کہ اُنھون نے نواب سے کہا کہ اپنے ملک کا انتظام نہایت عمدہ کرو اس پر نواب نے کہا کہ مین بھی اس بات کو

دل سے چاہتا ہون مگر انتظام عمدہ تو جب ہو کہ مجھے کچھ اختیار بھی ہو بغیر اختیار و اقتدار کے کچھ نہین ہو سکتا جب ہاتھ پیر باندھ دیے جائین تو کوئی کیا کر سکتا ہے رزیڈنٹ کی بھی کچھ شکایت کی اور یہ چاہا کہ مجھے بالکل مطلق العنان کر دیجئے تو پھر دیکھیے کہ مین کیسا ملک کا نظم و نسق کرتا ہون گو اُنھون نے صاف نہین کہا مگر اس مین اشارہ تھا کہ کرنیل سکوٹ موقوف ہو جائین مگر گورنر جنرل نے ایسی درخواستون پر کان نہ رکھا تو اُنھون نے دق ہو کر یا کسی حکمت عملی کے لیے یہ درخواست کی کہ مجھے زیارت حج یا کربلا جانے کی اجازت دیجیے اور میرے بیٹے کو میرا جانشین کر دیجئے اس پر گورنر جنرل نے کہا کہ مجھے آپکو اجازت دینے مین عذر نہین ہے مگر اُسکے اندر بعض خرابیان بیان کین - پھر نواب نے جب یہ کہا کہ زر باقی جب ادا ہو گا کہ میری یہ درخواست منظور ہو گی تو گورنر جنرل نہایت افروختہ خاطر ہو گئے -

تنبیہ - فاعتبروا یا اولی الابصار وزیر علی خان جو بہ نسبت نواب سعادت علی خان کے سپاہی طبع اور سپاہ دوست تھا اُسکو نواب نے نہایت توڑ جوڑ کے ساتھ بغیر صدور کسی قصور کے بڑی اہانت کے ساتھ معزول کرایا مگر اس دلفریب سلطنت سے اُنھون نے خاطر خواہ حظ حاصل نہ کیا بلکہ یہان تک اُس سے دق ہوئے کہ ترک کرنے پر آمادہ تھے کبھی دنیا مین بھی مکافات ہو جاتی ہے -

جو امور عہد نامۂ مرقومۂ ۱۰ - نومبر ۱۸۰۱ء مین صاف نہ تھے گورنر جنرل کا بالمشافہہ اُنکی تصریح کرنا اور اکثر ایسے امور کی تفہیم کرنا جن سے اتحاد اور رسم دونون گورنمنٹون کے درمیان قائم اور جاری رہین

۱۵ - فروری ۱۸۰۲ء کو نواب نے ایک کاغذ پر چند درخواستین لکھکر گورنر جنرل کے

پاس منظوری کو بھیجا اُنھون نے غور و تامل کے بعد جوابات مناسب ہر ایک درخواست کے
تحریر کرکے واپس کیا اس کے بعد نواب نے ۲۲- فروری کو گورنر جنرل کے چند جوابات
اور اپنی چند درخواستون کی ترمیم چاہی اور ۲۴ فروری کی ملاقات مین اس معاہدے کی
نسبت زبانی گفتگو ہوئی اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض درخواستین اصل کاغذ کی بالکل موقوف
کیجائین اور تیسری تحریر کے جواب گورنر جنرل دیگر نواب کی درخواستون کے مطابق آئین
ترمیم کرین اور اسی گفتگو مین نواب نے گورنر جنرل کی اس بات کے جواب مین
جو نواب سے اُنکی دوسری درخواست کے جواب مین کہی گئی تھی کہ نواب کوئی شخص بطور
وزیر کے اجراے کار معمولی کے لیے مقرر کرین بیان کیا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے
مرزا احمد علی خان کو اُس کام پر مقرر کرنا چاہتے ہین گورنر جنرل نے اس گفتگو مین یہ بھی
مناسب تصور کیا کہ اُن مراتب کو بیان کردیا جائے جو دونون سرکارون کی دوستی
و اتفاق کے قیام و ثبات کے مد متصور تھے اور عہدنامہ ۱۰- نومبر کے نتیجے کے طور پر
تھے - اور اس نظر سے کہ آیندہ کسی طرح کا شک و شبہہ اس تحریر و تقریر کے نتیجے اور
مطالب مین نرہے گورنر جنرل نے اپنی اور نواب کی تمام بات چیت کا ماحصل تحریر کرکے
اپنے دستخط اور مُہر اُس پر کی اور اُس کی ایک نقل گورنر جنرل کی دستخطی
و مُہری نواب کو دی گئی -

درخواست کوئی شخص جیسا ابتک ہوتا ہے آیندہ کسی شخص کا محافظ و مددگار نہو
تاکہ ہماری بقایاے واجبی کے طریق وصول مین سد راہ نہو بلکہ بخلاف اسکے رزیڈنٹ سلطنت
تحصیل بقایاے مالگزاری مین مدد دین اگر رزیڈنٹ کی خواہش یہ ہو کہ وہ کسی مقدمہ مین منع
کیا چاہین تو اُنکو لازم ہے کہ مجھسے خلوت مین اُسکا ذکر کرین اور چونکہ میری نیت ہرگز نہین

کہ بے انصافی ہو اس لیے یا تو مین رزیڈنٹ کو اس مقدمے سے آگاہ کر دونگا یا وہ مجھے قائل کر دینگے - اگر وہ مجھے قائل کر دینگے تو مین اُنکی فہمائش کے بموجب اُس معاملے سے کنارہ کر دونگا اور کسی پر ہماری رائے کی نااتفاقی کا اظہار نہوگا۔

جواب - اس مین عیب نہین ہے کہ اسکا لحاظ رہے گا نواب صاحب رزیڈنٹ کے پاس اطلاعًا معاملے کی راستی کے دلائل اور اسناد ثبوت بھیجدیا کرین۔

درخواست باقاعدہ عدالتین جس مین میری اپنی غرض بالکل متعلق نہوگی صرف شرع محمدی کے جاری کرنے اور واجبی دعاوی کی دادرسی اور رعایا کی حفاظت جان و مال کے لیے مقرر ہونگی پس یہ لازم ہے کہ ہر ایک شخص اُنکی متابعت کرے اور اگر کوئی اُن کے احکام کی خلاف ورزی کرے یا اُن کی حکومت منظور نہ کرے تو افسران کمپنی مدد کر کے اُنکے حکم کی تعمیل کرائین۔

جواب - یہ فعل نہایت عقل و دانائی کا ہے اور بہت مناسب ہے۔

درخواست مین نواب بہو بیگم صاحبہ کو اپنا بزرگ جانتا ہون اور میری عین خواہش یہ ہے کہ اُنکی توقیر اور مرتبہ اور اُنکی آسائش زیادہ ہو مجھے کچھ تعلق اُنکی جاگیر کی آمدنی اور پیداوار سے نہین ہے اور نہ کسی دوسرے جاگیردار کی - مگر مظلومونکی داددہی اور تصفیہ تنازعات کے بعد عدالت کی حکومت اور دیوانی و فوجداری کی سزادہی کی تعمیل کرانا اور داددہی کے متعلق دوسرے مقدمات میرے حکم کے بموجب شہر لکھنؤ اور فیض آباد اور تمام جاگیرات مین ہونے چاہیئین کیونکہ یہ امور والی ملک سے متعلق ہوا کرتے ہین جسکا کام یہی ہوتا ہے کہ ظلم و زیادتی نہونے دے بہو بیگم صاحبہ کے آدمیون کو نچاہیئے کہ ایسے معاملات مین مداخلت کرین کیونکہ حکومت مین شرکت ناممکن ہے خود بیگم صاحبہ کی نیکنامی

اسی مین ہے کہ وہ مجھسے ایسے معاملات مین اتنا نہ کیون بیان کردیا کرین تاکہ اُنکی مرضی کے موجب میرے اہلکارون کی معرفت وقوع مین آیا کرے ابتک یہ حال رہا ہے کہ اکثر خونریزی اور فساد فیض آباد مین اور نواب بہو بیگم صاحبہ کی جاگیر مین رہا کرتا ہے اور میری تحریر و تقریر پر کچھ خیال بیگم صاحبہ نے نہین کیا میرے برادر مرحوم کے عہد حکومت مین جاگیر کے تنازعات سلطنت سے متعلق تھے۔

جواب بیگم صاحبہ کی جاگیر مین انصاف نواب کے زیر حکم رہے گا اور بیگم کے نوکر اُنکے مطیع رہین گے اور عند الضرورت نواب کے احکام کی تعمیل بذریعہ قوت انگریزی ہوگی۔

درخواست مین چاہتا ہون کہ گورنر جنرل بہادر ازراہ مہربانی داراب علی خان کو طلب فرمائین اور میری خواہش یہ ہے کہ جاگیر کے سوا جو سرکاری جائداد مثل زمین اور بازار و باغ بکثرت بیگم صاحبہ کے اہلکارون نے بلا استحقاق اور بغیر موجودگی سند ضروری کے چار سال کے عرصے سے لی ہے جسکے حال سے میر لندنی صاحب اور مولوی غلام قادر خان میر منشی اور دوسرے معتبر آدمی جیسے الماس علی خان اور داراب علی خان اور اُنکے وکلا بخوبی واقف ہین اور تصدیق اسکی کر سکتے ہین اور سابق خود بیگم صاحبہ نے اسکا اقبال کیا تھا اور اس حال اقبال کو سرکاری بعض معتبر اہلکار جیسے جے سکھ راے وغیرہ جانتے ہین اور اُن کے کاغذات سے ایسی جائداد کی تفصیل حاصل ہو سکتی ہے اور اس جائداد کے لے لینے سے میرا نہایت نقصان متصور ہے خصوصًا ایسے وقت مین کہ جب مین متحمل ایک ذرا بھی نقصان کا نہین ہو سکتا یہ جائداد مجھے واپس ملے اور جو نفع اس جائداد کا اُن کو وصول ہوا ہے وہ بھی مجھے واپس دیا جائے تاکہ میرے نقصان کا معاوضہ ہو اور یہ امر بیگم صاحبہ کے اقرار کے مطابق ہے۔

جواب تمام مقدمات جو نواب اور بہو بیگم کے درمیان ہین اُنپر لحاظ کامل ہوگا اور اُنکے درمیان مین معاملہ اس طرح طے کرایا جائیگا جو انصاف اور عدل کے مطابق ہوگا۔

درخواست میرے ملک کے مفرورون کو پناہ نہ دیجائے بلکہ مین جب طلب کرون مجھے دیے جائین ورنہ ملک سے خارج کیے جائین۔

جواب تمام مجرم حوالے ایک دوسرے کے کیے جائینگے سرکارین کی ایسی رعایا جسکی نسبت کوئی جرم عائد نہوگا اُسکو اختیار حاصل رہیگا کہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک مین بلا مزاحمت سفر کرے اور جہان چاہے آباد ہو۔

درخواست اگر اس سرکار کا کوئی متوسل علاقہ سپرد شدہ مین مستاجری کی درخواست دے تو اُس سے تحریر لیجائے کہ اُسکو مستاجری اس شرط سے مل سکتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ سلطنت اودھ کا باقی دار نہین ہے۔

جواب تمام بقایاے حال یا جو آیندہ سلطنت کی باقی رہیگی اُسکے واسطے ایک میعاد مقرر کیجائے اور تمام باقی دارون سے اقرار لکھائے جائین کہ میعاد مقررہ مین باقی ادا کرین۔

درخواست اکثر ہمارے عامل جنکی زمین علاقہ سپرد شدہ مین ہے وہ سلطنت کے باقیدار ہین یا تو اُنکے ذمے کے روپے کی معتبری ہمکو دیجائے اور یا وہ عامل ہمارے سپرد کیے جائین تاکہ زر باقی واجبی طور پر ہم وصول کر کے اُنکو رہا کرین اور جب وہ اپنا حساب کتاب ہم سے طے کرلین بعد اسکے مسٹر ویلزلی صاحب کو اختیار ہے اُن سے اپنا معاملہ جسطرح چاہین کرین۔

جواب نواب کے کسی عامل کے ساتھ علاقہ سپرد شدہ مین معاملہ نہین ہوا۔

درخواست۔ سلطنت کے اکثر باغات اور دوسری جائداد اس علاقے مین واقع ہے جو مصارف فوج کے لیے دیا گیا ہے اور وہ جائداد مالگزاری سے جُدا ہے مثلاً اب بنارس مین

ایک جائداد میرے قبضے مین ہے مین چاہتا ہون کہ لارڈ صاحب حکم اس مضمون کا صادر فرمائین کہ اس طرح کی جائداد واقع علاقۂ مذکور کی ہمارے آدمیون کے سپرد کیجائے ایک فہرست اس طرح کی جائداد اور باغات وغیرہ کی داخل کیجائیگی۔

جواب اس قسم کی کوئی جائداد جسکا ثبوت نواب حسب اطمینان لارڈ صاحب کو دین گے وہ البتہ اُنکے ملازمون کے سپرد کیجائیگی۔

درخواست مین نے اضلاع معلومہ فوج کے مصارف کے لیے صرف لارڈ صاحب کی رضاجوئی کی نیت سے سپرد کیے ہین اور یہ امر ہمکو مناسب معلوم ہوا جب ولزلی صاحب آئے تو ہمکو لارڈ صاحب کی خوشی خاطر اور اُنکے حکم کی تعمیل ضروری متصور ہوئی پس اس مضمون کے احکام جاری ہون کہ کوئی شخص مساجد اور مقابر اور امام باڑہ وغیرہ سے جو علاقۂ سپرد شدہ مین واقع ہین متعرض اور مزاحم نہو اور کوئی اُن کو خراب و مسمار نکرے۔

جواب احکام اس کے مطابق صادر ہونگے۔

درخواست یہ وعدہ ہوا تھا کہ جو روپیہ الہ آباد کے گھاٹ پر آئے گا وہ سلطنت اودھ کو دیا جائے گا چار برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ ہر چند متواتر تحریرات اس بارے مین رزیڈنٹ کو بھیجی گئین مگر آج کی تاریخ تک نہین دیا گیا اس سے ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے احکام صادر ہون کہ حسب وعدہ روپیہ دیا جائے۔

جواب اس حساب کے طے کرنے کو حکم صادر ہوگا۔

درخواست نواب وزیر چاہتے ہین کہ اُنکا بیٹا مرزا احمد علی خان انصرام کار ریاست کے لیے نائب مقرر کیا جائے۔

جواب گورنر جنرل بہادر اس اسے مطابقت کر کے مرزا احمد علی خان کی

تقرری کو منظور کرتے ہین۔

درخواست عنایات گورنر جنرل بہادر سے مجھے امید ہے کہ وہ میرے روبرو مراتب مذکورۂ بالا رزیڈنٹ کو سمجھا دینگے اور حکم دینگے کہ اسکے مطابق کام کیا کرین اور لارڈ صاحب رزیڈنٹ کو یہ بھی حکم دینگے کہ لارڈ صاحب کی روانگی کے بعد وہ میری روانگی کی نسبت کچھ تساہل و ہرج نکرینگے بلکہ سامان سفر کی تیاری مین امداد کرین گے۔

جواب نواب کی درخواست کے مطابق ۲۴ فروری کو مراتب بالا کے احکام اور اطلاع نواب صاحب کے روبرو رزیڈنٹ کو دی گئی۔

ازجانب نواب گورنر جنرل

اب نواب گورنر جنرل بہادر اُن مراتب عامہ کو بیان کرتے ہین جن کے مطابق دونون سرکارون مین اسکے بعد رسم اتفاق اور مراسلت زیب اجرا پائے گی عہد نامۂ ۱۰ نومبر ۱۸۰۱ء کی رو سے قرار پایا ہے کہ نواب کی حکومت کلیتہً باقیماندہ علاقے مین مقرر ہوئی ہے اور اُنکے اپنے اہلکار اور ملازم کاررواہون گے اور گورنمنٹ انگریزی وعدہ کرتی ہے کہ وہ نواب کی حکومت اُن کے باقیماندہ علاقے مین قائم کرائے گی اور اُنکے اہلکارونکی معرفت ملک کا انتظام کرائے گی اور گورنر جنرل بہادر اس سے ہرگز انحراف نہ کرین گے نواب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے باقیماندہ مُلک مین ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی ہوگی اور باشندون کی جان و مال کی حفاظت ظہور مین آئے گی اور یہ انتظام نواب کے اہلکار اور ملازمون کی معرفت ہوگا۔ نواب نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ افسران کمپنی کی صلاح اور نصیحت کے مطابق کارروائی کرینگے اس لیے باقیماندہ علاقے مین عمدہ انتظام

قائم کرنے مین اور علاقۂ مذکور کے تمام امور انتظامی مین اور عام کارروائی مین نواب حسب
صلاح گورنمنٹ انگریزی کے اور مطابق اُسکی نصیحت کے کام کرینگے۔ یہ صلاح اور نصائح
ہمیشہ نواب کو دوستانہ اور اعتبار و لحاظ باہمی کے طریق پر دیجائینگی۔ جب کسی بڑے کام
مین خاص گورنر جنرل بہادر کی صلاح درکار ہوگی اور ضرورت وقت ایسی ہوگی کہ اُنکی تحریر
نواب کو جلدی کرنی ہوگی تو گورنر جنرل صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی اُس بارے مین ہوگی
براہ راست بذریعۂ تحریر یا بذات خود دینگے۔ رزیڈنٹ مقیم لکھنؤ گورنمنٹ انگریزی کے سفیر
کے طور پر ہے اور تمام مقدمات کی تحریرات مین باہمی واسطہ ہے اس لیے رزیڈنٹ عام
طرز کارروائی مین نواب کو صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی ہوگی گورنر جنرل کے نام سے
دیا کریگا اور جس مقدمے مین رزیڈنٹ صلاح دیگا وہ بطور صلاح گورنر جنرل بہادر کے متصور
ہوگا۔ یہ صلاح رزیڈنٹ تمام مقدمات معمولی مین حسب احکام عام یا خاص گورنر جنرل بہادر
کے دیا کریگا۔ رزیڈنٹ کو چاہیے کہ نواب کو صلاح یکدلی و یکجہتی سے دے اور اجراے کار مین
نواب کے ساتھ اتفاق کی کوشش کرے اور نواب کے ساتھ اتفاق کرے اُنکے اہلکارون کی
معرفت اُن تدابیر کا اجرا کرے جو گورنمنٹ انگریزی کی صلاح سے قرار پائی ہین۔ جن مقدمات
مین انگریزی فوج کی اعانت و امداد کی ضرورت ہوگی اُن مین حسب ضرورت وقت
اعانت اور امداد کیجائیگی۔ رزیڈنٹ کو چاہئے کہ نواب کی نسبت تمام امور مین غایت
درجے کی تعظیم اور اتفاق کے ساتھ پیش آئے اور تمام اُمور مین اُنکے ساتھ دلی اتفاق اور دوستی
رکھے اُنکی حکومت کو قیام اور استحکام دے رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ باقیماندہ علاقے کے کسی کام
مین اول بغیر مشورہ کرنے نواب سے یا اُنکے اہلکارون سے ہرگز دست انداز نہو اور رزیڈنٹ کو
چاہیئے کہ مشورے مین نہایت رازداری کیا کرے اور جب تک کوئی امر مشورے مین قرار

نیاے اُسکے افشا ہونے مین جہد بلیغ رکھے - ان عقائد کے بموجب گورنر جنرل بہادر کو امید ہے کہ نواب رزیڈنٹ کے مشورے اور صلاح سے کام کرینگے - اور چونکہ گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان کوئی دقّت طلب بات باقی نہین رہی اسلیے گورنر جنرل بہادر کو یقینی امید ہے کہ آیندہ کچھ دقت اجراے امور مین واقع ہوگی -

نواب اودھ کے معاملات مین محققین کی رائین

افزایش سپاہ کی نسبت تو ہم محققین کی مخالف اور موافق رائین پہلے لکھ چکے ہین اب اس امر کی نسبت لکھتے ہین کہ گورنر جنرل نے جو نواب سے یہ دو درخواستین کین کہ یا کل اپنا مُلک دیدین یا ایک حصہ مُلک کا دیدین وہ عدالت کے موافق ان درخواستون کے مجاز تھے یا نہین اور پھر جو اُنھون نے مُلک کا ایک حصہ لے لیا وہ بھی مقتضاے انصاف تھا یا نہین - ظاہر ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یا ایک گروہ دوسرے گروہ سے یا ایک سرکار دوسری سرکار سے یہ کہے کہ تم ہمکو اپنی فلان چیز ان شرائط پر دیدو تو یہ درخواست نہ اخلاق کے خلاف ہے نہ انصاف سے باہر ہے اگر جانب ثانی انکار کرے اور اُس سے وہ چیز لے لیجائے تو البتہ بعض صورتون مین وہ بڑا گناہ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ برٹش گورنمنٹ کا دونون درخواستون کا کرنا نواب سے نہ اخلاق کے خلاف تھا نہ عدالت کے مخالف - اب جو اُس نے مُلک لے لیا اُسکی نسبت بحث کرنی چاہیے کہ وہ انصاف تھا یا یون ہی ناحق زبردستی و جبر و قہر تھا - اس مین کچھ شبہہ نہین کہ نواب کی مسند حکومت انگریزی سنگینون کی نوک پر تھمی ہوئی تھی جسوقت وہ اُس سے اُنھین علحدہ کر لیتی وہ خاک مین مل جاتی یہ انگریزی سہارا نہ لگا ہوا ہوتا تو نواب کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہوتا - انگریزون نے

غیرون سے بچانے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اور ملک اودھ کو بھی اپنی عملداری کا ایک حصہ بنا لیا۔ سپاہ سے حمایت وحفاظت کرنی موقوف زرموعود پر تھی جو سال بہ سال وقت پر ادا ہوتا رہے اب اُسکے لیے اطمینان کی حالت حاصل کرنا ضرور تھا۔ سرکار کمپنی کی فوج کوئی بھاڑے کا ٹٹو بھٹیارے کا نہ تھا کہ جب تک جی چاہا چڑھے پھر کرایہ دیکر کہدیا کہ چلدے اس سپاہ کے لیے تو اقرار ہمیشہ کے لیے تھا پس اُسکے خرچ کے واسطے مخزن کا مستقل ہونا ضرور تھا وہ سوائے ملک کے اور ہو نہین سکتا تھا اس لیے ملک کا لینا کوئی ظلم کی بات نہ تھی اودھ سے جو تعلق سرکار کو تھا اُس مین دو باتون کا ہونا ضرور تھا ایک یہ کہ عہدنامہ کی شرائط کا ایفا ہو دوسرے مُلک مین امن وامان رہے پس ملک مین امن وامان رکھنے کا فرض ایسا گورنمنٹ انگریزی کے ذمے تھا کہ اگر شرائط ٹوٹ بھی جائین تو کچھ خیال نہ کیا جاتا رعایا پر جو ظلم وستم برپا ہو رہا تھا وہ آنکھون کے سامنے تھا جسکا خود نواب کو اقرار تھا اور اسی خوف سے وہ خود تارک السلطنت ہونا چاہتے تھے یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُنکے سب بیٹونکی ولادت اس طرح سے ہوئی تھی کہ وراثت کا حق وہی باقی تھا جو باپ اُنکو دیدے یہ تو اُنکے حق مین ظلم تھا کہ اُنکو اس قدر نہ دیا جاتا کہ وہ آسائش اور آرام سے نہ رہ سکین مگر باپ کے کہنے سے کسی کو سلطنت کا دیدینا خوف وخطر سے خالی نہ تھا اگر یہ کیا جاتا تو بیچاری غریب رعایا کی چھاتی پر اور مونگ دلی جاتی بد سے بدتر حالت ہو جاتی گو اس مین بعض امیرون اور تعلقہ دارون کے پو بارے ہوتے مگر بیچاری رعایا کے تو طماع حاکمون کے پنجے مین پھنسکر چھکے چھوٹ جاتے غرض گورنر جنرل کو خواہ عہدنامے کے موافق دیکھو خواہ آئین مُلک داری کے لحاظ سے دیکھو مُلک لے لینے کا استحقاق حاصل تھا اُس وقت مُلک اودھ سرکار کمپنی کی عملداری کا ایک حصہ تھا اُس کے انتظام کے واسطے جو مناسب ہوتا وہ گورنر جنرل پر

واجب اور فرض تھا نواب سرکار کمپنی کے محکوم تھے پس محکوم جو کسی پر ظلم کرے اور حاکم اُس کو نہ روکے تو وہ بھی حاکم کا ظلم تھا - پس اگر سرکار کمپنی اس ظلم وستم کا انسداد یون نکرتی تو خود ظالم بنتی کہ ایک ملک کا حصہ خود لیکر اُسکی رعایا کو موذیون کے پھندے سے چھٹایا اور باقی ملک کے عمدہ انتظام کے لیے نواب سے اقرار مستحکم کرایا - غرض جو کچھ کیا عین عدالت اور انصاف کا مقتضی تھا -

اب جو اُسکے خلاف رائے رکھتے ہین وہ اسپر اعتراضونکی بھرمار کرتے ہین کہ نواب کی سپاہ کو اول بالکل برباد کر دینا سرکار کمپنی کی ریاکاری کا کام تھا - جس سے حقیقت مین نواب سعادت علی خان اپنی سلطنت سے محروم ہوگئے گو سب چیزین اُنکی سلطنت کی ویسی ہی نظر آتی تھین جیسی تھین - سلطنت کا زور سپاہ سے ہوتا ہے جب وہ نرہا تو کیا رہا مُردے کو زندے کے لباس مین دکھایا - اب بڑی گفتگو اس مین آن کر پڑتی ہے کہ بعض محققین اسکو بدیہیات سے مانتے ہین کہ سرکار کمپنی کی عملداری مین جو مُلک اگیا وہ نہال ہوگیا - اور اہل مُلک اپنی عبادات - قضایا و معاملات مین معدلت سے کامیاب ہوگئے - ایسے ہی اُنکے مخالفین کہتے ہین کہ نہایت عمدہ شہادتون اور مشاہدون اور تجربون سے ثابت ہوا ہے کہ ملک کے انتظام اور حفاظت مین جو روپیہ گورنمنٹ انگریزی کا خرچ ہوتا تھا مشکل سے وہ ملک کی آمدنی سے حاصل ہوتا تھا پس جو حفاظت اور انتظام کم قیمت مین رعایا کو حاصل ہوسکتا تھا اُسکو زیادہ قیمت لیکر اُسکے حق مین ظلم وستم کرنا اور اُسکو لوٹنا تھا پس سرکار کمپنی کو اپنی فراست اور حکمت کو یون کام مین لانا چاہیئے تھا کہ سعادت علی خان کے ہاتھ سے عمدہ انتظام کرایا ہوتا - ملک اودھ کی بدنظمیونکے بیان کرنے مین گورنر جنرل نے منشی نویسی و مبالغہ آمیزی خرچ کی ہے مرض کی تو خوب تشریح و تشخیص کی مگر نسخہ جو اُسکے لیے

لکھا ہے وہ ہیضے کے واسطے اسپغول مستسقی کے واسطے فصد اور مجنون کے واسطے شیر شتر ہی تھا پہلی برائی یہ بیان کی کہ نواب کی سپاہ - اوباش - عیاش - آرام طلب ہے - وہ غریب رعایا کو ستائے جاتی ہے - اسکا علاج تو یہ کر دیا گیا کہ اُس سپاہ ہی کو باقی نہین رکھا سب کو نواب سے موتوف کرا دیا - یہ علاج مرض کے موافق ہوا - آنکھ پھوٹی پیر گئی - دوسری بُرائی یہ بیان کی کہ تمام مُلک مین کہین محکمہ عدالت نہین جس سے رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو - مجرم سزا پائے جرمون کا انسداد ہو رعایا اپنے قضایا کا انفصال اُن مین کرائے تیسری خراج ستانی کے دستور ظلم وستم سے بھرے ہوئے تھے جو بڑا اندرانہ دیتا اور زیادہ روپیہ دینے کا وعدہ کرتا اُسی کو زمین دیجاتی - پھر عاملونکے ظلم زمیندارون پر اور زمیندارون کے ظلم غریب رعایا پر جو ہوتے تھے اُسکے بیان کرنے سے کلیجہ منھ کو آتا ہے - جو تحریری معاہدے بھی آپس مین اُن مین ہوتے تھے اُنکا پاس ولحاظ کچھ نہین ہوتا - غرض جو طریقہ زر مالگزاری کے جمع کرنے کا تھا وہ بُرا ہی تھا - اب اُن دونون بُرائیونکے دور کرنے کے واسطے گورنر جنرل نے ہر ضلع مین کلکٹر اور مجسٹریٹ اور اپیل کے محکمے اور پولیس وغیرہ مقرر کیے - اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ گورنر جنرل نے اودھ کے حق مین کیا وہی عدالت اور انصاف کے موافق تھا - مگر جس طرح سے کیا وہ نامناسب تھا اُنکو لازم تھا جیسا کہ حاکم محکوم یا زبردست زیر دست کو حکم بھیجتا ہے کہ یہ کام کرو اسی طرح اودھ کے معاملے مین نواب سعادت علی خان کو ایک مختصر سا حکم لکھ بھیجا ہوتا کہ یہ کام یون کرو جسقدر نواب سے شیرین کلامی کی گئی وہ اُنکو زہر ہلاہل معلوم ہوئی اگر پہلے ہی سے تلخ دوا حکم قطعی کی اُنکو پلا دیجاتی تو وہ اُنکو ایسی ناگوار نہوتی - پہلے جتنی شکر کھلائی پھر اتنی ہی تلخ دوا پلانی پڑی جیسا کہ اب بعد تحریرات کے نواب کی مرضی کے بغیر ملک لیا گیا ویسا ہی اول سے لیا ہوتا -

باقی ماندہ علاقے کی کیفیت

نواب کا سارا مُلک تین حصّون پر منقسم تھا - لکھنؤ - بہرائچ - خیرآباد - حدود اربعہ اُسکی یہ تھین شمال مین نیپال - جنوب مین الہ آباد - مشرق مین صوبہ بہار - اور مغرب مین دریاے گنگا یہ صوبہ ۲۵۰ میل لمبا اور سو میل چوڑا اور وسعت مین ۲۵۱۰۰ میل مربع تھا بعض مورخون نے اس کو تخمیناً ۲۳ ہزار میل مربع لکھا ہے یہان لاجورد کی کان ہے اور یہان یہ پتھر بہت صاف اور باآب وتاب اور بیش قیمت ہوتا ہے زمین برابر اور پانی کی کثرت سے بہت سیراب ہے - غلہ کثرت سے پیدا ہوتا تھا - گیہون چاول گنا - نیل - افیون اچھی طرح اور آسانی سے پیدا ہوتے تھے - اور اب بھی ہوتے ہین اور ہر قسم کے پھل پھول کثرت سے ہوتے ہین - مُلک بسبب کثرت دریا اور ندیون کے ہندوستان کا گویا ایک باغ ہے کثرت آبادی و زراعت و مردم شماری و پیداواری مین ہندوستان کے اور بلاد سے جو اکثر مقابلہ ہوا ہے سب باتون مین صوبۂ اودھ کو ترجیح رہی پہاڑ بالکل ندارد ہین لیکن شاہان اودھ کی بدانتظامی سے آمدنی نے ترقی کی جگھ تنزل اختیار کیا ہمیشہ سے اس مُلک مین معافی اور سنکلپ بھی بہت ہے کہ اُس سے گزارہ یہان کی خلائق کا ہوتا تھا -

بڑے دریا اور ندیان اس مُلک کے یہ شمار کیے گئے ہین - گنگا - گھاگرہ سرجو - گومتی - راپتی - چوکا - گنگا اس مُلک کی سرحد غربی پر بہتی ہے - اور گھاگرہ شرقی پر اور بھی بعض ندیان ہین جو بارھون مہینے روان رہتی ہین -

سرفراز الدولہ حسن رضا خان کا حال

یہ سلطنت اودھ کے قدیمی افسر- باورچیخانہ[1]- و توشہ خانہ[2]- و دیوان خانہ[3] تھے
شجاع الدولہ کے عہد سے وہ اس کام پر مامور تھے نواب آصف الدولہ کے عہد مین
بیس برس سے زیادہ عرصے تک اُنھون نے نیابت کا کام کیا- علمی لیاقت سے
محروم تھے مگر عقل کے پتلے تھے اور ذہن رسا تھا- فارسی بخوبی سمجھتے تھے اور جب تک
دربار مین نہین آتے تھے اور کسی کو مجرے کی نوبت نہین پہونچتی تھی گو آخر آخر مین نواب
آصف الدولہ کا دل اُنکی طرف سے کبیدہ ہو گیا تھا- نواب سعادت علی خان نے
مسند ریاست پر بیٹھتے ہی گورنر جنرل کے ایما سے عہدۂ نیابت سے علامہ تفضل حسینخانکو
ہٹا کر اُنکو مقرر کیا کیونکہ یہ سرکار کمپنی کی تدبیرات کے مؤید تھے اور سلطنت اودھ کو
جس سانچے مین ڈھالنے کے لیے تجویزین ہو رہی تھین اُن کا یہ بھی ایک زبردست آلہ تھے
نواب سعادت علی خان جملہ معاملات ملکی اور خانگی مین بذات خود متوجہ تھے کاغذات
کے ملاحظے اور اجراے احکام کے وقت انگریزون کی طرح کرسی پر بیٹھ کر کام کرتے تھے
مسند سے بہت کم رغبت تھی البتہ خلوت مین مسند پر بیٹھتے تھے- نواب موصوف سرفراز الدولہ
سے جس ملکی کاغذ کا سوال کرتے سرفراز الدولہ جواب مین عاجز ہوتے تھے- اس نظر سے
نواب اکثر اوقات مسٹر جان لمسڈن رزیڈنٹ لکھنؤ سے اُنکی عدم واقفیت اور ناخواندگی اور
خراجی کی شکایت کرتے- سرفراز الدولہ نواب آصف الدولہ کی مہربانیون کے عادی تھے اور
حلیم و شحیم آدمی تھے- نواب کے کاغذات کے ملاحظے کے وقت اور معاملات کی رو بکاری مین

[1] دیکھو جلد دوم تنقیح الاخبار فی آثار الادوار ۱۲ [2] دیکھو عماد السعادت ۱۲ [3] دیکھو فرح بخش مولفہ محمد فیض بخش ۱۲ -

کھڑا رہنا اُن پر نہایت دشوار تھا اور کاغذات کی جوابدہی باز پرس کے وقت اُن پر بیحد گران تھی اسوجہ سے نواب وزیر اُن سے خوش نہ تھے اور مرزا کا انگریزی متوسلون مین شمار تھا اسلیے یک لخت موقوف بھی نہین کر سکتے تھے۔ سرفراز الدولہ بھی نواب کے ساتھ نہایت خوشامد سے پیش آتے تھے اور نواب کی بادہ کشی کے وقت جسکے نواب بہت شوقین تھے شراب اپنے ہاتھ سے مرزا کو حاضر کرنے مین دریغ نہ تھا۔ اور اپنے مصارف کو بھی گھٹا دیا تھا تاکہ نواب کی نظرون مین نہ کھٹکین۔ مگر نواب کو حسن رضا خان کا تنگ کرنا منظور تھا ظاہرداری وعیاری کی راہ سے سفر وحضر مین حاضر باشی اور سواری اور خواصی کی اجازت دی تھی۔ نواب نے اپنی سواری کے ہاتھی کا حوضہ نہایت مختصر اور تنگ تیار کرایا تھا۔ سرفراز الدولہ کو خواصی مین بیٹھنا شکنجۂ عذاب کے صدمے سے کم نہ تھا۔ آخر کار دن رات کی محنت اور حاضر باشی دربار سے نہایت تنگ آئے جو وقت انکے خواب وآرام کا تھا وہ نواب کے ملاحظۂ کاغذات کا وقت قرار پایا مرزا کے خواب وخور اور بول وبراز مین خلاف عادت فرق پڑا امتلاے عارضہ ہوکر ۱۲۱۶ھ ہجری مین دنیا سے گذرے۔ مرزا نواب سعادت علی خان کے عہد مین تین چار لاکھ روپے کے قرضدار ہو گئے تھے۔ کیونکہ اس وقت مین بالائی آمدنی تو مسدود ہو گئی تھی مواجب کے سوا اور کوئی شکل آمدنی کی نہ تھی کثرت مصارف اور قلت آمدنی نے قرضدار کر دیا تھا جب نواب کو پرچۂ اخبار کے ذریعہ سے مرزا کے مقروض ہونے کا حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ مستغیث عدالت مین استغاثہ کرین اور وارثون سے لین ادھر تو یہ حکم ہوا اور اُدھر اسباب شوکت ظاہری مثلاً نوبت نقارہ اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو جلوس سرکاری تھا سرکار مین طلب کر لیا گیا۔ باقی اسباب توپخانہ اور اصطبل وغیرہ جو مرزا کا خاص ذاتی تھا اُسکی نسبت حکم ہوا کہ نیلام ہو کر زر نیلام قرضخواہون کو دلا دیا جائے۔ اور نیلام کی یہ صورت تھی کہ سو روپے کا مال تیس چالیس روپے کی بولی پر چھوٹتا تھا

نواب نے اپنے بیٹے مرزا کاظم علی خان کی شادی سرفراز الدولہ حسن رضا خان کی بھتیجی کے ساتھ قرار دی۔ عمدہ عمدہ اسباب اقربائے سرفراز الدولہ نے متروکہ سرفراز الدولہ سے چھانٹ کر دو وطن کے جہیز کے واسطے مقرر کیا اور باقی مہاجنان شہر کے قبضہ مین گیا۔ سرفراز الدولہ کے ایک بیٹا محمد رضا خان نامی تھا عہدۂ جرنیلی اس سے نامزد تھا یہ شخص آوارہ مزاج تھا مرض صرع اور خلل دماغ مین آخر عمر تک مبتلا رہا نواب نے عہدۂ جرنیلی اُس لڑکے سے نکال لیا۔

متفرق واقعات

(۱) نواب سعادت علی خان نے اپنے بڑے بیٹے رفعت الدولہ غازی الدین حیدر کو اپنا ولی عہد کیا اور اس منصب کا جملہ انتظام اُنکے سپرد کیا اور دوسرے بیٹے نصیر الدولہ کے نام نیابت قرار پائی اور شمس الدولہ تیسرے بیٹے کے نام جرنیلی مقرر ہوئی۔ مگر کاغذات نگہداشت خود ملاحظہ فرماتے تھے۔ یا کبھی جنرل صاحب کو یا نواب نصیر الدولہ کو حکم دیتے تھے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ کی تنخواہ ان تینون صاحبزادون پر تقسیم کردی غازی الدین حیدر کو مرشد زادے کا خطاب ملا اور حکم ہوا کہ اعلیٰ و ادنیٰ تحریر و تقریر مین اُنکو اس خطاب سے یاد کرین تنبیہ بعض کتب تواریخ مین اسی طرح لکھا ہے لیکن دوسری مستند روایت یہ ہے کہ شمس الدولہ کو نیابت ملی تھی جو دوسرے بیٹے تھے۔

(۲) مرشد زادے نے عالم شیفتگی مین اپنی رغبت سے مشیر خان نجومی کی بیٹی کے ساتھ ۱۲۰۵ سنہ ہجری مین بنارس کے اندر نواب کی اجازت سے نکاح کرلیا تھا اور نصیر الدولہ کا بیاہ نواب نے اپنے عہد مین امام الدین خان [۵۱] نبیرۂ قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیٹی

---

[۵۱] بعض روایتون مین امام الدین خان کی جگہ حسین الدین خان نام لکھا ہے۔ ۱۲

سے کیا اور شمس الدولہ کی شادی مرزا جما پسر سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ کی، اور چوتھے بیٹے صادق علی خان کو مدار الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا۔ اور پانچوین بیٹے کاظم علی خان کا بیاہ سرفراز الدولہ کی بھتیجی کے ساتھ کیا تھا۔

(۳) ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۱۲ء مطابق ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۲۲۶ ہجری کو نواب سعادت علی خان اور انگریزون مین ایک عہدنامہ اس سبب سے منعقد ہوا کہ جو اکثر تکرار سرحد کے باب مین طغیانی یا فرو ہونے دریا کے باعث سے واقع ہوتی تھی وہ رفع ہو۔ اس عہدنامے مین صرف تکرار کا انسداد دونون سرکارون کے درمیان مین تھا اور کوئی مضمون حقوق زمینداری کی بابت نہ تھا۔

بہو بیگم کا حال

۱۷۹۹ء مین نواب سعادت علی خان اور سکوٹ صاحب رزیڈنٹ مین انگریزی فوج کے اخراجات کے واسطے سرکار کمپنی کو ملک تفویض کر دینے کی گفتگو ہو رہی تھی تو نواب نے یہ کہا تھا کہ مین نواب آصف الدولہ کا جانشین ہون جو انکو اختیارات حاصل تھے وہ مجھے بھی ہونے چاہئین۔ رزیڈنٹ نے اس فقرے کے یہ معنی بیان کئے کہ انکا ارادہ ہے کہ بہو بیگم کی دولت اور جاگیر پر ہاتھ مارین۔ یہ بیگم امیر الدولہ حیدر بیگ خان کی ماری اور جلائی ہوئی ابتک زندہ تھی۔ اور اس عہد دولت مین خودمختاری اور مطلق العنانی کے ساتھ اپنی جاگیر اور دولت پر قابض تھی۔ اس بیگم کی بدولت ہزارون شریف اور آبرودار آدمی حرمت اور امارت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ فیض آباد مین رہتی تھی اسکی جاگیر نہایت سیر حاصل تھی۔ خزانہ معمور تھا۔ نواب سعادت علی خان اس جاگیر اور بیگم کے مال و دولت کی ہمیشہ تاک مین رہے جب کبھی بیگم کی طبیعت کسلمند ہوتی تو سیر و شکار کے پردے مین فیض آباد کے

قریب پہونچے تھے کہ ایسا نہو کہ بیگم کا چراغ حیات گل ہو جائے خواجہ سرا اور کارندے خزانے
اور توشے خانہ وغیرہ پر ہاتھ صاف کرین - اسوجہ سے بیگم نواب سعادت علی خان سے صاف
نہ تھی - اور جب اُس نے نواب کی حرص کا دامن دراز دیکھا تو خوف کے مارے اس آرزمند کو
چھوڑ کر گورنمنٹ انگلشیہ کی نیازمند بنی اور گورنمنٹ انگریزی سے درخواست کی کہ وہ اسکو
اپنا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خان کی اطاعت سے بری کی جائے اور اُسکے
رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ رکھین ۱۸۰۸ء مین بیگم نے
ایک وصیت نامہ درست کیا اور اُس مین گورنمنٹ انگریزی کو اپنے باقی ماندہ علاقہ
کا وارث کیا یعنی اسقدر علاقے کا جو بعد دینے جاگیر اور نقدی کے اور بعد اخراجات مقبرہ وغیرہ
کے بچا تھا - نواب سعادت علی خان نے بنظر فراست عاقبت اندیشی سے کام لیا اس سے قبل کہ
اس وصیت نامہ کا معاملہ شہرت پذیر ہو اور جان بیلی صاحب رزیڈنٹ اُسکے مضمون سے گورنر جنرل
کو مطلع کرین نواب نے ایک فتوی اسمائے فرضی کے ساتھ تیار کرایا جسکا مضمون یہ تھا -
علماے دین اور مفتیان شرع متین اس باب مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص زید
نام ناحق شناسی کی وجہ سے وارث شرعی کے موجود ہوتے اپنا ترکہ عمرو کے حوالے
کرتا ہے اور ورثہ شرعی کو مطلق محروم رکھنا چاہتا ہے - یہ ہبہ شرع شریف کے موافق
درست ہے یا نہین علماے لکھنؤ اور دوسرے بلاد نے فتوی دیا کہ وارث شرعی کا ترکہ زید
سے محروم رہنا شرع کے خلاف ہے - جب یہ فتوی تیار ہو چکا تو کلکتے پہونچا وہان کے پادریون
نے کہ اصل مطلب کا علم نہ تھا علماے لکھنؤ کے فتوے کے موافق دستخط کر دیے جب وہ کاغذ
مکمل ہو چکا تو جان بیلی صاحب کو بیحد ملال ہوا اور تمام خوشی جاتی رہی اور کونسل کلکتہ کے
ممبر بھی نواب سعادت علی خان کی دانشمندی سے جو بنظر تقدم بالحفظ ظہور مین آئی تھی

متعجب ہو کر دریاے حیرت مین ڈوب گئے۔ گورنر جنرل کی مرضی تھی کہ بہو بیگم کی درخواست کی منظوری دین مگر تدابیر اُسکی ختم نہ ہوئین اور مصلحتًا اس بات کو منظور نہین کیا کہ سرکار کمپنی بہو بیگم کی دولت وجاگیر کی وارث ہو۔ آخرکار وصیت نامہ مذکور منسوخ ہوا۔

شہزادۂ جہانگیر کی لکھنؤ مین آمد

شاہزادۂ جہانگیر اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ثانی کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۸۰۹ء مین اُنھون نے برسٹن صاحب رزیڈنٹ دہلی کے طمانچہ مار دیا اس سبب سے انگریزون نے اُنکو دہلی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ۳ صفر ۱۲۲۷ھ ہجری کو بڑے سازوسامان کے ساتھ لکھنؤ کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔ نواب سعادت علی خان نے کوئی دقیقہ اُنکی عظمت وپاسداری مین فروگذاشت نہین کیا۔ استقبال کرکے خواصی مین بیٹھکر شہزادے کو دھوم دھام سے شہر لکھنؤ مین ساتھ لائے اور جو خلعت شاہزادے نے دیا تھا پہنا اور بکمال دلجوئی کے ساتھ پیش آئے۔ ناپسندیدہ حرکتین شاہزادے مین موجود تھین اور طبیعت مطلق العنان تھی۔ فرط نشہ شراب مین گھوڑے پر سوار ہو کر لکھنؤ کے تنگ کوچون مین پھرتے تھے بازاری لوگ اور چلنے والے پامال سُم توسن برق رفتار ہوتے تھے۔ اور شہر کی طوائفین باوجود مسلوک ہونے کے شہزادے پر مستغیث ہوتی تھین جس مالزادی کو چاہا بجبر داخل محل کیا اور جس طوائف کو چاہا بے نوکر کے ساتھ ہم آغوش کر دیا اور اس اوضاع نامطبوع کے ساتھ طرّہ یہ تھا کہ درگاہ حضرت عباس مین اپنے جانے کے لیے ممانعت تبرا کی درخواست رکھتے تھے۔ یہ صورتین مخل قیام لکھنؤ ہوئین صاحب رزیڈنٹ اور کونسل کلکتہ کو ہرگز پسند نہ آئین آخرکار شہر لکھنؤ سے کانپور کو اور کانپور سے الہ آباد کی طرف روانہ کیے گئے۔

بعض اُمرایان لکھنؤ کی پنشنون اور جاگیرون کا تقرر محالات خالصہ کی آمدنی - اور بعض عاملون کا بیان

علامہ تفضل حسین خان کشمیری کے پاس ساٹھ ہزار روپیہ سال کی جاگیر تھی نواب سعادت علی خان نے اُسکی سند نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ کے لیے عطا کی - اور ایک ہزار روپے ماہوار خانداران مختار الدولہ کے نام سرکار انگریزی کے ایما سے مقرر کیا گیا اور امیر الدولہ حیدر بیگ خان کے دو بیٹون کے لیے دو ہزار روپے ماہوار قرار پائے - اور آفرین علیخان خواجہ سرا جو نواب سعادت علی خان کی اطاعت مین سرگرم تھا اُسکو باڑہ و مضافات بیواڑہ کا محال جاگیر مین دیا جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ تھی - اور تحسین علی خان خواجہ سرا کا درماہہ وثیقہ محل آصف الدولہ مین قرار پایا اور اُسکی طرف سے میان شیخ شمس عرف شہاب الدین مختار رہا اور تحسین علی خان کی وفات کے بعد تقسیم وثیقہ کی مختاری اُسی سے متعلق ہوئی - نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد کا بڑا بیٹا رستم علی خان اپنے باپ کو زہر دینے کے جرم مین لکھنؤ مین جلاے وطن کیا گیا تھا میجر جان بیلی رزیڈنٹ کی سفارش سے اُسکی تنخواہ بھی مقرر ہوئی - اور مچھرہٹہ جو ساٹھ ہزار روپے کی آمدنی کا علاقہ تھا - نواب مدار الدولہ کے نامزد کیا گیا نواب سعادت علی خان کے طریقہ انتظام سے علاقہ کی آمدنی بہت بڑھ گئی جسکی تفصیل یہ ہے -

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
گونڈہ	۱۵	۱۴۷۸۵۰۰ روپیہ
بیسواڑہ	۲۳	۳۲۰۵۰۰ روپیہ
باتگرہ	۹	۷۳۲۰۰ روپیہ

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
پچھم راٹھ	۴	۴۵۲۷۰۰ روپیہ
جگدیس پور	۳	۲۲۵۰۰۰ روپیہ
خیرآباد	۳۳	۲۲۴۹۵۰۰ روپیہ
دیوی دسترکھ وغیرہ	۹	۶۳۱۰۰۰ روپیہ
دریاباد وغیرہ	۹	۵۵۸۰۰۰ روپیہ
رام نگر	۳	۵۷۴۰۰۰ روپیہ
محمدی	۱۸	۶۹۵۵۰۰ روپیہ
سنڈیلہ رسول آباد وصفی پور	۱۱	۱۵۶۵۰۰۰ روپیہ
سلطان پور	۲۹	۲۰۰۰۰۰۰ روپیہ
گوشائین گنج	۴	۳۲۵۰۰۰ روپیہ
مانک پور بہار	۲	۲۱۲۹۰۰ روپیہ
حضور تحصیل		۳۴۳۰۰۰ روپیہ
املاک صفدرگنج واقع دہلی		۱۲۰۰۰ روپیہ
املاک بنارس زرخرید نواب سعادت علی خان		۱۲۰۰۰ روپیہ
	میزان کل	(۱۵۲۶۱۱۰۰)

سائر اور کوتوالی اور گنجیات اور چوہری بازار اور نخاس اور دارالضرب کی آمدنی جو تخمینًا تین لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نہوگی جمع مال کے علاوہ تھی مستاجری اخبار مین جو اس عہد سے پیشتر بیس تیس ہزار روپیہ سال سے زیادہ نہین آتا تھا۔ اب اسکی نوبت دولاکھ روپیے

کی جمع کو پہونچی اور اسیطرح جملہ گنجیات مین جمع نے ترقی پائی - ایک بات بڑے غور سے
سننی چاہیئے کہ جسوقت نواب نے گورنمنٹ انگریزی کو ملک دینا چاہا اور سرکار انگریزی
نے کاغذ طلب کیا تو الماس علی خان اور مہدی علی خان اور کاظم علی خان وغیرہ عاملون
نے آپس مین یہ قرار دیا کہ اگر اپنے ایام مستاجری کی جمع مشخصہ وام دام حضور مین گذرانتے ہین
تو نواب صاحب نہایت کاغذی اور جزرس ہین ایسا نہ ہو کہ محاسبہ توفیر ملک کی بابت
شکنجے مین کھینچین اور زر توفیر مانگین اس نظر سے جو کاغذ انگریزون کی جانب لیا گیا اسکی توفیر بوقت
تشخیص کے وقت اُن محالات مین جمع کی زیادتی اور افزونی ظہور مین آئی اور نواب
کی سرکار مین اُسکے برعکس کمی کی صورت سال بسال واقع ہوئی اور یہ امر نواب کی طبیعت
کے اوپر شاق گذرا حکم دیا کہ ان لوگون کو ملک مستاجری مین نہ ملے جدید عامل مقرر ہون
مرزا مہدی علی خان نے باقی کے مطالبہ مین قید ہو کر زندان حیات سے بواسطہ اجل رہائی
پائی اور مرزا مہدی علی خان کا بھائی حسین علی خان بریلی کی چکلہ داری سے معزول ہو کر
لکھنؤ مین آیا نواب نے یہ تصور کیا کہ یہ شخص بڑا دولتمند اور محاسبے سے پاک ہے اسکو کسی علاقے
کی مستاجری دیکر یا کسی طرح محاسبے مین لیکر روپیہ کھینچنا چاہیئے مگر وہ نواب کے مافی الضمیر
آگاہ ہو چکا تھا رضامند نہ ہوا - مرزا جعفر کی بیٹی اُسکے فرزند کے ساتھ منسوب تھی اور وہ
جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کا متوسل تھا حسین علی خان نے اسکی صحبت مین خانہ نشینی
کے دن بسر کیے اور دار و گیر کے صدمے سے محفوظ رہا فضل علی خان اور مرزا خانی
وغیرہ اقربائے مرزا مہدی علی خان نے علاقہ داری قبول کی اور خلعتون سے متخلع ہوئے
کاظم علیخان پسر میر زین العابدین خان چکلہ دار اعظم گڈھ نے نواب کی کم التفاتی پر اطلاع
پائی تو لکھنؤ نہ آیا حیدرآباد دکن کو چلا گیا الماس علی خان جسکی دولتمندی تمام اہل لکھنؤ سے

بڑھی ہوئی تھی اُس نے سپاہ موقوف کر کے عیش و عشرت مین کرو فر کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی
اِس دولتمند کی عالی ہمتی مشہور زمانہ تھی - یہ شخص نواب آصف الدولہ کی مان کے ساتھ جہیز
مین آیا تھا اور بہو بیگم کے ساتھ کے تمام خواجہ سرایون مین ممتاز تھا الماس علی خان جس وقت
مرض الموت مین مبتلا ہوا کرورون روپیہ اسکے پاس تھا۔ کلکتہ اور حیدر آباد اور بمبئی اور راجپوتانہ وغیرہ
مین اسکی کوٹھیان جاری تھین اور لاکھون روپیہ اُسکا امراے لکھنؤ پر قرض تھا جنکی دستاویزین اُسکے
پاس موجود تھین - جب اس شخص کو یہ یقین کامل ہوگیا کہ اجل کے ہاتھوں سے اب رہائی غیر ممکن ہے
تو ایک دن اپنی مسجد مین آکر حوض کے کنارے بیٹھا اور صندوقچہ منگوا کر اُن دستاویزون کے
کاغذ حوض مین ڈالدیے اور میان رحمت بچگا نہ وغیرہ اپنے عملے کو بلا کر کہا کہ اکثر ارباب شہر شریف
اور نجیب اُس شخص کے قرضدار ہین اور نواب کے مزاج کی کیفیت معلوم ہے اگر دستاویزین
اُنکو دستیاب ہوئین تو وہ بیچارے عذاب سخت مین مبتلا ہونگے اسلیے مین نے سب کو معاف کردیا
اب مناسب ہے کہ اُن مین سے کوئی شخص اپنے آپکو میرا قرضدار ظاہر نکرے اور یہ باقی لوازمۂ
ظاہری جو موجود ہے وہ بہر کیف نواب کے اختیار مین ہے اور قسمت لوگون کی نواب
سعادت علی خان کو الماس علی خان کی یہ بات نہایت ناگوار گذری جسوقت الماس علی خان
نے قضا کی اُسکا چیلہ حیدر بخش اور جملہ متوسل مدت تک گرفتار بلا رہے - آخر کار حیدر بخش وغیرہ
نے مرزا جعفر سے ملکر رزیڈنٹ کی بدولت لکھنؤ سے رہائی پائی - جہان آباد اور کوڑے مین
جو انگریزی عملداری مین تھا جا کر سکونت پذیر ہوئے اس رہائی مین پچاس ہزار روپیہ
صرف ہوا - درمیان والون نے مال مارا تاہم ان لوگون کے پاس املاک کے سوا لاکھون
روپیہ موجود تھا اور الماس علی خان کی املاک اور چھاونی اور باغات اور عمارات اور امام باڑہ
اور مسجد اور خانقاہ وغیرہ اور جملہ کارخانجات امارت ظاہری نواب کی سرکار مین ضبط ہوئے

نواب کی سپاہ

نواب آصف الدولہ کے آخر عہد تک با وجود برطرفی اور کمی کے اسّی پلٹنین پیادون کی اور پندرہ ہزار سے زیادہ سوار ملازم تھے اور بعض مؤرخون نے اس سے زیادہ بھی بیان کیا ہے۔

اب نواب سعادت علی خان نے لارڈ ولزلی سے معاہدہ ہو جانے کے بعد حکم دیا کہ کُل چالیس پلٹنین اور تین ہزار سوار ملازم رہین اور مابقی موقوف ہون اسیر بھی رائے رتن ناتھ نے اپنی جُزرسی کو کام فرمایا کہ سوارون کی فی روپیہ دو آنے اور پیادون کی فی روپیہ ایک آنہ تنخواہ کم کر کے کفایت کی صورت نکالی اور مورد عنایت ہوا۔ ۳۶ ہزار پیادہ و سوار نواب سعادت علی خان کے ملازم رہے۔ مگر انگریزون کی چھ پلٹنین بیرونی دشمنون کی حفاظت کے لئے مامور ہوئین۔ اُن کی چھاؤنی تین جگہ قرار پائی۔ ایک چھاؤنی منڈیاؤن مین جو لکھنؤ سے دو کوس کے فاصلے پر شمال و مشرق کی سمت واقع ہے ایک کرنیل اور کپتان یہان مقیم تھا اور وسیع میدان سرداروں کے بنگلون اور سپاہیون کی بارکون کے لئے اور قواعد سپاہ کے واسطے جداگانہ پیمائش ہو کر کمان افسر کے تفویض ہوا۔ اور دوسری چھاؤنی سیتا پور ضلع محمدی مین معین ہوئی اور تیسری چھاؤنی سلطان پور مین مقرر ہوئی اور ایک متصدی پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کا تینون مقامون مین بطور وکیل کے ریاست کی طرف سے مامور ہوا کہ اہل چھاؤنی کو ضرورت کے وقت گاڑیان اور مزدور اور کہار وغیرہ پہونچاتا رہے اور رسد رسانی کرے اور ریاست کے عاملون اور انگریز

افسرون مین واسطہ رہے۔ نواب کی جملہ سپاہ کی تنخواہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ تخمیناً قرار پائی۔ اور چار چار مہینے کے بعد تنخواہ اُن کی نقد خزانے سے ملتی تھی۔ اور پلٹنون مین شرح یہ تھی۔ سپاہی کے چار روپے جمعدار کے پانچ روپے نائب تمندار کے دس روپے تمندار کے پندرہ روپے اور کمیدان کے اسّی روپے ماہوار مقرر تھے اور سرشتہ دار پندرہ روپے کا اور وکیل دس روپے کا مقرر تھا اور سوارون مین سپاہی کی تنخواہ علی العموم بیس روپے ماہوار تھی اور اُن کے افسرون کی تنخواہ رتبے کے موافق ہوتی تھی جملہ سردارون مین عبدالرحمن خان قندھاری ممتاز تھا۔

قندھاریون کے حالات

یوسف خان قندھاری افغانستان سے حافظ رحمت خان والی بریلی کے پاس آیا تھا حافظ صاحب نے اُسے عہدۂ رسالہ داری پر پہونچا دیا تھا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اُسوقت کا رسالہ دار بھی سو آدمیون کا افسر ہوتا تھا۔ جیسا کہ آج کل ہوتا ہے۔ اُسوقت کا رسالہ ہزار پندرہ سو بلکہ دو ہزار سوارون کا مجموعہ ہوتا تھا اور رسالہ دار کو اپنے رسالے کے آدمیون کی موقوفی اور بحالی کے پورے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے وہ آج کل کے جنرل سے بدرجہا زیادہ اختیارات رکھتا تھا نقارہ و نشان اُسکے ہمراہ ہوتا تھا اور بڑی جاگیر اور ہزارون روپے کی تنخواہ رکھتا تھا۔ عبدالرحمن خان اور محمد سعداللہ خان اُسکے بیٹے تھے حافظ صاحب نے ان دونون کے لیئے علٰحدہ علٰحدہ رسالے مقرر کر دیے تھے جب نواب ضابطہ خان بن نواب نجیب الدولہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ۱۱۸۵ھ ہجری مین شکست ہوئی اور مرہٹے روہیلکھنڈ مین پھیلے تو اس زمانے مین یوسف خان قندھاری

پیلی بھیت سے حافظ رحمت خان کی نوکری چھوڑ کر شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا۔ شیدی بشیر کی سپاہ مین شجاع الدولہ نے اُسکو رسالہ دار کرا دیا اور اس خیال سے کہ یہ شخص حافظ صاحب کے متوسلون مین سے ہے نواب شجاع الدولہ اُس کی بہت عزّت کرتے تھے۔ یوسف خان کے بعد عبدالرحمن خان باپ کا قائم مقام ہوا۔ شجاع الدولہ اس کی بھی بہت خاطر کرتے تھے اور آصف الدولہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ مگر پہلے صرف پانسو سوارون کا رسالہ عبدالرحمن خان کے متعلق ہوا تھا۔ جب فوج انگریزی کے ساتھ کمک کے لیے متعین ہو کر دکن کو گیا اور مرہٹون کی لڑائی مین کارنمایان کیے تو رسالے نے ترقی پائی سولہ سترہ سو سوارون کا رسالہ دار بنا گو نواب سعادت علی خان نے اُس کے سوارون کو کم کر دیا۔ لیکن عزّت و توقیر مین کمی نہ کی۔ اور وزیر علی خان کی معزولی کے محضر پر اُسکے مہر نہ کرنے سے نواب سعادت علی خان کے دل مین ملال آیا تھا۔ مگر نمک حلال مشہور تھا آخر اسّی برس کی عمر مین شہسوار اجل نے اس کا کام تمام کیا۔ اُس کے رسالے مین عمدہ اور عالی خاندان آدمی نوکر تھے۔ عبدالرحمن خان اپنے پاس سے اکثر جمعدارون اور دوسرے افسرون کو پانسو چار سو تین سو دو سو روپیہ ماہوار دیتا تھا۔ عالی ہمتی مین بے نظیر تھا۔ اُس کے چار پانچ بیٹے تھے۔ سب مین بڑا حبیب اللہ خان تھا یہ شخص باپ کی طرح شجاع اور سخی تھا۔ جب بھائیون مین نزاع کی صورت پیدا ہوئی اور حبیب اللہ خان نے نواب سعادت علی خان کی چشم عنایت پھری ہوئی دیکھی تو لکھنؤ سے چلا گیا اور مرہٹون کی نوکری کر لی اور اُن کے ساتھ لڑائیون مین عمدہ عمدہ کام کیے حبیب اللہ خان کے جانے کے بعد رسالہ عبدالرحمن خان کے

دوسرے بیٹے عبد الہادی خان کے نام مقرر رہوا۔ حبیب اللہ خان کا بیٹا خلیل اللہ خان پھر لکھنؤ مین آیا اور نوکری کرلی اور فقیر محمد خان اور حبیب الرحمن خان کے ساتھ تھا عبد الرحمن خان قندھاری کا نواسہ مصطفےٰ خان نصیر الدین حیدر نبیرۂ نواب سعادت علی خان کے عہد تک صاحب رتبہ تھا اور فریدون بخت عرف مناجان کے ہنگامے مین مارا گیا۔

نواب سعادت علی خان کو گھوڑون کا شوق

نواب کو گھوڑون کا بڑا شوق تھا۔ ایرانی۔ ترکستانی۔ عربی۔ ہندی قسم قسم کے نہایت عمدہ گھوڑے اپنے اصطبل مین جمع کیے۔ تھے اور خانہ زاد بچھیرے یہان بہم پہونچائے تھے اور لاکھون روپیہ رمنے کی تیاری مین صرف کیا جہان نواب کے گھوڑے نہایت آرام سے چرتے تھے اور ولایت کی گھانس اُس رمنے مین بوائی۔ اور گھوڑ جبئی کی زراعت کرائی۔ دریاے گومتی اُس رمنے کے درمیان مین ہوکر بہتا تھا۔ ارنے بھینسے بھی بہت سے جمع کیے تھے اور گجراتی بیل دکن سے منگوائے تھے۔ اور گھوڑون کی اتنی آسائش منظور تھی کہ خانہ زاد بچھیرون کو گایون کا دودھ پلایا جاتا تھا۔ اور گھوڑون کو دانہ دودھ مین بھگو کر کھلایا جاتا تھا۔

شہر کا انتظام اور غلے کا بندوبست

نواب نے مال تجارت اور غلے اور کرانے کے محصول کا ایسا انتظام کیا کہ گنجون کی جمع پہلے وقت سے چوگنی ہوگئی اور تاجرون کو بھی خاطر خواہ نفع حاصل ہونے لگا

روے زمین کی ہر قسم کی جنس شہر لکھنؤ مین آسانی کے ساتھ میسر آنے لگی نواب
صاحب کو سعادت گنج کی آبادی کا بڑا خیال تھا۔ نواب جس وقت مرزا نجف خان کے
لشکر سے لکھنؤ مین آئے تھے تو اُس زمین پر آ کر مقیم ہوئے تھے اور اپنے قیام کی
جگہ کے پاس چند دو کانین اور ایک بازار بنایا تھا اور اُس کا نام سعادت گنج
رکھا تھا اب اسوقت کہ صاحب مُلک ہوئے سعادت گنج کا نام گنج مُبارک
رکھا اور تمام سوداگرون کو حکم تھا کہ وہین جاکر دو کانین کھولین۔ اور کوتوالی کا
مکان بڑے تکلف سے تعمیر کرایا تھا۔ کوتوال شہر کے حد اختیار سے گنج مبارک
کے مقدمات خارج تھے۔ اُسکی کوتوالی علٰحدہ مقرر کی تھی۔ سعادت گنج کی کوتوالی کا
حکم دور دور قصبات اور اطراف مین دریائے گنگا اور دریاے گھاگرہ اور کوہستان
شمالی کے دامن تک جاری تھا اور یہ حکم تھا کہ جو کوئی گنج مبارک مین سکونت اختیار
کرے اُس پر حاکم گنجیات اور کوتوالی شہر کا حکم نافذ نہین اور قرض خواہ کو قدرت
نہ تھی کہ وہان جاکر مقروض پر تقاضا کرتا اور جو مجرم وہان جاکر پناہ لیتا تھا قصاص
اور سزا سے محفوظ رہتا تھا۔ اس وجہ سے اُسکی آبادی نے نہایت رونق پائی تھی
اور وہان جاکر اکثر ہندو مسلمانون نے قیام کیا تھا۔ اس گنج کی حفاظت خاص نواب
کی ذات سے متعلق تھی۔ حضرت عباس کی درگاہ بھی سعادت گنج سے متعلق تھی
تمام ناکون پر نواب نے حکم بھیجدیا تھا کہ جو مسافر باہر سے شہر مین آئے
اُس سے کسی طرح کی مزاحمت نہو اور جو مسافر شہر لکھنؤ سے باہر جائے تو اُس کے
مال واسباب کا جائزہ لیا جائے نقدی کی نسبت یہ حکم تھا کہ مصارف سے زیادہ
جو منزل مقصود تک پہونچا دے کوئی شخص نہ لیجائے اور بپروانہ راہداری کے

حاصل کیے بغیر مجال نہ تھی کہ پرندہ بھی ناکہ شہر سے نکل جائے۔

نواب صاحب کو اس بات کا یقین تھا کہ شہر لکھنؤ کی آبادی طوائفون کے باعث سے زیادہ ہے اس لیے حکم دیا کہ کوئی طوائف لکھنؤ سے نہ نکلنے پائے اسوقت لکھنؤ مین بادن گنج اور بہت سے بازار مشہور تھے۔ نواب سعادت علی خان کے عہد سے پیشتر مستاجری جمع گنجیات کی دو لاکھ سے زیادہ نہ بڑھی۔ اسوقت مین چار پانچ لاکھ روپے کی نوبت پہونچی۔ پہلے گنجیات کا سرشتہ میر بہادر علی کوتوال شہر سے متعلق تھا۔ بعد اُسکے گنج بہاری لال پسر بینی بہادر کے تفویض ہوا اِس شخص نے خوب نام پیدا کیا۔ علاقہ پرمٹ و سائر و گنجیات مین لاکھون روپے پیدا کیے گنجبہاری دلال کی کوشش سے سائر اور چھاپہ اور پارچہ کی جمع بھی ایک لاکھ روپے سے دو لاکھ چالیس ہزار تک پہونچ گئی اور بڑی احتیاط کے ساتھ ہر ایک امر کی نگرانی رکھی جاتی تھی۔

نرخ غلہ کا انتظام جو نواب سعادت علی خان نے کیا وہ نہایت تعریف کے قابل ہے۔ رعیت کی پرورش کی نظر سے غلّے کی کمی بیشی پر بھی ہمیشہ نظر رکھتے تھے سنہ ۱۲۱۲ فصلی مین کمی بارش کی وجہ سے غلّے کا نرخ گران ہونے لگا گنجون کے مستاجرون اور تاجرون کو بلاکر پہلی مرتبہ تاکید فرمائی کہ اس مُلک کا غلہ دوسرے مُلک مین نہ جانے پائے جب اس حکم پر بھی ارزانی کی صورت ظہور مین نہ آئی تو یہ حکم جاری کیا کہ سوداگر جس قدر غلہ زمین کے اندر مدفون رکھتے ہون آج بیچ ڈالین اُن سے کچھ مواخذہ نہین مگر کل اگر قلمرو سرکار کی زمین مین غلہ دفن رہا تو زمین کا روزانہ محصول جسکی مالک سرکار ہے سرکار کو

دینا پڑے گا چونکہ یہ صورت غیر ممکن تھی تمام بقال اور تاجر رجوع ہوئے اور جس قدر غلہ اُنکے پاس زمین مین دفن تھا اُس کا حساب حاضر کیا اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اِس قلمرو مین ابھی اتنا غلہ موجود ہے کہ خدانخواستہ اگر تین برس برابر بارش نہو توبھی کفایت کر سکتا ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ تین برس تک غلہ معمولی نرخ پر یعنی گیہون تیس سیر فروخت ہون اور لکھنؤ کا سیر ۹۶ روپے بھر کا ہوتا تھا۔

نواب صاحب کے عہد مین لکھنؤ کی آبادی نے بڑی ترقی پائی شہر کی آبادی تکیہ یودلی سے بی بی پور تک جن کے درمیان پانچ کوس سے فاصلہ کم نہ تھا اور عرض مین چارباغ سے علی گنج اور بانس منڈی یعنی دریاے گومتی کے اُس پار تک کہ اُن مین تین کوس کی وسعت تھی پہونچ گئی تھی اس طول وعرض کے اندر سیکڑون محلے اور کٹرے آباد ہوگئے۔ نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت سے قبل یہان زیادہ تر جنگل اور نالے تھے دور تک زمین ہموار کا نشان نہ تھا۔ شہر مین اسباب امارت اس کثرت سے آگیا اور اس خوبی کے ساتھ دوکانین آراستہ ہوئین کہ جن چیزون کا آنکھون سے دیکھنا مشکل تھا وہ ارزان قیمت پر ہاتھ آنے لگین۔

سررشتۂ اخبار کی عجیب وغریب کیفیت

نواب کو پرچۂ اخبار سے بہت شوق تھا سرکاری نیک وبد کی اطلاع دینے کے لیے ضلعون مین ہرکارے مقرر کیے تھے اور شہر مین بھی ہرایک امیر وسردار اور اہل خدمات ومحل کی ڈیوڑھیون پر ہرکارے خبر لکھنے کے لیے مقرر رکھے اور کوئی سررشتہ سرکاری ایسا نہ تھا جس مین ہرکارہ نہو ہرکارون کا خاص یہ کام تھا کہ سود وزیان ریاست کے متعلق

اور خاص خبرین بالتحقیق بہم پہونچاکر دارالاخبار کے افسر اعلیٰ کے پاس پہونچاوین جو اُنکو نواب تک پہونچا دیتا تھا بلکہ نہایت اہم اور ضروری خبرین بلا واسطہ نواب تک پہونچاکرتی تھین۔ محکمۂ اخبار کے ہرکارے تمام ضروری مقامات پر متعین رہتے تھے اور ہرکارون کے فرائض مین یہ بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار قابل اطلاع نواب تک پہونچاتے رہین۔ مفصلات کے ہرکارون کے پرچے بذریعۂ ڈاک آیا کرتے تھے۔ یہ سر رشتہ مستاجری مین دیا جاتا تھا جسکی آمدنی دو لاکھ روپیہ سالانہ تک پہونچ گئی تھی مستاجر کو داروغۂ اخبار کہتے تھے۔ لوگون کو اسبات کے سننے سے بڑا تعجب ہوگا کہ سر رشتۂ اخبار کے متعلق کونسی جاگیر تھی جسکی آمدنی سے نوکرون کو تنخواہ دیجاتی اور سرکاری ٹھیکے کا روپیہ بھی ادا کیا جاتا اور مستاجر بھی مزے اُڑاتا۔ اس مین بڑا نفع پردے مین مُنھ چھپائے ہوئے تھا جسکو مین آشکارا کرتا ہون کہ جن امیرون اور سردارون اور حاکمون کے یہان اخبار نویس متعین رہتے تھے وہ اپنی عزت وآبرو اور نقصان کے خوف سے ہزارون روپے اخبار نویس کی تواضع کیا کرتے تھے اور بالا بالا مستاجر اخبار کو بھی دیتے تھے۔ مستاجر اخبار اُسی اخبار نویس کو اس کام پر بھیجتا تھا جو سب سے زیادہ نذرانہ دینے کا وعدہ کرتا تھا اور اُسی سے حاکم اور عامل اور شریف کی عزت محفوظ رہتی اور دام بلا کا شکار ہوتا جو عملۂ اخبار کو خوب دیتا رہتا تھا۔ مثلاً اخبار نویس یا داروغۂ اخبار نے کسی کو یہ دھمکی دی کہ مین نواب تک یہ خبر پہونچادونگا کہ اُنکی بہو بیٹی یا یہ خود بدچلن ہین یا اُنکے یہان بدمعاشونکا مجمع ہوتا ہے۔ یا نواب کے حق مین یہ یہ مخالفانہ الفاظ کہتے تھے یا یہ افسر رشوت خوار ہے۔ رعایا پر جبر وظلم کرتا ہے خواہ یہ الزام غلط ہی ہو۔ مگر وہ اُنکی مٹھی گرم کرکے اپنا پیچھا چھوڑاتا تھا اور پھر جو چاہتا تھا اودھم مچاتا تھا۔ ہر آدمی خیال کرسکتا ہے کہ ایسی کارروائی کا جو عام اثر ہوگا وہ کتنا روح فرسا اور جانگزا ہوگا۔ اگرچہ نواب نے خبرنویس ہرکارون پر اور خفیہ نویس ہرکارے مامور کیے تھے جو

اخبار نویس کے صدق و کذب سے خبر دیتے رہین مگر اِس گھر مین سب بھوکے تھے خفیہ نویسون مین بھی سولے طماعی کے دوسری بات نہ تھی ۔میرے مامون حکیم محمد اعظم خان صاحب مرحوم مولف اکسیر اعظم بیان کرتے تھے کہ جب ہم سکندر بیگم والیہ بھوپال سے رخصت لیکر لکھنؤ کو گئے تو اُس زمانے مین واجد علی شاہ والی اودھ علیل تھے حکیم صاحب کرنیل سلیمن صاحب رزیڈنٹ سے ملے جن سے مالوے سے ملاقات بھی اُنھون نے سلطنت لکھنؤ کی شکایتون کے ضمن مین یہ بھی بیان کیا کہ سر رشتۂ اخبار مستاجری مین دیا جاتا ہے جس سے بڑی بےچینی پھیلی ہوئی ہے یہ تو خیر پچھلے زمانے کی بات ہے کہ جب لکھنؤ مین بالکل گڑبڑ مچی ہوئی تھی ۔نواب سعادت علی خان کے وقت مین بھی کہ جو انتظام کا زمانہ سمجھا جاتا ہے بوجہ مستاجری کے اخبار کا صیغہ رعایا اور ملازمین کے حق مین کوئی مفید نہ تھا بجز سرکاری برائے نام فائدے کے یا ملازمان اخبار کے نفع کے کوئی بہبود اُس سے متصور نہ تھا۔ اخبار نویس نہایت سرگرمی سے سرکاری فائدون اور دوسرون کے اسباب نقصان رسانی کی تلاش مین رہتے تھے ۔ایک حکایت اُنکی ہوشیاری کی یہان سُن رکھنے کے قابل ہے کہ رلے رتن چند نے اپنی حکومت کے زمانے مین کئی بار یہ چاہا کہ اپنا زر نقد جو جمع کیا تھا مراد آباد کو جو اُسکا وطن خاص تھا روانہ کرے ۔ مگر نواب کا حکم نہ تھا کہ کوئی شخص زر نقد لیکر ناکے سے نکل جائے ایک بار رتن چند نے نہایت اخفا کے ساتھ اچار اور مربے کے گھڑون مین کئی ہزار اشرفیان بھر کر اور خمون مین در پردہ سلوا کر چھکڑون پر روانہ کین ہرکارے اخبار نے یہ خبر صاف سرکار مین پہونچا دی ۔نواب نے بالا بالا منگا کر خزانۂ عامرہ مین داخل کین اور رتن چند کے روبرو فرماتے تھے کہ اچار اور مُربّے اور خمیرے رلے صاحب سے بہتر دوسرا شخص تیار کرنا نہین جانتا ہے ۔اور کسی روز طبیعت جب مزاج پر آجاتی تھی تو کہتے تھے کہ رائے صاحب اُس قسم کے مربّے اور اچار ہمارے واسطے بھی تیار کرنا چاہیے جیسا کہ اپنے گھر کے واسطے بھیجتے ہو ۔

عدالتون کا نظم و نسق - چوری اور غارتگری کا بندوبست

نواب آصف الدولہ کے عہد تک مقدمات کا فیصلہ کوتوال کی تجویز اور پنچون کی رائے اور احکام شرع پر ہوتا تھا اب سرشتۂ عدالت تین صورتون پر منضبط ہوا - فوجداری - دیوانی مرافعہ عدالت فوجداری کوتوالی شہر سے متعلق ہوئی تھی - میر بہادر علی اور میر خیرات علی مہتمم تھے بعد اُنکے خواجہ محمود کے تفویض ہوئی - پھر دھومی بیگ کوتوال کے حوالے ہوئی اور پلٹنین کوتوال کے ساتھ تھانہ بندی کے لیے مقرر کی گئین - شہر مین شبخون اور ڈاکہ زنی کی وارداتون کا بیرونی آدمیون کے ہاتھون سے بخوبی انسداد ہوگیا - مگر شہر کے لُچّے شہدے اکثر شہر مین مفسدے برپا کرتے تھے - اُنکے کئی گروہ ہوگئے - ہاتھون مین تلوارین اور بندوقین لیے ہوئے شب کو اہل شہر کے گھرون مین گھُس پڑتے تھے - اور اُنکا مال و اسباب لوٹ لیجاتے تھے اور تھانہ دار اُنسے مقابلہ کرتے تھے اگر مکانون کے دروازے ان بدمعاشون کو کھُلے نہ ملتے تو دیوارون پر سیڑھیان لگاکر مکانون مین کودتے دولتمندون کے مال و اسباب سے گذر کر جانپر بنتی تھی آخر کار نواب نے کوتوال شہر پر اُنکی گرفتاری کے لیے بہت تاکید کی اُسکی کوشش سے اکثر زندہ گرفتار ہوئے اور کچھ مارے گئے - اُس زمانے مین شہر کا ایک آدمی فتّو نام نہایت بدمعاش تھا یہ شخص چوری کیا سینہ زوری کرتا تھا بڑے بڑے مکانون پر چڑھ جانا اور پھر اُن پر سے کود پڑنا اسکے نزدیک ایک کھیل تھا - رنڈیون کو ہزارون روپے کھلاتا تھا - گانجہ اور چرس وغیرہ نشون سے صحبت گرم رکھتا تھا - غریب اور محتاجون کے مال پر ہاتھ نہین ڈالتا تھا - بلکہ اُن کی حاجت براری کرتا تھا - ایکدن مرغ بازی کے جلسے مین فتّو بھی پہونچا - لکھنؤ کے ایک امیر کے پاس ولائتی پستول کی جوڑی دیکھکر فتّو نے اُس سے مانگی اُس امیر نے نہ دی فتّو نے کہا کہ حضرت یہ ہمارا مال ہے

آپ ہوشیاری سے لیکھئے۔ اُسدن سے وہ امیر بڑی ہوشیاری سے اُن پستولون کو رکھنے لگا
مگر کسی ترکیب سے فتّو نے اُڑا لی صاحب مال نے اُنکی تلاش مین بہت کوشش کی مگر پتہ نہ چلا
دوسرے دن فتّو نے وہ جوڑی لیجاکر اُس امیر کو دکھائی کہ یہ حاضر ہے اُس دولتمند نے کچھ زرنقد
سمیت وہ جوڑی فتّو ہی کو دیڈالی ایکبار فتّو قید تھا عشرۂ محرم قریب آیا محافظون سے کہا کہ مجھکو رہا
کردو عشرہ محرم کے بعد ہان کا پابدھا حاضر ہونگا۔ لیکن مخلصی کی صورت ظہور مین نہ آئی ایکدن محافظونکو
مغالطہ دیکر زنجیر آہنی توڑکر جیلخانہ سے نکل گیا اور کسی سے اُسکی محافظت نہوسکی مگر تعزیہ داری سے
فارغ ہوکر عشرۂ محرم کے بعد جیلخانہ مین آموجود ہوا آخرکار نواب سعادت علی خان نے اُسکی تنخواہ
مقرر کردی اور کوتوالی کے نظر بازون مین مقرر ہوا۔ اسیطرح اور بھی کئی نامی چور گرفتار ہوکر کوتوالی
کی خدمات پر نوکر ہوگئے جس سے مفسدہ پردازی کا سدباب ہوا اور بیرونی چور اکبر پور اور سلطانپور
سے جو آتے تھے اُنکی حرکات بھی اعجاز سے کم نہ تھین اس عہد مین چورون کی یورش کا باعث
یہ تھا کہ نواب آصف الدولہ کے عہد تک عامل لوگ چورون کو زندہ نہین چھوڑتے تھے اب خونریزی
کی بڑی ممانعت تھی اسوجہ سے چورون کا بازار گرم تھا اور رعایا پریشان و سرگردان تھی۔ مگر
چورون کی پناہ کے لیے شہر مین جگہہ نہ تھی۔ علاقے مین سکونت رکھتے تھے ۔ علاقے کا یہ حال تھا
کہ زمیندار لوگ فصل ربیع کا غلہ اپنے صرف مین لے آتے تھے اور معتبر ضمانت دیکر ادائے زر کا وعدہ
ماہ جیٹھ اور اساڑھ کا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ ایام بارش کے قریب انگریزی تلنگے رخصت لے کر
نہتے اپنے گھرون کو جاتے تھے اور اُنکی کمرون مین اشرفیون کا ہونا مشہور تھا اسلیے یہ زمیندار
قطاع الطریق اُنکو لوٹ لیتے تھے اور عمال مستاجری خفیہ نذرانہ لیکر مالامال ہوتے تھے اسواسطے
کم تدارک اُنکا ظہور مین آتا تھا اور اخبار نویس بھی اس عہد مین مستاجر ہوتے تھے اُنکو بھی سوائے
زر کے دوسرا کام نہ تھا اسوجہ سے نواب سعادت علی خان اُسکے تدارک واقعی سے مجبور تھے

ورنہ نواب کی طبیعت رعیت پروری کی طرف بہت تھی - نواب کے حقیقی بھائی شہامت علی خان نے ایک زمیندار سے قطعہ زمین لیکر اُسکی عورتون کو ظلم سے نکال دیا تھا اور منظور تھا کہ وہان عمارات بنوائین نواب کو یہ امر ناگوار گذرا اور اُنکو شہر سے نکال دیا -

عدالت دیوانی - ابتدا مین یہ محکمہ مولوی سدن اور اُن کے بعد مولوی ظہور اللہ خان کے متعلق رہا -

عدالت مرافعہ - اس محکمے مین ہفتے مین ایک مرتبہ نواب بذات خاص اجلاس فرماتے تھے اور مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اس عدالت کا اجلاس حسن باغ مین قرار پایا تھا اور باہر ایک صندوق رکھا جاتا تھا جس مین مستغیث اپنی عرضیان ڈالتے تھے اور نواب اُن کو نکالکر حکم لکھتے تھے -

ابتدائے مسند نشینی سے انتقال تک نواب کا کوئی دن ملاحظۂ کاغذات سے خالی نہین گیا اور جس کمرے مین کاغذات ملاحظہ کرتے تھے اُسکے دروازے کے باہر پردے کے قریب ایک طرف نواب کے بیٹے نصیر الدولہ اور راجہ دیاکرشن مع ضروری عملے کے اور عاملون کے وکیل حاضر رہتے تھے اور دوسری طرف نواب کے بیٹے شمس الدولہ اور رتن چند اور اہل انشا اور بعض افسران فوج حاضر رہتے تھے اور ایک طرف طوائفون اور رقاصون کی چوکی جمع رہتی تھی ان پری پیکرون اور نواب کے درمیان ایک دروازہ شیشے کے کواڑون کا حائل تھا جسوقت نواب کا دل ملاحظۂ کاغذات سے اُکتا جاتا تھا تو کرسی سے اُٹھکر شیشون مین سے نظارہ بازی کرتے اور رقص وغیرہ کا تماشہ دیکھتے تھے جس امر مین نواب سعادت علی خان نے قاعدہ اور قانون جاری کیا آخر عمر تک بخوبی انجام کو پہونچایا -

نواب سعادت علی خان کا ایک جانگاہ حادثے سے بچ جانا

سلیمان خان اسد لکھنوی نبیرہ زادۂ حافظ رحمت خان نقش سلیمان مین لکھتے ہین کہ خواجہ حسین چشتی نام ایک سید محبت خان بن حافظ رحمت خان کی مصاحبت مین رہتے تھے اُنکی سیادت کی وجہ سے آصف الدولہ اور اُن کے بھائی سعادت علی خان اُنکی عزت کرتے تھے حسب اتفاق ایک روز نواب سعادت علی خان راجہ ٹکیت رائے کے باغ مین ناچ دیکھ رہے تھے اور اُجاگر طوائف مجرا کر رہی تھی۔ سید خواجہ حسین چشتی بھی شریک جلسہ تھا۔ نواب موصوف ان دنون تک مے نوشی کا شغل کرتے تھے۔ پس نشے کی حالت مین اُس رنڈی سے یہ فرمایا کہ اُجاگر میان صاحب کی گود مین بیٹھ جا اُس نے قصد کیا تو میان صاحب نے اشارہ سے روک دیا چند ساعت کے بعد پھر نواب صاحب نے اُس طوائف سے یہی کہا اُس نے پھر قصد کیا میان صاحب نے اُسکو جھڑکا تو وہ الگ ہوگئی۔ لیکن میان صاحب کے دل کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور خیال کیا کہ نواب صاحب خلاف عادت اسوقت مجھ سے تمسخر کرتے ہین۔ نواب صاحب نے پھر تیسری مرتبہ برہم ہوکر اُس طوائف سے فرمایا کہ ہم تجھ سے چند مرتبہ کہہ چکے تو میان صاحب کی گود مین نہین بیٹھ جاتی اُسوقت وہ رنڈی خوف حاکم سے مجبور ہوکر بہت قریب میان صاحب کے آگئی اور قصد گود مین بیٹھ جانے کا کیا میان صاحب نے اُسکو ہاتھ سے ڈھکیل کر یہ فرمایا کہ دور ہو یہان سے یہ گودی مالزادیون کے بیٹھنے کے لایق نہین اس مین وزیرزادیان اور شہزادیان بیٹھین تو کیا مضائقہ ہے یہ بات اُس نشہ کی حالت مین نواب سعادت علی خان کو بہت ناگوار گذری اور کلمۂ نامناسب یعنی بجاے تم کے تو کی لفظ سے میان صاحب کی طرف

مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کیا بات بیہودہ کہی - اُسوقت میان صاحب کو غصہ ضبط کرنے کی تاب نہ رہی اور چھرے پر ہاتھ ڈال کر فرمایا کہ اے دختر شجاع الدولہ خموش اگر دوبارہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا تو اسی وقت اپنی جان اور تمھاری جان ایک کردونگا اور سینہ پر چڑھ کر لہو پی جاؤن گا یہ سخن میان صاحب کی زبان سے نواب سعادت علی خان سُن کر دم بخود ہوگئے اور گردن جھکالی وہ جلسہ درہم وبرہم ہوگیا میان صاحب چند ساعت توقف کرکے اُٹھ کھڑے ہوئے - سلام علیک کرکے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دہنے بائین دیکھتے ہوئے باغ مذکور سے نکلکر پالکی مین سوار ہوکر مکان پر چلے آئے - نواب سعادت علی خان نے بھی فی الحقیقت بپاس ولحاظ سادات نہایت تحمل کو کام فرمایا ورنہ حاکم اور محکوم مین بڑا تفاوت ہے - میان صاحب کی جان جانے مین کیا تامل تھا اُسدن سے نواب سعادت علی خان اور میان صاحب سے یک لخت ملاقات ترک ہوگئی اور نواب صاحب نے وہ پانسو روپیہ ماہوار جو نواب آصف الدولہ کے عہد سے میان صاحب کو ملتا چلا آتا تھا بالکل بند کردیا دو ایک ماہ کے بعد سے میان صاحب کو اخراجات کی تکلیف ہونے لگی نواب محبت خان اور میان صاحب کے بڑے بھائی شاہ خواجہ حسن صاحب نے سید خواجہ حسین کو بہت کچھ سمجھایا کہ تم بغیر طلب نواب سعادت علی خان کے پاس چلے جاؤ اُسوقت نشے کی حالت مین اُن سے یہ ایک حرکت خلاف ہوگئی اور تمکو بھی غصہ آگیا جسوقت تمھارا اور اُنکا سامنا ہوجائیگا تو یقین ہے کہ باہم صفائی ہوجائیگی اور کدورت نہ رہیگی - لیکن میان صاحب نے یہی کہا کہ اب جب تک نواب سعادت علی خان از خود مجھے طلب نکرینگے مین ہرگز نجاؤن گا اس مین جو ہو سو ہو یہانتک کہ اس بات کو عرصہ قریب آٹھ دس ماہ کے گذر گیا اور میان صاحب کو بسبب بند ہوجانے تنخواہ کے ہر طرح کی تکلیف ہونے لگی کیونکہ مصارف میان صاحب کے کثیر تھے اور اولاد وغیرہ بھی کثرت سے موجود ہوگئی تھی لیکن ضد کے مارے نواب سعادت علی خان کا سامنا نکرتے تھے

اتفاقاً ایک روز نواب سعادت علی خان کو موسم گرما مین یہ خبر پہونچی کہ نول گنج کے قریب جو لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور اُس زمانے مین اس گنج کے قریب کسی قدر جنگل بھی تھا ایک شیر آگیا ہے اور اُس نے کسی قدر مویشی وغیرہ کو مارا ہے باشندگان نول گنج نہایت خائف و ترسان ہین نواب صاحب نے فرمایا کہ انشاءاللہ تعالےٰ کل ہم خود جاکر اُس شیر کا شکار کرینگے چنانچہ دوسرے دن شکار کے لیے لکھنؤ سے جانب نول گنج روانہ ہوئے۔ یہ خبر نواب محبت خان کو پہونچی۔ ان مین اور سید خواجہ حسین صاحب مین کمال اتحاد تھا اس لیے محبت خان اپنے مکان سے ہوادار پر سوار ہوکر میان صاحب کے مکان پر آئے۔ میان صاحب اُسوقت خط بنوا رہے تھے دور ہی سے چھاتا اور پنکھا اور آفتابی وغیرہ جو نظر آئی تو اپنے ایک ملازم سے کہا کہ دوڑ کر دیکھ تو کیا نواب محبت خان آتے ہین اُس نے دیکھکر عرض کیا کہ وہی آتے ہین۔ میان صاحب ویسے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حسب معمول قدیم نواب محبت خان کو تابہ صحن مکان آگے لیگئے اور فرمایا کہ برادر اسوقت تمنے کیون تکلیف کی مجھکو طلب کرلیا ہوتا۔ نواب محبت خان نے کہا کہ اسوقت میان صاحب مین تمھارے پاس سخت ضرورت سے آیا ہون جو مین کہون وہ تمکو قبول کرنا پڑے گا۔ میان صاحب نے جواب دیا کہ برادر تمام اثاث البیت اور مکان اور لڑکے بالے وغیرہ سب تمھارے ہین مجھ سے کسی بات کے پوچھنے اور کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ نواب محبت خان نے فرمایا کہ وہ بات تمسے ہی کہنے کی ہے اور تمکو ضرور اسوقت منظور کرنا ہوگی۔ میان صاحب نے استفسار کیا تو محبت خان نے کہا کہ تم میرے سر کی قسم کھالو کہ مین منظور کرونگا اُسوقت مین بیان کرون گا اول تو میان صاحب نے کچھ عذر کیے جب محبت خان نے اصرار کیا تو میان صاحب نے اُنکے سر کی قسم کھائی اُسوقت محبت خان نے میان صاحب سے کہا کہ نواب سعادت علی خان

شیر کے شکار کے لیے نول گنج کی طرف تھوڑا عرصہ ہوا تشریف لے گئے ہین اسلیئے مین تم سے کہنے آیا ہون اور سواری کے لیے ہاتھی کی تیاری کا بھی حکم دے آیا ہون تم میرے کہنے سے اسوقت نواب سعادت علی خان کے پاس فوراً چلے جاؤ ورنہ مجھے ملال ہو گا - میان صاحب نے یہ بات سُن کر کسی قدر تامل اور انکار کیا - محبت خان نے کہا کہ میان صاحب تم میرے سر کی قسم کھا چکے ہو اسکا خیال کرنا چاہیئے اور انکے بڑے بھائی خواجہ حسن نے بھی سمجھایا - خواجہ حسین صاحب نے نہایت اپنا سر دُھنا اور محبت خان سے کہا کہ برادر تم نے اسوقت دھوکے مین اپنے سر کی قسم مجھ سے لے لی اچھا الامر فوق الادب مین جاؤن گا لیکن خط بنوا لون محبت خان نے کہا کہ خط اسوقت نہ بنوائیے میرے کہنے سے سوار ہو جائیے - ناچار میان صاحب نے کپڑے پہنے ہاتھ مین بیراگی اور کمر مین پیش قبض لگایا اور ہاتھی پر سوار ہو کر نول گنج کی طرف روانہ ہوئے -

نواب سعادت علی خان اُس مقام پر پہونچے جہان شیر کا پتہ لگا تھا ہانکہ وغیرہ حسب معمول کیا گیا تو کہین شیر کا سُراغ نہ ملا پس نواب موصوف منغض اور بدمزہ ہو کر وہان سے پلٹے اور بسبب اُسکے کہ ہاتھیون اور سوارونکے ہمراہ ہونے سے گرد بہت اُڑتی تھی نواب صاحب نے حکم دیا کہ ہم سے جملہ ہمراہیان سواری بہت دور پیچھے رہین فقط بذات خود پالکی مین سوار اور چند کہار و خدمتگار اُنکے ہمراہ رہے اور باقی سب لوگ پیچھے رہ گئے اُسوقت میان صاحب پہونچے اور انھون نے بھی اپنا فیل سواری اُنھین ہاتھیون کے ساتھ جو کہ پیچھے نواب صاحب کی سواری کے آتے تھے ملا یا اور آہستہ آہستہ دوسرے اشخاص سے باتین کرتے ہوئے واپس آتے تھے کہ ایک نشیب مین نواب سعادت علی خان کی پالکی اُتری اور لوگونکی نظرون سے اوجھل ہو گئی چند ساعت کے بعد صلابت خان چیلہ کہ جو میان صاحب کی خواصی مین بیٹھا تھا اُس نے جھک کر چپکے سے میان صاحب کے کان مین کہا کہ ملاحظہ تو کیجئے مجھے نواب صاحب کی پالکی پر تلوار چمکتی نظر

آتی ہے میان صاحب نے بھی جو غور سے دیکھا تو اُس کا کہنا سچ معلوم ہوا - اسلیے میان صاحب نے
فیلبان سے کہا کہ ہاتھی دوڑا - فیلبان نے موافق حکم میان صاحب کے ہاتھی بہت تیز
دوڑایا دوسرے ہمراہیون کو یہ ثابت ہوا کہ شاید میان صاحب کو نواب صاحب نے طلب
فرمایا ہے جو یہ اپنا ہاتھی اسقدر تیز بھگائے ہوئے جاتے ہین طرفہ یہ کہ تلوار کی چمک کسی کو نظر نہ آئی
خلاصہ یہ ہے کہ جب میان صاحب قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص تلوارین پالکی پر مار رہا ہے
اُنھون نے فیلبان سے کہا کہ ارے جلد ہاتھی بٹھا اُس نے ہاتھی بٹھایا سیڑھی لگانے کی نوبت
نہ آنے پائی تھی کہ میان صاحب فوراً ہاتھی پر سے کود پڑے جسکے سبب سے کسی قدر صدمہ اُنکے
ایک پانوٴن مین آیا لیکن انھون نے کچھ خیال اُسکا نکیا فوراً جھپٹ کر اُس شخص کو للکارا اور کہا کہ او
مردود یہ کیا کرتا ہے اور میان صاحب بہت قریب اُسکے جا پہونچے تھے کہ اُس شخص نے پالکی کو
چھوڑ کر ایک تلوار میان صاحب کو ماری میان صاحب کے ہاتھ مین جو بیراگی تھی اُنھون نے
اُسپر روکی اُس نے اور دوسری تلوار ماری وہ بھی میان صاحب نے بیراگی پر روکی اور بہت
قریب اُس سے ملکر وہی بیراگی گھماکر اُسکے سر پر ماری کہ وہ شخص اُس چوٹ کے صدمہ سے چکرا گیا
پس میان صاحب نے بچاالاکی تمام خم اوس بیراگی کا اُس شخص کی گردن مین ڈالکر ایک جھٹکا
زور سے مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور میان صاحب پیش قبض کمر سے نکال کر اُسکے سینے پر چڑھ بیٹھے
اور یہ قصد کیا کہ اُسے ہلاک کرون اس درمیان مین نواب سعادت علی خان پالکی کے پٹ کھول کر
باہر نکل آئے اور فرمایا میان صاحب تمھین میرے سر کی قسم اسے مارنا نہین اسلیئے میان صاحب نے
اپنا ہاتھ روک لیا اس اثنا مین دوسرے نوکر وہمراہیان سواری بھی آپہونچے اور اُس شخص کی
مشکین باندھ لین بعد اُسکے اُس سے دریافت کیا کہ تونے یہ حرکت نالائق کسواسطے کی تو اُس نے
بیان کیا کہ مین فلان پلٹن مین تلنگون کے زمرے مین نوکر تھا عرصہ ہوا کہ تخفیف مین آکر برطرف ہو گیا

حتیٰ کہ اب نوبت میری فاقہ کشی کو پہونچی تو دل مین یہ خیال آیا کہ تو مرتا تو ہے پس کسی ایسے شخص کو مار کر مر کہ جس سے نام دنیا مین رہجائے اسوجہ سے مین نے یہ حرکت کی تھی۔ غرضکہ نواب سعادت علی خان بعد اس قصے کے پالکی مین سوار ہوئے اور میان صاحب سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ آؤ۔ جب وہ لتخانہ پر پہونچے اور جملہ ہمراہی پہونچاکر رخصت ہوئے تو میان صاحب کو نواب صاحب اپنے ساتھ کوٹھی مین لے گئے اور میان صاحب کی نہایت شکرگزاری و مدح وثنا کی اور باہستگی غلامی خان خانساماں کو حکم دیا کہ کشتی ہائے خلعت لاؤ چنانچہ اُس نے فوراً اکیس کشتیان لاکر حاضر کین اُسوقت نواب صاحب نے میان صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میان صاحب یہ کشتیان خلعت وغیرہ کی موجود ہین ہمراہ لیجاؤ میان صاحب نے اُسکے لینے مین انکار کیا اور عرض کیا کہ مین ان کشتیون کے لینے کا مستحق نہین۔ اگر یہ کام آپ کے ملازمان مین سے کوئی رسالدار یا کمیدان یا دوسرا کوئی افسر فوج کرتا تو البتہ اس انعام کا مستحق تھا۔ مین بیچارہ ایک فقیر ٹکڑ گدا کوئی بانکا یا سپاہی نہین کہ یہ انعام لون مجھ سے جو کچھ ظہور مین آیا یہ سب فقط آپ کے اقبال کا باعث تھا ایک گنوار کو پکڑ لیا تو کیا فخر کیا۔ مین یہ خلعت و انعام کسیطرح پر نہ لونگا اس سے مجھے معاف فرمانا چاہیئے ناچار نواب صاحب خاموش ہوگئے اور دل مین سمجھے کہ میان صاحب ہرگز اسے قبول نکرینگے اسکے بعد میان صاحب رخصت ہوکر اپنے مکان پر آئے۔ دوسرے روز نواب سعادت علی خان نے میان صاحب کی چڑھی ہوئی تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہوار کے حساب سے اُنکے مکان پر بھجوادی اور اُنکو طلب کیا اُس روز سے صفائی کامل نواب صاحب اور میان صاحب کے درمیان دوبارہ ہوگئی اور ہزار روپیہ ماہانہ مقرر ہوا اور آمد و رفت میان صاحب کی نواب کے پاس بدستور ہوگئی۔

عماراتِ جدید

نواب آصف الدولہ کی عمارتین ایسے موقع پر تعمیر تھین کہ برسات کا پانی جمع ہوکر لوگونکی آمدورفت اُدھر سے مشکل ہوجاتی تھی خاص چوک اور فرنگی محل مین کہ ناف شہر ہے ایسی تنگ گلیان نجس اور خراب ہوتی تھین کہ گرمی اور جاڑے کے دنون مین بھی اُدھر سے گذر دشوار ہوتا تھا نواب سعادت علی خان کے یہ عمارات پسند نہ تھین اور دوسری بات ان عمارات کی طرف سے تکدر پیدا ہونے کی یہ تھی کہ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے وقت انگریزی تلنگونکے دو پہرے دولت خانۂ قدیم آصفی مین مامور ہوئے تھے اور اب تک اپنے مقامون پر قائم تھے علاوہ ان باتونکے نواب کو نئی عمارتین جدید نقشون پر بنوانے کا شوق بھی تھا اور چاہا کہ کلکتے کی وضع کا ایک نیا شہر بنائین اسوجہ سے شہر اور بی بی پور کے درمیان مین جہان کی زمین کچھ بلند اور کچھ ہموار تھی عمارات بنوانا چاہین۔ نواب آصف الدولہ کے عہد مین جنرل مارٹین ایک انگریزی تاجر نے کہ نہایت متمول تھا دو کوٹھیان بنوائی تھین۔ ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی اُسکو پچپن ہزار روپے کو نواب سعادت علی خان نے مول لے لیا اور اپنی عمارات جدید مین ملا لیا اور مسند نشینی سے پانچ چھ برس کے بعد اپنے رہنے کے مکانون کو چھوڑ دیا اور سرطان کی بیماری مین جو نواب کو عارض ہوئی تھی بطور نقل مکان کے دولتخانے سے اُٹھ گئے وہان اُنکو شفا ہوئی اس لئے اُسکا نام فرح بخش رکھا۔ نواب نے پانچ چھ کوٹھیان اور بھی نئی نہایت اعلی نقشے پر تعمیر کرائین آلات شیشہ سادہ ومنقش اور آئینے قدآدم سے اونچے اور انگریزی باجے اور گھڑیان اور طرح طرح کے ہتھیار اور لاکھون روپے کا سامان مول لیکر اُن مین سجایا اور باغون مین قسم قسم کے میوونکے درخت لگائے۔ شہر کی کثافت دفع ہوگئی اور ہر ایک امیر کو حکم ہوا کہ عمارات عالی تعمیر کرائے اور دوسو سقے

اور دو تین سو گھڑے والے صبح و شام سڑکون پر چھڑکاؤ کے واسطے مقرر کیے اور کئی سو لالٹینین سونے چاندی کی نفیس نفیس بنوائین جو رات کے وقت نواب کی سواری کے ساتھ رہتی تھین اور اُن مین مومی شمعین روشن ہوتی تھین ۔

فرح بخش - اس مین نواب ہمیشہ اجلاس کرتے - اس کوٹھی مین ایک نہر کاٹ کر تہ خانون کے اندر لائی گئی تھی اور نہر کے اندر صحن مین کوڑیان منقش اور رنگین اسطرح بچھائی تھین کہ دو اُنگل بلندی سے پانی اُن پر ریزش کرتا تھا اور مخمل اور اطلس کے پردے کارچوبی کام کے نہایت مکلف اُس مکان مین لگے تھے اور کرسیان سادہ اور مرصع جابجا بچھائی تھین اور طائران خوش الحان جن پر قدرت کے ہزار رنگ نثار تھے طلائی پنجرون مین آویزان تھے اور چھوٹے بڑے آئینے نزدیک بین اور دور بین اور معکوس بین اور ہزار بین اکثر مقامون پر نصب تھے اور سر راہ بارہ دری بنوائی تھی اور دو رویہ دوکانین کلکتے کی وضع پر تعمیر کرائی تھین - فیلخانہ - اصطبل - شاگرد پیشہ اور سپاہ کی چھاونی کے مکانات پختہ تعمیر کرائے اور چوڑی سڑکین بنوائین کوٹھی فرح بخش مین تختگاہ تھی جس کو قصر السلطان کہتے تھے یہ مکان صرف واسطے دربار شاہی کے آراستہ ہوتا تھا اور جب کبھی کوئی بادشاہ جلوس کرتا تھا تو اُسکی تخت نشینی کی رسم یہین ادا ہوتی تھی کوٹھی فرح بخش سعادت علی خان کے عہد سے محل شاہی تھی اور اس مین واجد علی شاہ کے اول عہد تک مقام قیام شاہان رہا جب تک قیصر باغ تیار نہین ہوا تھا اس کوٹھی کی وہ جانب جو دریا کی طرف ہے جنرل مارٹین کی تیار کردہ ہے باقی تعمیرات جو اُسکے ملحق تھین اور تخت گاہ سب سعادت علی خان نے بنوائی تھین اب یہ مکان یادگارانہ مرمت ہو کر خالی پڑا ہے ۔

درگاہ حضرت عباس - مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ روضۂ حضرت عباس کی تعمیر ابتک خام تھی کچی چھت تھی اور کچی دیوارین تھین ۱۲۱۳ہجری مین نواب نے عالیشان عمارت تیار کرائی

اور طلائی گنبد رکھوایا بارہ دروازے اُس مین رکھے مرزا قتیل نے یہ تاریخ اس عمارت کی کہی ہے

ع این گنبد جدید بنائے سعادت است۔

کوٹھی دلکشا۔ اس کو نواب سعادت علی خان نے اپنے سیر و شکار کے واسطے بنوایا تھا اور گردوپیش کے جنگل کو صاف کروا کر ایک چراگاہ مقرر کی تھی اور اُس مین جانوران شکاری مثل ہرن وغیرہ چھڑوا دیے تھے اس کوٹھی مین اکثر بیگمات بھی سیر کے واسطے آیا کرتی تھین۔

موتی محل۔ احاطے کے شمال کی جانب ہے اور موتی محل اسکا اس واسطے نام رکھا گیا تھا کہ اس مین ایک بُرج بنا تھا جو موتی کی شکل پر تھا مگر اب مسمار ہو گیا ہے۔

شاہ منزل۔ جس مقام پر اب قیصر باغ تیار ہوا ہے واسطے لڑائی حیوانات کے تعمیر ہوا تھا چھوٹے چھوٹے جانوروں کی لڑائی احاطہ شاہ منزل مین ہوا کرتی تھی اور شیر وغیرہ کی لڑائی بھی اُسی احاطے مین ہوتی تھی اسواسطے مضبوط پنجرے اور مستحکم مامن تماشا دیکھنے والون کے واسطے تعمیر ہوئے تھے مگر لڑائی ہاتھی اور گینڈے کی دریا پار میدان مین حضور باغ کے سامنے ہوا کرتی تھی کیونکہ ایسے حیوانات کی لڑائی کی سیر کے واسطے فاصلہ بہت ضرور ہے نواب اور دیگر ارکان سلطنت برآمدہ شاہ منزل پر سے دیکھا کرتے تھے۔

خورشید منزل۔ اس تعمیر کو سعادت علی خان نے شروع کیا تھا اور غازی الدین حیدر نے ختم کیا۔

ماہ منزل۔ یہ کوٹھی بھی نواب موصوف نے بنائی تھی۔

موسیٰ باغ۔ یہ باغ نواب آصف الدولہ نے تیار کرایا تھا اور جو تعمیرات اُس مین ہین اُن کو سعادت علی خان نے واسطے سیرگاہ خاص کے بنوایا تھا اُنکے اول وقت مین لڑائی حیوانات کی اُس مین ہوا کرتی تھی اس نام کی روایت مشہور یہ ہے کہ ایک روز آصف الدولہ سوار اُس طرف

جاتے تھے اور سب ہمراہی پیچھے تھے کہ وہان ایک موش یعنی چوہا نکلا اور نواب کے گھوڑے کی ٹاپ سے وہ مر گیا اُسکے مرنے سے کچھ دل مین نواب کے رنج آیا اور اسلیے حکم دیا کہ ایک قبر اُس موش کی اُس مقام پر تیار ہو اور باغ بھی بنے اور اُس موش کے نام سے یہ تعمیر مشہور رہی کیونکہ موش کو ہندی مین موسا کہتے ہین مگر ایک روایت قرین قیاس یہ ہے کہ سعادت علی خان نے یہ تعمیر باہتمام ایک فرانسیس کے تیار کروائی تھی مہتمم کا اور نام تو بھول گئے مگر اُسکے اول کا حرف یعنی موسیو یاد رہا کثرت استعمال سے تخفیف ہو کر موسیٰ رہگیا۔

دیگر تعمیرات عہد سعادت علی خان

عمارات مفصلۂ ذیل بھی سعادت علی خان نے بنوائی تھین تاکہ شہر غربی جانب سے ویساہی آراستہ ہو جیساکہ آصف الدولہ نے شرقی جانب کو درست کیا تھا (۱) کوٹھی حیات بخش (۲) کوٹھی دار الشفا (۳) کوٹھی بیگم (۴) کنکر والی کوٹھی (۵) کوٹھی نور بخش (۶) چینی بازار (۷) ٹیڑھی کوٹھی۔ ان مکانات مین اکثر صاحبزادے رہا کرتے تھے جس مکان کے لیے اُنکے دل مین آتا اُس مین سیر و تماشا کیا کرتے تھے اور ٹیڑھی کوٹھی واسطے سرانجام امور ملکی کے تیار ہوئی تھی جو کام ملکی ہوتا تھا وہ وہان در پیش ہوتا تھا ان مکانات مین سے اکثر مکانون کے نام غدر کے بلوے مین مشہور ہو گئے۔

خزانے کا حال

نواب سعادت علی خان کے پاس بنارس مین چالیس لاکھ روپے جمع ہو گئے تھے اسی کو خزانہ قدیم کہتے تھے۔ مسند نشینی کے بعد ملک کی آمدنی اور جرمانہ وغیرہ مین تیرہ کروڑ روپیون کے قریب

اپنے آخر عہد تک جمع کر لیے ان مین سے چوراسی لاکھ روپے نواب نصیر الدولہ کی تحویل مین تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے پاس رہتے تھے اور ایک کروڑ روپے خاص محل کی تحویل مین رہتے تھے اور آٹھ کروڑ روپے بڑے خزانے مین جمع تھے جسکا نام خزانۂ عامرہ تھا اور وہ ظفر الدولہ کے سپرد تھا اور دو کروڑ روپے سپاہ کے خزانے مین رکھے تھے اور یہ خزانہ گلزاری مل خزانچی کے تفویض تھا سلطان الاخبار مین ہے کہ نو کروڑ روپیہ اور چند لاکھ اشرفی سواے جواہر بیش بہا اور اقمشۂ نفیسہ کے چھوڑا۔

دو چار آدمی ایسے دولتمند نواب کے مطیع تھے جن سے نواب نے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کی تھی نواب انکو اپنی جیب خاص تصور کرتے تھے وہ یہ لوگ ہین حکیم مہدی علی خان کہ انیر کروڑ روپے سے زیادہ کا گمان تھا دوسرا غلام حسین چکلہ دار سلطان پور یہ شخص چالیس پچاس لاکھ سے زیادہ نقد روپے اپنے پاس رکھتا تھا اسی طرح مشرف علی خان اور تجمل حسین خان اہل ثروت تھے۔ نواب آصف الدولہ کے عہد مین ملک المضاعف تھا مگر یہ دولت و خزانہ انکو دستیاب نہوا اُنکے عہد مین ہر سال سفر کرتے تھے پانچ لاکھ روپے ریاست پر قرض ہو جاتے تھے اور نواب شجاع الدولہ نے بھی باوصف اولو العزمی اور دعوی ملک گیری کے اتنا خزانہ نہین دیکھا بلکہ جب انگریزون سے مصالحہ ہوا تو بمشکل پچاس لاکھ روپے اُن سے فراہم ہو سکے نواب سعادت علی خان اکثر کہا کرتے تھے کہ اسقدر روپیہ جو خزانۂ عامرہ مین جمع کیا ہے اصل تو یہ ہے کہ روز بد مین ایک وقت بھُنے ہوئے چنونکے لیے بھی یہ روپیہ کفایت نہین کر سکے گا سُبحان اللہ طبیعت کیا زرکشی پر مائل تھی۔

نواب سعادت علی خان کی صحبت ازیڈنٹونکے ساتھ

ظاہر ہے کہ جسقدر نواب صاحب نے اپنی بے اختیاری مین محنتین کین اُتنی اختیار والے

آدمی سے بڑی مشکل ہین اسی سبب سے بہت سے رزیڈنٹون سے اُنکے مزاج مین کدورت آجاتی تھی اُنکے شروع عہد ریاست مین مسٹر جان لمسڈن عہدۂ رزیڈنٹی پر مامور تھے اور غلام قادر خان جائسی میر منشی تھے اور اُنکے بعد کرنیل ولیم سکوٹ رزیڈنٹ ہوکے آئے اُنھون نے نواب کا قافیہ بہت تنگ کیا پھر یہان سے عہدۂ رزیڈنٹی دہلی پر مقرر ہوکر روانہ ہوئے تھے کہ راستے مین قزاق اجل نے قافلۂ حیات لوٹ لیا کرنیل سکوٹ کی جگہ عہدۂ رزیڈنٹی لکھنؤ پر کرنیل کولنس آئے جنھون نے وزیر علی خان کو جےپور سے بلالیا تھا۔ اور اس عہد مین میر منشی کا عہدہ مرزا باقر علی کے تفویض تھا مگر کرنیل کولنس مرض نقرس مین مبتلا ہوکر لکھنؤ مین مر گئے اُنکا مقبرہ مشہور تھا۔ بعد اسکے جان بیلی صاحب اودھ کے رزیڈنٹ مقرر ہوکر آئے یہ صاحب ایک مدت تک بوندیلکھنڈ اور اضلاع باندہ و کالپی مین جو انگریزون نے مرہٹون کے ہاتھ سے تازہ فتح کیے تھے مامور تھے۔ مرزا جعفر جو سرفرازالدولہ کا ہمزلف اور اُنکا خالہ زاد بھائی تھا مسٹر جان بیلی کا اُستاد تھا۔ مرزا حاجی اُسکا بیٹا تھا یہ باپ بیٹے ہمیشہ رزیڈنٹ کے ہمراہ رہتے تھے۔

کرنیل کولنس تک سوائے سکوٹ صاحب کے اور رزیڈنٹونکی صحبت نواب سعادت علی خان کے ساتھ اچھی رہی اور لطف سے گذری اب چند وجہون سے صورت مخالفت ظہور مین آئی جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ایکبار مرزا جعفر کو بیلی صاحب نے اپنے ہمراہ نواب کے پاس لاکر کھانے پر بیٹھنے کا حکم دیا نواب نے طوعاً و کرہاً اجازت تو دیدی مگر یہ امر نہایت ناگوار گذرا۔ اسلیے کہ نوکرون مین فقط چند شخصون کو بیٹھنے کا حکم تھا مرزا جعفر لکھنؤ کے معاملات سے بخوبی واقف تھا اور چالاک آدمی تھا اکثر سہل معاملات کی رپورٹ رزیڈنٹ سے مشکل تقریرون مین گورنر جنرل کو لکھاتا تھا کہ رزیڈنٹ کا دبدبہ نواب پر قائم ہو اس زمانے مین عہدۂ گورنر جنرل پر لارڈ منٹو تھے اُنھون نے

رزیڈنٹ کی کسی تحریر کا ایسا جواب نہین دیا کہ جو نواب کے خلاف ہو۔ نواب کو مرزا جعفر کا رزیڈنٹ کو ورغلا ناگوار تھا۔ اُنھون نے مسٹر ادرنی کو جو اُنکے مصاحبون سے تھا۔ کسی فرمائش کے بہم پہونچانے کے بہانے سے لندن کو بھیجا درپردہ یہ مقصود تھا کہ وہان جاکر ممبران پارلیمنٹ اور شاہ لندن سے معاملات مین سوال وجواب کرے یہ سب کیفیت رزیڈنٹ پر کھل گئی اُنھون نے کاغذ کے گھوڑے دوڑائے اور دلون مین کدورتین پیدا ہوگئین اور تحریرون مین مضمون پُرپیچ وتہ دار قلمبند ہونے لگے اور زبان قلم پر ترش کلام آنے لگے دونون طرف سے یہانتک طبیعتین کھنچین کہ اگر سرراہ باہم سواریان دوچار ہوگئین تو سلام وکلام سے تنفر رہا۔ اس رنجش وملال نے یہانتک طول کھینچا کہ نواب کے آخر عہد مین یہ بات مشہور ہوئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ کے سترہ قصور لائق سزاے سنگین کے لکھکر تیار کیے ہین اور رزیڈنٹ نے جواب ترکی بترکی تیار کیے ہین۔ نواب کو جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی تبدیلی بدل منظور تھی مگر مرزا جعفر کی مستحکم تدبیرون اور رزیڈنٹ کی دانشمندی کی وجہ سے وہ صورت وقوع مین نہین آئی اور باوجود ان شرارتون کے مرزا جعفر کے ساتھ نواب نے مراعات سے چشم پوشی نہین کی بیٹیون کی شادیون مین دیدہ ودانستہ اعانتین کین۔

(۲) علامہ تفضل حسین خان جو کلکتے مین نواب کی طرف سے سفیر تھے کسی کام کیواسطے لکھنؤ کیطرف روانہ ہوئے مگر کلکتے سے مرض الموت بھی ساتھ ہوا کلکتہ اور مرشدآباد کے درمیان مین ۱۵۔شوال ۱۲۱۵ھ ہجری کو قابض ارواح کے ہاتھ سے جان دی۔ شاہ محمد اجمل الہ آبادی نے اُنکی تاریخ وفات مین کہا ہے۔

گر بپرسند سال تاریخش   باسر حیف وغم بگو افسوس

نواب سعادت علی خان کو اُنکی جاگیر کی قرقی منظور تھی اور جان بیلی صاحب اور کلکتے کے

اکثر انگریزون کو خان مرحوم کی اولاد کی حمایت منظور تھی اسلیے نواب کی وہ خواہش ظہور مین نہ آئی
(۳) خانہ زاد خان اور حیدر بخش خان الماس علی خان کے چیلے تھے نواب نے اُنکے مال و اسباب کی ضبطی کی بڑی کوشش کی مگر مرزا جعفر کی حمایت کی وجہ سے مراد پوری نہوئی اور وہ دونون لکھنؤ سے تمام مال و اسباب لیکر نکل گئے۔
(۴) محمد رضا خان بن سرفراز الدولہ کے انتقال کے بعد اس گھرانے مین دو بھائی باقی تھے ایک غلام رضا خان دوسرا موسیٰ رضا خان جان بیلی صاحب نے سرفراز الدولہ کے متعلقین کی تنخواہ کے لیے اور مرزا جعفر کی تنخواہ کے واسطے بہت کوشش کی مگر نواب سعادت علی خان نے قبول نکیا آخر کار سرکار کمپنی کے یہان سے ایک ہزار روپے ماہوار سرفراز الدولہ کے ورثا کے لیے اور تین سو روپیہ ماہوار مرزا جعفر کے لیے مقرر کرائے۔
(۵) حسین علی خان بریلی کا چکلہ دار اور مرزا جعفر کا سمدھی تھا جب وہ بریلی سے معزول ہو کر آیا تو نواب سعادت علی خان چاہتے تھے کہ اُسکو عذاب محاسبہ مین مبتلا کرین مگر مرزا جعفر کی وجہ سے رزیڈنٹ نے اُسکو بچا دیا۔
ایسی ایسی صورتین نواب کی اور رزیڈنٹ کی ناچاقی کا باعث ہوئین نواب سعادت علی خان تو رزیڈنٹ کی اسقدر منزلت سمجھتے تھے کہ وہ سرکار انگریزی کی طرف سے فقط اخبار خیر و عافیت کے دریافت کرنے کے لیے مامور ہے اور طرفین کے خطوط و کاغذات کا پہونچانا اُس سے متعلق ہے اور دوسرے کسی کام مین اُسکو مداخلت نہین اور رزیڈنٹ اسکے خلاف اپنے آپکو تصور کرتا تھا اور اپنی جان کو ریاست کا نگران اور حاکم اعلیٰ سمجھتا تھا پس یہ صورتین مخالفت کی تھین یہانتک کہ رزیڈنٹ نے نواب سعادت علی خان کا ناک مین دم کر رکھا تھا ہر کام مین اُنکے دخل دیتا تھا خود ایسے نازک مزاج بنے تھے کہ نواب کے نوبتخانے مین حکم تھا کہ نقار خانے مین نقارے پر

ڈنکے کی چوٹ نہ پڑے کہ اس سے ہماری نیند اُچٹتی ہے اس عذاب سے نواب کو چھٹانے کا
وعدہ لارڈ مائرا الملقب بہ مارکوئس ہیسٹنگز نے کیا نواب نے بھی گورنمنٹ کے خوش کرنے کو
ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا کیونکہ اسوقت سرکار کمپنی کا خزانہ خالی تھا اور گورکھون کے
ساتھ لڑائی چھیڑنے کا ارادہ تھا مگر جب لارڈ مائرا ۱۸۱۴ء مین لکھنؤ کی طرف چلے تو نواب
سعادت علی خان مر گئے -

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ فی الحقیقہ کرنیل جان بیلی کا بھی قصور نہین کیونکہ بعض امرا ہر امر مین
اُنکو بہکاتے تھے اور اپنے تئین سرکار کمپنی کا خیرخواہ ٹھہراتے تھے جب لارڈ مائرا نے اول بار کوٹھی
رزیڈنٹی مین کرنیل بیلی سے ان لوگون کا حال پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ یہ لوگ سرکار کمپنی کے متوسل
اور خیرخواہ ہین لارڈ صاحب نے فرمایا کہ کس معنی سے آیا اُنھون نے ضرورت کے وقت کمپنی
کی مدد روپے سے کی یا فوج اور اسباب سے بلکہ ہماری دانست مین یہ سب صفت نواب صاحب
مین ہے کہ ہر طرح سرکار کمپنی کے شریک دولت رہتے ہین اور یہ لوگ تو محض اپنے بچاؤ
کے واسطے ہماری پناہ مین آگئے ہین - جب اس طرح اُنھون نے فرمایا تب ان لوگون کے
چہرے بگڑ گئے -

نواب کو مسموم کیے جانے کی وجہ

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ گورنر ولزلی صاحب جو نواب صاحب کے خاص
مصاحب اور نہایت دوست تھے اور یہان کے حال سے بالکل واقف تھے اور بطور رخصت
ولایت کو گئے تھے اُنھون نے ولایت مین یہ چاہا کہ اگر ایسے وقت مین نواب صاحب کے
حق مین مجھ سے کچھ بہتری ہوسکے تو میرا بڑا نام ہوگا اور اس امر کی درستی کے واسطے کوئی تدبیر

سوجھتی نہ تھی آخر معلوم ہوا لارڈ مائرا بادشاہ وقت یعنی جارج چہارم کے بڑے رفیق ہین لیکن قرضداری کے سبب اُنکی سب املاک رہن ہوگئی ہین گورنر والزلی صاحب نے خیال کیا کہ اگر نواب صاحب ایسے وقت مین انکے ساتھ سلوک کرین تو اسکا ثمرہ کسی وقت مل رہیگا چنانچہ نواب صاحب کو اس مضمون کی ایک چٹھی بھیجی اور نواب صاحب نے جسطرح بنا بطور تحفہ وغیرہ کے اُنکے پاس بہت کچھ پہونچایا۔ لارڈ مائرا اس دوستی غائبانہ سے اُنکے بہت احسانمند ہوے جب چوتھے جارج کے وقت مین یہ کلکتے کے گورنر جنرل ہوے تو اُنھون نے نواب صاحب کو ایک خط لکھا کہ مین ہندوستان اسی آرزو سے آیا ہون کہ پہلے آپ کے مقدمات کی درستی کرون نواب صاحب اسبات سے بہت خوش ہوئے یہانتک کہ اکثر اپنی صحبت مین کہتے تھے کہ گورنر جنرل آوین تو ہم نمکحرامون سے یون سمجھین گے اور اُنکے حق مین یہ یہ کرینگے ان باتون کو سنکر نمکحرام چوکنے ہو گئے اور اپنی جان و مال کے خطرے سے نواب صاحب کی جان کے خواہان ہوے قیصر التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے بحیلۂ طلب تحائف چھ لاکھ روپے بھیجے تھے اور اُس ضمن مین تین لاکھ روپے پل آہنی کی خریداری کے لیے بظاہر روانہ کیے۔

افضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ نصف ملک دینے کا صدمہ سعادت علی خان کے دل سے محو نہوا اور ہمیشہ تدبیر و اپسی مُلک منقسم و حصول دیگر ممالک مین مصروف رہے اور کوشش بلیغ سے وہ معاملہ صدر سرکار انگریزی سے درست ہو گیا قریب تھا کہ ظہور اُس کا خاص و عام مین ہو سعادت علی خان نے قفل حزم و ہوشیاری کو کلید زبان سے کھول دیا اعزۂ حاضر کی مجالس مین یہ لب پر آگیا راز فاش ہوا زمانہ کمین گاہ مین متر صد وقت تھا ایک عزیز خاص جسکو مار آستین کہنا چاہیئے مطلع ہوا اُس نے اُسی شب نواب کو زہر ہلاہل سے شہید کیا۔

(۳۳) لکھنؤ کے بےفکرے جنھین کھانے کے ہضم کرنے سے زیادہ کوئی کام دشوار نہین اُن کے

وقت گذارنے کے لیے ایک عجیب چورن تیار ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انگریزون خصوصًا اورنی صاحب کی معرفت نواب صاحب نے بادشاہ لندن اور ممبران پارلیمنٹ سے اس امر کی درخواست کی تھی کہ مملکت ہندوستان مین جس قدر حصہ سرکار کمپنی کے قبضے مین ہے اُسکی مستاجری نواب کو دیدیجائے۔ مصارف افواج اور ملازمون کی تنخواہ منہا ہونے کے بعد جسقدر روپیہ پس انداز ہوتا ہے اُسکو نواب ادا کرتے رہین گے اور سال بسال اضافہ بھی قبول کیا۔ ہندوستان کا جمع خرچ اُس زمانے مین ۴۵ کروڑ روپے کا تھا اور ہندوستان سے کمپنی کو بجز فاضلات کے کچھ پس انداز نہین ہوتا تھا۔ اس لیے یہ بات وہان پسند کی گئی کہ نواب سعادت علی خان کو تمام ہندوستان کی مستاجری دیدیجاے کیونکہ نواب کی دولتمندی کا ہندوستان بھر مین جواب نہ تھا چنانچہ لارڈ مائرا اس کام کی درستی کے لیے لندن سے گورنر جنرل کرکے بھیجے گئے تھے مگر گورنر جنرل کی تشریف آوری سے پیشتر ہی نواب کا انتقال ہوگیا یہ بات طلسم ہند مین بیان کی گئی ہے۔

انتقال نواب سعادت علی خان

نواب کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کرگئی تھی اور ورم جگر و استسقا کے مرض مین مبتلا تھے کئی مہینے تک حکیم علی شریف نے معالجہ کیا مگر اُنکا کوئی علاج راست نہ آیا کسی قدر افاقہ ہوا تھا کہ حکیم صاحب کی اجازت سے نواب بتقریب غسل صحت تامجان پر سوار ہوئے اور تھوڑے سے مصاحبونکو اپنے ساتھ لیکر درگاہ حضرت عباسؓ کی زیارت سے مشرف ہوکر تماشاے رقص و سرود مین مصروف ہوئے۔ پہر رات گئے آب یخنی طلب کیا نواب کے ساے رمضان علی خان نے جو دیوانخانے اور آبدار خانے اور دواخانے کا افسر تھا حاضر کیا

بعض کہتے ہین کہ جواہر علی خان خواجہ سرا نے اپنے ہاتھ سے دیا وہ پی کر پلنگ پر آرام کیا ابھی آنکھ نہ لگنے پائی تھی کہ طبیعت کا رنگ بدلنے لگا یکبیک چونک کر تین بار حضرت عباس علی کا نام مبارک لیا اور کلمات یاس زبان پر آئے اور عجلت کے ساتھ ولیعہد بہادر کو یاد فرمایا حکیم مرزا علی اور عصا بردار ابھی ولیعہد کے پاس نہین پہونچنے پائے تھے کہ روح نواب کے جسم سے مفارقت کر گئی منگل کا دن تھا اور پہر بھر رات گذری تھی اور ۶۳ برس اور کئی مہینے کی عمر تھی۔ قیصر التواریخ مین ۷۰ یا ۷۲ برس کی عمر غلط بتائی ہے کیونکہ وہ ۱۱۶۷ھ مین پیدا ہوے تھے۔ اسی وقت جان بیلی رزیڈنٹ مع ایک ڈاکٹر اور چند سرداران انگریزی کے پہونچ گئے یہان شب حیات تمام تھی مُنھ سے خون جاری تھا۔

رزیڈنٹ نے نواب مرحوم کے سرہانے پہونچکر اُنکے اوپر سے دوشالہ اُٹھوا دیا اور ڈاکٹر ولسن نے رفع شک کیواسطے اُنکے گلے مین تسمہ ڈالکر دونون کنپٹیون مین نشتر مارا کہ ایک طرف سے درسا خون اور دوسری جانب سے کچھ چربی نکلکر رہ گئی پس اُنکو مرجانے کا یقین ہو گیا یہ بات ملخص تاریخ اودھ مین مذکور ہے۔

سید دلدار علی صاحب مجتہد نے آکر لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا حاضرین کا بیان ہے کہ سینے پر نیلگون لکیر تھی رمضان علی خان کی نسبت زہر خورانی کا شبہہ ہوا تجہیز و تکفین کے بعد جس مکان مین غازی الدین حیدر خود رہتے تھے اُس مین مدفون ہوئے مشہور ہے کہ جب غازی الدین حیدر مسند نشین ہوے تو ظاہر کیا کہ جب مین نواب مرحوم کی مسند اور محل پر قابض ہوا تو مجھے لازم ہے کہ اپنا مکان اُنکو دون اس خیال سے فوراً حکم دیا کہ جس مکان مین وہ رہتے تھے اُسکو مسمار کر کے ایک قبر نواب مرحوم کی تعمیر ہو۔ یہ سانحہ جانگداز ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۲۹ھ کو گذرا بعض تاریخون مین تاریخ انتقال اسکے خلاف بیان کی ہے اُنکا لقب بعد وفات جنت آرامگاہ مقرر ہوا

تاریخ وفات زبان ناسخ سے۔

افسوس کہ نواب یمین الدولہ   از ملک فنا رفت بحکم تقدیر
تاریخ وفات او نوشتم ناسخ   افسوس وزیر بود اصف تدبیر

دیگر

دستور جہان بجنت آمد

دیگر

ہاتف بگفت آہ شدہ لکھنؤ خراب

دیگر

ناگہان رحلت ازین عالم نمود   زینت افزا شد بفردوس برین
من شنیدم سال تاریخش زغیب   آہ شد گنج سعادت در زمین

دیگر

توقع نہ از دور چرخ مقرنس   کہ دارد مدار قرارش بہ یک کس
فشارے دہد گر گلے را زخارے   برآرد زشاخ دگر نو رنورس
سعادت علی خان بہادر کہ بودہ   بکلی وجزئی کل آگاہ و خبررس
بہ بست و دوم از رجب اول شب   زتسنیم بے جوہرے سخت وناکس
بناگاہ جام شہادت چشیدہ   فغان زد کہ عباس فریاد مارس
بتاریخ فوتش رقم کرد واثق   کہ شد جنت آرام گاہِ مقدس

فائدہ مجموعۂ تحریرات خاندان مجتہد سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے حالت بیماری میں مولوی سندان وغیرہ کی وساطت سے شراب نوشی کی اجازت بطور علاج کے چاہی لیکن

اجازت اس بات کی نہ دیگئی اس سے معلوم ہوا کہ نواب آخر عمر مین مے کشی سے تائب ہو چکے تھے۔

نواب کی عادات اور دلی شوق۔میلان طبعی اہل علم و شرفا کی قدر دانی

نواب سعادت علی خان ارباب کمال کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آتے تھے ایک شخص خاندان مجد الدولہ عبد المجید خان سے جو شاہ عالم ثانی کے امرا سے تھا ادب و قاعدۂ سلطنت سے آشنا وضع قدیم پر پگڑی باندھے اور کپڑے پہنے سر سواری بار یاب مجرا ہوا نواب نے تاڑ لیا کہ یہ چراغ کسی عمدہ خاندان کا ہے بلا کر نوکر رکھا اور بیش قرار تنخواہ مقرر کر دی میر ابو القاسم خان کے جو بنگالے کے رئیسون سے تھے سات سو روپے مقرر کیے اور اُنکی بہت پاسداری کرتے تھے۔سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان کنبوہ بھی اُنکی قدر دانی سے سرفراز تھے یہ دونون شخص سرکار انگریزی مین تحصیلدار تھے لیکن انکی ثروت اور دولتمندی کی بنیاد اس عہد کے بعد سے پڑی۔خواجہ باسط کے نواسے میر امیر علی ایک سوز خوان تھے کہ علم موسیقی مین اُنھون نے پایۂ کمال حاصل کیا تھا مگر اپنے گھر ہی مین مجلس کر کے پڑھتے تھے نواب نے انکے شہرۂ کمال سے مشتاق ہو کر طلب کیا اُنھون نے انکار کیا اور کئی پیام و سلام کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر وہ حاکم وقت ہین تو مین سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہون اُنھین میرے یہان آنے سے عار کیا ہے نواب نے کہا کہ سید میرے یہان ہزارون سے زیادہ ہین میر صاحب نے اگر فخر پیدا کیا تو یہی کیا کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہو گئے خیر اُنھین اختیار ہے۔امیر علی صاحب نے یہ سُن کر خیالات چند در چند سے دکن کا ارادہ کیا۔سید انشاء اللہ خان کے بھتیجے بھانجے بھی

اُنکے شاگرد تھے - یہ لوگ بھی اُستاد کی رفاقت مین ترک وطن پر آمادہ ہوئے انشاء اللہ خان نے امیر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا - سید صاحب نواب کے نہایت مقرب تھے اُسی وقت دربار مین پہونچے نواب سعادت علی خان نے دوبارہ آنیکا سبب دریافت کیا اُنھون نے ایک غزل پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے -

دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا　　یارب بنا بنی مین ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اسوقت رخصت ہو کر چلا تو دل سے کہا کہ اپنے دولھا کی دُلھن (عروس سلطنت) کو ذرا دیکھون - حضور واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگھار سے سجی تھی - سر پر جھومر وہ کون مولوی دلدار علی صاحب کانون مین جھمکے وہ کون دونون صاحبزادے گلے مین نولکھا ہار وہ کون تفضل حسین خان علامہ - غرض اسی طرح چند زیورون کا نام لیکر کہا کہ حضور غور جو کرتا ہون تو ناک مین نتھ نہین دل دھک سے ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قائم رکھے یہ کیا نواب نے پوچھا وہ کون کہا حضور نتھ امیر علی صاحب بعد اسکے کیفیت مفصل بیان کی نواب نے ہنسکر کہا کہ اُنکی دوراندیشیان بیجا ہین - مین ایسے صاحب کمال کو فخر لکھنؤ سمجھتا ہون - غرض اُنکی تسلی کے لیے دوسو روپیہ درماہہ خانہ نشینی مقرر کر کے پروانہ اور ۵۰۰ روپے کا خلعت امیر علی صاحب کے واسطے انشاء اللہ خان کے ہاتھ بھیجا -

مرزا محمد حسین قتیل جو پہلے ہندو مذہب فرید آباد کے کھتری تھے پھر مسلمان ہو گئے - نظم و نثر مین اُستادی کے رتبے کو پہونچ گئے تھے قواعد فارسی وغیرہ کے بیان مین اُنکے کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک دیوان فارسی اُنکا مشہور و معروف ہے اور ۱۲۳۳ھ ہجری مین وفات پائی - مگر حافظ شیخ محمد ساکن قصبۂ دیوا علاقہ لکھنؤ نے جو مرزا کے ایک مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے اُس سے ۱۲۳۲ھ مین انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے -

خود آن کافر بگفتنا باسر کفر — قتیل کافر ایمانے ندارد

ایکدن انکو بھی نواب سعادت علی خان نے طلب فرمایا اور ملاقات چاہی مگر یہ شخص بہت آزاد وضع تھا عرض کرایا کہ حصول دولت ملازمت عین سعادت ہے لیکن چند عادات اپنی وضع آزادنے پسند کی ہین ایک یہ کہ مداریہ (حقہ گلی) سے طبیعت بہت مانوس ہے اور اُس سے ہردم شغل رہتا ہے - دوسرے دستار سے طبیعت اُلجھتی ہے فقط کلاہ سادہ مطبوع طبع ہے تیسرے جو علم حاصل کیا ہے اسکی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہون - اگر یہ تینون صورتین ناگوار خاطر عالی نہون تو طلب فرمائین فقیر حاضر ہے اور اگر خلاف رائے بندگان حضور ہے تو قیام شہر نامنظور ہے - نواب نے کہ علم دوست اور ہنر آشنا تھے یہ باتین قبول فرمائین اور بے تکلف آنیکی اجازت دی - مگر تعظیم کو کس پردے مین بچایا کہ جسوقت مرزا قتیل کے دروازے پر پہونچ جانے کی خبر ہوئی پہلے سے اُٹھکر ٹہلنا شروع کیا جسوقت مرزا نے دروازے مین قدم رکھا پہلے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی بعد اُسکے بیٹھے باقی حقہ رہا ادھر اُسکی طرف نواب نے آپ توجہ نہین فرمائی اور اُدھر مرزا نے بھی دم نہین مارا - رہی کلاہ سادہ وہ زیب سر تھی - نواب کی انشا پردازی بھی مشہور تھی اور نواب ہر امر مین سلیقہ اور صفائی کے پابند تھے اُنھون نے حکم دیا تھا کہ اہل دفتر خوشخط لکھین اور فی غلطی حرف پانچ روپیہ جرمانہ اور فی نقطہ ایک روپیہ جرمانہ اتفاقاً اسے اعلےٰ درجے کے اہل انشا ہین مولوی یحییٰ ایک شخص تھے اُنھون نے فرد حساب مین اجناس کو اجناس لکھدیا - نواب سعادت علی خان تو خود ہر شے پر نظر رکھتے تھے اُنکی بھی نگاہ پڑگئی مولویون کو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے اُنھون نے کچھ قاموس اور کچھ صراح سے اجناکے معنی بتائے کچھ قواعد نحو سے ترخیم مین لیگئے نواب نے سید انشاء اللہ خان شاعر کو اشارہ کیا اُنھون نے ملائے رباعیون اور قطعون کے اُلّو کردیا ایک منشی نے نوع کو نو لکھدیا تھا نواب نے اپنے خاص

قلم سے یہ فقرہ تحریر کیا منشی نوکہ لفظ نوع را بطرز نو نوشتہ عین خطا کرد لہذا ہفتاد روپیہ جرمانہ گیرند اس مین لطف یہ رکھا تھا کہ لفظ عین کے ستر عدد ہین اتفاقًا کسی جلسے مین نواب کے قلم سے املا غلط نکل گیا منشی پھولا نا تھے مہتمم منشی خانہ نے وہ کاغذ حضور مین لاکر عرض کیا کہ آج صحت اس لفظ کی خانہ زاد کو ہوئی کہ اس املا سے درست ہے نواب نے اپنی نسبت اس طرح جرمانہ کیا کہ منشی خانے کے جملہ منشیون کی تنخواہ دوچند ہوگئی اُسوقت کا فن کمال یہی تھا کہ زبان فارسی یا اُردو یا عربی مین نظم و نثر لکھ لینا بعض قریب الفہم محسنات بدیعی اور بیش پا افتادہ اوزان شعر سے واقفیت رکھنا یا ارسطو کے فلسفے کی موٹی موٹی باتین زبان عربی مین طوطے کی طرح رٹ لینا وغیرہ وغیرہ۔

ایک خیاط نوکر قدیم نے عرضی اضافۂ معاش کی گذرانی نواب نے اُسپر دستخط کیے ع

گر زمین را بآسمان دوزی نہ دہندت زیادہ از روزی

انشاء اللہ خان دریاے لطافت مین سعادت علی خان کی فصاحت لسانی کی بڑی تعریف کرتے مین اور وہ کہتے ہین کہ جس کسی کو میرے قول مین خوشامد کا گمان ہو اُسکو نواب کے حضور مین خاص کر ہولی کے موسم مین آنا شرط ہے تاکہ دیکھے کہ راجہ اندر پریون کے اکھاڑے مین اچھا معلوم ہوتا ہے یا نواب حور نژادونکے مجمع مین اور اس قدردانی کی وجہ سے دہلی کے تمام اہل کمال لکھنؤ مین چلے آئے اور جو کچھ اہل دہلی کو نواب کے سایۂ عاطفت مین میسر ہے وہ دہلی مین خواب مین بھی میسر نہین۔

نواب سعادت علی خان ارباب نشاط کے بھی بڑے قدردان تھے۔ ایک شخص پرگاش نامے الہ آباد سے آیا تھا اور لکھنؤ مین اپنے فن والون سے گوے سبقت لے گیا تھا تاشے اور کوڑی پر رقص کرتا تھا اور کوئی دقیقہ علم موسیقی کا اُس سے فروگذاشت نہین ہوتا تھا

نواب تک پہونچا نواب نے اُسکی بیش قرار تنخواہ مقرر کرکے جابجا جانیکی ممانعت کی۔ سُندر طوائف نواب آصف الدولہ کی نوکر تھی اور وہ وزیر علی خان کے عہد مین محل سے نکلی تھی خیال گانے مین یکتا تھی اور حسن وجمال مین بے مثل تھی نواب سعادت علی خان بھی اُس کے حُسن پر فریفتہ ہوکر جولیے مواصلت تھے۔ جب یہ نواب ہوے تو وہ طوائف سید قاسم علی فرزند میر انور داستان گو پر فریفتہ تھی نواب نے یہ خبر سُن لی تو اکثر اُس سے فرماتے تھے کہ ہر چند دل سے تجھپر رغبت ہے لیکن تیری طبیعت دوسری جانب گرفتار ہے اسلیے مجھکو تیرے وصل سے انکار ہے کہ بے لذت ہے۔ غرض اس قدر طبیعت پر قابو تھا کہ گو اُسپر مائل تھے لیکن عالم مے کشی مین بھی کہ حیا وحجاب کا خون کرتی ہے اُسکی طرف ہاتھ نہین بڑھایا اور انعام وغیرہ دیتے رہے نواب ایسے حُسن دوست تھے کہ اہل شہر حُسن پرستی کا لفظ اُنکی نسبت اطلاق کرتے تھے نواب کو دانشمندون اور صاحب کمالون سے صحبت مین گرمجوشیان تھین اور بے علمون سے نفرت کلی تھی۔ ایکدن ایک گدھا رمنہٗ خاص مین گھُس آیا اور بھیڑون کا دانہ کھانے لگا نواب کی نظر پر چڑھ گیا گرفتار ہوا منسارام نام رکھا گیا اور وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک شخص منسارام نہایت احمق تھا اُسکو خر کہتے تھے۔ یہ گدھا چند گدھیون پر چھوڑا گیا بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ ایکدن نواب محل مین داخل ہوئے محل کی عورتون کو دیکھا کہ بادلہ اور مقیش سے زیور تیار کرکے گردن اور گلے مین پہنا ہے خواجہ سراؤن کو حکم دیا کہ تمام طلائی اور مرصع کار زیور اُنکے چھین لو اس حکم کی تعمیل ہوئی چند روز ضبط رہا اور پھر عنایت ہوا۔

لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسوقت مین بھی اہل لکھنؤ نے کوئی اخلاقی اور مادی ترقی نکی اور نہ علم وفنون مین کارآمد تصنیفات کا ذخیرہ جمع ہوا جس سے لکھنؤ اور اہل لکھنؤ کو نیکنامی اور دولت وپائداری حاصل ہوتی عیش وعشرت ولہو ولعب اور ہنسی و مذاق کی

تمام گلزار لکھنؤ مین بہار تھی اگرچہ شگفتہ طبعی ہر جیتے جی کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور ہے مگر نہ اس قدر جیساکہ اہل لکھنؤ نے اس مین حصہ لیا تھا اور دلیل اس پر یہ ہے کہ میر انشار اللہ خان متخلص بہ انشا نے جو نواب سعادت علی خان کے بڑے مصاحب اور اُنکی خلوت و جلوت کے شریک تھے نواب کے حکم اور اُنکے نہایت شوق سے کتاب دریاے لطافت زبان اُردو کی صرف و نحو و منطق و عروض و قافیہ و بیان مین لکھی ہے اور جیساکہ زبان عربی اور فارسی مین ان علوم کی تحقیق کیگئی ہے اُسی کے مطابق اس کتاب کو آراستہ کرنے کا دعوے کیا ہے اور ذخیرہ جاودانی سمجھا ہے اس کتاب مین ایسے تمسخر اور استہزا و فحش کا خاکہ اُڑایا ہے کہ اُسکو دیکھ کر شایستگی کبھی آنکھین بند کر لیتی ہے کبھی کانون مین اُنگلیان دے لیتی ہے اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ کی طبیعتین عوام سے لیکر خواص تک عیاشی کی طرف نہایت مائل تھین اور اصلی تہذیب و شایستگی مزاجون مین بہت کم باقی تھی اور اسکی تصنیف مین مرزا محمد حسن قتیل بھی شریک ہین مگر اس حمام مین سب ننگے تھے انکے یہان بھی سولے شہدپن کے کوئی بات نہین تمام کتاب مین مثالین بھی وہی دی ہین جن مین عورتون کے متعلق خرافات ہے مثلاً مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہہ پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم کہتے ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن کی جگہہ چت لگن چت لگن چت لگن چت لگن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کی جگہہ بی جان پری خانم بی جان پری خانم لکھتے ہین اور فعول فعلان فعول فعلان کی جگہہ۔ کہتے ہین لگوڑ بی جان لگوڑ بی جان۔ صنعت عکس کی مثال مین لکھتے ہین ؎ پیازو ہمین دیگی بلا کرئی گالی۔ صنعت توشیح کی مثال مین لکھتے ہین وہ پیازو کو آج کمیا کے یار نے بندی کے گھر ناحق ناحق الفو کے سامنے مارا گھر مین سندری تھی سو وہ دو شالے کی گاتی باندھے جوڑی بجا رہی تھی خوب جب غل ہوا تو اُٹھ گئی اور کوٹھے پر جاکر لیٹ رہی

اور جو نوچیان تھین ہے ہے کرنے لگین سر فراز ہو تو روئی"۔ صنعت معرب کی مثال مین لکھتے ہین "اے تیری بیٹی کے پیچھے مین میخ ایضاً چنیا ل کب کا وعدہ کر گیا ہے مان کا لوڑا ابتک آتا ہے ایضاً جو تم مجھکو کون دو تو تم کو گُدم دون"۔ اور زحاف کا نام سندگار رکھا ہے اور رکن سالم کا صاحب طائفہ رقاصہ و خانگی اور فرع کا نوچہ صاحب طائفہ یا کنیزان خانگی نام مقرر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ ایسی باتون کے نہایت دل دادہ تھے انکو عیش و نشاط اور صحبت ارباب نشاط کے سوا کسی امر ترقی ملک و قوم اور رفاہ خلائق کی طرف توجہ بہت ہی کم تھی اور نواب بھی ادھر بخوبی رغبت رکھتے تھے جس کی بدولت زنانہ مزاجی و بے ہمتی اور بزدلی عام لوگون مین پیدا ہو گئی تھی۔

نواب سعادت علی خان کی ازواج واولاد

آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ خان خانان پسر اکبر خان خلف پنجمین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی بیٹی نواب سعادت علی خان کو منسوب ہوئی تھی لیکن نواب احمد خان نے شادی روک دی اور کہا کہ جب تک لکھنؤ کے خاندان کی کوئی لڑکی میرے بیٹے محمود خان کو نہ ملے گی تب تک خان خانان کی لڑکی لکھنؤ نہ جائیگی نواب سعادت علی خان کی اُس بی بی کا نام جس سے اکبر آباد مین بیاہ ہوا تھا اور خاص محل کہلاتی تھی افضل بیگم ہے اس کے باپ کا نام مدارالدولہ سید یوسف علی خان تھا اور مان کا نام مستورہ بیگم بنارس مین انتقال کیا اور گاگُنڈ کے پاس مقبرہ ہے۔ اس بیگم سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام امیر مرزا خان تھا اور دوسرے کا امراؤ مرزا خان ایک چیچک سے دوسرا مرض الموت سے طفولیت مین مر گیا۔

نواب سعادت علی خان کو اپنی تمام بیگمات مین جلال الدولہ کی مان سے زیادہ محبت تھی بنارس مین اُسکو اپنی زوجہ بنایا تھا- پہلے یہ بیگم ٹاٹ محل کے نام سے مشہور تھی اب خاص محل خطاب ہوا کہتے ہین کہ اس بیگم کے پائون مین پدم تھا ایک نجومی نے نواب سے عرض کیا تھا کہ اسکا خاصہ یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کی بی بی ہو- مگر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حضور نے اُسے عوام سے داخل خواص محل کیا- نواب نے اپنی مسند نشینی کے بعد اسکو نوابگنج کا علاقہ جسکی جمع ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ تھی عطا کیا-

تنبیہ جب مین نواب کی اولاد پر نظر کرتا ہون تو افسوس ہوتا ہے کہ اُنکا جانشین ایسا صاحب توفیق نہوا کہ اُنکے مصالح کی پیروی کرتا اور دست و بازو دولت و اقبال کا ہوتا نواب کی زبان سے شمس الدولہ اور جلال الدولہ کی نسبت کبھی کبھی نکل جاتا تھا کہ بڑے مرزا سے تو یہ دونون ہونہار معلوم ہوتے ہین- مگر بڑے بیٹے کے ہوتے انکا کچھ حق نہ تھا-

نواب سعادت علی خان کے بیٹے صاحبات محل سے

(۱) نواب غازی الدین حیدر خان عرف بڑے مرزا-

(۲) نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ نجم الملک صولت جنگ انکی شادی حضرت بیگم بنت نواب شوکۃ الدولہ عرف مرزا جھجّا سے ہوئی-

(۳) نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان- یہ جہان آرا بیگم عرف کھیتبو بیگم بنت نواب حسین الدین خان سے کتخدا ہوئے نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ یہ حسین الدین خان ذریات قمر الدین وزیر اعظم محمد شاہ سے تھے اور آصف الدولہ کے عہد مین لکھنؤ مین آکر مقیم ہوئے تھے انکے ایک بیٹا تھا جسکا نام امام الدین خان عرف خوجم صاحب تھا اور ایک بیٹی تھی جو نواب نصیر الدولہ سے

بیاہی گئی - لیکن قیصر التواریخ مین مذکور ہے کہ امام الدین خان کی بیٹی سے نصیر الدولہ کتخدا ہوئے تھے اور یہ امام الدین خان حسین الدین خان کے باپ تھے -

(۴) نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان بہادر ذوالفقار جنگ انکی شادی لطف علیخان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو مجنون تھی کوئی اسکے بطن سے اولاد نہوئی -

(۵) نواب اعتماد الدولہ مجاہد الملک مرزا حسین علی خان مہابت جنگ انکی نسبت شہامت علیخان عرف مرزا بھورا کی بیٹی سے ہوئی نصیر الدین حیدر کے وقت مین رخصت عروس ہوئی تھی -

افضل التواریخ مین بہاء الدولہ منیر الملک حسین علی خان بہادر جلادت جنگ لکھا ہے

(۶) نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان انکا عقد مسماۃ وزیر بیگم بنت میرن صاحب ابن میر نعیم خان سے ہوا -

(۷) نواب صادق علی خان انکی شادی نواب نور علی خان ساکن ٹرنگ پٹن ایک مدراسی امیر کی بہن کے ساتھ ہوئی -

(۸) نواب جلال الدولہ شجاع الملک مہدی علی خان بہادر شجاعت جنگ انکی شادی نہین ہوئی بنام نامی امرا فقط دو تین حرم تھین افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ یہ جلال الدولہ نشاط باغ املاک مہاراجہ ٹکیت رائے مین اکثر مقیم رہتے تھے مشہور یہ ہے کہ دو تین عورات عوام سے صحبت تخلیہ مین حاضر رہتی تھین -

(۹) نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان یہ نواب خاص محل کے پاس رہتے تھے سعادت علی خان کے انتقال کے بعد غازی الدین حیدر نے چار ہزار روپیہ درماہہ مقرر کر دیا اپنے سب بھائیون مین بہت لائق تھے انکی شادی خود پسندی سے ہوئی تھی -

(۱۰) نواب رکن الدولہ ناظم الملک مرزا محمد حسن خان بہادر بہرام جنگ غازی الدین حیدر نے

انکا عقد نکاح نواب عباس قلی خان کی بیٹی سے کیا تھا جن سے نہ موافقت رہی نہ اولاد رہی ایک اور بی بی سے دو بیٹے شمس الدولہ اور آفتاب الدولہ پیدا ہوئے افضل التواریخ مین انکی اولاد کا نام امیر الدولہ احتشام الملک علی حسین خان بہادر شجاعت جنگ اور شمس الدولہ مختار الملک علی حسن خان بہادر مستقیم جنگ لکھا ہے جبکہ نواب سعادت علی خان کا خطاب ناظم الملک تھا تو انکی وفات کے بعد یہ خطاب مرزا محمد حسن خان کو ملا ہوگا مین نے افضل التواریخ مین یہ خطاب انکے نام کے ساتھ دیکھا ہے - یا نظام الملک کو ناظم الملک کر دیا ہے -

نواب کی بیٹیان صاحبات محل سے

(۱) خیر النسا یہ سب بہنون سے بڑی تھین اور غازی الدین حیدر کی حقیقی بہن تھین انکی شادی میر شاہ علی بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے ہوئی انکے بطن سے اولاد نہوئی انھون نے ایک لڑکی اپنی اولاد کی طرح پرورش کی تھی جسکی شادی غازی الدین حیدر کے عہد مین مرزا نظام الدین حیدر بن نواب نجابت علی خان سے کی گئی -

(۲) فاطمہ بیگم یہ نصیر الدولہ کی حقیقی بہن تھین انکی شادی مرزا ابو طالب خان سے ہوئی تھی افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ انکے بھائی نے اپنے عہد حکومت مین انکو زبدۃ الخواتین عصمت قباب تقدس احتجاب ملکۂ زمان شریف النسا نواب فاطمہ بیگم لقب دیا تھا -

(۳) فخر النسا بیگم انکی شادی نواب میر کلو بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے ہوئی ان کے ایک بیٹی مسماۃ وزیر بیگم پیدا ہوئی جس کی شادی مرزا شاہ میر خان کے بیٹے سے ہوئی تھی -

(۴) ولائتی بیگم انکی شادی نواب حسین الدین خان بن نواب امام الدین خان سے

ہوئی۔ نواب حسین الدین خان واجد علی شاہ کے نانا تھے جیساکہ قیصر التواریخ مین ہے۔ لیکن نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ امام الدین خان کے ساتھ ولائتی بیگم بیاہی گئی تھین جو حسین الدین خان کے بیٹے تھے۔

(۵) ننھی بیگم انکی شادی نواب احمد علی خان بن نواب محمد علی خان سے ہوئی۔

رفیع الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان شہامت جنگ بن نواب سعادت علی خان

نواب موصوف ۲۴۔ اگست ۱۷۷۴ء مطابق عشرۂ ثانیۂ جمادی الاخری ۱۱۸۸ ہجری کو مقام بسولی مین پیدا ہوئے تھے جیساکہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے اُسوقت مین شجاع الدولہ روہیلکھنڈ مین روہیلیونکے استیصال کے لیے گئے ہوئے تھے انکی عمر مسند نشینی کے وقت اکتالیس برس کی تھی۔

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کا التفات دلی شمس الدولہ پر بہ نسبت دوسرے فرزندونکے بوجہ لیاقت و کارگزاری کے زائد تھا اور اسوجہ سے کار نیابت اُنکے تفویض رہا مرزا غازی الدین حیدر عرف بڑے مرزا سے جو از روے شرع و رواج خاندان مستحق ریاست تھے کشیدہ خاطر رہتے تھے ان وجوہ سے ہر شخص کو یہ گمان قوی تھا کہ بعد رحلت نواب سعادت علی خان کے شمس الدولہ بہ محرومی فرزند اکبر مسند نشین ہون گے ہر دو فریق کے کارپرداز اور خیرخواہ اپنے اپنے آقا کے سود و بہبود مین سرگرم رہتے تھے تاریخ اجودھیا مین لالہ اجودھیا پرشاد صاحب کہتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کے وقت مین اُنکے فرزند دوم شمس الدولہ کارپرداز مہمات سلطنت تھے اور تمام تر اجراے کار ممالک انھین کے

ہاتھون سے ہوتا تھا بڑے بیٹے غازی الدین حیدر بڑے مرزا کے نام سے پکارے جاتے تھے
عیش وعشرت انکی گھٹی مین پڑی تھی مگر مزاج مین جرأت خداداد تھی جب عوام کی نظر باسباب
ظاہر وارث تخت وتاج مالک باج وخراج ہونے کے واسطے پڑتی تھی تب اُنکی نگاہ خونخوار شمشیر آبدار پر
دیکھی جاتی تھی اور اکثر زبان سے یہی نکل گیا ہے کہ میرے سوا کسکو دست قدرت ہے کہ سریر
سلطنت پر قدم رکھے اس ہمت مردانہ کی سند اُس روایت معتبر سے ملتی ہے کہ ایک مرتبہ
نواب سعادت علی خان نے اپنے سب فرزندون کو واسطے تعمیر عمارت کے روپیہ عطا فرمایا
سب نے عمارتیں اپنی اپنی ضرورت کے موافق بنالین لیکن اُنھون نے دوسرے کامون مین اپنا روپیہ
صرف کر ڈالا جب یہ خبر نواب صاحب کو پہونچی اُنکو طلب کر کے دریافت کیا کہ تمھارے بھائیون نے تو اپنی اپنی
عمارتین تیار کرلین تم نے ابتک کیون توقف کیا بڑے مرزا نے عرض کیا کہ جو عمارتین حضور تعمیر
فرمارہے ہین وہی میرے لیے کافی ہین اس جواب سے نواب خاموش رہ گئے اور سمجھ گئے
کہ کاتب تقدیر نے فرمان تخت نشینی اسی دلاور کے نام لکھا ہے چنانچہ وہی معاملہ پیش آیا۔

غازی الدین حیدر کی تخت نشینی

ایک پہر رات باقی تھی کہ نواب رمضان علی خان داروغۂ دیوان خانہ نے
جو نواب سعادت علی خان کا سالا اور بہت معتمد اور شمس الدولہ کا معین تھا فوراً دوڑ کر
کرنیل جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کو اس امر کی اطلاع کی اُنھون نے اُسیوقت ایک شتر سوار کو
حکم دیا کہ منڈیاؤن کی چھاؤنی سے پلٹنونکو بندوبست کے واسطے لائے اور مرزا جعفر اور
مرزا حاجی کو بلانے کے واسطے ایک آدمی کو بھیجا اور ڈاکٹر و تسن صاحب اور کپتان فارجن صاحب
اور ۲۳ سپاہیونکو اپنے ساتھ لیکر فرح بخش مین پہونچے اور سب دروازے ایوان شاہی کے
بند کرا کے مناسب موقعون پر پہرے کھڑے کر دیے شمس الدولہ اپنی فکر مین مصروف تھے

اور رزیڈنٹ کا خیال بھی شاید بلحاظ کارپردازی انھین کی جانب تھا اور درحقیقت یہ نوجوان
بار فرمانروائی اُٹھانیکی قابلیت بھی رکھتا تھا مگر مشیت ایزدی کچھ اور تھی رزیڈنٹ اس فکر مین
تھے کہ شمس الدولہ نماز پڑھنے کو اپنے مکان کو روانہ ہوئے حکیم ظفر علی خان اُنکے مصاحب نے
عرض کیا کہ اس وقت یہان سے آپکا جانا مناسب نہین مگر اُنکو غرہ تھا کہ ریاست میرے لیے
ہے اگر مین یہان نہ ہونگا تب بھی ضرور ہے کہ طلب کرکے رئیس بنایا جاؤنگا اسلیے جواب دیا
کہ میرے یہان رہنے کی کوئی ضرورت نہین جب تک مین یہان نہ آجاؤنگا یہ امر ملتوی
رہیگا محمد غلامی نواب مرحوم کے ایک اردلی نے نواب غازی الدین حیدر کے پاس جاکر یہ سب
حال کہہ سنایا اور راجہ بختاور سنگھ نے گزارش کیا کہ یہی وقت کشش درگوشش کا ہے خود بدولت فوراً اٹھ کھڑے
ہوئے تلوار اور دو رفیق مرنے مارنے والے ساتھ تھے ہر طرف کے دروازے بند پائے ہمت نے
کمند ڈالدی مع راجہ بختاور سنگھ ایک دیوار پر چڑھکر نواب خاص محل کے محل کی سقف سے
بارہ دری مین داخل ہوئے اور اُس مقام پر جا پہونچے جہان لاش نواب کی رکھی تھی تلوار
خونخوار نے ایک ہاتھ چلکر پہرے والے کے سر سے اپنی نذر لی اور یہ بالین پدر پر آکر ایک طرف
بیٹھے خود رو رہے تھے مگر دوسری جانب انکا اقبال ہنس رہا تھا آغا میر بھی کہین سے راہ پاکر
آموجود ہوئے رزیڈنٹ یہ خبر پاکر غور مین پڑ گئے اور اپنے ہمراہیون سے انگریزی مین کچھ گفتگو کی
کہ اس مین شمس الدولہ کا بھی نام آیا اور شمس الدولہ ہاتھی پر سوار ہوکر دروازے پر آگئے تھے
ایک مدت سے آغا میر کو مرزا حاجی کے ساتھ رسوخ تھا اُس وقت مرزا نے آغا میر کے
اشارے سے اپنے باپ مرزا جعفر کو یاد دلایا اور کہا کہ یہی وقت ہے ایسا نہو کہ مدت کی محنت
مفت رائگان جائے مرزا جعفر نے کرنیل صاحب سے کہا کہ مجھے اس وقت کچھ آپ سے کہنا ہے

سلہ دیکھو تاریخ اجودھیا ۱۲

پہلے تو اُنھون نے کچھ توجہ نکی جب انھون نے کئی بار کہا تب کرنیل صاحب روکھے ہوکر بولے
کہ ہان ہان مجھے معلوم ہے جو آپ کہین گے وہ دیوانہ ہے مرزا جعفر نے بھی برہم ہوکر کہا کہ میری
ایک بات تو سُن لو کہ قانون اور ضابطہ کے موافق بڑی اولاد کو ریاست کا حق پہونچتا ہے
اگر اُسکی دیوانگی صدر مین ثابت ہو جائیگی تو اُسکے بٹھانے اور اُٹھانے کا سرکار کو اختیار ہے
رزیڈنٹ نے اسبات کو سُن کر مجلس مشورت آراستہ کی بعض اشخاص شمس الدولہ کی قابلیت کو
ترجیح دیتے تھے اور اکثر استحقاق کو مقدم کرتے تھے ہنوز کوئی امر طے ہونے نہین پایا تھا کہ
رزیڈنٹ نواب سعادت علی خان کی لاش پر مع ڈاکٹر بجہت تصدیق وفات آئے ہونہار
بادشاہ نے فوراً رزیڈنٹ کا ہاتھ پکڑ لیا جس سے غالباً درخواست دستگیری نکلتی تھی اور ایسی کچھ
تقریر کی کہ اُنکے خیالات بدل گئے اور قباے شاہی انھین کے قامت زیبا پر راست دیکھی
جو کلمہ رزیڈنٹ کی زبان سے نکلا روایت کیا جاتا ہے کہ آپ مطمئن رہین آپ ہی مسند نشین
ہونگے رزیڈنٹ اپنے ہمراہی انگریزونکے ساتھ تھوڑی دیر خلوت مین کچھ گفتگو کرتے رہے
اور پھر غازی الدین حیدر سے تخلیہ کر کے باہم عہد و پیمان مستحکم کر لیا اور نصیر الدولہ وغیرہ
اُنکے دوسرے بھائیون سے کہا کہ نواب سعادت علی خان کے مرنے کا ہمکو کمال رنج ہے۔ مگر بجز
صبر کے کیا کیا جائے تم بھی صبر کرو اور نواب غازی الدین حیدر کو بمنزلے جنابعالی کے تصور کرو
کیونکہ وہ سب سے بڑے بیٹے ہین یہ بھی بزرگانہ طریق سے پیش آئینگے کوئی مہربانی کا امر دریغ
نہ رکھین گے کیونکہ یہ خلاف سے دور ہین سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم والد کی حیات ہی مین
انکو باپ سے کم نہین جانتے تھے اور اب کہ سرکار کمپنی کی اعانت سے رئیس ہوتے ہین تو پھر
کیسے ہم انکو جنابعالی سے کم سمجھین گے بہر صورت ہم اُنکو اُسی طرح اب بھی سمجھتے ہین جبکہ رزیڈنٹ کو
انکی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو شمس الدولہ کو جو انگریزی سپاہیونکی ممانعت کی وجہ سے

دریچۂ بارہ دری کی راہ سے اندر نہین گھس سکتے تھے طلب کیا جب وہ یہان پہونچے تو دوسرا رنگ دکھا رزیڈنٹ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو دوسرے بھائیون سے کہی تھی چونکہ یہ مسند نشینی کے مدعی تھے ان کلمات سے برہم ہو کر بولے کہ ہمکو ان باتون سے سروکار نہین جو کچھ آپ مناسب جانین کرین رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ رنجیدگی کا کلام ہے پھر اُس نے کہا کہ زمانے کا رسم یہی ہے کہ باپ کا جانشین بڑا بیٹا ہوتا ہے مین نے جو کچھ آپ سے کہا ہے رسم کے خلاف نہین کہا ہے شمس الدولہ نے جواب دیا کہ یہ بات آپکی درست ہے مگر جبکہ رئیس نے اپنے سامنے کسی کو امتیاز نہ دیا ہو اور مجھکو باپ نے اپنا نائب اور ولیعہد بنایا تھا تو اس صورت مین میرے کام مین پھر کیون تردد کیا جاتا ہے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ اگر اپنے منصب کے خواہان ہو تو وہ اب بھی موجود ہے لیکن ریاست شے دوسری ہے اور اُسکو ضیا لعالی نے کسی کے نام پر مقرر نہین کیا ہے یہ فقط بڑے بیٹے کا حق ہے پس وہ رئیس ہوئے اور آپ نائب ہین گے۔ شمس الدولہ بولے کہ مین اپنے باپ کا ولی عہد اور نائب تھا۔ اب مجھکو یہ خدمت دوسرے کے سامنے منظور نہین یہ منصب بھی کسی اور کو دیدیجیے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپ کو اختیار ہے۔ غرضکہ رزیڈنٹ نے غازی الدین حیدر سے اس مضمون کی ایک تحریر لیکر کہ نواب سعادت علی خان کے طریق کے خلاف جو صاحبان انگریز خاص کر صاحب رزیڈنٹ کے ساتھ جاری تھا کوئی مالی یا ملکی کام جان بیلی صاحب کے مشورے کے بغیر ظہور مین نہین آئیگا اُنکو جانشین کیا مبارکباد کی توپین سر ہوئین اور حاضرین دربار کو نذر پیش کرنے کا حکم ہوا جب نواب کے دوسرے بھائی شمس الدولہ کی نوبت آئی تو اُنھون نے مجبوراً ایک ہاتھ سے نذر پیش کی غازی الدین حیدر نے ظرافت کے طور پر اس ڈھب سے ہاتھ نذر پر ڈالا کہ اشرفیان زمین پر بکھر گئین اور شکر رنجی مین تلخکامی بڑھ گئی تاریخ جلوس اس مصرع سے نکلتی ہے

؎ خرد گفت جشن وزارت مبارک

منشی عبدالاحد رابط نے ایک تاریخ لکھی ہے جسکے نو شعر ہین اس تاریخ مین یہ صنعت رکھی ہے کہ پہلے مصرعون کی ابتدا سے ایک ایک حرف لیکر اُنکے عدد نکالین تو سنہ ہجری پیدا ہوا اور انھین مصرعون کے آخر کا ایک ایک حرف جمع کر کے عدد لین تو سنہ فصلی نکلے اور دوسرے مصرعون کے پہلے حروف کے جمع کرنے سے سنہ عیسوی ظاہر ہوا اور ان مصرعون کے حروف آخر کے اعداد سے سمت بکرمی معلوم ہو۔

زہے غازی دین عالیجناب — وزیر الممالک سعادت مآب
بعالم در آمد چو اقبال او — سر مقبلان گشت پامال او
خداوند ملک و خداوند جاہ — رعیت نواز و عدالت پناہ
فریدون جنابے بہ نیروے بخت — تہمتن رکابے ببازوے سخت
نریمان دستان فولاد دست — بہم دستیش دست یکسر شکست
ملک شاہ ثانی بہ جود و سخا — جہان مروت سحاب عطا
شکوہش نہ بس سر برفعت فراشت — شکوہ فلک نام رفعت گذاشت
قدیرے کہ از دست تقدیر خویش — نمودہ جہان را بتدبیر خویش
نگہدار داور البطف خودش — رساند بخوبی بہر مقصدش
بتاریخ ہندی چو خمسین وسبع — کم آمد عدد گفت فی الفور طبع
کہ رابط مکن فکر دور و دراز — بسر ناز برگیر و پاے نیاز
۵۰

دیگر

وزیر غازی دوران و رستم آفاق — پئے جلوس وزارت نمود بادل شاد

ندا رسید زہاتف بمن کہ تاریخش بگو سعید بتو دائما وزارت باد

دیگر

بالش خیر وہم سعادت یافت از جلوسش چو نو سرافرازی
زدہ پاسے و سر اعادی گوے واثقا سال حیدر غازی

دیگر

باطالع سکندر غازی دین حیدر گردید مسند آرا بالخیر والسعادت
بود از رجب سہ شنبہ بست و دوم خوش آوان پر نغمہ گوشہا شد از کوسہاے نوبت
سال جلوس واثق می جست با دل خوش ناگہ سروش شادی داد از فلک بشارت
برخوان سر اعادی برکندہ در حضورش انوار صد فزودی با مسند وزارت

غازی الدین حیدر کی مسند نشینی کی تاریخ وزیر نامے مین ۳- رجب ۱۲۲۹ھ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۸۱۴ء لکھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اُسدن ۱۲- جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۲ رجب ۱۲۲۹ھ ہجری تھی اور اسی تاریخ لنکے اور گورنر جنرل کے درمیان ایک عہدنامہ قرار پایا جسکی رو سے سابق کے تمام عہدنامے جو اگلے نوابونکے ساتھ قرار پائے تھے کلیۃً بحال اور برقرار رہے سب مقربین کو خلعت ملے مدار المہامی کا خلعت بلاشرط نیابت آغا میر کو عطا ہوا اور عہدہ واصل باقی پر دیا کرشن کو منسوب کیا اور اُسکو راجہ کا خطاب دیا منظفر علی بن لطف علی خان نے خلعت توپخانے کا اور اہتمام سواری کا پایا اور ولی عہدیکا خلعت مرزا نصیر الدین حیدر کو عنایت ہوا- اس وقت سے فخر الدین احمد خان معروف بمرزا جعفر اور قمر الدین احمد خان معروف بمرزا حاجی کا دور رہوا- غازی الدین حیدر نے مرزا حاجی کی خدمتون پر نظر کر کے کہا کہ اگر نیابت کا خلعت تم چاہتے ہو تو موجود ہے- لیکن

تمھارے باپ کے واسطے مین راضی نہین ہون مرزا حاجی نے باپ کا خیال کرکے خلعت نہ لیا اُنھین دنون مرزا جعفر کو غم کے سبب سے دق کی بیماری ہوگئی اور اس مرض مین انتقال کیا

تاریخ وفات مرزا جعفر

میرزا جعفر کہ دائم از امامِ جعفر ستش   حب بر دل بود این بر ہر دو عالم ظاہر ست
بہر تاریخ وفاتش چون تامل شد مرا   آمد از ہاتف ندا جعفر بہ نزد جعفر ست

اُس زمانے مین جان بیلی صاحب رزیڈنٹ روزانہ نواب غازی الدین حیدر کے پاس آتے اور نواب خود ہفتے مین دو مرتبہ اُنکی کوٹھی پر جاتے -

مرزا جعفر کی وفات کے بعد قمر الدین احمد خان معروف بمرزا حاجی قمر تخلص عہدۂ خزانچی رزیڈنٹی سے مستعفی ہوکر منصب نیابت کی امید پر کارہاے متعلقہ نیابت کو سرانجام دینے لگے - رزیڈنٹ کو مرزا حاجی کی یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی کہ بعض رفع اشتباہ کے واسطے ہماری خدمات دیرینہ کو چھوڑ دیا پس ان دنون سے کرنیل صاحب کا دربار خالی ہوگیا اور منشی علی نقی خان رزیڈنٹی کا میر منشی یکایک بڑھا آغا میر جو نیابت کے خلعت کے آرزومند تھے زمانے کو دیکھکر میر منشی سے مل گئے اور اُسے اپنا باپ قرار دیا -

رزیڈنٹ کا انتظام مُلک کی صورت تجویز کرنا گورنر جنرل کا اودھ مین آنا اور نواب سے قرضہ لینا

اب انتظام کی صورت رزیڈنٹ کی اعانت سے اسطرح قرار پائی کہ ہر تین لاکھ روپے کے علاقے پر ایک تحصیلدار مامور ہو اور حق التحصیل اُسکو زر تحصیل سے دہ یک ملے اور

ملازمین اور سہ بندی وغیرہ کے جملہ مصارف اسکے متعلق رہین اور فی سیکڑہ ایک روپے
سے مصارف پولیس کے واسطے امداد ہو اور تھانہ داران پولیس تحصیلدار کے ماتحت رہین اور
بیس بیس لاکھ روپے کے ملک پر ایک ایک ناظم مقرر کیا جائے اور دو دو ہزار روپے ماہوار
تنخواہ ہر ایک کو ملے اور سپاہ ناظم کے ساتھ متعین رہے جب اس مضمون کی رپورٹ رزیڈنٹ
نے کونسل کلکتہ کو بھیجی تو وہان سے جواب ملا کہ عنقریب نواب گورنر جنرل اُس ملک مین جانیوالے
ہین نواب اودھ سے ملاقات کر کے اُنکی رائے سے تجویز ہوگا اس وقت سائر اور پرمٹ کے
محصول پر نظر نہ تھی نواب سعادت علی خان کے عہد مین کوئی شخص اجازت اور جائزے کے
بغیر شہر کے ناکون سے قدم باہر نہین رکھ سکتا تھا اور اُس وقت مین کوئی شخص دس روپون سے
زیادہ سرحد ملک سے باہر نہین لیجا سکتا تھا اب یہ روک ٹوک یک لخت موقوف ہو گئی
سنہ ۱۸۱۴ء مین لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل جو لارڈ مائرا کے نام سے مشہور و معروف تھے اضلاع
مغرب کی طرف آئے تو نواب نے کانپور سے انکا استقبال کیا وہ دھوم دھام کے ساتھ لکھنؤ
مین رونق افروز ہوے بیس دن یہان رہے بڑے اہتمام سے دعوتین ہوئین قیصر التواریخ
مین لکھا ہے کہ جب کانپور مین غازی الدین حیدر گورنر جنرل کے خیمے مین داخل ہوے۔ تین سو
اکرسیان میز کے گرد تھین نواب نے یہ قلت تعداد کرسی کہ مبادا او فا نکرے نواب محتشم الیہ سے
کہا کہ ہم اور ہمارے اقربا مہمان ہین اگر تقدیم اپنے مہمانون کی ہوگی تو ہم بھی اسی صورت سے
پیش آئین گے۔ نواب گورنر جنرل نے بطیب خاطر قبول کیا۔ چنانچہ وہی صورت انگریزون
کے واسطے لکھنؤ مین ہوئی۔ امرا دوسرے کمرے مین میز پر بیٹھے اور نیز بخلوص نواب سعادت علیخان
نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل کو القاب عموی بزرگ لکھتے تھے۔ نواب نے اپنے باپ کا
وعدہ پورا کیا اور ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو دیا اس روپے کو

لارڈ ہائراوین تو لے نہین سکتے تھے مگر اُسکو قرض کے طور پر لیا جس کا سود بحساب چھ روپیہ فی صدی سالانہ قرار پایا پرانا قرض آٹھ روپیہ سیکڑا پر تھا اوسکو گورنمنٹ چھ روپیہ سیکڑا اسکا بنانا چاہتی تھی اسلیے اِس کمی سود کا اشتہار دیا اور لوگون کو قرض کا روپیہ دینا شروع کیا مگر یہان تو خزانہ خالی تھا پچاس لاکھ روپیہ قرض کا باقی رہ گیا وہ اس نواب کے روپے مین سے دیا گیا ۔

معتمد الدولہ آغا میر کو نیابت ملنے کی وجہ

حکیم مہدی علی خان نے نواب غازی الدین حیدر کو یہ سبز باغ دکھایا کہ مرزا حاجی رزیڈنٹ کا متوسل ہے ملک کے تمام معاملات اور راز کے امورات رزیڈنٹ کو یہی شخص سوجھاتا ہے جس سے وہ ریاست کے معاملات مین مداخلت کرتے ہین اور اس سے انگریزی عمل و دخل پیدا ہونے کا خوف ہے نواب مرحوم نے ہزارون روپے انگریزونکی تنخواہون مین صرف کیے ہین اس لیے مصلحت یہ ہے کہ ان انگریزون کے ذریعہ سے گورنر جنرل سے معاملات ریاست کی درستی کی صورت نکالی جائے چنانچہ ایک انگریز جو ریاست کا ملازم تھا سفیر بناکر گورنر جنرل کے حضور مین بھیجا گیا اُس نے یہ بات گورنر جنرل کے خاطر نشین کردی کہ نواب غازی الدین حیدر جان بیلی صاحب سے ناخوش ہین گورنر جنرل نے رزیڈنٹ سے کہا کہ نواب کی سرکار مین تمھاری مداخلت بیجا ہے اگر اپنی نیکنامی منظور ہے تو نواب سے راضی نامہ لیکر پیش کرو جب رزیڈنٹ نے یہ سمجھ لیا کہ نواب کے راضی نامہ کے بغیر گورنر جنرل کی خوشنودی مشکل ہے تو اُنھون نے منشی علی نقی خان سے جو نواب کی خدمت مین آمد و رفت رکھتا تھا مشورہ کیا علی نقی خان نے سید محمد خان عرف آغا میر بن میر تقی کو جو اولاد شاہ ترکمان سے تھے

اور نواب غازی الدین حیدر کے یہان ایام صاحبزادگی اور ولی عہدی سے پیش خدمتون کے زمرے مین ملازم تھے اور اب نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نواب سے رزیڈنٹ کے لیے صفائی مزاج کا کاغذ لکھا دین تو اسکے صلے مین رزیڈنٹ انھین نیابت دلا دینگے اور منصب مین ترقی کرا دینگے کرنیل کلیود صاحب اور ڈاکٹر لا صاحب اور جو نواب سعادت علی خان کے ہمراز و مصاحب تھے یہ چاہتے تھے کہ اگر نواب پچھلی باتون کا بدلہ لینے مین ثابت قدم رہین اور راضی نامہ رزیڈنٹ کو ندین تو بہت جلد مطلب براری ہو سکتی ہے لیکن آغا میر کو نواب غازی الدین حیدر کے یہان بہت دخل تھا اور محض نیابت کے مل جانیکی طمع پر اور منشی علی نقی خان کے سمجھانے سے نواب سے عرض کیا کہ حضور کو ان انگریزون سے اطمینان ہے کہ ان سے مقدمہ کی درستی ہو جائیگی اور اس سبب سے راضی نامہ دینے مین تامل ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ شمس الدولہ کی طرف ریاست منتقل نہو جائے اور ہماری برسونکی محنت رائگان ہو جائے لپنے حق نمک سے ادا ہوتا ہون حضور کو اختیار ہے نواب نے کچھ سوچ سمجھ کر راضی نامہ اپنی مہر سے مکمل کرکے رزیڈنٹ کو دیدیا جب وہ کاغذ گورنر جنرل کے ملاحظے مین گذرا تو حکیم مہدی علی خان مغوی قرار پا کر نظرون سے گر گئے اور وہ چار انگریز جو نواب سعادت علیخان کے عہد سے ملازم تھے موقوف ہوئے اب جان بیلی صاحب کی کوشش سے آغا میر کو عہدۂ نیابت ملا اور بائیس پارچے کا خلعت اور معتمد الدولہ خطاب عطا ہوا - دیکھو بات کہنے مین مزاجا جی کی صحبت برہم ہو گئی اور وہ خانہ نشین ہوے اور حکیم مہدی علی خان کو حکم ہوا کہ اپنی نظامت کے علاقہ خیر آباد مین سرکاری کام کو جاؤ -

اقبال الدولہ بن مختار الدولہ اور اکبر علی خان بن امیر الدولہ حیدر بیگ خان اور آقا بائے سرفراز الدولہ محمد حسن رضا خان اور تفضل حسین خان کے بیٹے جو قدیم سے اس منصب کے امیدوار تھے

اور ہزار درجے آغا میر سے علم ولیاقت مین اچھے تھے محروم رہے آغا میر کے حوصلے سے
یہ عہدہ بڑھا ہوا تھا لکھنؤ کے بعض بڑے آدمیون نے چند مدت اُنکو نیابت کی نذر دکھانے
مین توہین سمجھ کر اعماض کیا آخر کار اس درجے کو نوبت پہونچی اور ترقی اقبال کا ڈنکا بجاکہ آغا میر کو
سلام کرنا اور اُنکی خدمت تک پہونچنا اپنے بزرگان مردہ کا افتخار سمجھتے تھے۔

شمس الدولہ کا بنارس کو چلا جانا اور انتظام ملک کے معاملے مین جان بیلی صاحب کی تجویز کا موقوف رہنا اور محاصل ملک مین بہت کمی واقع ہو جانا

شمس الدولہ یہان کے انتظامات کو دیکھ کر مایوس ہوے اور اپنے تمام اہل وعیال
اور خزانہ اور اسباب امارت اور رفقا کو لیکر بنارس کو چلے چودہ ہزار ایکسو اکھتر روپے
۱۴ آنے ماہوار جو نواب سعادت علی خان کے عہد سے مقرر تھے بدستور بحال رہے
بلکہ دو ہزار چار سو چورانوے روپے ساڑھے بارہ آنے حال مین اضافہ ہوئے تھے دوسو اونٹ
اور سو کہار باربردار اور پچیس ہاتھی اور دوسو گھوڑے اور پیادہ وسوار اور نوبتخانہ اور نقارہ
ونشان یہ سب سامان امارت اُن کے ساتھ تھا اب غازی الدین حیدر کا دل مطمئن ہوا
جس وقت شمس الدولہ بنارس کی طرف چلے ہین تو ان کے پاس دو کروڑ سے زیادہ کا مال
واسباب اور نقد وجنس تھا جو راجہ مہرا وغیرہ لوگو نکی ضبطی ہو کر نواب مرحوم کے وقت مین
ان کے پاس جمع ہوا تھا کئی دولتخواہون نے نواب سے عرض کیا کہ تمام نقد وجنس نواب
مرحوم نے جمع کیا تھا کس لیے آپ چھوڑتے ہین لیکن انھون نے اپنی ذاتی فیاضی کی وجہ
سے اُن سے تعرض نہ کیا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین مذکور ہے۔

جان بیلی کی مداخلت انتظام مالی وملکی مین باقی نرہی اس لیے جو نقشہ انتظام ملک کا اُنھون نے تجویز کیا تھا وہ منسوخ ہوا طریقہ متاجری قدیم کا جاری کیا مگر نظامت اور کلکٹری کی صورت بدستور قائم رہی دو کلکٹریان علی نقی خان میر منشی کے ذیل مین تھین اُن مین سے ایک کلکٹری قطب الدین حسین خان سے نامزد تھی اور دوسری جعفر علی خان پسر زین العابدین خان سے متعلق تھی جو زر کثیر علی نقی خان کو دیکر حاصل کی تھی اور ایک چکلہ معتمد الدولہ کے فرزند کے نام مقرر ہوا اور اُسکی نیابت بھوانی پرشاد کو ملی اور ایک کلکٹری کنور رتن سنگھ کے نامزد ہوئی یہ شخص رائے بالکرام کا بیٹا اور راجہ جھاؤلال کا قریبی رشتہ دار اور دیاکرشن کا سمدھی تھا اور ضلع بریلی سے کئی برس کے بعد آیا تھا نہایت دانشمند اور صاحب علم آدمی تھا زخمی تخلص تھا مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور خیرآباد و محمدی کی کلکٹری حکیم مہدی علی خان کو راجہ دیاکرشن کی کوشش سے کچھ جمع کی بیشی کے ساتھ ملی باوجود اس انتظام کے ملک کی آمدنی کم ہوئی چالیس لاکھ سے زیادہ کی کمی پیدا ہوگئی صرف کروڑ روپے وصول ہوے باقیات کی سبیل کے لیے یہ راستہ کھلا کہ متصدیان محکمۂ دیوانی زر باقیات علاقہ کو جمع حال کے شامل کر کے عامل قدیم یا جدید سے مُہر کرا لیتے تھے۔

شہر کے عملۂ کوتوالی کی بدنظمی

نواب سعادت علی خان کے عہد مین باہر کے ڈاکو شہر مین نہین آنے پاتے تھے اور شہر کے رہنے والے اگر کوئی واردات کرتے تھے تو اُن کا بخوبی تدارک ہوتا تھا نواب غازی الدین حیدر کے عہد مین بالگوبند مہاجن کے گھر پر عین ساہو کارے مین سرشام ڈاکہ پڑا اور اس کا جرم دھومی بیگ کوتوال کے سر پر رکھا گیا اُس نے بہت عذر کیا کہ یہ چور شہر کے نہ تھے۔ اکثر بدمعاش

میر روشن علی کے گھر مین جو معتمد الدولہ کا بھائی کہلاتا ہے رہتے ہین کبھی کسی کی مجال نہوئی
کہ روشن علی کا نام زبان پر لا سکے کوتوال کا یہ عذر نہ سُنا گیا وہ بقاے آبرو کے لیے کچھ کھا کر
مرگیا ڈاکہ برآمد نہوا بعد اسکے شیدی ناصر علی خان کو جو شیدی فولاد خان کی اولاد سے تھا
معقول نذرانہ دینے کے بعد کوتوالی کا عہدہ حاصل ہوا۔

بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کی جاگیر و زر نقد کا معاملہ

یہ بیگم سلطنت اودھ کے پہلو مین ایک خار تھی اور چند بو الہوس آزار مند لوگونکے ہاتھ
مین گرفتار تھی اسکے طفیل سے بھی اکثر انگریزونکو سلطنت مین مداخلت کا موقع ملتا تھا اور
سلطنت کے رعب و داب مین فرق آتا رہتا تھا اور کبھی اطمینان کے ساتھ اسکی جاگیر مین
شور و شر اور فتنہ و فساد کے دبانے کا موقع نہین ملتا تھا۔ اور خدا کی شان کو دیکھیے کہ عمر
کتنی لمبی پائی اگر اتنی لمبی عمر شجاع الدولہ کی ہوتی تو سلطنت نے ابتک جو زوال کا مُنھ دیکھا
تھا اتنا سخت روز بد اسکو دیکھنا نصیب نہوتا اور اُس مین بدنظمی اسقدر نہ آجاتی جس سے
بخوبی انگریزونکی والا فطرتی کا شکار ہو گئی۔

جبکہ بہو بیگم کا وہ وصیت نامہ جس مین اُس نے چاہا تھا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کو
اپنے علاقے اور زر نقد کا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خان کی اطاعت
سے بری کیجائے اور اُسکے رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ
رکھین منسوخ ہوا تو اُس نے ۲۰ رجب ۱۲۲۸؁ ہجری مطابق ۲۵ - جولائی ۱۸۱۳؁ء کو
ایک امانت نامہ گورنمنٹ انگریزی کے نام تحریر کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ امانت نامہ
نواب بہو بیگم دختر موتمن الدولہ اسحاق خان زوجہ نواب شجاع الدولہ و والدۂ نواب

آصف الدولہ کی طرف سے گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے نام ہے جسکا وعدہ حفاظت و امنیت میرے اور میرے عزیز و لواحقین کے بارے مین بدین مضمون مدت سے قائم ہے کہ میری جاگیر و مکانات جائداد اور ہر قسم کا اسباب میری زندگی مین میرے قبضۂ اختیار مین رہے گا اور صرف مجھکو ہی اُسکے صرف کرنے کا اختیار اُن لوگونکی پرورش اور پرداخت مین حاصل رہے گا جو میرے عزیز اور میرے وابستہ اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور خادم ہین جس طرح مجھکو مناسب معلوم ہو اُسطرح اُسکو صرف مین لاؤن۔ مگر اس خیال سے کہ زندگی چند روزہ ہے اور اس نظر سے کہ آیندہ کا بند و بست حی القائم اور صحیح النفس و العقل ہونے تک ضرور ہے اسلیے مین تمام جائداد و اسباب نقد و جنس ظروف و جواہرات وغیرہ جو اب میرے قبضے مین ہے تعدادی و قیمتی ستر لاکھ روپیہ بموجب بند علحدہ مہری و دستخطی میرے کے بطور امانت کے گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے حوالے کرتی ہون اور جو بعد اسکے تاایام زندگی میرے پاس جمع ہوگا اُسکا بھی اختیار گورنمنٹ انگریزی کو اس غرض اور نیت سے دیتی ہون کہ اہالیان گورنمنٹ مذکور بنظر دوستی قدیمہ جو اُس نے میری زندگی مین میرے ساتھ مرعی رکھی ہے وہ میرے بعد بھی مرعی رکھکر محافظ میرے اُن تمام لوگون کی ہوگی جو میرے عزیز اور بھانجے اور بھتیجے اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور متوسل ہین اور اُنکی جاگیرین اور نقد تنخواہین ہر ایک شخص کی اور اُنکے ورثار کی میرے ذاتی روپیہ کی آمدنی سے قائم اور جاری رکھے گی اُسی قدر جسقدر مین نے فرد منسلکہ مہری مین درج کی ہے تاکہ اس ذریعے سے اُنکو مستغنی الاحتیاج رکھے اسکے سوا گورنمنٹ انگریزی میرے اُن رشتہ دارون اور متوسلون کی حفاظت غیر کے ظلم و زیادتی کے مقابلے مین کریگی اور اُنکی اعانت اُن مکانات اور باغات اور بازار اور دوکانات وغیرہ کے قبضے مین کریگی جو میری زندگی مین اُنکے قبضے مین ہونگی

اور اسکا بھی لحاظ رکھے گی کہ کوئی شخص اُنکو یا اُنکے ورثہ کو اُنکے مقبوضات کی نسبت تکلیف
نہ دے اور چونکہ میرے ایماندار ملازم داراب علی خان ناظر نے اور میری سرکار کے دوسرے
نوکرون وخواجہ سرایون ومتوسلون نے مجھکو اب تک رضامند رکھا ہے اور آیندہ بھی مجھکو
میری زندگی بھر خوش اور رضامند رکھین گے اسلیے مین چاہتی ہون کہ اُن سے کچھ مطالبہ
نکیا جائے اور نہ اُن سے کچھ حساب وکتاب لیا جائے صرف یہ امر ہو کہ میرے بعد فوراً
اُن سے حسب الحکم میرے تمام جائداد ونقدی واسباب مذکورۂ بالا جواب میرے قبضے
مین ہے اور اسکے بعد میرے پاس جمع ہوگا آنرایبل کمپنی کو دلوا دین اور اس تمام جائداد
وغیرہ کا حساب وہ بایمانداری دینگے ماسواے رقوم پرورش مندرجۂ فرد منسلکہ کے میرے
ملازم داراب علی خان کو تین لاکھ روپیہ سکۂ لکھنؤ میرے مقبرے کی تعمیر کے لیے اور ایک لاکھ روپیہ
نذرانۂ کربلا اور نجف اشرف اور دوسرے مقامات متبرکہ کے لیے دیا جائے اور اُسکے صرف
مین اختیار اُسی کا رہے اور چونکہ وہ ایماندار اور راست کردار ہے اسلیے وہ اُس روپے کو
امور مذکورہ مین صرف کرے گا اور مقبرۂ مذکور کے سالانہ صرف کے لیے دہات پرگنہ
پچھم راٹھ جسکی آمدنی دس ہزار روپیہ سکۂ لکھنؤ ہے دئے جائین اور جو کچھ آمدنی مین بچے
وہ صرف غربا اور مومنونکی خیرات کے خرچ مین آئے جو اُس مقبرے مین رہتے ہون
تاکہ دلجمعی سے وہان رہین۔ میرے عزیزون بھتیجون اور بھانجون اور خواجہ سرایون اور
اور بوا اور خادمون اور دوسرے متوسلین کا زر تنخواہ وقت پر میری جاگیر اور میری
ذاتی جائداد کی آمدنی سے داراب علی خان کو دیا جائے اور وہ زر مذکور اُن مین تقسیم کرے گا
اور اُنکی سفارش اور بیانات اُنکی نسبت جس قسم کے ہون اُسکے مطابق اُن کا لحاظ کیا جائے
تنخواہ اور رقوم مذکورۂ بالا کے دینے اور تمام کرنے کے بعد جو کچھ نقد وجنس میری جائداد

مین سے فاضل رہے اُسکا کل اختیار گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کو ہے جو چاہے کرے اور جسطرح چاہے اُسکو صرف مین لائے۔ مگر چونکہ میرے چند واسطہ دار اور رشتہ دار جنکا ذکر فرد منسلکہ مین درج ہے جاگیرات و نقدی وغیرہ عطیۂ سرکار وزیر پر قابض ہین اور یہ جاگیر وغیرہ اُنکی وفات پر بخلاف رسم میری سرکار کے ضبط ہو جائیگی تو یہ امر گورنمنٹ انگریزی آنرایبل کمپنی پر فرض ہے کہ وہ تنخواہ وغیرہ مندرجۂ فرد تفصیل کے دینے کے بعد اسقدر روپیہ اپنے قبضے مین رکھے کہ وہ اُن رشتہ دارون اور واسطہ دارون کے پسماندگان کی پرورش دوامی کے واسطے کافی ہو جنکی جاگیر وغیرہ وفات کے بعد ضبط ہوگی تاکہ کوئی میرے متوسلین وغیرہ مین سے محتاج ہو کر خوار نہو۔ میجر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ فیض آباد خود بیگم صاحبہ کے پاس گئے اور اُنکے ہاتھ سے فرد جمع خزانہ تفصیلی جو نسٹھ لاکھ روپے کی حاصل کی۔ بیگم صاحبہ نے رزیڈنٹ کو یہ بھی اطلاع دی کہ اس رقم کے سوا اُنکے پاس ایک لاکھ روپیہ نقد اور پانچ لاکھ کا جواہرات وغیرہ بھی اُنکے مکانات مین موجود ہے۔ فرد منسلکۂ امانت نامہ کی روسے کل دو لاکھ چھیانوے ہزار نوسو چھیتر روپیہ سالانہ یا چوبیس ہزار سات سو اڑتالیس روپیہ ماہوار دینا مقرر ہوا۔

اس فرد کے آخر مین بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ مضمون تحریر ہوا تھا کہ میرے بھائیون۔ (نواب مرزا علی خان اور نواب سالار جنگ) کے خاندان کی تنخواہ ویسی ہی رہیگی جیسی نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی اور گورنمنٹ انگریزی اُنکی رعایت اور اعانت ہر موقع پر کیا کریگی اور اگر آیندہ قابضان حال کی وفات کے بعد تنخواہ مذکور یا جزو تنخواہ اُنکی نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب درخواست مندرجۂ امانت نامہ کے اُن کی نسبت عمل کرے گی یعنی میری جاگیر کی آمدنی مین سے یا میری جائداد مین سے جو اُسکے سپرد ہوگی معقول تنخواہ اُنکی مقرر کردیگی۔ مرزا قاسم علی خان کی تنخواہ بھی اُسی حال پر رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی

اور گورنمنٹ انگریزی اُنکی بھی اعانت ہر موقع پر میری وجہ سے کریگی اور اگر آیندہ مرزا قاسم علیخان کی وفات کے بعد نواب وزیر اُنکی کل یا جزو تنخواہ ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کرے یعنی اُنکے ورثہ کی تنخواہ معقول میری جاگیر یا جائداد امانت سے دیا کرے۔ اور لواحقان خاص محل کی تنخواہ محال گونڈہ سے مثل سابق ملا کرے اور اُس محال کے اہلکار بموجب فرد منسلکہ کے تنخواہ دیا کرین اور اگر آیندہ لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر یا اُنکی اولاد کی کل یا جزو تنخواہ نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کرے یعنی میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے اُنکی معقول تنخواہ دے۔ مرزا اُنجا کی اولاد کی تنخواہ میری وفات کے بعد مثل سابق کے جاری رہے گی اور اگر ضبط ہو جائے تو گورنمنٹ انگریزی اُنکو گزارے کے لیے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے معقول تنخواہ مقرر کرے۔ تنخواہ ماہواری جو ظفر الدولہ کی جاگیر کی عوض مین مقرر ہوئی تھی اُنکی اولاد اور متوسلونکو دیجائیگی ورنہ گورنمنٹ انگریزی معقول تنخواہ اُنکے واسطے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے دے یہ اُن تنخواہونکی نسبت تھا جو سرکار وزیر سے اُن لوگونکے لیے مقرر تھین۔

نواب سعادت علی خان جب تک زندہ رہے اُنپر اس امانت نامہ کا حال نہین کھُلا اُنھون نے ۱۱- جولائی ۱۸۱۴ء کو وفات پائی۔ اس امانت نامے کو گورنمنٹ انگریزی نے قبول کر لیا اور اسکی تعمیل کی ضامن ہوئی کہ جہانتک اُسکے متعلق ہوگا تعمیل اُسکی ہوگی اور حجت بھی اسکے لیے یہ قائم کر دی کہ بیگم کا رتبہ ایسا عالی ہے اور نواب وزیر سے اُسکا ایسا رشتہ ہے کہ وہ اُسکی رعایا سے مستثنیٰ ہے جسکے سارے مال کا مالک بادشاہ ہوتا ہے۔ اب اُنکی جان و مال کی وارث وہی سرکار ہوتی ہے جو خود نواب کی مسند نشینی کا سبب ہوئی ہے۔ بہو بیگم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی دولت کو جس مصرف مین چاہین خرچ کرین۔ بشرطیکہ وہ صرف نواب کی

ریاست کے لیے مضرت رسان نہو اور جب اُن کا انتقال ہو گا تو سرکار کمپنی اُنکی ساری دولت
نواب کو ملک اودھ کے رفاہ عام کے کامون مین خرچ کرنے کے لیے دیدیگی تدابیر مجوزہ کا افشا
بہو بیگم کی مرضی سے نواب غازی الدین حیدر پر کیا گیا اور اُنکا اطمینان کیا کہ بعد وفات بیگم کے
گورنمنٹ اُنکو وارث منظور کریگی بشرطیکہ تمام عہود امانت نامہ کی تعمیل وہ کرین اس تجویز کی نسبت
نواب نے اپنی رضامندی بذریعہ تحریر مرقومہ ۱۴ - اگست ۱۸۱۶ء ظاہر کی اور جان بیلی صاحب
رزیڈنٹ کی چھٹی کے جواب مین نواب نے گورنمنٹ انگریزی کی عطوفت اور فیاضی کا اسباب مین
جو شکریہ ادا کیا ہے وہ سُننے کے قابل ہے اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے پاس آپکی چھٹی مرقومۂ
۱۹ - جولائی ۱۸۱۶ء پہونچی نہایت خوشی ہوئی آپنے لکھا ہے کہ آپ کے پاس گورنر جنرل کا حکم پہونچا
ہے کہ آپ مجھے معاملۂ فیض آباد وغیرہ سے اطلاع دین اور مین نے تمام کاغذات مرسلہ نہایت غور
اور خیال سے پڑھے سچ تو یہ ہے کہ اس سرکار کا کبھی کوئی ایسا دوست صمیمی اور رفیق دلی نہ تھا
اور نہ آیندہ ہو گا جو ایسی بے غرضانہ و بے ریا دوستی رکھتا ہو جیسی گورنمنٹ آنرایبل کمپنی رکھتی
ہے جسنے بغیر لحاظ اپنے فائدے کے اسقدر قیمتی جائداد کے لینے سے انکار کیا جو نواب بہو بیگم صاحبہ
اُسکے نام کرتی تھین اور یہ قرار دیا کہ وہ سب جائداد بعد ادا کرنے تنخواہ و سالانہ وغیرہ کے جو
بہو بیگم صاحبہ نے صدق نیت سے اپنے رشتہ دارون اور متوسلون کے نام کیا ہے اور گورنمنٹ
انگریزی نے اُسکے ادا ہونے کا وعدہ کیا ہے مجھکو دیجاے جو میرے دل پر اس کا اثر پیدا ہوا ہے
اُسکے بیان مین نطق قاصر ہے اور بے تامل مین نہایت خوشی سے اُن تجویزون کو منظور کرتا ہون
جو گورنر جنرل نے دہات چھم راٹھ مصارف مقبرہ بہو بیگم صاحبہ اور دوسرے اخراجات
مندرجۂ وصیت نامہ کے لیے دینے کو مجھے لکھا ہے بموجب اُس کے مین اس تحریر کی رو سے
اقرار کرتا ہون کہ جب بہ فضلِ الٰہی میری دادی اس جہان فانی سے انتقال کرینگی تو دہات

ضلع پچھم راٹھ جمعی دس ہزار روپے سالانہ کے علیحدہ ہوکر مصارف مقبرۂ بیگم صاحبہ کے لیے عطا کیے جائین گے اور اُس کے سوا تمام تنخواہین اور زیر پرورش جو بیگم صاحبہ کے رشتہ دارون کے نام پر ہے اور ابتک اُن کو اس سرکار سے ملتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اُنکے اور اُنکے ورثا کے نام قائم اور جاری رہے گا اور کچھ کمی اُس مین نہوگی آپکو اپنا دوست صمیمی اور خیر خواہ تصور کرکے مین چاہتا ہون کہ آپ بلا توقف یہ سب مراتب گورنر جنرل بہادر کی خوشنودی کے لیے اطلاعاً تحریر فرمائین -

بہو بیگم کی وفات

بہو بیگم کی عمر چھیاسی سال کو پہونچ گئی تھی ضعف و ناتوانی نے مزاج پر غلبہ کیا تھا ان کا برسون سے معمول تھا کہ ابتداے عشرۂ محرم مین تعزیے کی زیارت کے لیے اپنے بھتیجون کے مکانون پر جایا کرتی تھین اور وہان فاتحہ پڑھکر لوٹ آتی تھین موت سے پہلے جو عشرۂ محرم آیا تو اس سال سردی شدت سے تھی ہوا مین برودت کے سوا تیزی تھی وہان جانے کا قصد کیا دراب علی خان نے عرض کیا کہ فاتحہ یہان سے بھی ہوجاے گی آپ کا وہان جانا ایسی حالت مین اندیشے سے خالی نہین جواب دیا کہ چونکہ معمول ہے اگر نہین جاؤن گی تو بچون کی دلشکنی ہوگی چار و ناچار سوار ہوئین واپسی مین نزلہ عارض ہوگیا اور ہلکا سا بخار بھی چڑھ گیا اور ان عوارض کو ہر روز ترقی ہونے لگی اطبا نے اپنے مقدور بھر معالجہ کیا لیکن کچھ فائدہ نہ تھا بیگم بھی سمجھ گئین کہ اب وقت آخر ہے اپنی زبان سے کہتی تھین کہ سفر آخرت کی ساعت قریب ہے مرنے سے ایک روز پیشتر فرمایا کہ نواب شجاع الدولہ استقبال کے لیے آئے ہین دراب علی خان نے گھبراکر پوچھا کہ آپ کیا فرماتی ہین انہی بات کا اعادہ کیا سنہ ۱۲۳۱ ہجری کو جمعرات کے روز کہ دوپہر

چھ گھڑی گذری تھین بیگم کا طائر روح قفس قالب خاکی سے پرواز کر گیا شیخ محمد فیض بخش نے فرح بخش مین یون ہی لکھا ہے۔ لیکن اس کتاب کے حاشیے پر ایک ثقہ آدمی کی تحریر نظر سے گذری اُس مین ہے کہ زوال شمس پر شاید ایک گھڑی گذری ہوگی جو بیگم نے انتقال کیا ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ مردمان اندرونی و بیرونی نے کئی گھڑی تک اُنکی رحلت کی خبر اس لیے مخفی رکھی کہ لاکھون روپے کا نقد و جنس بیگم صاحبہ کا اور اپنا مال بھی کہین چلا دین انتہی۔

بیگم کے پاس دس ہزار پیادہ و سوار اور بہت سے ہاتھی گھوڑے اور بیشمار کارخانے تھے اتفاقاً اگر کوئی انگریز فیض آباد کی طرف آنکلتا تو اُسکو کہلا دیا جاتا کہ رعیت سے رسد نہ لے اور کسی پر زیادتی نکرے جو کچھ مطلوب ہو بیگم کی سرکار سے مانگ لے۔ داراب علی خان بیگم کا معتمد اور وصی تھا اُس نے لاش کو دریا پر لیجا کر غسل اور تجہیز و تکفین شاہانہ طور پر کی اور نہایت جاہ و جلال کے ساتھ دریا سے جواہر باغ تک لایا یہ مقام قلعہ فیض آباد سے جنوب کیطرف شہر پناہ کے قریب واقع ہے اور دریا سے کوس بھر کا فاصلہ رکھتا ہے یہان قبر کھود کر اوّل کربلا کی مٹی جو عرصۂ دراز سے جمع کیجاتی تھی سر سے قدم تک قد کے برابر بچھا کر اُس مین دفن کیا اور رات بھر قبر پر ہزار آدمی جاگتے اور قرآن پڑھتے رہے سیجے کے بعد مرقد پر بتیس قرآن خوان مقرر کر دیے بیگم کا ہر ایک آدمی اپنے اپنے کام کی فکر مین اُنکے مرنے کے بعد مصروف ہو گیا۔ مرزا نصیر خان مرزا تقی خان اور اُنکی اولاد ہمیشہ بیگم کی حیات مین دعا کرتی رہتی تھی کہ اللہ اوّل ہمکو اُٹھالے تاکہ بیگم صاحبہ کا روز بد ہمکو دیکھنا نصیب نہو یہ لوگ بیگم کے مرتے ہی اپنے اپنے مکانون مین جا کر پانون پھیلا کر آرام سے سوئے اور جو لوگ بیگم کی غلامی کا دعوے رکھتے تھے وہ بھی اسیطرح الگ ہو گئے۔ صبح کے وقت بیگانون کی طرح مرقد پر جا کر فاتحہ کی رسم ادا کی لیکن کسی کی آنکھ سے ایک قطرۂ اشک بھی نٹپکا۔ بلکہ زر و جواہر کے اُڑانے کی فکر مین تھے اور

دل مین خیال کرتے تھے کہ آخر اسقدر کثیر مال سرکار انگریزی مین جائیگا کچھ اس مین سے ہاتھ
لگ سکے تو بیجا ئین لیکن کچھ بھی نہ ملا بیگم کی وفات سے تیسرے دن انگریزی تلنگو نکی کمپنی
موضع سکروره سے کہ دریاے سرجو کے پار واقع ہے دریا کو عبور کر کے فیض آباد مین پہونچی
اور جا بجا پہرے بیٹھ گئے بعدہ نواب غازی الدین حیدر کی سرکار سے سپاہ اگر متعین ہوئی
بیگم نے جائداد قیمتی ۹۹ لاکھ ۸۴ ہزار ۹ سو ۱۶ روپے کی چھوڑی فرح بخش مین محمد فیض
لکھتا ہے کہ نواب غازی الدین حیدر ایسے بلند حوصلہ تھے کہ اُنھون نے بیگم کے مال کی ذرا
پرواہ نکی غیرت ذاتی اور شان امارت کی وجہ سے اسباب زنانہ اور بیگم کے استعمال کے تمام کپڑے
زمین مین دفن کرا دیے تاکہ بیگانے کی اُس لباس عصمت پر نظر نہ پڑے - جبکہ لارڈ مارکرا
لکھنؤ مین رونق افروز ہوے تو بیگم مر چکی تھین دارا ب علی خان خواجہ سرا جو بیگم صاحبہ کے لکھے
ہوئے کاغذ کے سوال وجواب کے لیے لکھنؤ مین آیا تھا خلعت سے سرفراز ہو کر موجود تھا
گورنر جنرل تک جب بیگم کی جاگیر اور مال و اسباب فیض آباد کا قضیہ پہونچا تو فرمایا کہ نواب صاحب
اس ملک کے مالک اور جملہ مال و اسباب کے وارث ہین رائگان ہونا دہانکے اسباب کا
منظور نہین بہو بیگم صاحبہ کی وفات کی وجہ سے ہزارون آدمی بیکار اور بے معاش ہو گئے
تھے - اہالیان کمپنی اور ریاست کے افسر فیض آباد مین مامور ہوئے اور سلون اور گونڈیکا
علاقہ بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کی جاگیر مین مقرر ہو گیا راجہ بختاور سنگھ برہمن جس کو
نواب سعادت علی خان نے ترقی دی تھی اور نہایت ہوشیار آدمی تھا ریاست کی جانب سے
بہو بیگم کے خزانے کی موجودات کے لیے بھیجا گیا اور اسکے ساتھ نصیر الدین حیدر ولی عہد بھی تھے
اور انکے ہمراہ کئی متصدی بھی گئے اور رزیڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا اور اُسکے ساتھ منشی حیدر
گیا اور مرزا پناہ علی مرثیہ گو افسردہ تخلص واقفیت کی وجہ سے اس جماعت کے شریک تھا

داراب علی خان خواجہ سرانے خزانے کی کنجی اسسٹنٹ کے سپرد کر دی اور چند عرصے کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا یہ شخص متدین تھا اس کے مرنے کے بعد بہو بیگم کے مال و اسباب مین خیانت پیدا ہونے لگی - راجہ بختاور سنگھ کا صاحب ثروت ہونا اس وقت سے مشہور ہے اور جو کوئی اس معاملے مین شریک تھا وہ بھی صاحب دولت بنگیا جو کچھ نقد و جنس بیگم کی سرکار سے ضبطی مین آتا تھا فتح علی خان کی جسکا خطاب ظفرالدولہ بہادر تھا تحویل مین داخل ہوتا تھا اور اُس کے عوض وزیر علی کے خزانے سے زر نقد خزانۂ رزیڈنسی مین داخل ہوتا تھا اور بہو بیگم کے متعلقین کی ڈیوڑھیات کی داروغگی کا عہدہ اصغر علی خان اور مرزا حسین علی خان بن نواب قاسم علی خان نے رزیڈنٹ سے سفارش کر کے پناہ علی مرثیہ گو کو دلایا یہ عہدہ اگرچہ گمنام تھا مگر در پردہ فتوح عظیم اس مین حاصل تھی تھوڑے عرصہ مین یہ شخص لاکھون روپے کا آدمی ہو گیا پناہ علی کی وفات کے بعد معتمدالدولہ نے مرزا حسین علی خان کو روغن قاز ملکر اسبات پر راضی کیا کہ پیش کش نذر کرے تو پناہ علی کا قائم مقام بنایا جائے اسکی وجہ یہ تھی کہ حسین علی خان کو نواب سالار جنگ اور قاسم علی خان کے گھرون سے قیمتی جواہرات ہاتھ آگئے تھے اور معتمدالدولہ کو اُنکا حاصل کرنا منظور تھا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو مرزا محمد تقی خان کی پاسداری منظور تھی اس لیے حسین علی خان اُس جگہ پر مقرر نہو سکا - مرزا محمد تقی خان مالک وثیقہ اور گویا فیض آباد کے نواب تھے بی بی لطف النسا بیگم جو بہو بیگم کی روشنی چشم تھی وہ انکے نکاح مین تھی مرزا حیدر خلف مرزا محمد تقی خان اسکے بطن سے تھے رزیڈنٹ نے فیض آباد کے تمام معاملات کا انتظام محمد تقی خان کی رائے پر رکھا اور گنگا پرشاد کایستھ تقسیم وثیقہ کے واسطے نوکر ہوا اور چند سال مین اتنی دولت جمع کی کہ نئی عمارتین اور باغات تیار کرلے پھر ایک مدت تک یہ کام مرزا حیدر سے متعلق رہا مگر یہ شخص کوڑنگی گنگا پرشاد کی وجہ سے آخر کار کھٹائی مین پڑا اور اسقدر مناقشہ اہل وثائق مین پیدا ہوا کہ اُسکے نفقے دست بدست قرار پائے اور بہو بیگم کے تمام مال و اسباب پر

اختیار کامل نواب غازی الدین حیدر کو رہا۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد یہ تجویز ہوئی تھی کہ اُنکی جائداد کے بارے مین جو شرائط قابل التعمیل گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان ہون اُنکی نسبت عہدنامہ تحریر ہو مگر نواب اسپر راضی نہوے اور اُنھون نے بیان کیا کہ جو ایک عہدنامہ ۱۸۱۴ء مین ہو چکا ہے وہ کافی ہے اب اور عہدنامہ کیا ضرور ہے اسلیے گورنمنٹ انگریزی نے اصرار اس امر مین نہین کیا۔ بہو بیگم کی تمام ذاتی جائداد نواب کے سپرد ہوئی اور اُنھون نے ۵۶ لاکھ ۴۸ ہزار ۸۲ روپے انگریزی خزانے مین داخل کیے کہ اُسکے سود سے اکثر پنشنین جنکی ادائی بموجب کاغذ امانت داری کے جائداد پس ماندہ بہو بیگم سے مشروط تھی ادا کیجائین اس قسم کی پنشن کو امانتی کہتے ہین اُنکے سوا اور اکثر جاگیرین ایسی تھین کہ اُنکا دینا بھی خزانہ اودھ سے مشروط تھا اور اگر نواب اُن مین کمی کرتے یا اُنکو موقوف کرتے تو گورنمنٹ انگریزی اُسقدر روپیہ وثیقہ دارون کو جائداد پس ماندہ بیگم سے دلوادیتی اور اس قسم کے وثیقے سے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینون بیٹون یعنی مرزا قاسم علی اور اکبر علی اور اصغر علی اور خاص محل کے واسطہ دارون کے وثیقے متعلق تھے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینون بیٹونکے وثیقے اُس انتظام مین شامل ہو گئے جو وزیر علی سے پہلے زر قرضہ اودھ کے باب مین عمل مین آیا تھا اور خاص محل کا وثیقہ جو لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر اور اُنکی اولاد کے نام پر ہے اور جس کی تعداد ۶ ہزار روپیہ ماہواری ہے۔ ضمانت انگریزی کی رو سے اُن کے تعلق ہوا یہ وثیقہ ضمانتی کہلاتا ہے۔

زرقرضہ جو گورنمنٹ انگریزی کو دیا گیا تھا اُس کا سود وثائق مین محسوب ہوتا

۱۸۱۴ء مین جو نواب وزیر نے ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو

قرض دیا تھا اُسکا سود بحساب چھ روپیہ فی صدی سالانہ قرار پایا تھا اُسکے سود کی نسبت یہ قرار پایا کہ سود کا تمام روپیہ جسکا ماہواری چوّن ہزار دو سو پچاس روپیہ اور سالانہ چھ لاکھ اکاون ہزار روپیہ ہوتا ہے وثائق مین دیا جائے اور یہ بھی مقرر ہوگیا کہ جو ضبط ہوجائے اُسکا اصل روپیہ سرکار اودھ کو واپس ملے پنشن مذکور یکم ذیحجہ ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۱۴ نومبر ۱۸۱۴ء سے شروع ہوئی۔

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
نواب شمس الدولہ مع خاندان ومتوسلان	۱۶۶۶۱ روپیہ ۱۰ ر ۶ پائی	دو لاکھ روپیہ
متعلقان شمس النسا بیگم ۵ اشخص	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ
مرزا شہامت علی خان	۲۸۰۰ روپیہ	۳۳۶۰۰ روپیہ
مرزا منیڈو	۱۶۴۷ روپیہ	۱۹۷۶۴ روپیہ
خاندان مرزا علی خان و سالار جنگ	۶۷۲۷ روپیہ ۱۳ آنہ ۹ پائی	۸۰۷۳۴ روپیہ
مرزا قاسم علی خان	۳۳۹۹ روپیہ	۴۰۷۸۸ روپیہ
اکبر علی خان و اصغر علی خان	۲۱۰۹ روپیہ ۶ آنہ	۲۵۳۱۲ روپیہ ۸ آنہ
متعلقان طیبہ بیگم ۱۴ اشخص	۳۲۶۶ روپیہ ۲ آنہ ۴ پائی	۳۹۱۹۳ روپیہ ۱۴ آنہ
مرزا رمضان علی خان	۴۸۵۱ روپیہ	۵۸۲۱۲ روپیہ
متعلقان حسین علی خان ولد حیدر بیگ خان ۲۴ شخص	۲۰۰۰ روپیہ	۲۴۰۰۰ روپیہ

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
متوسلان ومتعلقان تحسین علی خان ۹ اشخص	۷۷۵ روپیہ	۹۳۰۰ روپیہ
میزان کل	۵۴۲۴۲ روپیہ ۹ پائی	۶۵۰۹۰۴ روپیہ
فاضل	۷ روپیہ ۵ آنہ ۳ پائی	۹۵ روپیہ ۷ آنہ
مجموعۂ ہر دو	۵۴۲۵۰ روپیہ	۶۵۱۰۰۰ روپیہ

۱۸۱۵ء مین کثرت مصارف جنگ نیپال کی وجہ سے ایک کروڑ روپے کی سود فی صدی چھ روپے سالانہ پر اور درخواست کی گئی مجبوری وہ بھی اُنھون نے قرض کے طور پر دیدیے مگر جب جنگ ختم ہوئی تو قرض کے عوض ضلع کھیراگڈھ اور ملک ترائی جو گورکھون سے لیا تھا نواب وزیر کو دیا گیا یہ علاقہ دریاے گھاگرا اور گورکھپور کے درمیان واقع ہے اور نواب وزیر کو پرگنہ نوابگنج بھی جو ضلع گورکھپور کا جز تھا دیکر اُن کا پرگنہ مہدیا عرف کیوی جو ضلع پرتاب گڈھ مین شامل تھا اور درمیان اضلاع انگریزی جونپور اور مرزاپور اور الہ آباد کے واقع تھا گورنمنٹ انگریزی نے تبادلے مین خود لے لیا نوابگنج کا محاصل مہدیا کے مساوی تھا۔ اسبارہ مین ایک عہدنامہ یکم مئی ۱۸۱۶ء مطابق ۲ جمادی الاخری سنہ ۱۲۳۱ ہجری کو اسٹریچی صاحب رزیڈنٹ کی معرفت لکھا گیا جو رزیڈنٹی گوالیار سے جان بیلی صاحب کی جگہ مقرر ہو کر آئے تھے نیپال کی مہم مین غازی الدین حیدر نے تین سو ہاتھی بھی انگریزون کے پاس مدد کو بھیجے۔

معتمد الدولہ آغا میر کا قید ہونا

معتمد الدولہ کے زوال کی صورت کئی وجہ سے ظہور مین آئی (۱) کسی شخص نے آمد ورفت کے

در وانسے پر اس مضمون کا ایک کاغذ چسپان کر دیا کہ علی نقی میر منشی رزیڈنٹی اور معتمد الدولہ دونون شیر وشکر ہو رہے ہین غازی الدین حیدر کو اس مضمون سے اطلاع ہو گئی تو یہ منظور ہوا کہ معتمد الدولہ کو سزا دیجائے (۲) شہر مین تبرا کا یہ زور ہوا کہ ساتوین اور آٹھوین محرم کو آغا باقر مرحوم کے امام باڑہ مین اہل سنت اور اہل شیعہ مین بہت دنگہ ہوا یہانتک کہ جو علم ڈیوڑھی خاص محل اور خرد محل سے اُٹھے تھے وہ گرا دیے گئے اور نوبت کشت وخون کی آئی اور فرنگی محل کے کوچے مین مرزا جعفر اور مرزا حاجی کے مکانون کے قریب وہ شور وہنگامہ برپا ہوا کہ شیعہ نے اُن اہل شام اور کوفہ کو جو جناب امیر اور اُنکے صاحبزادون سے لڑتے رہے نام لیکر متوسلان کمپنی وسکناے لندن وغیرہ کے حق مین ایسے شور وشر سے تبرّ کی یورش کی کہ رزیڈنٹ نے نواب وزیر سے اسبات کی شکایت کی ۔ (۳) کارپردازان گنجیات کی نسبت یہ شکایت پیش ہوئی کہ قحط سالی مین غلے کی گرانی مین رعایا سے کثرت سے رشوت لیتے رہے جس سے رعایا کو بڑی پریشانی کا سامنا ہوا (۴) معتمد الدولہ نے آمدنی ملک کو اپنی ذات خاص کے مصارف مین اس کثرت سے خرچ کرنا شروع کیا کہ ریاست کے ملازمونکی تنخواہ تقسیم نہو سکی (۵) معتمد الدولہ کا بھائی میر روشن علی اہل حرفہ پر ظلم وتعدی کرتا تھا کسی سے اگر سو روپیہ کا اسباب مول لیتا تو اُسکو دس روپے بھی بمشکل دیتا تھا اور لوگون کو ہر وقت گالیان دیتا رہتا تھا اور معتمد الدولہ اسکا کچھ انتظام نہین کرتے تھے (۶) معتمد الدولہ نے دولت پورے مین اپنے واسطے عمارات تیار کرائین تو ہزارون مکان پختہ وخام رعایا کے کھود کر خاک مین ملا دیے گئے اور مکانات والے پریشان حال مارے مارے پھرنے لگے اور اگر کسی مکان کا معاوضہ دیا تو ہزار مین سو روپے دیے اور مکانات کے خریدنے اور خالی کرانے مین وہ عجلت کی کہ مکانات والون کو اپنا اسباب اُٹھانا مشکل تھا غرض اس ظلم وتعدی کے ساتھ کئی محلے کھُدکر معتمد الدولہ کی عالیشان عمارات عین ناف شہر مین تیار ہوئین

غریب ہندو مسلمانون کے زار نالے گوش فلک تک پہونچے مگر نواب کے کان تک پہونچنا
محال و دشوار تھا کیونکہ کسی کی عرضی معتمد الدولہ کی نظر ثانی کے بغیر نواب تک جا نہ سکتی تھی اتفاقاً
کسی کی عرضی نواب کے ملاحظے تک پہونچ بھی جاتی تھی تو معتمد الدولہ عرض کرتے تھے کہ شہر کے کوچے
تنگ ہین اور بھیڑ ہوتی ہے جسکی وجہ سے بگھی اور سیج گاڑی کا گذر مشکل سے ہوتا ہے مکانونکی
شکست و ریخت آراستگی کے لیے ظہور مین آتی ہے اور مکانون کی قیمت خاطر خواہ صاحب مکان کو
دیجاتی ہے لیکن یہ مفسد لوگ اس پردے مین چاہتے ہین کہ بندگان عالی کو مجھ سے ناراض کر دین
خلاصہ یہ ہے کہ ایک خلق گرداب بلا مین پڑی تھی اور کسی کی بددعا کا اثر آغا میر پر نہوتا تھا
معتمد الدولہ کا دماغ آسمان پر تھا اپنے آپ کو ولی عہد سلطنت سے کم نہین سمجھتے تھے اور اب
معتمد الدولہ کو یہ منظور ہوا کہ عامل سلون کو جو بادشاہ بیگم اور میر فضل علی کی طرف سے مامور تھا
موقوف کر کے اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو وہان مقرر کرین اور ولی عہد کی سرکار کی
دیوانی کسی اپنے رفیق سے متعلق کرین (۷) فرخ آباد کے سفر مین اکثر حرکات نا ملائم ولی عہد کی
نسبت عمل مین آئین۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب گورنر جنرل لارڈ ماڑا ممالک مغربیہ سے پھر کر
فرخ آباد مین آئے تو معتمد الدولہ اور ولی عہد نصیر الدین حیدر ملاقات کو گئے گورنر جنرل کے
یہان سے چار پانچ انگریزی افسر استقبال کو آئے اور ولی عہد کو لیجا کر کیمپ مین ٹھہرایا پہلے دن
ولی عہد گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے تو محفل مہمانی مین یورپین لیڈیون کا ناچ ہوا معتمد الدولہ
گورنر جنرل کی خدمت مین معاملات کے سوال و جواب کے لیے آمد و رفت رکھتے تھے اُنھون نے
گورنر جنرل پر ظاہر کیا کہ نواب کے خزانے پر گو مجھکو قابو نہ تھا مگر آپ کی استدعا کی وجہ سے نواب کو
سمجھا کر روپے کی سبیل ظہور مین لایا اُدھر مغویون نے ولی عہد کے مزاج مین یہ آگ لگا دی کہ
معتمد الدولہ کی گرم بازاری گورنر جنرل کے پاس گرم ہے اور حضور کو کوئی پوچھتا بھی نہین اور اُن کی

سواری کی رونق حضور کی سواری سے زیادہ ہوتی ہے ولی عہد کے مزاج مین معتمد الدولہ کیطرف سے بل پیدا ہوگیا - اتفاقاً ایک دن ایسی آندھی چلی کہ اہل لشکر کے خیمے گر گئے بلکہ جس خیمے مین ولیعہد بہادر تھے وہ بھی سو کوبی ہوا قریب تھا کہ بالکل گر پڑے اور معتمد الدولہ کے خیمے کو ہزارون فراشونکے سوا امرائے عالیشان دست بدست تھامے ہوئے تھے اس لیے گرنے سے محفوظ رہا ایسی باتون سے بادشاہ بیگم کے دل مین آگ لگ گئی اور معتمد الدولہ کی طرف سے دل مین سرد مہری پیدا ہوگئی اور انگریزونکے ساتھ جو انکو خصوصیت حاصل ہوگئی تو اس وجہ سے خود بادشاہ کا مزاج جل بجھا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک دن کہنے لگے کہ معتمد الدولہ کو ہم نے آبرو دی مگر انگریزی دوستی نے اُسکا دل ہماری دولت خواہی سے پھیر دیا اسطرح اکثر الفاظ شکایت سر دربار علی محمد خان اور محمد علی خان اور صمصام الدولہ کے روبرو زبان پر لائے جب معتمد الدولہ فرخ آباد سے واپس آئے تو نواب نے اُنکو نظر بند فرما کر ارشاد کیا کہ اب دیکھتا ہون کہ کون اُسکی ضمانت کرتا ہے اور حکم دیدیا کہ بدون طلب ہمارے سلام کو نہ آیا کرے -

معتمد الدولہ پر قرض خواہون کا تقاضا اور شہر کی شکایتون کا ہنگامہ برپا ہوا یہانتک کہ اُنکے گھر کا اسباب نیلام ہوا -

اُن عمائد کے حالات جو ان دو برسون کے اندر لکھنؤ مین آئے اور بعض لکھنؤ مین رہ کر ملک عدم ہوئے

(۱) نواب منصور علی خان بن اشرف الوزرا شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ دُرّانی تلاش معاش کے لیے لکھنؤ مین آئے اور محلہ حیدر آباد مین جو نیا آباد ہوا تھا ٹھہرے ابھی کوئی مستقل سلسلۂ روزگار پیدا نہوا تھا صرف معتمد الدولہ کے ذریعہ سے مدد خرچ کی صورت ظہور مین آئی تھی کہ بیمار ہو کر دار فنا سے گذرے -

(۲) عباس قلی خان جن کے باپ منیرالدولہ شاہ عالم کی طرف سے الہ آباد مین ناظم تھے آئے یہ صاحب نہایت متین اور نازک طبع تھے اور اپنے باپ کی جاگیر مین نواح عظیم آباد کی طرف رہتے تھے زیارت کربلاے معلے اور نجف اشرف سے مشرف ہوکر ایران سے لوٹ کر لکھنؤ مین آئے اور مجرے کے وقت شمشیر قیمتی نواب کو نذر کی اور ایک کتاب اپنی تصنیف کی ہوئی پیش کی اس کتاب مین اپنے سفر عرب وعجم کے حالات بیان کیے تھے - اقوام ڈکیتی پیشہ کے ہاتھون جو مصائب اُٹھائے تھے اور اُنکے پنجۂ عذاب مین گرفتار ہوکر دو تین لاکھ روپیہ کا اسباب برباد کیا تھا یہ حال مفصل بیان کیا تھا کئی برس کے بعد انکا کئی ہزار روپیہ مشاہرہ قرار پایا -

(۳) نواب قاسم علی خان بن نواب سالار جنگ نے قضا کی یہ نواب عمدہ عمدہ کھانون کے بڑے شوقین تھے بلکہ خود اچار اور مربے بنانے مین مشاق تھے اور ہاتھی - گھوڑے اور تلوار کو خوب پہچانتے تھے نغمہ وسرود اور مرثیہ خوانی مین داؤد ثانی تھے بوجہ دولتمندی کے حکام انگریزی اُنکی بہت عزت کرتے تھے گورنر جنرل سے بھی روشناس تھے - قاسم علی خان کے بعد اُنکے بیٹے حسین علی خان اور بھائی نوازش علی خان اس گھرانے کے سربرآوردہ تھے -

(۴) نوازش علی خان بن نواب سالار جنگ نے انتقال کیا یہ بھی بڑے دولتمند تھے جو صفات انکے بھائی قاسم علی خان مین تھے وہ ان مین نہ تھے -

(۵) رمضان علی خان جن کی بہن نواب سعادت علی خان کی حرمون مین داخل تھی اور اسوجہ سے نواب کے مقرب اور ندیم تھے اور بیش قرار مشاہرہ رکھتے تھے اور دولتمند آدمی تھے اور انکی نسبت نواب سعادت علی خان کو زہر خورانی کا شبہہ ہوا تھا - اسیر پنجۂ اجل ہوئے انکی تنخواہ اُنکے بیٹو نپر مقرر ہوئی -

(۶) گلزاری مل خزانچی کا خزانۂ حیات قزاق قضا نے لوٹ لیا اس شخص کی عمارت شیخن

دروازے کے قریب اور مینا بازار مین بلند اور وسیع تھی یہ تمام مکانات غدر کے بعد مسمار ہوئے یہ شخص قوم کا بنیا تھا راجہ رائے رتن چند کی وجہ سے معتمد الدولہ کا ملازم ہوا نواب سعادت علی خان کے عہد مین تقسیم سپاہ کے خزانے کا جس مین دو کروڑ روپیہ ہمیشہ موجود رہتا تھا خزانچی تھا اس کے مکان عالیشان کا دروازہ صحن حیدر باغ اور عمارات سنگین محل کے مقابل سر بازار واقع تھا حکم ہوا کہ وہ کھود کر زمین ہموار کر دیجاے لیکن مکاندار نے کچھ نذرانہ دیکر اُسکی بلندی کچھ پست کر دی

(۷) نواب مدار الدولہ امراے نامی شاہ جہان آباد سے تھے پرگنہ مچھرہٹہ متعلقہ خیر آباد جسکی جمع ساٹھ ہزار سالانہ تھی اُنکی جاگیر مین تھا یہ نواب مدت سے علیل تھے نواب وزیر کے اور گورنر جنرل کے دربار مین نقرئی پایون کی کھٹولی پر بیٹھ کر جایا کرتے تھے۔ آخر کار مر گئے ترکہ کے واسطے ورثہ مین نزاع پیدا ہوا۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ گھر کی سربرآوردگی وسر غنائی محمد علی خان کے نامزد ہوا اور جاگیر ضبط ہو کر پانچہزار روپیہ ماہوار نقد خزانۂ عامرہ وزارت سے عنایت ہوتا رہے اور اس رقم مین نواب مہدی علی خان اور نواب احمد علی خان اور نواب امجد علی خان کی بھی تنخواہ قرار دیجائے۔

(۸) تجمل حسین خان پسر علامہ تفضل حسین خان نے انتقال کیا علاقہ بیسواڑہ مین جو جاگیر اُنکی ساٹھ ہزار روپے کی تھی وہ انگریزونکی حمایت سے احمد حسین خان اور حیدر حسین خان فرزندان تجمل حسین خان پر بحال و برقرار رہی۔ گو کار پردازان ریاست نے مداخلت کی مگر انگریزونکی حمایت کی وجہ سے نہ چل سکی۔

مرزا حاجی کا کار نیابت انجام دینا مگر آخر کار دوبارہ معتمد الدولہ کا بحال ہو جانا

معتمد الدولہ آغا میر کے نظر بند ہونے کے بعد نیابت کا کاروبار مرزا حاجی چلاتے تھے

اور بادشاہ بیگم کی جاگیر کا کام آفرین علی خان خواجہ سرا کرتا تھا اور سلطان پور کا علاقہ مرزا حاجی کے چھوٹے بھائی مرزا محسن سے متعلق تھا مرزا حاجی اور آفرین علی خان یہ دونون نواب غازی الدین حیدر کے مشیر تھے کچھ دنون محبت نے رنگ دکھایا چین سے گذری باہم شیر و شکر تھے یکایک پیر فلک نے کروٹ لی جسکی تفصیل یہ ہے - معتمد الدولہ نے خیال کیا کہ بادشاہ بیگم کی آزردگی اپنے منصب نیابت کی بربادی کا باعث ہے اس فکر و تدبیر مین عرق ریزی شروع کی کہ اُنکا دل صاف ہو جائے کوئی دقیقہ سحر و افسون و طلسم و دعا و تعویذ وغیرہ مذہب اہل سنت و امامیہ سے باقی نرہا کہ جو ظہور مین نہین آیا آخر کار سبحان علیخان نے بی بی قطبی کے ذریعہ سے بادشاہ بیگم کا آئینۂ دل زنگ آزردگی سے صاف کیا اور صفائی کی صورت پیدا ہو کر آغا میر اٹھارہ ماہ معطل رہنے کے بعد پھر خلعت نیابت سے مع نوبت و نقارہ سرفراز ہوئے - اس عرصے مین مسٹر اسٹریچی رزیڈنٹ لکھنؤ سے چلے گئے اور کچھ دنون مسٹر ریبیٹر اسسٹنٹ قائم مقام رزیڈنٹ رہے - پھر مسٹر جان مکٹن جو سابق مین دفتر فارسی کلکتہ مین سکرٹری اور رزیڈنٹ بنگالہ تھے عہدۂ رزیڈنٹی لکھنؤ پر مامور ہو کر آئے کچھ دنون کے بعد یہ بھی مستعفی ہو کر ولایت کو چلے گئے اور اس عہدے پہ مسٹر رکھن صاحب مقرر ہوئے -

نواب غازی الدین حیدر کا بادشاہ بننا اور شاہ زمن لقب اختیار کرنا آغا میر کو وزارت ملنا

شاہ عالم ثانی کا سکہ ۱۲۵۲ھ ہجری تک تمام ہندوستان مین انگریزون نے جاری رکھا جو پیسے دار روپیہ کہلاتا تھا یہ مین نے دیکھا ہے اُنھون نے بیاسی[۸۲] برس کی عمر مین ۷ - رمضان ۱۲۲۱ھ ہجری کو انتقال کیا برائے نام ۴۸ سال قمری

اور پانچ مہینے تک بادشاہت کی جن مین سے بارہ برس اور ۵ مہینے بہار اور الہ آباد مین بسر کیے دہلی مین ۱۷ برس دونون آنکھوں کی بینائی کے ساتھ گزارے اور اُنیس سال نابینائی کی حالت مین کاٹے اُنکے سکے کا شعر یہ ہے ۔

حامی دین محمد سایۂ فضل الہ سکہ زد بر ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

مگر مشہور اس طرح ہے ؎

سکہ زد بر ہفت کشور سایۂ فضل آلہ حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

راجپوتانے کی بعض بعض ریاستون مین ۱۸۱۸ء تک اُنکے نام کا سکہ جاری ہے جو اگلے زمانے کا مسکوک ہے ٹکسال اسکی بند ہے ۔

نواب اودھ کی ٹکسال مین جو سکہ جلوس رئیس کا ہر سال بنا پڑتا تھا وہ شاہ عالم کے نام سے مسکوک ہوتا تھا اور کچھ نمونے کے طور پر کلکتے کو بھیجا جاتا تھا نواب غازی الدین حیدر نے اپنے جلوس کے تیسرے سال سکے کی یہ صورت مقرر کی کہ ایک طرف شاہ عالم کا نام تھا اور دوسری جانب مچھلی کی صورت اور اودھ کا نام تھا اور مچھلی کی صورت یہان کی رسم قدیم تھی اس موجب سے کہ جب صفدر جنگ صوبۂ اودھ مین داخل ہوئے تو پہلے پہل داخلے کے وقت مچھلی نظر پڑی اسلیئے اسکو نیک شگون خیال کر کے سکے مین رواج دیا۔ یہ بیان بعض مورخون کا ہے مگر ہم برہان الملک کے حالات مین ایک اور تاریخ سے لکھ چکے ہین کہ جب برہان الملک صوبہ دار اودھ ہو کر اس ملک کے قبضہ کرنے کے لیے آئے اور گنگا کو عبور کرنے کے لیے کشتی مین سوار ہوئے تو ایک مچھلی جست کر کے اُنکے دامن مین آپڑی اور نواب نے اُسکو شگون نیک جان کر رکھ چھوڑا جو واجد علی شاہ کے عہد تک رہی گوشت دور ہو کر ہڈیان رہ گئی تھین۔

بہر صورت نواب نے اس قسم کے سکے مسکوک کرا کر کلکتے کو بھیجے۔ جمعیت رائے اور روشن لال

دو بھائی قوم کایست سکسینہ اطراف شاہ جہان پور ملک روہیلکھنڈ سے لکھنؤ مین وارد ہوئے تھے اور سرشتۂ دارالضرب مین نوکر ہوئے تھے اُنھون نے ایک جدید صورت سکے کے لیے اختراع کی اور نواب کی خدمت مین پیش کی اسکی صورت یہ تھی کہ دو شیرون کے درمیان تصویر منقش تھی نواب نے اس سکے کو پسند فرمایا اور یہی سکہ جاری کیا گیا اور چند روپے حسب دستور کلکتے کو بھیجے گئے کہتے ہین کہ گورنر جنرل نے اسکے جواب مین نواب کو لکھا کہ نواب صاحب اپنے ملک کے مالک ہین اور اپنی قلمرو کے بادشاہ ہین اگر سکہ اپنے نام سے مضروب فرماتے تو بھی مناسب تھا معتمد الدولہ نے گورنر جنرل کے مضمون خط سے نواب غازی الدین حیدر کو اطلاع دی تو نواب نے رزیڈنٹ کی معرفت کونسل کلکتہ مین اس امر کی درخواست کی کہ سکہ ہمارے نام سے جاری ہو ۔ سیر المحتشم مین وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ لارڈ ماڑا مارکوئس ہیسٹنگز گورنر جنرل ہند کو ۱۸۱۳ء مین جب ہندوستان کے دورے کا اتفاق ہوا تو اُنھون نے اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ولد عزیز الدین عالمگیر ثانی سے ملاقات کے وقت کرسی کا سوال کیا بادشاہ نے یہ امر جدید بخلاف عہد قدیم کے قبول نفرمایا جبکہ گورنر جنرل کی یہ مراد پوری نہوئی تو دل مین بیحد رنج پیدا ہوا اور شاہ دہلی کو مات کرنے کے لیے غازی الدین حیدر کو بادشاہ بنانے کا منصوبہ کیا ۔

محتشم خوانی مین اس بات کو یون لکھا ہے کہ معتمد الدولہ کے دل مین یہ بات پیدا ہوئی کہ رئیس کو عہدۂ وزارت سے مرتبۂ بادشاہت پر پہونچائین گورنر جنرل کے یہان سے ایک تحریر آئی تھی جس مین غازی الدین حیدر کو لکھا تھا کہ صاحب اپنے ملک کے آپ بادشاہ ہین کسی کو آپ کے مقدمات خانگی مین مداخلت نہین ہے اس تحریر کو سند سمجھ کر نواب اودھ کی جانب سے بادشاہت کا سلسلہ ملایا ۔ اور چند ایسے آدمیونکے نام لکھے کہ وہ سابق مین شاہ ایران کے

ماتحت تھے اور تحریر کیا کہ میرا تعلق بادشاہ دہلی سے کسی قسم کا نہین ہے مین شاہ انگلستان کا تابع ہون اور وہ شاہنشاہ ہین اسلیے میری خواہش یہ ہے کہ عہدۂ وزارت کو ترک کرکے سرکار انگریزی کی مدد سے تخت نشینی اختیار کرون میرے خاندان مین سے پہلے کئی شخص سلطنت کے مرتبے کو پہونچے ہین اور صدر سے فلان تاریخ جو مراسلہ آیا ہے اس مین بھی مندرج ہے کہ آپ اپنے ملک کے بادشاہ ہین پس یہ درخواست قبول کرکے اجازت سے دریغ نکرین جب گورنر جنرل کی کونسل مین یہ مراسلہ پیش ہوا تو تعجب پیدا ہوا اور ممبران کونسل کو اس امر مین اختلاف پیدا ہوگیا ایک فریق کی یہ راے تھی کہ اس صورت کا پیدا ہونا مناسب نہین اور دوسرے فریق نے وزیر کی درخواست کی تائید کی فریق اول کی دلیل یہ تھی کہ جبتک انکا بادشاہ زندہ ہے یہ امر مناسب نہین ہے دوسرے صفدر جنگ کے عہد سے اس وقت تک کسی نے یہ حوصلہ نہین کیا تھا۔ اب غازی الدین حیدر کا ایسا کرنا خلاف دستور ہے۔ تیسرے جس وقت یہ خبر ممالک مین پھیلے گی تو سرکار کمپنی بدنام ہوگی کہ باوجود تسلط اور اختیار کے اس نامناسب کام سے نہ روکا جو تھے ملاقات اور تحریرات مین تفاوت پڑ جائیگا اور یہ دستور قدیم کے خلاف ہے۔

دوسرے فریق کی دلیل یہ تھی کہ ہمکو وزیر اور بادشاہ کی خوشنودی اور رنجیدگی سے کوئی غرض نہین جسکام مین سرکار کمپنی کی بہتری ہو وہ ہمارے نزدیک اولے ہے اور اس امر مین نواب کو اجازت دینا سراسر مصلحت کے موافق ہے کیونکہ جتنے عہدنامے سرکار کمپنی اور ریاست اودھ کے درمیان وزارت کے عہد مین منعقد ہوئے تھے وہ تخت نشینی کے وقت کالعدم ہو جائین گے یہ سرکار کمپنی کی خوش اقبالی کے آثار ہین کہ ابتدا اس امر کی نواب کی طرف سے ہوئی دوسرے جس قدر اولاد شجاع الدولہ کی شریک ریاست تھی وہ سب خارج ہو کر سوا امتیاز الدولہ کے دوسرا باقی نہ رہے گا اور اس کا بھی ہل کار دیکھنا چاہیے کہ کہانتک طول کھینچتا ہے تیسرے اودھ کی ریاست تمام ہندوستان مین

وزارت مانی جاتی تھی تمام ہندوستانیون کے دل متنفر ہو جائین گے کہ اپنے بادشاہ کو کمزور پاکر اپنے رتبے سے بڑھکر قدم رکھا اور یہ عداوت ہمیشہ باقی رہے گی اور اس صورت مین سرداران ہندوستان کی طرف سے سازش کا اندیشہ جاتا رہیگا اور اس امر مین ہماری بدنامی اُسوقت متصور تھی کہ تحریص سرکار کمپنی کی طرف سے ہوتی حالانکہ ہمارے خواب وخیال مین بھی یہ بات نہ تھی اور یہ کام خلاف قانون و دستور بھی نہین ہے کیونکہ نواب خود لکھتے ہین کہ ہمارے بزرگون مین سے کئی بادشاہ گذرے ہین اور ممانعت کی اُس وقت مین جگہ تھی کہ نواب اپنے بزرگون کے خلاف کوئی کام کرنا چاہتے اور یہ کام نواب کا فتنہ و فساد کا احتمال رکھتا تو روکنے کے قابل ہوتا بلکہ یہ تو ایک قسم کے لہو ولعب اور عیش وعشرت کی شاخ ہے پس یہ کام سرکار کمپنی کے لیے عین مصلحت ہے کیونکہ جسقدر عیش وعشرت مین مبتلا ہون روکنا اُس سے مقتضاے دانائی کے خلاف ہے فتنے کا خواب مین رہنا بہتر ہے بیدار ہونے سے۔ نواب کی یہ تخت نشینی اسی قسم کی ہے اور آداب ملاقات ومراسلات مین تو تفاوت اُس وقت پڑسکتا ہے کہ اجازت دیجاے گورنر جنرل[1] نے بھی فریق ثانی کی راے کے ساتھ اتفاق کیا کیونکہ اُنکو ملاقات کے باب مین بادشاہ دہلی سے رنج پہونچا تھا اور کہا کہ نواب اودھ اپنے ملک مین ہر طرح کا اختیار رکھتا ہے اور بادشاہ دہلی کی شکایت ہم سے ہو نہین سکتی نواب سے ہوگی جب صدر سے اجازت تخت نشینی کی پہونچی تو غازی الدین حیدر معتمد الدولہ کے کام سے ایسے راضی ہوئے کہ کبھی ایسا کوئی مالک اپنے غمخوار سے راضی نہوا ہوگا اس خدمت کے صلے مین ریاست مین پورے اختیارات بخشے اور دم واپسین تک اُنکے حق مین کسی شکایت پر التفات نکیا۔ اثنا عشریہ کے نزدیک ۱۸ تاریخ ذی حجہ کی مبارک ہے

[1] چونکہ نواب ممدوح از بادشاہ دہلی پر درد درباب ملاقات رفتہ بود راے ثانی را برراے اول ترجیح دادہ بہ جلوس سلطنت مجاز نمود ۱۲ محتشم خانی نواب ممدوح سے مراد گورنر جنرل ہے ۱۲

کیونکہ اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب سرور کائنات حجۃ الوداع سے پھرے تو غدیر خم کے مقام پر کہ ایک جگھ مکے اور مدینہ کے درمیان مین ہے ۱۸ - ذیحجہ کو سب صحابہ کو جمع کر کے حضرت علی ؑ کی مولائیت کی بشارت دی تھی جس سے مراد یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کے بعد امامت کے لیے اوے ہین پس اس تاریخ کو سنہ ۱۲۳۴ ہجری مین کہ ۹ - اکتوبر سنہ ۱۸۱۹ء سے مطابق تھی شنبہ کے دن نوابی کی صورت سلطنت سے مبتدل ہوئی - اور بادشاہ کا لقب ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر مقرر ہوا اور بزم جشن جلوس منعقد ہوئی - اب چتر و تخت لوازمۂ شاہی کی بھی ضرورت واقع ہوئی جنکی تیاری کے لیے دو کروڑ روپے ساہ گوبند لال پسر ساہ بہاری لال کی تحویل مین جمع ہو کر تخت اور چتر مرصع و مکلل جواہر کار اور کارچوبی شامیانہ تیار ہوئے - اس تخت کی کیفیت یہ ہے کہ یہ چاندی اور سونے سے بنایا گیا تھا اور اُس کے آس پاس چار حاشیے لعل اور زمرد اور یاقوت اور فیروزہ اور پکھراج اور موتی اور مونگے سے اس طرح کاریگرون نے لگائے تھے کہ وہ تارون بھرے آسمان کی طرح بہار دیتا تھا اور اُس تخت پر مخمل سُرخ کی مسند بچھی تھی اور اوپر ایک شامیانہ زربفت کا ایستادہ تھا جسکی جھالرون مین موتی اور نقیش ٹکے تھے چوبین اس شامیانے کی سونے اور چاندی کی تھین اور کلابتون کی ڈوریون سے بنا ہوا تھا - تخت اس شامیانے کے تلے تھا اور تخت کے سامنے چالیس گز لمبا بیس گز چوڑا ایک دوسرا شامیانہ کھڑا تھا جس کی تیاری مین سلمہ و ستارہ و نقیش و کلابتون خرچ ہوا تھا -

انگریزونکو بہت کچھ دیا گیا - رکھن صاحب رزیڈنٹ کو لاکھون روپے اور لاکھون کے تحائف دیے گئے اور تمام بڑے بڑے اہلکارون کو خلعت مرحمت ہوئے - سات دن تک جشن رہا -

سکہ جو سبحان علی خان نے موزون کیا ہے یہ ہے -

سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب ذو المنن　　غازی الدین حیدر عالی نسب شاہِ زمن

سکے پر ایک طرف یہ بیت تھی اور دوسری جانب دو مچھلیون اور دو شیرون کی تصویرین ایک دوسرے کے

مقابلے مین تھین اب معتمد الدولہ کا عہدہ نیابت بھی وزارت کے ساتھ مبدل ہوا
شیخ امام بخش نے غازی الدین حیدر کے بادشاہ ہونے کی تاریخ اس طرح موزون کی ہے -

بحمد اللہ کہ با اقبال و دولت | بہ تخت زر جلوس شاہ گردید
زمین و آسمان یک بزم عشرت | ز ماہی خرمی تا ماہ گردید
مبارک باد اے آفاق عالم | طلوع آفتاب جاہ گردید
ندا آمد بگوشم زود یارب | کہ شاہ امروز شاہنشاہ گردید
پئے سال ہمایون جلوسش | بگو ناسخ کہ ظل اللہ گردید

دیگر

بر تخت شہی جلوس فرمود | زیبائے سریر بادشاہی
آوازۂ جود و فیض بخشی | تا ماہ رسیدہ اش ز ماہی
نافذ ز ثرے ست تا ثریا | حکمش ز اوامر و نواہی
جاری باد ابہفت اقلیم | این سکہ و حکم خاص شاہی
تاریخ جلوس ساختہ و رد | واثق بدعائے صبحگاہی
نو تاج شہی و سکۂ نو ملک | قائم بدوام وے الٰہی

تاریخ جلوس نمودن بر تخت مرصع و وزیر اعظم شدن معتمد الدولہ -

چون شاہ زمن صاحب جود و انصاف | شد بر سر اورنگ مرصع جالس
گردید وزیر اعظمش ضیغم جنگ | کو ہست بمضمار فراست فارس
سازد قدم شاہ خزف را یاقوت | وز خاک در وزیر زر گردد مس
تاریخ سعید کرد ناسخ تحریر | شہ اسکندر وزیر ارسطاطالس

صاحب رائے کہتا ہے:۔

بر تخت چو پادشاہ غازی بنشست　　صد شکر خدا داد زبان مردم
تاریخ جلوس او مبارک باشد　　ماہ ذی حجہ شنبہ با ہنر دہم

راجہ دیا کرشن کے انتقال ہونے پر اسکے بیٹے نول کرشن کو راجہ کا خطاب اور خالصے کی واصل باقی کی خدمت ملی اور بخشی گری کا عہدہ بٹرچند کے تفویض ہوا تھوڑے عرصے میں نول کرشن کا فرد حساب بھی دست اجل نے چاک کیا تو عہدۂ دیوانی خالصہ پر راجہ میوہ رام مقرر ہوے اور راجہ بال کرشن پسر راجہ نول کرشن واصل باقی نویس ہوئے نواب روشن الدولہ بن مظفر علی خان بن بندہ علی خان وزیر دوم اور علی محمد خان بن نوازش علی خان بن نواب سالار جنگ وزیر سوم اور صمصام الدولہ مرزا جھجو صاحب برادر محمد تقی خان وزیر چہارم مقرر ہوئے اور میر بندہ علیخان فرزند میر افضل علی بائیسی والا کو جو معتمد الدولہ کا داماد تھا جرنیلی کا عہدہ دیا گیا اور اُس کی نیابت پر فقیر محمد خان مقرر ہوئے اور وزیر اعظم کی نیابت کا خلعت سبحان علی خان کو ملا اور خلیل الدین خان خلعت وکالت مطلق سے سرفراز ہوئے اور کچہریون کے نام اس روش پر تبدیل ہوئے۔ دارالانشا۔ دارالاجرا۔ صدر الصدوری۔ کچہری سلطانی۔ دفتر نظامت دفتر جرنیلی۔ دفتر دیوانخانہ۔ وغیرہ اور علاقۂ لکھنؤ کے زمینداروں نے اپنی عرضداشتین مبارکبادِ سلطنت کی نذرون کے ساتھ بھیجین اور راجگی اور رائے کے خطابون سے نام آور ہوئے اور بعض کوتہ اندیشون نے گڑھیان اور قلعے بنوا کر بغاوت اختیار کی۔

معتمد الدولہ وزیر اعظم اور اُن کے مخالفون کی چوٹین

آفرین علی خان خواجہ سرا جو آصف الدولہ کا غلام تھا گو معتمد الدولہ کے بدخواہون مین

محسوب نہ تھا لیکن مرزا حاجی سے جو معتمد الدولہ کا دشمن تھا موافقت رکھتا تھا اس سے لیے
معتمد الدولہ کا دل اُس سے مکدر تھا دربار مین آنے کے واسطے اُسکو ممانعت تھی اس تھوڑے سے
عرصے مین آفرین علی خان ملک عدم کا رہرو ہوا۔ تاریخ وفات زیب قلم ہوتی ہے۔

چون محمد آفرین رحلت ازین عالم نمود — مدفن او شد بخاک آستانِ شاہدین
چون نمودم فکر بہر سال تاریخ وفات — ہاتفے گفتا کہ ہے ہے کرد رحلت آفرین

اُس کا نائب میر حیدر بخش محاسبے مین مقید ہوا۔ طوق اور زنجیر پہنی اور بڑی رسوائی کو پہونچا
پھر رزیڈنٹ کی سفارش سے جو آفرین علی خان پر مہربانی رکھتا تھا رہا ہوا مگر دربار مین بادشاہ
کے جانا پھر نصیب نہوا اور آفرین علی خان نے جو اپنے متروکے مین سے اُسکے لیے وثیقہ
سرکار انگریزی مین مقرر کیا تھا وہ بھی حاصل نہوا۔ یہ شخص مذہب امامیہ مین اتنا غلو رکھتا تھا
کہ صحابہ کے نام لکھ کر فرش کے تلے بچھوا لئے تھے تاکہ پائمال ہون لکھنؤ کی کربلاے تالکٹورہ مین ابتک
یہ بات موجود ہے میر حیدر بخش نے ایک کربلا بنائی ہے جو بہت مشہور ہے نام اس کا شبیہ
روضۂ امام علیہ السلام ہے۔ اُسکی تیاری کی تاریخ یہ ہے

در ایام غازی دستور ہند — کہ ہم نام حیدر بجود و عطاست
نہے رکن اقبال او ناظر ست — جہان آفرین خوان او دائماست
بدربار او سید باوفا — خدا بخش نامش بفضل خداست
بنا کرد چون کربلا کربلا — بچشم جہان خاک او طوطیاست
ز روے بشارت خرد سال او — بگفتا کہ این نقشۂ کربلاست

جب میر حیدر پر ہاتھ صاف ہوچکا تو معتمد الدولہ کی نظر حکیم مہدی علی خان پر پڑی
پہلے کئی لاکھ روپیہ اُنکے ذمے واجب و غیر واجب نکال کر طلب کیا اُنھون نے کہ دانشمند

آدمی تھے حکمت عملی سے کام لیا وکیل کی معرفت زر مطلوبہ بلکہ حساب سے کسی قدر زیادہ دیکر آیندہ کے لیے خلعت کے خواستگار ہوئے معتمد الدولہ بھی مصلحۃً غفلت وہی کے واسطے لطف وکرم سے پیش آئے اور چکلۂ بہرائچ اُنکے علاقۂ قدیم پر اضافہ کیا۔ حکیم صاحب نے اس علاقے کا بندوبست بھی بخوبی کیا لیکن اُس علاقے کا ایک چودھری کہ صاحب دولت تھا معتمد الدولہ کے اشارے سے انتظام مین خلل ڈالنے لگا حکیم صاحب نے اُسکو تدبیر سے کسی شخص کے ہاتھ سے عدم کا راستہ دکھایا اور اُسکا تمام مال واسباب اپنی سرکار مین داخل کیا معتمد الدولہ کو اس معاملے سے بڑا صدمہ ہوا۔ حکیم مہدی علی خان ارسطوے وقت تھے اُنھون نے شاہجہان پور عملداری سرکار کمپنی مین جو محمدی سے نزدیک تھا جاکر عمارات بنوائین اور بتدریج اپنی تمام دولت وحشمت کو وہان پہونچادیا اور خود بھی وہان سکونت اختیار کرکے انگریزونکے ذریعہ سے بادشاہ کی خدمت مین لکھا کہ جو محاسبہ مجھسے لینا منظور ہو انگریزونکی وساطت سے لین مین اُسکے دینے کو موجود ہون لیکن لکھنؤ مین حاضر ہونے سے قاصر ہون ۔ معتمد الدولہ کے دل مین یہ خار کھٹکتا ہی رہا۔ اور مجبور ہوکر ظہور اس امر کا اپنی خوبی اقبال سے تصور کرکے زر محاسبہ تمام وکمال طلب کرلیا چونکہ شیخ ناسخ آغا میر کے دوست تھے حکیم صاحب کے چلے جانے کی اُنھون نے تاریخ کہی جسکا مادہ گرگ رنجیۃ (۱۲۳۵) ہے اور پچھلا مصرع یہ ہے ؎
(کا شور لے پختن شلغم گرنجیۃ) اور جب نوبت مرزا حاجی کی آئی تو یہ بھی بلاؤن مین مبتلا ہوئے ایام معطلی مین بھی وزارت کی امید پر اسباب امارت اسی شان وعظمت کے ساتھ مہیا رکھا بتیس تیس ہاتھی سو ڈیڑھ سو گھوڑے انکے فیل خانے اور اصطبل مین رہے انکی معطلی کے زمانے مین اکثر بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایک شیر خونخوار پنجرے مین بند کیا ہے جس وقت رہا ہو دیکھیئے کس کس کو لقمہ کرے خلاصہ اس تقریر کا معتمد الدولہ کی طرف اشارہ تھا۔ معتمد الدولہ کو

مرزا حاجی سے قلبی عداوت تھی اس لیے وزیر اعظم نے اُنکے بھائی مرزا محمد محسن کو جنکہ سلطانپور کے محاسبے مین جسکو اُس نے مرزا حاجی کی ضمانت سے اجارے پر لیا تھا اور سرکاری روپیہ ادا نکیا تھا گرفتار کیا اور اُسکی علت مین دربار مین آنے کی ممانعت مرزا حاجی کے لیے بادشاہ کیطرف سے صادر کرائی - معتمد الدولہ نے یہانتک اُنکی تذلیل کی صورت نکالی کہ شہر سے مع گھر بار کے اخراج کا حکم صادر کرایا اور روانگی مین اتنی عجلت کی جو مرزا حاجی کی شان کے بالکل خلاف تھی مرزا حاجی پیادہ پا سربازار تمازت آفتاب مین اپنے مکان سے نکلکر روانہ ہوے جو شخص دیکھتا تھا اُنکی شان و ثروت و عظمت و حشمت کو یاد کر کے روتا تھا - مرزا محسن بھی اُن کے ساتھ روانہ ہوئے - اُنھون نے یہ تاریخ اپنے اخراج کی فی البدیہہ استخراج کی - ہاے غریبی (۱۲۳۸)

تاریخ دیگر

میرزا حاجی کہ آن از سالہا در قید بود ... ناگہان اورا برون از شہر کردہ این فلک
سال حال سرگذشتش چون ز ہاتف خواستم ... گفت مرزا حاجئ بیچارہ رفتہ یک بیک

مرزا حاجی کے اخراج کی نسبت جو اسطرح حکم ہوا اُسکی علت یہ تھی کہ اُنھون نے میر غلام علی پسر میر حامد علی کی صلاح سے ایک برہمن یا راجپوت کو جیسا کہ محتشم خوانی مین لکھا ہے اور بقولے خود میر غلام علی کو کئی ہزار روپے دینا کہکر معتمد الدولہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا - حکیم واجد علی کے بیٹے کی شادی مین ایک دن محفل رقص و سرود منعقد تھی لکھنؤ کے بڑے بڑے آدمی شریک تھے اور معتمد الدولہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور میر غلام علی بھی مسلح شریک محفل تھا اور معتمد الدولہ کے قتل کی تاک مین تھا - شیخ امام بخش ناسخ نے جنکے معتمد الدولہ باخلاص شاگرد تھے اس بھید سے مطلع ہو کر فقیر محمد خان کی معرفت معتمد الدولہ کو خبردار کرایا فقیر محمد خان نے

بنظر تقدم بالحفظ غلام علی خان سے ہتھیار طلب کیے جب وہ دینے پر راضی ہوا تو فقیر محمد خان نے اُسکے تپنچہ مارا غلام علی خان نے زخم کھاکر فقیر محمد خان کے تلوار ماری کہ اُنکا ہاتھ مجروح ہوا غلام علی گرفتار ہوا- جب یہ شخص برہنہ کیا گیا تو مہاجن کی ہُنڈی دس ہزار روپے کی اُس کے بازو سے جو تعویذ کی طرح بندھی ہوئی تھی دستیاب ہوئی اس کاغذ نے شہادت عزم مرزا حاجی کی بادشاہ کے روبرو دی اور حکم اخراج کا جاری ہوا- اور غلام علی دائم الحبس ہوگئی برس کے بعد مرگیا یہ شخص بات کا اتنا پورا تھا کہ معتمد الدولہ نے بہت کچھ چاہا کہ اگر وہ اپنے اور مرزا حاجی کے گناہ کا اقرار غازی الدین حیدر کے سامنے کرے تو اُسکو رہا کرکے زر نقد دے مگر اُس نے نہ مانا

اب معتمد الدولہ کی فکر مظفر علی خان بن لطف علی خان کے دامنگیر ہوئی- یہ شخص سپاہی منش اور شجاع تھا اس کے متعلق دیوان خانے اور توپخانے کا کام تھا سوا سے بادشاہ کے دوسرے کی طرف سر جھکانے سے عار تھی- آخر کار امرت لال کایتھ کو جو نظم و نثر مین مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور مظفر علی خان کا متصدی تھا پیش کرکے چند قصور مظفر علی خان پر رکھ کر اُسکو خانہ نشین کیا-

اس کے بعد اسد الدولہ معروف بہ غلامی کی تخریب کی طرف متوجہ ہوے یہ نواب سعادت علی خان کے غلامان پرورش یافتہ مین سے تھا اور اُنکی خدمت مین تقرب رکھتا تھا اور نہایت دلیر تھا اور صاحب ثروت تھا- چند متفرق علاقے اُس کے سپرد تھے اُسکی بہادری کے متعلق ایک واقعہ سُن رکھنے کے قابل ہے کہ ایکدن غازی الدین حیدر نے ایک شیر کو پنجرے سے کھول کر حاضرین دربار سے فرمایا کہ دیکھین کون اسکو شمشیر اور چابک سے شکار کرسکتا ہے- میان غلامی نے اُسکے مقابل ہوکر چابک ون سے اُسکا بدن ایسا اُدھیڑا کہ وہ ناتوان ہوکر بیٹھ گیا اُس وقت سے اسد الدولہ خطاب پایا چار پانسو راجپوت اسکی رفاقت مین تھے

جب معتمد الدولہ اُس سے پرخاش پر آمادہ ہوئے تو اُن جوانون کے ساتھ دن کو تمام مال واسباب لدوا کر بند وقین چھتیاتا ہوا شہر سے نکلکر کانپور کی طرف روانہ ہوا - اور در دولت کے پاس ایک کوٹھی اُسکی بنوائی ہوئی کمال پرتکلف موجود تھی - کانپور پہونچ کر نئی عمارتین بنوا کر اُن مین رہنے لگا - چند عرصے کے بعد اُسکی لکھنؤ کی کوٹھی مسمار کرادی گئی -

اسی طرح امام بخش مردھے ہا کو کسی قصور کی علت مین کشان کشان شہر سے خارج کیا یہ شخص بڑا دولتمند تھا اُس کے بیٹے کی شادی ہوئی تھی تو ہزار جوڑ قاب و کاسہ کے ایک رنگ دستر خوان پر چنے تھے اور دو تین لاکھ روپیہ اس کا بازار مین پھیلا ہوا تھا - امام بخش بریلی کو جو اُس کا قدیمی وطن تھا چلا گیا اور علاقہ زمینداری کا مول لیکر امیرونکی طرح رہنے لگا اور انگریزی درباریون مین محسوب ہوا -

خلاصہ یہ ہے کہ معتمد الدولہ نے اپنے کسی مخالف کو باقی نہ چھوڑا اور بادشاہ کے پاس اب کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہا جو تہ دل سے اُنکا خیر طلب ہو اور معتمد الدولہ کی بدخواہیونکی روک تھام کرتا ہو -

معتمد الدولہ کا روشن کہار کو زندہ درگور کرنا

روشن کہار جو نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر دونون کا معتمد تھا اور خزانہ حضور اور جواہر خانے کی کنجیان اُس کے پاس تھین - معتمد الدولہ نے ایکدن اُس سے کچھ روپے طلب کیے اُس نے بادشاہ کی اجازت بغیر دینے مین تامل کیا بلکہ بادشاہ سے معتمد الدولہ کی خیانت کی شکایت کی معتمد الدولہ نے بعض رقومات اُس سے زبردستی لیکر اُنکا تغیر و تبدل کیا اور بادشاہ کی دہشت سے اُس کہار کو ایکدن ساتھ لیکر جہان اپنی عمارت

بن رہی تھی وہان پہونچے اور کسی کو اشارہ کیا کہ اُس نے روشن کو خندق مین ڈھکیل کر مٹی سے اُس کو پاٹ دیا معتمد الدولہ نے بادشاہ کو خبر کی کہ روشن مرگیا۔

خیر خواہان معتمد الدولہ

(۱) اعظم علی خان یہ ایک بازاری شخص محض ناخواندہ لڑکپن سے معتمد الدولہ کا رفیق تھا جب معتمد الدولہ نیابت اور وزارت کی دولت کو پہونچے تو کاغذ اور قلمدان اور نذر کی اشرفیان اعظم علی کے ہاتھ مین رہتی تھین پہلے دوشالہ اور پوشاک وغیرہ انعام مین پاکر معتمد الدولہ کے مزاج مین مداخلت کلی حاصل کی اور رفتہ رفتہ مخفی امور مین محرم راز ہو کر خزانہ اور توپخانہ وغیرہ تمام کارخانون کی افسری حاصل کی اور انعام واکرام اور امانت وخیانت مین اسقدر دولت کثیر ہاتھ آئی کہ کروڑپتی مشہور تھا اسکی عمارتین بھی معتمد الدولہ کی عمارتون کے برابر اُسی کروفر سے تعمیر ہوئین ابتک وہ عمارات باقی ہین اور ایک کوٹھی فلک فرسا نول دروازے مین موجود ہے اور جسوقت سوار ہوتا تھا تو شہر و بازار مین ہزار پانسو روپے فقیرون اور محتاجون کو تقسیم کر ڈالنا بات نہ تھی اُسکے خدمتگار بیش قیمت پوشاکون سے آراستہ رہتے تھے اور ہزارون روپیہ رقص وطرب مین جا وبیجا صرف ہوتا تھا معتمد الدولہ کے نوکرون مین ایسا صاحب ہمت اور نیکنام دوسرا آدمی نہ تھا

(۲) ٹیپو خان جو شتر سوارون مین پندرہ روپے کا نوکر تھا معتمد الدولہ کی رفاقت مین اُسکی دولت نے یہ ترقی کی کہ ہزارون روپیہ کنگریون کے مانند طوائفون کے انعام مین صرف ہوتا تھا نہ حرف شناس تھا نہ کتاب مروت کا سبق پڑھا تھا اکثر چوپایون کے کارخانے اُسکے متعلق تھے۔

(۳) سنگین خان یہ شخص عدالت العالیہ مین مداخلت رکھتا تھا شراب کثرت سے پیتا تھا ہمیشہ نشے مین متوالا رہتا تھا اُسکی بدولت فاحشہ عورتین اور کسبیان مالامال تھین یہ شخص ہیچکارہ محض تھا۔

(۴) روشن علی یہ شخص سادات کا نام بدنام کرنے والا تھا سفلہ طبع خراب وضع بدزبان فحش گو ممسک وبخیل۔ نہایت بے مروت تھا نوکر کو تنخواہ اور بائع کو جنس کی قیمت دینا اس کے مذہب مین حرام تھا کوئی شخص علی الصباح اس منحوس کا نام زبان پر نہ لاتا تھا

(۵) میر اسد یہ شخص وجیہ سفید پوست لحیم وشحیم تھا چند کوٹھیون کی تحویلداری اس کے حوالے تھی ایکدن جائزے کے وقت ایک گھڑا خاک سے آلودہ کوٹھی مین رکھا ملا اُس کو باہر لاکر دیکھا تو کئی سیر طلائی ورقون سے بھرا ہوا تھا اُس نے وہ گھڑا اپنے گھر کو بھیجدیا اس قسم کی دولت سے مالا مال ہوگیا تھا۔

(۶) اشرف باورچی اس شخص کی بھی بخوبی دال گلی تھی ہزارون روپے جمع کرکے دولتمند ہوگیا تھا۔

(۷) میر بندہ علی بن شاکر علی یہ شخص قوم کا حمامی تھا نہایت ذلیل اوقات تھا مہاراجہ دولت راو سیندھیا کی سرکار مین پہونچ کر مسخرے پن کی بدولت کچھ سرمایہ بہم پہونچایا اور وہان کسی طوائف کی لڑکی پر جو مہاراجہ کی منظور نظر تھی آنکھ ڈالتا تھا اس قصور مین اُس سرکار سے نکالا گیا ٹوپی ترک سوارو نکی طرح سر پر رکھتا تھا اپنے آپکو سید کہکر پہلے سیاہ لباس عشرہ محرم کا اور نذر کی اشرفی اور طلائی زنجیر جو ہمیشہ نذر سادات ہوتی تھی معتمد الدولہ کی سرکار سے حاصل کیا کرتا تھا۔ آخر مسخرگی اُسکی اسقدر چمکی کہ کبھی حسب الحکم سر بزم اُسکی مقعد غیرت شمع بنتی تھی اور کبھی مولی اُسکی کون مین رکھاکر بکریان اُسکے پیچھے دوڑائی جاتی تھین اور یہ کیفیت دیکھکر معتمد الدولہ اور حضار مجلس ہنستے ہنستے دیوار قہقہہ بن جاتے تھے ایکدن ہوش مسلم حلق مین اُتار گیا انھین وتیر دن مین لاکھون روپے کا آدمی ہوگیا ایک ایک دن مین پچاس پچاس ہزار روپیہ اور پشمینہ وغیرہ کی گاڑیان انعام پاتا تھا۔ نوجوان عورتین اپنے نکاح مین لاکر

محلہ ترمنی گنج مین عالیشان عمارت بنوائی تھی ۔

اس قسم کے بیسیون آدمی معتمد الدولہ کی مصاحبت مین تھے جنکا ذکر طوالت کے خوف سے یہان ترک کیا گیا ۔

ایسے لوگون کے علاوہ عمدہ اور مہذب اور صاحب علم آدمی بھی اس سرکار مین تھے اُنھون نے وہ دولت پیدا کی تھی کہ معتمد الدولہ کے زوال کے بعد برسون عیش و عشرت مین اُن کی اوقات بسر ہوئی اُن مین سے بعض کا یہان تذکرہ کیا جاتا ہے ۔

(۱) سبحان علی خان ۔ یہ شخص علامہ عصر اور ہمہ صفت موصوف ۔ نثار بے نظیر عالی فکر خوش تدبیر تھا معتمد الدولہ انکے بغیر مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے ۔

(۲) تاج الدین حسین خان ذیعقل ارسطوے عہد تھے کمبوہون کی قوم مین ایسا آدمی کم گذرا ہے ۔

(۳) فقیر محمد خان گویا تخلص یہ صاحب بخشی محمود خان آفریدی مدار المہام نواب قائم خان بنگش والی فرخ آباد کے خاندان سے تھے ۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے شعر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا صاحب دیوان ہین شیخ امام بخش ناسخ سے مشورہ تھا ۔

(۴) مینڈو خان یہ صاحب بدل بیگ خان رئیس دہلی کے خاندان سے تھے قوم کے مغل خاندان ترک جیک سے تھے مستاجری ملک کی بدولت انھون نے بڑی ثروت پیدا کی تھی

(۵) مولوی خلیل الدین خان فرزند قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان خاندان جمیل الدین خان تورانی سے تھے ۔ جو نواب شجاع الدولہ کے عہد مین رسالہ دار تھے اور قصبۂ کاکوری کے رؤسا مین شمار پاتے تھے ۔ خلیل الدین خان جامع فنون صاحب علم و کمال اور دولتمند خوش اقبال تھے ۔

(۶) حکیم واجد علی خان موہانی یہ صاحب علم طب مین جالینوس ثانی تھے ۔

(۷) ساہ بہاری لال فرخ آبادی اور اُس کا بیٹا گوبند لال ساہو کار انکی دولتمندی کا شہرہ

دور دور مشہور تھا۔

معتمد الدولہ کے اسراف کا تھوڑا سا بیان اور بادشاہ کو شراب اور بھنگ کے نشے پر لگا کر غفلت مین ڈالدینا

معتمد الدولہ نے ایکدن ایک فراش کو نہایت مغموم و محزون دیکھا اُس سے سبب دریافت کیا اُس نے عرض کیا کہ میری بیٹی جوان قابل شادی ہوگئی ہے اور میرے پاس اس قدر روپیہ نہین کہ اُس کے سامان جہیز کے بارگران سے سبکدوش ہوجاؤن - معتمد الدولہ نے چوبدار کو حکم دیا کہ اعظم علی خان سے دریافت کرے کہ آج کی آمدنی خزانے مین کس قدر جمع ہے معلوم ہوا کہ لاکھ روپے کسی عامل کے مرسلہ آئے ہین - معتمد الدولہ نے اُس فراش کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تیری قسمت مین اسی قدر آمدنی تھی جلد اعظم علی خان سے لے اُسیوقت وہ روپیہ ہاتھیون پر بار ہو کر اُسکے گھر مین پہونچا -

(۲) ۱۸۳۱ء مین شیخ امام بخش ناسخ کو سوا لاکھ روپیہ قصیدے کے صلے مین دیا -

(۳) معتمد الدولہ کے ہر ایک رفیق کے مصارف مین دس بارہ ہزار روپے اور کم سے کم دو تین ہزار روپے ماہوار آتے تھے -

ایسے ایسے مصارف نے سلطنت کے خزانے کو کھوکل کر دیا تھا معتمد الدولہ کی نیابت اور وزارت کے زمانے مین ایک کوڑی خزانے مین داخل نہوئی تمام آمدنی مُلک کی معتمد الدولہ کی فرمائشات مین کام آتی تھی ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ کی آنکھون سے غفلت کے پردے کھولے اور عاقبت اندیشی کی باتین سوجھائین اور کہا کہ انجام اس اسراف کا کیا ہونا ہے مناسب ہے کہ وہ فکر کیجائے کہ انتظام مُلک و خزانے کی صورت ظہور مین آئے

سبحان اللہ معتمد الدولہ نے اسکا انتظام اس طرح کیا کہ بادشاہ کو جو امراض ورم جگر و استسقاو صلابت معدہ وغیرہ مین مبتلا تھے حکیم مرزا علی وغیرہ اطبائے سلطانی کے سازوبانسے جام شراب اور پیالہ بھنگ پر گوا نکا رکھا رکھا لیا اور افراط کی نوبت اس حد کو پہونچی کہ شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک عالم مخموری اور نشے مین گذرتی تھی اتفاقاً اگر کسی وقت بادشاہ ہوش مین آکر امور سلطنت کی طرف توجہ فرماتے تھے یا کسی معاملے کا استفسار کرتے تھے تو معتمد الدولہ سر اور دستار اُنکے قدم پر رکھ کر عرض کرتے تھے کہ پہلے حضور جام صحت بخش جو باعث تندرستی اور اعتدال مزاج عالی کا ہے نوش فرمالین پھر خانہ زاد ہر قسم کی کفش کاری کا سزاوار ہے اور سرکاری آبدارونکو تاکید تھی کہ میرے حضور اور غیبت مین کسی وقت پانی مسکرات سے خالی نہ رہے اس پردۂ غفلت مین معتمد الدولہ اپنا کام نکالے جاتے تھے - اور رزیڈنٹ سے منشی غلام حسین خان کی معرفت میل پیدا کر لیا - اور معتمد الدولہ نے مفتی خلیل الدین خان کو کلکتے بھیج کروہ کارروائی کی کہ اخبار صحیفۂ لکھنؤ کا جو کلکتے مین چھپا کرتا تھا لکھنؤ مین آنا موقوف ہوا بلکہ اہل اخبار کے ساتھ کچھ ایسا سلوک کیا کہ جو پرچہ دفتر شمس الاخبار یا جام جہان نما کا کلکتے سے آتا تھا اُس مین غازی الدین حیدر کی تعریف کے سوا لکھنؤ کے متعلق اور مضمون نہین ہوتا تھا اور رزیڈنٹ بھی معتمد الدولہ کی پاس خاطر سے یہان کی کیفیت گورنر جنرل کو نہین لکھتے تھے جو آخر کار بدنامی کا باعث ہوا -

معتمد الدولہ کی طمّاعی

معتمد الدولہ کو چار فکرین پیدا ہوئین (۱) جس طرح ہو سکے جو کچھ خزانۂ سلطانی سے نکلے میرے گھر مین داخل ہو (۲) ملک کا بندوبست اسطرح قرار دیا جائے کہ سوا میرے

رفیقونکے دوسرونکی مداخلت نہو اور آمدنی ملک میرے قبض و تصرف مین رہے (۳) لکھنؤ کے متمول لوگون سے جسطرح بنے روپیہ لیا جائے (۴) سپاہ شاہی کے مصارف مین کمی ہو اس صیغے سے روپیہ ہاتھ لگے چنانچہ فوج مین نذرانے کا قاعدہ جاری کیا اور ہر پلٹن اور رسالے سے بیس ہزار تیس ہزار روپیہ پیشگی وجہ نذرانہ مین لینا شروع کیا۔ ساہوکارون اور اہل حرفہ سے بھی روپیہ کھینچنا شروع کیا۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کو انتہا درجے کا دھوکا دینا کہ بعض آدمیونپر اُنکو بھوت پلید کا یقین دلا دینا اور بعض زندہ آدمیون کو اُنکے سامنے مُردہ ظاہر کرنا اور جبکہ بادشاہ کا کسی موقع پر اُنکو دیکھکر پہچان لینا تو معتمد الدولہ کا اور اُن کے ایما سے تمام حاضرین کا اُسکو جن یا صورت مثالی ثابت کرنا

(۱) کالکا داس گوٹہ کناری والا از مرۂ اہل حرفہ سے ایک دولتمند آدمی تھا اُس نے لاکھ روپے کا مال فرمائشات محلات معتمد الدولہ مین دیا جب وہ اپنے روپے مانگنے لگا تو معتمد الدولہ کے کارپردارون نے اُس حماقت شعار کو پری کی مانند اس طرح شیشے مین اُتارا کہ اگر بادشاہ سلامت کی قدمبوسی تجھکو حاصل ہو جائے تو ہم چشمون مین عزت کا باعث ہو وہ دیوانہ فریب مین آگیا اور معتمد الدولہ کی خدمت مین حاضر ہو کر منت و سماجت کے ساتھ خلعت بادشاہی کا اُمیدوار ہوا معتمد الدولہ کہ اسی فکر مین تھے اُس کو اپنے ساتھ دیوان خاص بارہ دری سلطانی مین لیجا کر ایک مقام پر بٹھا دیا اور کہا کہ مین بادشاہ سے عرض کر کے تدبیر حصول خلعت عمل مین لاتا ہون

یہ کہکر وہ تو سراپردۂ سلطانی مین چلے گئے اور یہ دیوانہ پری زدہ تمنائے خلعت کے نشاط مین پھولا ہوا بیٹھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ بارہ دری مین چلے آئے اور اُسکو بہت کریہ لحیم وشحیم دیکھکر فرمایا کہ یہ کون ہے ملازمون کی مجال نہ تھی کہ معتمد الدولہ کے ساتھ لائے ہوئے کو زبان پر لائین خاموش رہے بادشاہ نے فرمایا کہ ہم مدت سے سنتے تھے کہ اس جگہ دیو پلید کا مقام ہے عجب نہین کہ وہی ہو نظر بند رہے حکم سنتے ہی لوگون نے دست بدست پکڑکر گرفتار کیا۔ اور اس درجہ کشاکش ہوئی کہ وہ سہم گیا سمجھا کہ جان و دولت اور ناموس وعزت پر پانی پھرا اور ہم چشمون مین ذلیل ہوا۔ معتمد الدولہ کے قدمون پر سر رکھکر زار نالے شروع کیے۔ معتمد الدولہ نے اُس بوالہوس سے زر مذکور کی فارغخطی لیکر بلکہ شے زائد حساب جرمانہ مین لکھوا کر رہا کیا وہ اپنی جان وعزت لیکر کافور ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو بادشاہ پھر وہان آئے دریافت فرمایا کہ وہ دیو کہان ہے کسی کو مجال و قدرت نہ تھی کہ اصل حال کو بیان کرے ادھر اُدھر اُسکی تلاش مین دوڑے آخر کار معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے بندگان حضور کو لباس کرامت ظاہری اور باطنی سے آراستہ فرمایا ہے اصل مین وہ مرد پلید بیشک دیو سیاہ تھا کہ اس چوکی اور پہرے سے جہان فرشتہ پر نہین مار سکتا عنقا کی صورت غائب ہو گیا اور اُن تینون وزیرون اور حاضرین نے بھی معتمد الدولہ کے کلام کی تائید کی جس سے وُہ بلا معتمد الدولہ کے سر سے ٹلی۔

(۲) ایک دوسری حکایت اس سے بڑھ کر ناظرین تاریخ سُنین کہ ایک شخص تھا جس پر غازی الدین حیدر کو نظر التفات تھی اور چند روز سے اُسکی تلاش مین تھے۔ معتمد الدولہ نے آزردہ ہوکر اُسکو حکم دیا کہ تو اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا اور بادشاہ سے یہ بات بیان کی کہ وہ شخص مر گیا ایکدن شامت اُسن بیچارے پر سوار تھی کہ اُس نے قدم گھر سے باہر رکھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ کی سرسواری اُس پر نگاہ جا پڑی حکم دیا کہ یہ فلان شخص ہے جلد حاضر کرو معتمد الدولہ

کہ ہمراہ تھے اُنھون نے چارون طرف نظر دوڑائی کارپردازان سواری نے کہ نظر شناس تھے تعمیل حکم بادشاہ سے چشم پوشی کی اور اپنی جگہہ سے نہ ہلے اور وہ تینون وزیر بھی معتمد الدولہ کی آنکھین دیکھتے رہے اور باہم چار آنکھین ہوکر صورت آئینہ متحیر بن گئے بادشاہ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ سب نے بالاتفاق ایک زبان ہوکر عرض کیا کہ حضور کو اللہ نے چشم پر نور جہان بین عطا کی ہے ظاہر و باطن کے پردے کھُلے ہین جو کچھ حضرت ملاحظہ فرماتے ہین ہم سب لوگ ہرگز نہین دیکھ سکتے خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بادشاہ کی زبان پر یہ کلام تھا کہ وہ ہے وہ ہے اور ان کور نمکون کی زبان پر دیدہ و دانستہ یہ حرف تھا کہ کہان ہے کہان ہے بادشاہ کو یقین کامل ہوگیا کہ یہ صورت لباسی تھی - اس طرح کی حکایتین بہت ہین ناظرین اُولوالابصار کو بطریق نمونۂ اقتدار معتمد الدولہ معلوم کرنے کو اسی قدر کافی ہے -

نظامتون کی تقسیم اور انتظام مُلک کی کیفیت معتمد الدولہ اور اُنکے رفقا کا عین المال سلطنت کو خُرد برد کرنا

معتمد الدولہ نے چکلۂ بیسواڑہ جسکی آمدنی نواب سعادت علی خان کے عہد مین ۲۲۰۵۰۰۰ روپیہ تھی اپنے سمدھی روشن الدولہ کو سرکار شاہی سے دلایا اس چکلہ سے چار پانچ لاکھ روپے خسارۂ مُلک کے نام سے خزانۂ معتمد الدولہ مین سات برس تک برابر داخل ہوا کیے اور باقی جمع معتمد الدولہ کی فرمائشات اور تنخواہ سپاہ متعینہ اور صرف ناظم مین لگی ایک کوڑی بھی خزانۂ شاہی مین داخل نہوئی اسّی لاکھ روپے عین المال کے اس عرصے مین روشن الدولہ نے خرچ کیے۔ روشن الدولہ کے ایک ایک رفیق کا پانچ پانچ سات سات سو روپیہ درماہہ تھا -

چکلۂ محمدی اول ساہ گوبند لال نے اس شرط سے لیا کہ بعد خرچ سپاہ و فرمائشات جو کچھ پس انداز ہوگا سرکار مین پہونچاتا ہونگا -

علاقۂ سلطان پور - کہ چوبیس لاکھ روپے کا تھا تاج الدین حسین خان کو دیا اور آخر عہد معتمد الدولہ تک اُن پر بحال رہا - تاج الدین حسین خان کا لشکر محمد شاہ کے لشکر کا جواب تھا چاندنی چوک آراستہ کیا سیکڑون طائفے ارباب نشاط کے جمع کیے اور دُکانین ہر پیشے کی جیسے بزازہ اور صرافہ اور نان بائی اور حلوائی وغیرہ موجود تھین اور توپ خانہ سپاہ بھی اسی عظمت کے ساتھ تھی - غلام حسین خان سابق چکلہ دار نواب سعادت علی خان کا آبرو دیا ہوا تھا اور اسقدر دولتمند تھا کہ سو پچاس چھکڑے خزانے سے معمور ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتے تھے یہ شخص کمال جری اور شجاع تھا - اُسکے عہد حکومت مین چکلے کا حال بہت اچھا تھا چونکہ لاوارث فوت ہوا اُس کا لاکھون روپے کا مال تاج الدین حسین خان کے ہاتھ لگا اور اسی قوت سے ایسے ہاتھ پانٔون نکالے کہ جادۂ اعتدال سے گذرے - ایک زمیندار ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے کا باقی دار تھا اور قلعہ بند ہو کر اُس نے مقابلہ شروع کیا ایکدن مجلس عزائے حضرت امام حسینؑ مین تنہا بیک بینی و دو گوش آموجود ہوا اور اپنے نام کا پتا دیکر بیان کیا کہ مین حضرت امام حسینؑ کی ضمانت سے حاضر خدمت ہوا ہون اب چاہو بخشو اور چاہو قتل کرواؤ اُس وقت تاج الدین حسین خان سے اسکے سوا کچھ بن نہ آئی کہ اُسکے محاسبے کا کاغذ اپنے دفتر سے لیکر چاک کر کے پانی کے حوض مین ڈالدیا اور فارغخطی دیکر رخصت کیا عشرۂ محرم مین تاج الدین حسین خان کا لاکھون روپون کا صرف تھا گویا یہ علاقہ اُنکی جاگیر مین تھا پہلی دفعہ چکلہ دار سابق کی ضبطی سے تھوڑی سی رقم خزانۂ شاہی مین داخل ہوئی اور بعد اسکے کچھ آمدنی دست برداشتۂ معتمد الدولہ اور سبحان علی خان کی فرمائشات مین آتی تھی بلکہ

تاج الدین حسین خان اور سپاہ متعینہ کے صرف مین خرچ ہوتی تھی ایک حبہ سلطانی خزانے مین داخل نہوا - تاج الدین حسین خان نے بنارس اور کانپور مین ہنڈی کی دکانین کھولین اور لکھنؤ و کانپور مین بڑی بڑی عمارتین بنوائین ضبطی حاکم سابق کے سوا بائیس لاکھ روپے نقد آمدنی سرکاری کے خان مذکور پر متصدیان دفتر کے حساب سے واجب الادا تھے۔

اور اسی طرح جو علاقہ اور چکلہ فقیر محمد خان اور مینڈو خان کے تفویض تھا اُنکی آمدنی انکے رسالونکی تنخواہ مین محسوب تھی اور کچھ معتمد الدولہ کی فرمائشات مین صرف ہوتی تھی سرکاری خزانے سے کچھ واسطہ نہ تھا -

اور جو علاقہ ساہ جی کے متعلق تھا وہ معتمد الدولہ کی جیب خاص کہلاتا تھا چکلہ بہرائچ میر ہادی خان مخاطب بہ سیف الدولہ بن میر زین العابدین خان کے متعلق تھا یہ علاقہ نہایت سرسبز اور شاداب تھا - اس چکلہ مین محصولات زمین کی آمدنی کے سوا ایک دوسری آمدنی یہ تھی کہ ایک قوم سرپ کھوا یعنی گیدڑ اور سانپ کی کھانے والی دزدی پیشہ ڈاکہ زن بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ گنگا اور گھاگرہ کے کنارے دشوار گزار مقام مین رہتی تھی اور سوداگرون - مہاجنون اور مسافرون کا مال و اسباب لوٹتی تھی اور سپاہ انگریزی کے آدمی جو اپنی فوجون سے رخصت یا رضا لیکر اپنے وطن کو جاتے تھے اُنکو جنگل مین مار کر اُنکی کمرونکی ہمیانیان کھول لیتی تھی سیف الدولہ نے اس قوم کا ایسا قلع قمع کیا تھا کہ اُس کے انتظام سے سب اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے تھے اور بہت سا روپیہ نذر کرتے تھے یہان سے بھی معتمد الدولہ کی سرکار مین نصف روپیہ پہونچتا تھا اور دفتر دیوانی کے متصدی مالامال تھے -

عاملونکی طرف سے خزانہ شاہی مین روپیہ کی ارسال آنا بند ہو گئی اور عاملون سے

ایک ادنیٰ محرر تک کسی کو اسبات کی پروانہ تھی کہ کوئی شخص ہمارا گریبان گیر ہوگا اور علاقونکی آمدنی کے گلچھرے اڑانے مین مصروف تھے۔ ظفرالدولہ کپتان فتح علی افسر خزانہ اس بات سے نہایت برافروختہ خاطر تھے کہ بادشاہ کو آمدنی کی کچھ پروا نہین ہے جو کچھ صرف ہوتا تھا خزانے سے نکلتا تھا۔ جب بادشاہ کے رشتہ دارون اور سپاہ اور شاگردپیشہ اور امرائے لکھنؤ کی تنخواہ کا تقاضہ ہوتا تو انکو کچھ علی الحساب دیکر انکی زبان بندی ہوتی تھی یا خزانے پر گذرتی تھی اور سائر اور گنجیات شہر کی آمدنی اسقدر نہ تھی جو اس خرچ کو کفایت کرتی اور غلے کی گرانی اس درجہ ترقی پذیر ہوئی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین گیہون ایک روپیہ مین بیس سیر سے کم نہین بکے اور اس عہد دولت مین ابتدائے جلوس سے آخر تک آٹھ دس سیر سے زیادہ فروخت نہین ہوئے

ظفرالدولہ فتح علی خان کپتان اور معتمدالدولہ مین نزاع پیدا ہونا

حقیقت مین ظفرالدولہ ریاست کے بہت بڑے خیرطلب اور دولت خواہ تھے اگر اس شخص کا قدم اس راہ مین نہوتا تو خدا معلوم کیا نوبت گذرتی جب پانچ چھ کروڑ روپے خزانے سے ان صورتون مین خرچ ہو چکے تو ظفرالدولہ کی زبان پر حرف شکایت علانیہ آنے لگا اور معتمدالدولہ نے انکی جان و حرمت کے درپے ہوکر اسقدر تنگ پکڑا کہ ظفرالدولہ نے خزانہ اور جواہرخانہ اور توشہ خانہ کی کنجیان بادشاہ کے روبرو رکھدین اور کعبۃ اللہ اور کربلائے معلے کے لیے خواستگار رخصت ہوئے لیکن یہ صورت ظہور مین نہ آئی اور کچھ دنون یہ معاملہ اسی طرح سے الجھا رہا۔ جب ظفرالدولہ ہمہ تن عازم سفر کربلا ہوئے محلات سلطانی کو یقین کامل ہوا کہ اب کوئی پشت و پناہ ہمارا سرکار شاہی مین نہین رہا۔ سب محلات نے باہم اتفاق کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ جب ظفرالدولہ جاتے ہین تو ہم بھی رخصت کے امیدوار ہین کس لیے کہ حضور

معتمد الدولہ کے ہاتھ سے مجبور رات دن مخمور بادۂ غفلت مین شیشۂ دل عاشق کی طرح چُور ہین جب یہ باتین پیش آتی تھین تو بادشاہ قسم دلاکر تسلی آمیز کلام سے پیش آتے تھے۔

راجہ بختاور سنگھ کی عزت افزائی

غازی الدین حیدر نے مسند نشینی کے بعد بختاور سنگھ کو خطاب راجگی بخشا اور خدمت مصاحبت و منصب داروغگی تحویل جیب خاص کا خلعت گران بہا عطا فرمایا۔
جب نواب نے بادشاہی کا خطاب لیا تو راجہ بختاور سنگھ کو ایک خلعت فاخرہ دیا ور اپنی وہ خاص تلوار جو بادشاہ اُس وقت لگائے ہوئے تھے اپنی کمر سے کھولکر راجہ صاحب کو عطا کی یہ وہ تلوار ہے جو عباس صفوی بادشاہ ایران نے شہنشاہ دہلی کو بھیجی تھی اور احمد شاہ بن محمد شاہ بادشاہ دہلی نے نواب صفدر جنگ کو عطا فرمائی تھی اس پہ یہ عبارت کندہ ہے

بندۂ شاہ ولایت عباس

ایک روز حضرت بادشاہ ہاتھی پہ سوار شراب کے نشے مین چوُر چلے جاتے تھے راجہ صاحب بھی ساتھ تھے کشتی کے ایک پل سے گذرنا چاہا راجہ بختاور سنگھ نے اُس پل کو غیر مضبوط خیال کرکے بادشاہ سے دست بستہ عرض کیا کہ یہ پل مخدوش ہے اس طرف سے حضور عطف عنان فرمائین لیکن بادشاہ نے کسی طور سے اس امر کو نہ سُنا اُسوقت راجہ نے دوڑکر جان نثارانہ بادشاہ کو ہاتھی سے اُتار لیا اور فیلبان سے کہا کہ تم ہاتھی پل پر لیجاؤ جیسے ہی ہاتھی پل پر پہونچا اُس کے بوجھ سے پل شکست ہوگیا اس وفاداری اور خیر اندیشی سے بادشاہ نے خوش ہوکر وہ تلوار عطا فرمائی جو نواب صفدر جنگ کو بروقت وزارت دہلی سے ملی تھی۔

نواب سعادت علی خان کی بیگمون اور بیٹون اور نوکرون کے ساتھ معتمد الدولہ کی سخت گیری

نواب شمس الدولہ چونکہ بنارس کو چلے گئے تھے وہ تو لکھنؤ کے مخمصون سے آزاد تھے غازی الدین حیدر کے باقی بھائی جو یہان موجود تھے اُنکو معتمد الدولہ نے بہت دق کیا۔ اُنکی تنخواہین اُنکو دستیاب ہوتی تھین یہانتک کہ بادشاہ سے علی الاتصال نوبت عرض معروض کی آئی اور رزیڈنٹ نے بھی بادشاہ سے اُنکی سفارش کی اور اُنکے تصفیۂ معاملات مین قدم رکھا پہلے نواب نصیر الدولہ جو بادشاہ سے چھوٹے بھائی تھے مگر دوسرے بھائیون سے بڑے تھے تنخواہ کے خواستگار ہوئے۔ معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اگر حساب نام بے حسابی کا ہے تو جو کچھ حکم ہو بجا لاؤن اور اگر حساب کوئی چیز لائق شمار کے ہے تو نواب سعادت علی خان کے خزانے کے کاغذات سے یہ بات ثابت ہے کہ نصیر الدولہ حساب مقدمات مالی وملکی کے بالکل مالک تھے اور دیوانی اور دیہات خالصہ کے جملہ امور اُن سے متعلق تھے شمس الدولہ کا صرف اخبار اور خبر نیلی کے کام سے تعلق تھا اور اسلیے قطع نظر رجوع مقدمات کے وقت عاملون سے سالہا سال زر نقد جو اُنکو دستیاب ہوا اُس سے اُنکا صاحب دولت و ثروت ہونا سب ظاہر ہے کہ کوئی دولت مین اُنکے ہم پلہ نہین ہے اور جو اسی لاکھ روپیہ نقد امانت انکی تحویل مین جمع ہے اُسکو منافع سمیت خزانۂ عامرہ مین داخل کرین بعد اسکے تنخواہ کا حساب پیش فرمائین یہ پیچدار تقریر سنکر بادشاہ اور رزیڈنٹ نے کہا کہ بیشک زر امانت لے لینا چاہیے اور اُن مفسدونکو سزا دہی مناسب ہے اُسی وقت ایک توپ اور نجیبون کا تمن اور تلنگونکی کمپنی نواب نصیر الدولہ کے دروازے پر بھیجکر اُنکو تاکید کی کہ نواب سعادت علی خان کا

زر امانت بادشاہی خزانے مین داخل کروا اور اُنکے تمام رفقا کی آمد و رفت بند کی اور عظیم اللہ و رحیم اللہ قوم حجام کہ نصیر الدولہ کے رفیق و مشیر تھے اُنکی طلبی کا حکم جاری ہوا اور عظیمن طوائف کہ عظیم اللہ کی آشنا تھی اُسکو بھی گرفتار کرا کے بلوایا اور چوکے پہرے اُسکے گھر پر مامور کیے عظیم اللہ نے عالم اضطراب مین سوائے رجوع ہونے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا اسلیے زر مذکور دینا مناسب سمجھا اور نواب نصیر الدولہ بھی عظیم اللہ کی رہائی معتمد الدولہ کے پنجۂ غضب سے غنیمت سمجھے۔

اسکے بعد نواب جلال الدولہ مہدی علی خان کی نوبت آئی یہ نواب سعادت علی خان کے سب فرزندون مین چھوٹے تھے اور نواب کو اپنے اس چھوٹے بیٹے سے بہت محبت تھی اور مہدی علی خان کی مان خاص محل جسکا پہلے ٹاٹ محل خطاب مشہور تھا سب بیگمات سے نواب سعادت علی خان کے نزدیک زیادہ محبوب تھی اِن بیگم کے پاس امانت مین نقد کروڑ روپے سوائے جواہرات کے تھے جو ماہولال کایستھ دیوان خانگی کی تحویل مین اس شرط سے تھے کہ اُنکا منافع جمع کیا کرے ماہولال نے ان روپون مین سے دو تین لاکھ روپے لیکر تعمیر عمارت مین صرف کردیے تھے اور اسقدر بداطواری کے ساتھ عیش و عشرت مین مشغول ہوا کہ خاص محل پر بدنامی کا حرف آیا اور یہ کیفیت معتمد الدولہ نے بادشاہ کے گوش گزار کردی اور رزیڈنٹ کو اطلاع دیکر کروڑ روپے کا محاسبہ اُنکے سرون پر رکھا گیا اور ماہولال کو کشان کشان بے آبروئی کے ساتھ بلوا کر پہلے بہت برا بھلا کہا اور پھر ایک لکڑی مین بند کرا کر ایسا عذاب دیا اور اتنا پٹوایا کہ اُسکی جان زار لبون پر آگئی۔ جلال الدولہ بھی اس متصدی سے اس لیے رنجیدہ خاطر تھے کہ جب یہ جوش شباب مین روپیہ خرچ کے واسطے طلب کرتے تھے تو وہ مقدار مناسب سے زیادہ نہین دیتا تھا حسن اتفاق سے اُسی زمانے مین غازی الدین حیدر نے پچاس ہزار روپے ولادت فرزند کی تقریب مین صرف کرنے کے لیے جلال الدولہ کو

جنھین فرزند سے کم نہین سمجھتے تھے عنایت فرمائے تھے معتمد الدولہ نے زر مذکور ادا کرنے کے وعدے پر رسید مہری منگوا کر رقم مذکور مین پچاس ہزار روپے مجرا کر لیے اور راہولال سے کئی لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر فیصلہ کیا اور باقی کے واسطے وعدہ خلافی کر کے اُسکو پھر گرفتار کیا اور وہ کاوش و پرخاش کی کہ جلال الدولہ کو جسقدر اشرفیان اور جواہرات ہاتھ آیا وہ لیکر گھوڑے پر سوار ہو کر مخفی کلکتے کے عزم سے لکھنؤ سے نکل گئے وہان پہونچکر جب دیکھا کہ معتمد الدولہ کی شکایت کی یہان شنوائی نہین ہوتی تو جہاز پر سوار ہو کر بیت اللہ اور کربلاے معلےٰ کا راستہ لیا نواب سعادت علی خان کے بیٹون مین یہی دو بیٹے زیادہ صاحب اعتبار تھے جب انکی یہ صورت گذری تو اُنکے اور بیٹون کا حوصلہ پست ہوا - چنانچہ رکن الدولہ محمد حسن خان نے بھی جلاے وطن اختیار کیا اور باقی کاظم علی خان اور جعفر علی خان کو جو کچھ معتمد الدولہ تھوڑا بہت دیدیتے تھے وہ اُس پر قانع تھے لیکن ان مین سے ہر ایک شخص وافر دولت رکھتا تھا -

اسی زمانے مین معتمد الدولہ اور مرزا تقی خان کے درمیان نزاع پیش آیا وجہ اسکی یہ تھی کہ معتمد الدولہ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جو پانوٗن سے معذور تھی اور میر نذر علیخان پسر میر افضل علی خان بائیسی والے کے ساتھ منعقد تھی اور معتمد الدولہ کا ایک بیٹا روشن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد تھا اور دوسرے بیٹے کی نسبت شاہ میر خان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی یہ شاہ میر خان بہو بیگم کے خاندان سے تھے چونکہ یہ نسبت شاہ میر خان کی قدر و منزلت کے خلاف تھی اُنھون نے معتمد الدولہ کی درخواست کے وقت شادی سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ غریب کی بیٹیان غریب خاندان مین جاتی ہین یہ بات سُن کر معتمد الدولہ نے جبر و ظلم کی راہ اختیار کی شاہ میر خان نے مجبور ہو کر شہر چھوڑا کلکتے کو چلے گئے وہان جسکو دیکھا معتمد الدولہ کا دوست ہے وہان سے جہاز پر سوار ہو کر لندن کی طرف سدھارے اور محمد تقی خان کہ لکھنؤ اور فیض آباد مین

رہتے تھے وہ شاہ میر خان کی بحث مین خفا ہوکر کانپور عملداری انگریزی مین چلے گئے لیکن رزیڈنٹ لکھنؤ نے واپس اُنکو بلوالیا اور معتمد الدولہ نے اُنکے چھوٹے بھائی مرزا چھجو کو وزیر چہارم مقرر کیا اور صمصام الدولہ خطاب دلایا۔

بادشاہ بیگم کے حالات۔ نصیر الدین حیدر کی ولادت کی کیفیت

وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر مُبشّر خان منجم تقویم ساز کی بیٹی ہین اور مبشر خان مشرف خان کے بیٹے ہین اور خیر اللہ رصد بند محمد شاہی کے شاگرد ہین مبشر خان نے بادشاہ بیگم کو دینی علوم سکھانے کے بعد تخریج احکام نجوم کی بھی اچھی طرح تعلیم دی تھی غازی الدین حیدر عالم صاحبزادگی سے اُنکے حسن و جمال پر فریفتہ تھے دہلی مین نواب سعادت علی خان نے اُنکے ساتھ غازی الدین حیدر کی شادی ۱۲۰۹ھ ہجری مین کی اسوقت غازی الدین حیدر کی عمر اکیس برس کی تھی اور بعض کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاہ بنارس مین ہوا تھا اس شادی کا حال ایک انگریزی خاتون نے اس طور پر لکھا ہے کہ رسم شادی کے اختتام پر جواہرات کی بوچھار ہوئی رزیڈنٹ کی اور میری آستین پر چند جواہرات آپڑے تھے رزیڈنٹ کو آستین جھٹکتے ہوئے دیکھ کر مین نے بھی اُنکی تقلید کی اور جواہرات زمین پر پھینکدیے شاہی خواصون نے سمیٹ کر باہم تقسیم کر لیے اس بوچھار مین زمرد پکھراج نیلم اور ہیرے تھے خاتون مذکور لکھتی ہے کہ یہ کیسی لاثانی اور قیمتی اور تعجب خیز بخشش اور فیاضی ہے۔

بادشاہ بیگم سے بیاہ ہوجانے کے بعد اُنکی ایک خواص کے ساتھ جسکا نام صبح دولت تھا نواب غازی الدین حیدر کو عشق پیدا ہوگیا اور اُن سے اُس کے حمل رہ گیا بادشاہ بیگم کو

اسوجہ سے کمال غضب ورشک پیدا ہوا جب ۲۲ جمادی الاولے ۱۲۱۸ ہجری کو بیٹا ہوا بادشاہ بیگم نے کہ نہایت مغلوب الغضب تھین سخت شدائد وآلام کے ساتھ جس سے بڑھکر متصور نہین صبح دولت کو مروا ڈالا جو جھانکڑ باغ مین مدفون ہوئی یہ وہ زمانہ تھا کہ نواب سعادت علی خان اودھ کی سلطنت پر متمکن ہوچکے تھے نصیر الدین حیدر نے اپنی حکومت کے زمانے مین اس قبر پر عمارت بنوادی بادشاہ بیگم نے چاہا کہ اُس بچے کو بھی مار ڈالین مگر فیض النسا نے جو بادشاہ بیگم کے پاس غلانیون مین نوکر اور علاقت لسانی مین یکتا تھی اور میر فضل علی خان کی پھوپھی اور تقوے بہن تھی جو بیگم کے محل کے تمام کامون کا مختار تھا اس فعل سے منع کیا اور انکو نصائح دلپسند کے ساتھ سمجھا کر اس ارادے سے باز رکھا بیگم نے اُس بچے کا نصیر الدین حیدر نام رکھا اور پالنے لگین اور نہایت محبت کرنے لگین بیگم صاحبہ کی طبیعت اگرچہ عبادت اور تلاوت قرآن وادعیۂ ماثورہ کی طرف نہایت مائل تھی لیکن حکومت وجاہ طلبی اور خود رائی اور خود سری اور مغلوب الغضبی اور امور مذہب اثنا عشریہ مین اختراع وبدعت اُن مین اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے قوت غضبی اتنی تھی کہ غازی الدین حیدر برسون اُن سے ترسان اور لرزان رہے اور اُنکی اطاعت وانقیاد مین سر مو فرق نہین کرتے تھے جب غضب حد سے گذر گیا تو زن وشوہر مین افتراق کی نوبت پہونچی - بہو بیگم کی وفات کے بعد سلون کا علاقہ جو بیگم راٹھ مین شامل تھا اُنکی جاگیر مین دیا گیا اُنھون نے میر فضل علی خان کو اس علاقے مین مقرر کیا - بیگم کی جاہ طلبی کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ چاہتی تھین کہ کل سلطنت پر حاوی رہین -

امور مذہب اثنا عشریہ مین بادشاہ بیگم کی مخترعات

بادشاہ بیگم کی اختراع امور دینیہ کی یہ کیفیت ہے کہ اول اپنی طبیعت سے ایک چھٹی

صاحب الزمان کے واسطے ایجاد کی چھٹی یہ ہے کہ زچہ عورت جلنے سے چند دن کے
بعد مع بچہ کے غسل کرتی ہے اور عمدہ لباس پہن کر جلسہ کرتی ہے اعزہ کو مہمان بلاتی ہے
بادشاہ بیگم اس رسم کو اُس امام عالیمقام کی طرف منسوب کرکے ہر سال ماہ شعبان مین ادا
کرتین اور بہت سا روپیہ خرچ کرتی تھین اور اس معاملے مین بہت دھوم دھام کرتی تھین
دوسرے اشرافونکی دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیان روپیہ خرچ کرکے یا کسی دوسری
تدبیر سے بہم پہونچاکر ائمہ اثنا عشر کی اُنکو ازواج بناتین اور اُن ائمہ کی ازواج کا نام
سُنکر وہی نام اُن لڑکیون کے رکھتین اور اُن لڑکیون کا خطاب اچھوتی مقرر کیا تھا
اچھوتی اُس چیز کو کہتے ہین جو چھونے کے قابل نہو تاکہ آلودہ اور نجس نہو جائے مگر حضرت
فاطمہ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علیؑ کے لیے کوئی عورت تجویز نہین کرتی
تھین اور ہر ایک اچھوتی کی خدمت مین تین نوکرین خدمتگزاری کے لیے رکھتی تھین
اور اُنکو عمدہ عمدہ کھانے کھلاتین اور نہایت نفیس کپڑے پہناتی تھین اور اُنکی اتنی خاطر
اور ادب کرتی تھین کہ ہر روز صبح کو اُٹھ کر پہلے اُنکی زیارت اور سلام کرتین تب کوئی
دوسرا کام کرتین اگر اُن مین سے کوئی جوان ہو جاتی اور دل اُسکا مناکحت کو چاہتا تو مانع
آتین اور کہتین کہ بعد زوجیت ائمہ اطہار کے دوسرے کے ساتھ تزویج اور عقد کرنا اور
اُس سے ہم بستر ہونا ملت پاس و ادب اور رعایت قانون اسلام مین حرام ہے - وہ بیچاریان
شہوت مین گرفتار نہ رہنے کی طاقت اور نہ قدرت فرار - ایک اُن مین سے اتنی شہوت کے
ہاتھون مغلوب ہوئی کہ اُس نے ایک عجیب شعبدہ کھڑا کیا کہ اول شب مین خواب سے مضطربانہ
اُٹھکر زور سے رونے اور چھاتی کوٹنے لگی اپنی شومی طالع پر فریاد و فغان کرتی تھی - شور و غل
سُنکر محل کی تمام عورتین جمع ہو گئین اور اُسکی گریہ و زاری کا حال بادشاہ بیگم سے عرض کیا

وہ خود بستر راحت سے اُٹھ کر پاس گئین اور حال دریافت کیا تو اُس اچھوتی نے روتے ہوئے لہجے مین بیگم کو جواب دیا کہ اس وقت مین نہایت بیخبر سو رہی تھی کہ یکایک خواب مین کیا دیکھتی ہون کہ صاحب الامر والفرمان میرے پاس پہونچے اور آپ اُسوقت نہایت غضب آلودہ تھے فرمایا کہ مین نے تجھکو طلاق دی اور اپنی زوجیت سے جُدا کیا جب میری آنکھ کھُلی تو اپنی سیہ بختی پر رونے لگی کہ جب ایسے امام الزمان کے نکاح سے خارج ہوئی تو اب دین و دنیا مین میری کسطرح گذرے گی الغرض بادشاہ بیگم نے یہ بات سُن کر اُس عورت کو فوراً پالکی مین سوار کرا کے مع اُسکے تمام سامان کے اُسکے باپ کے گھر پہنچوا دیا۔

اچھوتے کی رسم بھی اُنھون نے ایجاد کی اچھوتی اور اچھوتے مین تذکیر و تانیث کا فرق ہے۔ اچھوتہ بھی ایسی چیز کو کہتے ہین جو بوجہ طہارت و نفاست کے مس کرنے کے قابل نہو تاکہ نجس نہو جائے اچھوتے کی حقیقت یہ ہے کہ بیگم نے محل مین ایک حجرہ ائمہ ہدٰے کے واسطے مخصوص کیا تھا کوئی آدمی اُس مین آنے جانے نہ پاتا تھا جب کسی امام کی پیدائش کا دن آتا تو اُس حجرے کو طرح طرح کے نفیس فرش فروش سے آراستہ کیا جاتا زرین قندیلین لٹکائی جاتین اور زربفت کی مسندین بچھائی جاتین اور اُس امام کے نام نہاد اچھوتی عورت کو زیور اور مکلف پوشاک سے آراستہ کر کے مسند زرنگار پر بٹھاتین اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ اُسکو نذر دکھاتین اور خادمانہ طریق سے مراسم عجز و نیاز بجا لاتین اور تمام لباس نفیس اور زیور جواہر کار اس عورت کو دیدیتین اور حجرے کا دوسرا تمام اسباب محل کے کسی نوکر کو بخشدیتین اور محلسرا مین ائمہ اثنا عشر کے روضون کی نقلین تیار کرائی تھین اور ہر روضے کے سامنے ایک ایک مسجد بنوائی تھی اور ہر روضے مین ضریح کی نقل اور عتبات عالیات کے دوسرے تبرکات رکھے تھے اور روضۂ عباس کی ایک نقل بھی وہان تیار کرا کے شب و روز مراسم تعزیت

ادا کرتی تھین۔

جنون کا بادشاہ بھی بادشاہ بیگم کے پاس آتا تھا جو اُنپر عاشق تھا بیگم کا معمول تھا کہ ہفتے عشرے مین غسل کر کے پر تکلف لباس اور زیور پہن کر اور عطر مین سراپا بس کر ایک مکان مین تنہا بیٹھ جاتی تھین مجال نہ تھی کہ پھر وہان خواصون یا اماؤن کے فرشتے پر مار سکین اور بیگم صاحبہ اپنی زبان سے کہا کرتی تھین کہ آج اُس جن کی آمد آمد ہے چنانچہ کوئی خواص کہتی تھی کہ ہم نے اپنے کانون سے حقہ پینے کی آواز اس کوٹھری سے سُنی تھی اور کوئی کہتی تھی کہ بیگم سے بات چیت ہونے کی آواز آتی تھی اور خاص اس تقریب کیلیے ایک عمدہ مکان آراستہ کیا گیا تھا گانے بجانے کا جملہ سامان وہان جمع رہتا تھا۔ خوش گلو عورتین اُس جلسے مین گایا کرتی تھین اس جلسے کا نام ہندی مین بیٹھک (بائے موحدہ کے فتحہ اور یائے تحتانی کے سکون اور تائے ہندی کے فتحہ اور ہائے ہندی اور کاف ساکن سے) ہے۔ نصیر الدین حیدر جو خاص بیگم صاحبہ کے پاس پلے تھے اُنکو بھی لڑکپن سے اُس مین بیٹھنے کی عادت تھی۔ چنانچہ اسبات کا شہرہ تھا کہ جنون کا بادشاہ۔ بادشاہ بیگم کے پاس اور شاہزادہ شاہزادے کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور پریان بھی خدمت مین حاضر ہوتی تھین۔ ہر ہفتے مین مان بیٹے اس تقریب سے خلوت مین بیٹھتے تھے اور جو ڈومنیان کہ گانے کے واسطے آتی تھین اُنکو انعام ملتا تھا۔ اس تقریب مین کم سے کم چار پانسو اور کبھی ہزار دو ہزار روپے صرف مین آتے تھے اور جو پوشاک بیگم صاحبہ اُسوقت پہنے ہوتی تھین وہ گانے والیون کو انعام مین دیجاتی تھی

بادشاہ بیگم کی بے پروائی کی وجہ سے بادشاہ کا محسن الدولہ کو اپنے پاس رکھ لینا

تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے کہ غازی الدین حیدر اپنے نواسے محسن الدولہ کو

بہت چاہتے تھے بعض لوگون نے اُن سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ
مرشدزادۂ آفاق نصیر الدین حیدر پر بوجہ پرورش کے محبت قلبی رکھتی ہین
اور اُن کے تمام کامون کے انتظام مین مصروف رہتی ہین اور حضور کے دوسرے
فرزند یعنی محسن الدولہ بہادر کے تمام کام اپنی ڈیوڑھی کے مختار میر فضل علی کے حوالے
کر رکھے ہین اور اسوجہ سے انکے اکثر کام خراب رہتے ہین بادشاہ نے فرمایا کہ بغیر تحقیق کے ہم اسبات کا
یقین نہین کرتے بادشاہ نے خفیہ طور پر بیگم صاحبہ کے نوکرون سے دریافت کیا جو کچھ پہلے
بادشاہ سے عرض ہوا تھا اُس سے زیادہ پایا گیا بعد اسکے خود محسن الدولہ کو اپنے پاس بلا کر
اس کیفیت کی حقیقت دریافت کی وہ خاموش رہے اُنکی خاموشی کو بادشاہ نے نیم رضا سمجھا
اور اُنکو یقین ہو گیا کہ بیگم صاحبہ محسن الدولہ کے معاملات مین قاصر ہین بادشاہ نے محسن الدولہ
کے نقد دس ہزار روپے ماہوار مقرر کیے اور خاصہ اور پوشاک بھی علیحدہ مقرر کر دی اور بہت کچھ
عنایت اُنکے حال پر مبذول کی اور اُنکو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ سے کام نرکھین اور اُنکی شادی
بڑی دھوم دھام کے ساتھ نصیر الدولہ محمد علی خان کی بیٹی سلطان عالیہ کے ساتھ کی اور
مرزا حاجی کی عمارت رہنے کو عنایت کی اور روز بروز عنایت و مرحمت محسن الدولہ کے
حال پر زیادہ ہونے لگی جب کبھی گورنر یا کوئی بڑا انگریز آتا تو استقبال کے لیے اُنھین کو بھیجتے
کیونکہ نصیر الدین حیدر کی اکثر حرکات و سکنات سے بیزار تھے اور محسن الدولہ ہمیشہ بادشاہ کی
اطاعت و فرمانبرداری مین مصروف رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ نصیر الدین حیدر اپنے عہد سلطنت
مین محسن الدولہ سے دل مین ہمیشہ ناراض رہے گو بظاہر پاس رکھتے تھے

ہمت پرشاد کی تاریخ سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ اور انور علی بیگ اُستاد نے
محسن الدولہ کو نانی سے جدا کرایا تھا اور میرے نزدیک ضرور ایسا ہوا ہو گا کیونکہ معتمد الدولہ کو

بادشاہ بیگم کے پر دپرزے توڑنا مقصود تھا اور یہ دونون معتمد الدولہ کے خیر خواہ تھے

بادشاہ بیگم سے معتمد الدولہ کی مخالفت اور میر فضل علی کا اخراج

جب معتمد الدولہ نے بخوبی ہاتھ پانون نکالے تو بادشاہ بیگم کی اطاعت سے قدم اُٹھایا اور چاہا کہ ولیعہد بہادر کی دیوانی سبحان علی خان کے تفویض ہو اس کام کے لیے اول اسباب کا کرنا ضرور تھا کہ میر فضل علی خان یہان سے نکالا جائے۔ معتمد الدولہ نے بدانتظامی جاگیر بادشاہ بیگم کے باب مین جو فضل علی خان سے متعلق تھی چند پرچہ اخبار درست کرکے بادشاہ کے حضور مین پیش کیے آخر کار بیگم صاحبہ تک پہونچکر میر فضل علیخان معزول ہوئے لیکن تنخواہ گھر بیٹھے بیگم صاحبہ عنایت فرماتی رہین اور ڈیوڑھی پر آمدورفت جاری رہی جب معتمد الدولہ کی شمشیر تدبیر نے کاٹ کیا تو چند مختلف مقدمے بادشاہ تک پہونچاکر میر فضل علی کے اخراج کا حکم بادشاہ سے حاصل کیا بادشاہ اس امر سے فضل علی سے بہت ناراض تھے کہ وہ محسن الدولہ کی خاطر داری مین بیگم صاحبہ کے یہان بخوبی مصروف نہ رہتے تھے بے پروائی رکھتے تھے۔ میر فضل علی بیگم صاحبہ کے فرمان پذیر تھے اُنھون نے معتمد الدولہ کو جواب دیا کہ مین تمھارا مطیع نہین ہون بادشاہ بیگم کے حکم کے بدون جن کا مین ملازم ہون شہر سے قدم باہر نہین رکھونگا۔ یہ جواب گرم سنکر معتمد الدولہ جل گئے اور اس مضمون کو بڑی آب و تاب سے خلاف پیرایے مین بادشاہ کے گوش گزار کیا اُنھون نے خفا ہو کر حکم دیا کہ میر فضل علی کو گرفتار کرلاؤ اور اگر زندہ نہ آئے تو سر کاٹ لاؤ معتمد الدولہ نے چاہا کہ اس حکم کی تعمیل کرین اور سوار ہو کر اُنکے مکان پر یورش کرین لیکن معلوم ہوا کہ چار سو آدمی اُنکے مکان کے آس پاس مسلح بیٹھے ہین جان تو ہر شخص کو عزیز رہے دو توپین اُنکے دروازے

بھیجین ابھی پورا اُنکی حویلی کا محاصرہ نہونے پایا تھا کہ فضل علی خان بھی مخفی اپنے مکان سے نکلکر بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی مین پہونچ گئے - معتمد الدولہ نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۷ہجری مطابق ۱۳- اگست ۱۸۲۲ء روز سہ شنبہ کو بادشاہی فوج سے بیگم کے مکان کا محاصرہ کرادیا اور فضل علی خان کو طلب کیا بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ ہم نے تمھارے قید ہونے کے وقت دستگیری اسی امید پر کی تھی کہ مقابلے پر آئے - اب فضل علی کا سر میرے سر کے ساتھ ہے اور یہ سوال وجواب میر فضل علی کی بہن بی مغلانی کی معرفت تھا اسکی تقریر آرائیون نے اور بھی نقیض کی صورت پیدا کی صبح سے چار گھڑی دن رہے تک یہ حشر برپا رہا اُس عہد مین مسٹر ریپٹر کو رزیڈنسی کا چارج تھا اُنھون نے ایک انگریز متعینۂ چھاؤنی منڈیاؤن کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجکر پیام دیا کہ آپس مین نزاع کرنا خونریزی خلائق کا باعث ہے اس لیے میر فضل علی کو ہماری ضمانت وکفالت پر ہمارے پاس بھیجدو جان ومال کو اُنکے صدمہ نہ پہونچے گا بادشاہ بیگم نے عہد وپیمان سے اطمینان کرکے فضل علی کو رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا اُنھون نے ایکدن اپنی کوٹھی پر رکھکر دوسرے دن تلنگون کے گارد و نکی حفاظت مین مال واسباب کے ساتھ کانپور کی طرف روانہ کردیا اور ساٹھ ہزار روپے نقد خرچ کے واسطے بادشاہ بیگم سے دلادیے معتمد الدولہ نے اس راہ مین بہت خاک اُڑائی اور اُنھین ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ وہ لکھنؤ سے سلامتی کے ساتھ جائین لیکن رزیڈنٹ نے قبول نکیا - اس واقعہ کو سُلطان الاخبار مین کسی قدر اختلاف سے بیان کیا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ محسن الدولہ جو بادشاہ بیگم کے پاس رہتے تھے اُنھون نے معتمد الدولہ کی اغوا سے اپنی نانی (بادشاہ بیگم) اور مامون (نصیر الدین حیدر) کی شکایت بادشاہ سے کی اور میر فضل علی داروغۂ ڈیوڑھیات کی نسبت اپنی تنخواہ مین سے چار لاکھ روپے کے تغلب کا ذکر کیا معتمد الدولہ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اسقدر روپے کا مواخذہ میر فضل علی سے کرایا اور اُنکے

عذرات کو نامسموع کیا بیگم صاحبہ کو یہ بات ناگوار گذری اُنھون نے چاہا کہ ولی عہد نصیر الدین حیدر اور میر فضل علی کو ہمراہ لیکر اور اسباب اُٹھا کر فیض آباد چلی جائین یہ بات معتمد الدولہ نے بادشاہ سے عرض کی اُنھون نے ۲۴ - ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۳ - اگست ۱۸۲۲ء کو فوج بھیجکر بیگم صاحبہ کو جانے سے روکا ریٹیر صاحب قائم مقام رزیڈنٹ نے فساد کی طوالت کے خوف سے کپتان جان ہوم صاحب کو چار کمپنیان تلنگون کی دیکر اور اپنے میر منشی سید باقر علی کو ساتھ کر کے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا ہوم صاحب زیرک آدمی تھا اُس نے سلطانی سپاہ کو لڑائی سے روک کر بیگم صاحبہ کو سمجھایا اور سید فضل علی اور اُنکے باپ غلام حسین کو رزیڈنسی کی کوٹھی پر لیگئے معتمد الدولہ کے حکم سے فضل علی کا مکان منہدم ہوا مال و اسباب سپاہ نے لوٹ لیا ۱۹ - محرم ۱۲۳۸ھ ہجری مطابق ۶ - اکتوبر ۱۸۲۲ء کو میر فضل علی اور اُنکے باپ غلام حسین اور پھوپھی فیض النسا اور دوسری چودہ مغلانیان انگریزی تلنگونکی حفاظت مین کانپور کی طرف روانہ کردی گئین اور شہر مین منادی عام ہوگئی کہ جو کوئی بیگم صاحبہ کی نوکری کریگا وہ مورد عتاب ہوگا اور سلطنت کی طرف سے سزا پاوے گا -

اب اچھی طرح عداوت بادشاہ بیگم اور معتمد الدولہ کے درمیان واقع ہوئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ولی عہد دربار مین نہ آئین اور بیگم صاحبہ کے سیکڑون نوکر جو میر فضل علی کے طرفدار تھے گرفتار ہو کر قید ہوے اور باقی بھاگ گئے اور فضل علی کا گھر مسمار ہو کر لاکھون روپے کا اسباب غارت ہوا بادشاہ بیگم کی جاگیر پر معتمد الدولہ کی طرف سے عامل مقرر ہوا اور بادشاہ بیگم اور ولی عہد پر صدمے پہونچنا شروع ہوئے - نصیر الدولہ کی بیٹی سلطان عالیہ بیگم کے ساتھ ولی عہد کی شادی کی تجویز تھی مگر یہ بات شائع نہوئی تھی اور طرفین مین باہم اس تقریب کے مراسم ادا نہوئے تھے کہ اس واقعہ کی وجہ سے بیاہ کا لفظ طرفین کی زبان پر نہ آیا - ۲۰ شعبان ۱۲۳۸ھ ہجری

مطابق ۲-مئی ۱۸۲۳ء کو مارڈونٹ رکیٹ صاحب رزیڈنٹ ہوکر داخل لکھنؤ ہوئے اور اُنکے سمجھانے سے انگریزی تلنگون کے پہرے بیگم صاحبہ کے مکان سے اُٹھ جانے پر بادشاہ راضی ہوئے اور صاحب عالم - (نصیرالدین حیدر) کی آمد و رفت بھی دربار مین جاری ہوئی -

مرزا نصیرالدین حیدر کا بیاہ

جب نصیرالدولہ کی بیٹی کے ساتھ انکی نسبت ظہور مین نہ آسکی اور معتمدالدولہ نے وہ بساط بچھائی کہ اس لڑکی کے ساتھ بادشاہ بیگم کے نواسے محسن الدولہ کی شادی ہوگئی تو اس بات سے بادشاہ بیگم کے مزاج مین معتمدالدولہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تکدر پیدا ہوا بادشاہ بیگم نے ۲۷- شعبان ۱۲۳۹ہجری مطابق ۲۹ - اپریل ۱۸۲۴ء کو ولی عہد کی نسبت مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ قرار دیکر عین وقت پر بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ کسی رسمیات شادی مین شریک نہ ہوئے البتہ معتمدالدولہ وغیرہ ارکان سلطنت اور رزیڈنٹ اس شادی مین شریک تھے - گو معتمدالدولہ کی مخالفت کی وجہ سے شادی مین خاطرخواہ رونق ظہور مین نہ آئی لیکن دو ہفتہ کامل عیش و عشرت کا ہنگامہ گرم رہا بادشاہ بیگم کا دل معتمدالدولہ سے کھٹکا ہوا تھا اور اُنکا برات کے وقت سواری کے ساتھ رہنا منظور نہ تھا ولی عہد کی حفاظت جان کے لیے رزیڈنٹ کو پیام دیکر سو پچاس بڑے بڑے سرداران انگریزی طلب کیے جو سواری کے ہمراہ ہاتھیون پر شاہزادے کے گرد حلقہ زن تھے اور رزیڈنٹ بھی شریک جلسہ تھے بادشاہ سلامت مرزا حسن رضا خان کی بارہ دری مین جو گومتی کے پار تھی رونق بخش تھے اور محفل شادی کا جلسہ حسن باغ کی بارہ دری مین آراستہ تھا

جب معتمد الدولہ کو خواصی مین بیٹھنے کا حکم ہوا تو ایک علحدہ ہاتھی پر سوار ہو کر برات کے ساتھ رہے غرض عقد نکاح کے بعد دُلھن کو نواب سلطان بہو صاحبہ[۵۱] خطاب ملا اور یہ رسم ۱۸- رمضان ۱۲۳۹ھ ہجری مطابق ۱۳ امئی ۱۸۲۴ء کو ادا ہوئی۔

نقل نکاح نامہ - ہو المولف بین القلوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاسیکہ عارض دلربای شاہد بیان را غازہ پیرائی نماید و ستایشے کہ قامت دلفریب عروس سخن را حلی و حلل آراید مالک الملکے را سزاوار ست کہ خیال وصال خرائد مخدرات معرفتش در آغوش حوصلۂ خردہ بینان خطۂ عرفان نگنجد و عیار نقد کامل عیار کبریا و عظمتش را محک غوامض ناقدات افکار عرصۂ ذوق و وجدان نسنجد و درود یکہ شمیم روح فزایش مشام جان ایمان را معطر سازد و سلامیکہ طیب عنبر آگینش دماغ ہوش صاحب دلان را معنبر نماید نثار آستان ملک پاسبان آن خاتم نص رسالت باد کہ چہرہ کشای عرائس احکام بالبلغ تبلیغ و احسن ارشاد فرمودہ و عروس خلافت را بداماد خویش اعنی نفس رسول و زوج بتول عقد دوام بستہ صلی اللہ علیہ الے یوم الدین و علی اہلبیتہ الطیبین الطاہرین الائمہ الاثنا عشر شفعاء یوم الحشر سیما یعسوب الدین و قاتل المشرکین اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ و علے آلہ الکرام آلاف التحیۃ والسلام - امّا بعد غرض از نظم لآلی آبدار و مقصود از جلوۂ این ابکار افکار آنکہ بنا بر منطوق کریمہ وانکحوا الایامی منکم الآیہ و بمضمون خبر خیر اثر النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی در بہترین اوقات و خوشترین ساعات کہ چون صبح شادمانی عنبر بیز و مانند بہار زندگانی نشاط انگیز بود نو بادۂ بوستان سلطنت

[۵۱] دیکھو جلد اول قیصر التواریخ ۱۲

و تاجداری و سرو جویبار گلستان شوکت و شہریاری سلالۂ شاہ عالم پناہ فلک بارگاہ سکندر شان خدیو زمین و زمان مہر سپہر گیتی ستانی مرکز دائرۂ جہانبانی شہریار عادل و شہنشاہ باذل خسرو عدالت گستر جمشید سیما فریدون فر مروج شریعت حضرت سید المرسلین مؤید مذہب حق ائمہ معصومین صلواۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین السلطان الاعظم الافخم الخاقان الاعدل الاکرم الملک المؤفق المنصور علی الاعادی ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر پادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ واجرے فی بحار السلطنۃ فلکہ اعنی اعلیٰ حضرت خورشید منزلت صاحب عالم و عالمیان شاہزادۂ جہان وجہانیان سلیمان جاہ مرزا نصیر الدین حیدر بہادر ادام اللہ اقبالہ وضاعف اجلالہ بحبالۂ عقد دائم درآورد نفس نفیسۂ بلقیس سراپردۂ سلیمانی بانوے حجلۂ دودمان صاحبقرانی بالغۂ رشیدہ جناب عفت قباب قمر رکاب خورشید احتجاب رقیہ سلطان بیگم بنت عالیجاہ معلی بارگاہ ثمرۂ شجرۂ سلطنت و کامرانی دوحۂ حدیقۂ شوکت وجہان بانی غرۂ ناصیۂ تخت و تاجداری قرۂ ناصرۂ کامگاری و بختیاری سلالۂ دودمان سلاطین تیموریہ نقاوۂ خاندان خواقین شاہ جہانیہ عالی جناب فلک رکاب شاہزادہ عالی تبار مرزا سلیمان شکوہ بہادر دام اقبالہ وزاد اجلالہ برصداق و کابین مبلغ پنج کرور روپیہ مسکوکۂ ضرب دار السلطنۃ لکھنؤ صانہ اللہ عن طوارق الحدثان وحرسہ عن نوائب الدہر الخوان بوکالت جناب مجتہد العصر والزمان مولوی سید محمد صاحب دام فیوضہ عن جناب الناکح المعظم و بوکالت جناب رفیع المناقب مولوی میر سید علی صاحب زاد مجدہ عن جناب المنکوحۃ المعظمۃ ختم العقد صحیحًا شرعیًا جائزًا نافذًا علی وجہ الشہرۃ والاعلان لا علی طریق الخفیۃ والکتمان وکان ذلک لاربع الثلث لیال بقین من شہر شعبان المعظم سنۃ تسع و ثلثین بعد المائتین والالف من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہ آلاف الاثنیۃ و التحیۃ ـــ

جبکہ شاہزادے کی اسطرح شادی ہو جانے سے معتمدالدولہ کے دل مین خار حسرت کھٹکنے لگا تو اُنھون نے دوسرا رنگ جمایا کہ مرزا محمد حسن پسر نواب روشن الدولہ کو سلیمان شکوہ کی دوسری بیٹی کے ساتھ باوجودیکہ اُنکو یہ رشتہ نہایت ناپسند تھا بزور وظلم منعقد کیا اور اس حیلے سے وہ سات ہزار روپیہ ماہوار جو خوراک خاصۂ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے لیے شجاع الدولہ کے عہد سے الہ آباد کی آمدنی سے بادشاہ کی خدمت مین جاتا تھا اور نواب سعادت علی خان کے عہد سے مسدود تھا مرزا سلیمان شکوہ کے نام واگذاشت کرایا وہ پہلے سے چھہ ہزار روپے کے درماہہ دار تھے اب یہ سات ہزار روپیہ ملکر تیرہ ہزار روپے مین اوقات عیش وآرام مین بسر ہونی شروع ہوئی لیکن بادشاہ بیگم کو معتمدالدولہ کی اس کارروائی سے بیحد ملال ہوا اور بادشاہ سے اُنکی شکایت کی لیکن جواب دندان شکن پایا کہ پھر شکایت لبو نپر نہ آئی اور ولی عہد نے بھی سلطان بہو کی صحبت سے پرہیز کیا -

لیکن نادرالعصر کی روایت محتشم خانی کی روایت سے بہت مختلف ہے اُس مین لکھا ہے کہ ولی عہد کی شادی خود بادشاہ کی تدبیر سے وقوع مین آئی تھی - اُنھون نے سلیمان شکوہ کے لیے متصل بیلی گارد تاتکیۂ بھم سر لب دریا کئی لاکھ روپے صرف کرکے ایک مکان بنوادیا اور دس ہزار روپے ماہواری مصارف کے لیے اور دو ہزار میوہ خوری کے لیے مقرر کردیے تھے بعد دلجوئی اور خاطرداری کے اپنے فرزند ولی عہد مرزا نصیرالدین حیدر کی شادی کا اُنکی لڑکی کے ساتھ پیغام دیا چنانچہ بعد شرائط مرزا سلیمان شکوہ نے وہ شادی منظور کی اور بڑی بیٹی سلیمان شکوہ کی عقد نصیرالدین حیدر مین آئی اس شادی کے ہونے سے غازی الدین حیدر نے پچیس لاکھ روپے کے نقد وجنس سے سلیمان شکوہ کے ساتھ سلوک کیا تھا بعد چند روز کے معتمدالدولہ نے دوسری بیٹی کے واسطے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کا پیغام دیا مرزا سلیمان شکوہ بسبب طمع دولت کے

راضی ہوگئے شادی قرار پاگئی یہ خبر غازی الدین حیدر کو پہونچی آگ ہوگئے اور دونون سے اسقدر آرزدہ ہوئے کہ جسکی شرح حد سے باہر ہے یہانتک کہ مرزا سلیمان شکوہ کو اُسی دن شہر سے نکالدیا اور مکان بھی اُنکا کھُدوا ڈالا بار بار یہ فرماتے تھے کہ ہم اس شاہزادے کو ایسا لالچی نہ جانتے تھے کہ مجھکو بیٹی دیکر میرے نوکر کو اپنی بیٹی دیگا۔ سلیمان شکوہ جو یہان سے نکالے گئے قریب دلی کے پہونچے اُس زمانے مین اکبر شاہ ثانی کا دور تھا اُنھون نے جو یہ حال سُنا حکم دیا کہ ایسے شخص کا یہان آنا مناسب نہین چنانچہ سلیمان شکوہ وہان سے پھر کر کوڑیا گنج مین آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ گارن صاحب (یا کرنیل کارنر) سوداگر جاگیر دار کوڑیا کا سگنج نہایت دولتمند تھا اس کے دام طمع مین آکر شاہزادے موصوف نے شادی اُس لڑکی کی اُس سے کردی۔ بعض کتابون مین گارن صاحب کو انکا سمدھی لکھا ہے۔

اس عرصے مین غازی الدین حیدر قضا کر گئے نصیر الدین حیدر کو بھی اس عورت کے یہان آنے کی کمال تمنا تھی رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اجازت آنیکی دی گارن صاحب ۱۲۴۳ھ ہجری مین اس عورت کو لکھنؤ مین لائے تھے اور حسن باغ مین اُترے اور لاکھ روپے صرف کر کے محرم مین تعزیہ داری بڑی دھوم سے کی۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کے بھولے پن سے اتنی جسارت کرنا کہ نصیر الدین حیدر کو نطفۂ ناتحقیق مشہور کردینا آخر کار بادشاہ کا اُن کو اپنا بیٹا تسلیم کر لینا بادشاہ اور بیگم کے درمیان سخت ناچاقی کرا دینا اور اس حالت مین بیگم پر نہایت سخت گیری کرنا

معتمد الدولہ نے بادشاہ بیگم کی آمدنی پر دست درازی شروع کی اور بادشاہ نے جو بادشاہ بیگم کی

برداخت کے لیے حکم دیا اُسکی تعمیل نہ کی اور نصیر الدین حیدر کے بے اعتبار کرنے مین کوئی دقیقہ نہ چھوڑا یہانتک کہ اُنکو نطفۂ ناتحقیق مشہور کر دیا جبکہ گورنر جنرل کے کانون تک یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ کی نسل کے معاملے مین بخوبی تحقیقات کیجائے اُسوقت معتمد الدولہ نے اپنے خبث باطنی اور عناد دلی سے گورنر جنرل کو جواب مین یہ لکھوا کر بھجوا دیا کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے نطفے سے نہین ہین بادشاہ بیگم نے ایک خواص کے بچے کو پرورش کر کے تہمت بادشاہ پر باندھی ہے۔ اب گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ تم بادشاہ سے خود مل کر اسبات کی زبانی تحقیق کرو ابھی یہ تحریر رزیڈنٹ کے پاس پہونچنے نہ پائی تھی کہ معتمد الدولہ نے تمام شہر مین اشتہار اس مضمون کے چسپان کرا دیے کہ مرزا نصیر الدین حیدر کو کوئی شخص بادشاہ کا فرزند قرار نہ دے۔ جب رزیڈنٹ کے پاس گورنر جنرل کی تحریر آئی تو اُنھون نے بادشاہ کے پاس جا کر حال دریافت کیا تو بادشاہ نے اپنی زبان سے نصیر الدین حیدر کی ولدیت کا اقرار کیا۔ جب یہ تیر تدبیر معتمد الدولہ کا نشانے پر نہ پہونچا تو دوسری فکر کی اور ایک دن بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم نے اسوجہ سے کہ مجھپر حضور کی نظر توجہ ہے اور اُنکی شکایت پر میرے حق مین حضور التفات نہین فرماتے دس لونڈیان ترکنین اور حبشنین دشمنان حضور کے قتل کے لیے مامور کی ہین اور اُنکا یہ ارادہ ہے کہ اس سانحے کے ظہور کے بعد گورنر جنرل سے اصلاح کر کے مرزا نصیر الدین حیدر کو تخت سلطنت پر بٹھائین اور آپ مختار بنین معتمد الدولہ نے اس طلاقت لسانی سے اس مضمون کو ادا کیا کہ بادشاہ نے بیگم صاحبہ سے ملنا بھی موقوف کیا اور دروازہ جو خوابگاہ بادشاہ اور محل قیام بادشاہ بیگم کے درمیان واقع تھا وہ بھی تیغہ کیا گیا اور ملاقات طرفین کی بند ہوئی اور بادشاہ بیگم پر یہانتک سختی کی گئی کہ اُنکی جاگیر کی آمدنی بھی بند کر لی گئی اور اس وجہ سے نوبت ناداری کی

پہونچی اب بیگم کو ایک روپیہ ہزار روپیون کے برابر تھا اسباب نقرئی اور طلائی پردے مین بیکر اوقات بسر ہوتی تھی ان زخمہاے دامن دار پر بھی معتمدالدولہ کی نمک پاشی کم نہوئی یعنی وہ اس بندش اور تجسس مین رہتے تھے کہ جو اسباب بکنے کے وقت ظاہر ہوا اُسکو منگوا کر اپنے توشہ خانہ مین داخل کیا جائے اُنکی سرد مہریون سے سات سات آٹھ آٹھ روز تک بیگم کے محل مین چولھے مین آگ سُلگانے کی نوبت نہ آتی تھی بعض اوقات من دو من چنے یا جوار بھنوا کر محل مین تقسیم ہوتی تھی۔

شاہزادے کا چند روز تک بیگم سے علیحدہ رہکر پھر اُن کے پاس چلا جانا

معتمدالدولہ نے نصیرالدین حیدر کو شیر جنگ کے باغ مین بُلایا وہ بنظر تقدم بالحفظ انجام کو سونچ کر ایکدن اس باغ مین گئے اور خاصہ طلب کر کے نوش کیا۔ معتمدالدولہ نے جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہین رکھا اور دلاسے کے ساتھ پیش آئے اور اپنا قصور معاف کرایا اور اُنکی دلجوئی حسب مراتب ہر وقت ملحوظ خاطر تھی مگر دل مین عداوت بھری رہی بلکہ ایک عجب حرکت کی جو یہ ہے کہ شاہزادے کے خوش کرنے کو جنکی طبیعت عیاشی اور لہو و لعب کی طرف زیادہ رغبت رکھتی تھی چند رقاصہ عورتین اُنکی خدمت مین بھیجدین اور اُن کو حکم دیا کہ شاہزادے کا دل اپنی طرف مائل کرلین تقاضاے سن کی وجہ سے کہ عمر اُنکی ۲۲ سال کی تھی مسماۃ بُگّا سے مالوف ہو گئے جب معتمدالدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے یہ خیال کیا کہ انکو دوسری جگہ بھیجدیا جائے کیونکہ مان بیٹون مین مفارقت منظور تھی اس لیے عرض کیا کہ یہ مکان تنگ ہے حضور کی آسایش کے لائق نہین اور حضور کو بھی یہان خاطر خواہ

آسائش نہین حسن باغ مین کہ مقام خوش فضالب دریا واقع ہے تشریف لے چلین شاہزادے نے
کہا کہ اس شرط سے چلونگا کہ ملکۂ زمانی کو بیگم صاحبہ کے مکان سے طلب کرلیا جائے دوسرے
بگا طوائف کو میرے ساتھ کردین چونکہ بگا خادم حسین کی آشنا تھی جو معتمد الدولہ کا رفیق تھا
جسکی دل شکنی وآزردگی معتمد الدولہ کو منظور نہ تھی اسلیے اُنھون نے وہ چال چلی کہ جس سے شاہزادے کو
بگا سے دست بردار ہونا پڑا۔ عرض کیا کہ بدون اطلاع بادشاہ کے غلام کی طاقت نہین کہ
ایسے کام کرسکے اور بادشاہ یہ دونون رکیک امر قبول نکرینگے اگر ان مین سے ایک بات کی
نسبت ارشاد ہو تو اگرچہ اُس کا سرانجام بھی مشکل ہے مگر بہر صورت عرض کرکے اُسکی درستی
کیجائیگی چونکہ ملکۂ زمانی سے اُنکو کمال محبت تھی اور حرم محترم مین داخل کرلیا تھا اُسکی جانب کو
ترجیح دی اور رقاصہ سے دست بردار ہوے اور معتمد الدولہ کے فریب سے آگاہ ہوکر درد
بھرے ہوے دل کے ساتھ حسن باغ کو تشریف لے گئے مگر محل سے نکلکر شیر جنگ کے باغ مین
معتمد الدولہ کے فریب کی وجہ سے آنے سے بہت نادم اور تنگ تھے۔

بادشاہ بیگم کو چونکہ شاہزادے کے ساتھ بیحد الفت تھی چندروز کی جُدائی سے نہایت
بیتاب ہوگئین ایک مالن شاہزادے کے لیے ہار پھول لیجایا کرتی تھی بیگم نے شاہزادے کے
پاس اس مالن کی معرفت یہ پیام بھیجا کہ معلوم نہین کہ ان دنون کون سی بہتری کی بات
معتمد الدولہ کی طرف سے اپنے حق مین دیکھی جو ہمارے حقوق دیرینہ کو خیرباد کہا اور اُسکی جھوٹی
باتون مین آکر ناحق بیکسی حاصل کی ایجان عزیز اگر تمھاری بہتری وہان کے رہنے مین ہے
تو چشم ما روشن دل ما شاد لیکن دل کو اسبات کا نہایت رنج ہے کہ دشمنونکے درمیان مین
جا پہونچے ہو اللہ تمھاری حفاظت کرے مین تو ایک بوڑھی عورت ہون مجھکو کوئی ریاستکا
دعوے نہ تھا جو کچھ مین نے کیا وہ تمھاری بھلائی کے لیے کیا تھا جو کچھ مجھپر گذرا وہ تمھاری

ہوا خواہی و دوستی کی وجہ سے گذرا - جائے شکایت نہین ہے جو کچھ پیش آیا قسمت کا لکھا تھا
شاہزادے کو جب یہ پیام پہونچا تو آبدیدہ ہوے اور کہلا بھیجا -
مصرعہ من ہمان بندۂ دیرینہ کہ بودم ہستم - برسین گذرین کہ آدمی معتمد الدولہ کی طرف سے
پیام لاتے تھے کہ مین آپ کا غلام و خانہ زاد ہون اگر میری خطا معاف کیجائے تو خدمت کو
سعادت دارین جانکر ایسی جان فشانی کرونگا کہ یادگار زمانہ رہے گی اور حضور کو کیفیت
خادمیت و مخدومیت کی ثابت ہوجائیگی اور آپ پر یہ بھی بخوبی روشن ہے کہ تکلیف اخراجات
سے میری طاقت طاق ہوگئی تھی اور اُسکی بیداد سے میرے نوکر چاکر تنگ آگئے تھے ناچار
یہ کام کیا اگرچہ یہ امر سبک تھا لیکن اس بدباطن کے دل کا حال بدون اصلاح ظاہری کے
معلوم ہونا ناممکن تھا محض اس مصلحت کی وجہ سے آپکی مفارقت گوارا کی گئی ہے جب سے
مین آپ سے جُدا ہوکر یہان آیا ہون سواے نفاق کے کچھ اور اُسکی طرف سے ظہور مین نہین
آیا - الحمد للہ کہ اب مین نے حجت تمام کردی اور دروغ گو کو مکان تک پہونچادیا - اور
حاشا کہ آپکی طرف سے ارادت مین کوئی قصور و فتور نہین ہوا ہے - بلکہ پانچون وقت کی
نماز کے بعد دعا کرتا ہون کہ اللہ آپ کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ برقرار رکھے - مالن جب یہ
جواب لیکر بادشاہ بیگم کے پاس گئی تو اُسکے دوسرے دن اُنھون نے شاہزادے کے پاس
یہ پیام بھیجا کہ اگر وہان کے رہنے مین اپنا مطلب حاصل ہوتا دیکھو تو وہان رہنا چاہیئے
ورنہ ایکدم کی مفارقت ایکسال کے برابر ہے جلد یہان آجانا چاہیے اب جدائی کی تاب
نہین ہے - شاہزادے یہ پیام پہونچتے ہی دوپہر کے وقت محل مین چلے آئے اور اسوقت
سے غازی الدین حیدر کے مرتے تک دربار مین نہ گئے اور سرکار شاہی سے بھی شاہزادے
کے لیے کہین آنے جانیکی ممانعت کا حکم نافذ ہوا یہانتک کہ جب لارڈ ایمہرسٹ گورنر جنرل

آئے تو ولی عہد اس دربار سے محروم تھے ایکبار بادشاہ نے ولی عہد کو حکم دیا کہ نماز عید الفطر کے لیے عیدگاہ کو جائین مگر وہ نہ گئے[1]

لارڈ امہرسٹ کا ورود

صاحبزادۂ سید کریم اللہ خان خلف نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور سیر کریمی مین واقعات ۱۲۳۹ھ ہجری مین لکھتے ہین کہ مجھ سے بنارس کے بڑے صاحب نے بیان کیا کہ شاہ اودھ نے لارڈ امہرسٹ صاحب گورنر جنرل کی ملاقات کے وقت ایک تلوار بہت نادر کہ جسکا قبضہ اور ساز بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا اور نہایت قیمتی جواہرات کی مالا جو عجیب چیز تھی سوائے دوسرے تحائف کے گورنر جنرل کو دی اور ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر استقبال کے لیے نہ گئے اور نہ اُسوقت گئے جب کہ گورنر جنرل شاہ اودھ کے محلات مین ملنے کو آئے (بنارس کے بڑے صاحب کو اندرونی معاملات کی کیا خبر تھی شاہزادے صاحب بادشاہ کے حکم سے شرکت رسم استقبال و دربار سے محروم رہے تھے) مگر جب گورنر جنرل نے رزیڈنسی مین بادشاہ کی دعوت کی تو باپ کے ساتھ ولی عہد بھی گئے اور معتمد الدولہ کی طرف سے پشت کر کے بیٹھے معتمد الدولہ کا ارادہ تھا کہ اگر شاہزادے نظر التفات فرمادین تو سلام کرین مگر اُنھون نے کچھ التفات نکیا لکھنؤ مین گورنر جنرل کی رونق افروزی کے وقت وہان کے آدمیون نے ۱۲ سو استغاثے کی عرضیان گورنر جنرل کو دین لیکن اُنھون نے بادشاہ کے پاس خاطر سے کسی کو کچھ جواب نہ دیا - دوسری جگہ پہونچکر ہر ایک عرضی پر جدا جدا حکم لکھوایا -

---

[1] دیکھو منتشم خانی اور وقائع دلپذیر ۱۲

اور رکیٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ نے غازی الدین حیدر کے بھائی حسین علی خان کی عرضی جو اُنکے نام کے خط کے ساتھ آئی تھی بادشاہ کی خدمت مین بھیجی تو بادشاہ نے واپس کرکے جوابدیا کہ مین بھائی حسین علی خان کی عرضی نہ لونگا (انتہیٰ)

مناجان کی پیدائش اور بادشاہ بیگم کا یہ مشہور کرنا کہ وہ نصیر الدین حیدر کے نطفے سے ہے معتمد الدولہ کا بیگم کی ڈھول اُڑانے مین کسر باقی نہ رکھنا اور انجام کار مناجان کا ولی عہد کے نطفے سے ثابت نہ ہونا

بادشاہ بیگم کی ایک خواص کا نام سُکھ چین تھا صاحبزادگی کے زمانے سے نصیر الدین حیدر کی صحبت مین رہتی تھی بہت خوبصورت تھی کوئی سو بار سے زیادہ صاحب عالم کی ہم بستری سے مشرف ہوئی تھی ایکبار حیض کے ایام ٹل گئے اور معلوم ہوا کہ اُسکو حمل ہے سات مہینے اس حمل کو گذرے موافق دستور ہندوستان کے نہایت خوشی کی گئی اور حمل کی یہ خبر دور دور پھیل گئی معتمد الدولہ کو بیگم اور نصیر الدین حیدر سے قلبی عداوت تھی انھون نے اس حمل کی تحقیقات شروع کی حقیقت مین یہ حمل نہ تھا ریاحی مرض تھا ریاح دفع ہوکر پیٹ پتلا پڑ گیا حالانکہ مرض کے درمیان مین خون حیض بند تھا پیٹ مین بچے کی سی حرکت معلوم ہوتی تھی چھاتیون سے دودھ نکلتا تھا ریاح کے نکلتے ہی یہ سب باتین مٹ گئین بادشاہ بیگم کو اطلاع ہونے پر بہت رنج وندامت ہوئی کہ تمام مین یہ خبر پھیلی اور بادشاہ تک پہونچی اور انجام یہ ہوا اُن بیگمات کے سامنے بھی خجل ہونا پڑیگا جو حمل کے دنون مین خوشی کی رسمون مین آئی تھین بیگم نے خیال کیا کہ معتمد الدولہ

دشمن گھات مین ہے وہ بہت فضیحت کریگا اسلیے اُنھون نے یہ فکر کی کہ حمل کا پردہ ہی نہ اُٹھے اسلیے کسی بچے کی تلاش مین مصروف ہوئین جس زمانے مین کہ سکھ چین کو خون آئے لگا ایک دھوبن کے بچہ پیدا ہوا تھا اُسکو منگالیا اور سکھ چین کے دروزہ کے شروع ہونے کی خبر اُڑا کر بچے کو خون سے آلودہ کرکے نہایت احتیاط سے سکھ چین کے پاس لٹا کر صداے مبارکباد اور تہنیت کے وہ تمام مراسم جو ولادت پسر کے موقع پر مرسوم ہین ادا کرائے[1] یہ واقعہ ۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق ۱۴ - ستمبر سنہ ۱۸۲۰ع پہر دن رہے کے وقت کا ہے پرستاران محل نے اُس بچے کو غسل دیکر چار گھڑی دن رہے بادشاہ بیگم کی آغوش مین دیا اُسکا نام محمد مہدی اور لقب رفیع الدین حیدر اور عرف منا جان ہوا اور سکھ چین کا خطاب افضل محل ہوا - معتمد الدولہ کو پہلے سے اُن دائیون نے جو بادشاہ بیگم سے حمل ہونے کا حال بیان کرتی تھین مرض ریاحی کی کیفیت بتادی تھی معتمد الدولہ نے بچہ پیدا ہونے کی خبر سُنکر اُن دائیونکو بلواکر اصرار کے ساتھ اقرار کرالیا تھا کہ یہ بچہ خواص مذکور کے بطن سے نہین ہے اور تمام ماجرا بادشاہ سے عرض کردیا تھا بادشاہ بیگم نے نصیر الدین حیدر کو اُس لڑکے کی پیدایش کی نذر کے لیے بادشاہ کی خدمت مین بھیجا امرت لال اور فتح علی خان عرض بیگیون اور عبد الکریم داروغۂ دیوانخانہ نے عرض کیا کہ آپ کی باریابی کے لیے حضور کا حکم نہین ناچار ولی عہد بے نیل مقصود واپس ہوے اور دوسرے دن بادشاہ نے امرت لال عرض بیگی سے حال معلوم کرکے اُن سپاہیون اور افسرون کو جن کے پہرون مین سے صاحب عالم آئے تھے موقوف کردیا - جان منگٹن صاحب رزیڈنٹ تھے اُنھون نے جب یہ ماجرا سُنا تو خیال کیا کہ یہ صورت بادشاہ کی طرف سے محض اس وجہ سے وقوع مین آئی ہوگی کہ اُنہین اور ولی عہد مین ملال ہے - چنانچہ اُنھون نے بادشاہ سے ملاقات کرکے کہا

[1] دیکھو محتشم خانی ۱۲

کہ حضور نے مجھکو ولادت فرزند کی خبر کیون ندی تاکہ تہنیت کے مراسم بجالاتا بادشاہ
اسبات سے دل مین کبیدہ ہوئے اور بظاہر ایسی بے پروائی کی کہ گویا صاحب کی بات کا
مطلب آپکے ذہن مین نہین آیا اور تجاہل کی راہ سے فرمایا کہ مین نے کونسی بات کی آپکو خبر
ندی صاحب نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ ولی عہد بہادر کے محل مین بیٹا پیدا ہوا ہے یہ خبر مجھکو
صبح کے وقت پہونچی تھی اور ادائے تہنیت کا منتظر تھا۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت
کرکے فرمایا کہ اسباب مین گفتگو نامناسب ہے اس جواب سے رزیڈنٹ متحیر ہوئے اور کہنے
لگے کہ مجھکو حضور کے پوتے کی پیدائش کی خبر پہونچی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر
نذر کو گئے اور بے نیل مرام واپس ہوئے اور پھر سپاہیان متعینہ دروازہ برطرف کردیے گئے
کیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ بادشاہ نے جواب دیا کہ شام کو ولی عہد بہادر مع خاص برداروںکے
زبردستی حاضر ہونا چاہتے تھے اور لڑکا دن مین پیدا ہوا تھا اگر فی الحقیقت ہمارا اصلی پوتا ہوتا
اور وارث حقیقی ہوتا تو ہم پہلے اس سے سازوسامان جشن اور ادائے لوازم تہنیت کے لیے
برضاورغبت حکم دیتے لیکن اس معاملے مین ہر طرح جعل وفریب ہوا ہے اور حقیقت مین
یہ بچہ دھوبن کا ہے کہ ۲۵ روز سے اُسکو محل مین لے گئے ہین۔ رزیڈنٹ نے فہم و فراست
کی راہ سے کہا کہ مبادا یہ بات معاندین ومخالفین نے مشہور کردی ہو بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
اسکو خوب تحقیق کرلیا ہے پھر رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ولی عہد بہادر ایسا
فریب کھاتے اور حقیقت اُن سے مخفی رہتی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اُس بیچارے کو کیا سمجھ
ہے یہ تمام چالاکی بادشاہ بیگم کی طرف سے ہے اور وہ بیچارہ بسبب کم عمری اور بے عقلی
کے کیا سمجھ سکتا ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ حضور سابق مین شکایت کرتے تھے کہ ولی عہد بہادر کئی
عورتوںکے ساتھ صحبت اور اختلاط رکھتے ہین۔ چنانچہ بعض اُن مین سے حاملہ بھی ہو گئی ہین

بادشاہ نے فرمایا کہ بچہ پیدا ہونے کی امید ۲۵ ماہ کے بعد ظہور مین آئی ہے۔ بعد اسکے رزیڈنٹ نے بات کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور اس سے ۱۵ ماہ قبل بادشاہ کی زبانی رزیڈنٹ کو معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر کے یہان بچہ پیدا ہونے کو ہے لیکن بعد اسکے کوئی خبر بچہ پیدا ہونے کی معلوم نہوئی تھی اور ایک اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو خبر دی تھی کہ بادشاہ بیگم نے چار عورتین از قوم سادات ولی عہد کی صحبت مین رکھی ہین اور جو طفل کہ اب پیدا ہوا ہے اُن مین سے ایک عورت کے بطن سے ہے۔ رزیڈنٹ نے یہ تمام حال گورنر جنرل کو لکھا کہ ولی عہد بہادر تو ولدیت کے مقر ہین مگر بادشاہ انکار کرتے ہین اور بادشاہ کے قول کی تحقیق مشکل ہے کہ فرماتے ہین کہ نصیر الدین حیدر طفل مذکور کے باپ نہین ہین اور سب سے زیادہ مشکل جانبین کے دوستون اور دشمنونکی غرض کا ادراک ہے ۴ ۔ اکتوبر ۱۸۲۰ء کو گورنر جنرل کا جواب طامس مٹکلف صاحب سکرٹری دفتر سفارت کے ذریعہ سے یون پہونچا کہ آپکی تحریر مرقومہ ۱۹ ۔ ستمبر سنہ حال سے معلوم ہوا کہ ولی عہد کے مکان مین ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جسکو بادشاہ تسلیم نہین کرتے اس امر کی تحقیق ضرور ہے تاکہ آیندہ کوئی وقت امور سلطنت مین پیش نہ آئے اور تکرار واقع نہو اسلیئے مناسب ہے کہ اب اچھی طرح طفل مذکور کے نسب کی بابت تحقیقات کرین کہ فی الحقیقۃ ولی عہد کا نطفہ ہے یا نہین اور نواب گورنر جنرل امید رکھتے ہین کہ جناب بادشاہ اودھ ایسے امر نازک مین اپنے اشتباہ کا رفع کرنا اور اُسکی تحقیقات ضروری جانینگے رزیڈنٹ نے اس خیال سے کہ بادشاہ اپنی زبان سے اس لڑکے کو دھوبی کا بچہ بتاتے ہین اور عوام مین بھی یہ مشہور ہے کہ ایک حاملہ دھوبن مدت سے غائب ہے یہ مناسب جانا کہ اُسکے شوہر کے اظہار لیے جائین مگر اسوجہ سے کہ مبادا خبر پاتے ہی آدمی دھوبی سے ملکر جلسازی کرین اپنے میر منشی کو حکم دیا کہ تم اپنے یہان اُس دھوبی کو نوکر رکھ لو بعد اُسکے اُسکے

اظہار لواسئے اور بادشاہ سے ملاقات کے وقت ایک پرچہ پیام متضمن ضرورت تحقیق نسب طفل مذکور کہ مبادا انجام کو معاملۂ ریاست مین تکرار پیش آئے بادشاہ کے حوالے کرکے زبانی کہا کہ ایسے امر نازک مین عتاب اور خفگی دل سے دور کرکے اسکا جواب اسطرح تحریر فرمائین کہ اب اور آیندہ اشتباہ باقی نرہے اور سب سے یہ بہتر ہے کہ جناب والا خود محل مین تشریف لیجاکر اس لڑکے کو بچشم خود ملاحظہ کرلین مگر بادشاہ نے محل مین جانا قبول نکیا اور فرمانے لگے کہ اگر فی الحقیقۃ میرا پوتا ہوتا تو اس سے بہتر اور خوشتر کیا تھا۔ لیکن وہ اصل مین میرا پوتا نہین ہے اور بادشاہ بیگم نے اسکی ولادت کے وقت حسب دستور مستمرہ کیلیے ہمارے خاندانکی بیگمات کو جمع نکیا مگر رزیڈنٹ کی طرف سے بہت تاکید ہوئی کہ اس معاملے کی پوری پوری تحقیقات کیجائے اسلیے بادشاہ نے دائی کو تلاش کرایا اور اسباب مین ایک خط بادشاہ بیگم کو لکھا اسی اثنا مین اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو اطلاع دی کہ ۲۵ جمادی الآخری سنہ ۱۲۳۲ ہجری مطابق ۱۳ - مئی سنہ ۱۸۱۷ء کو جناب بادشاہ اودھ نے تین عورتین منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کی پیش کی ہوئین معرفت میمنت خواجہ سرا کے بادشاہ بیگم کو عطا کی تھین اُن مین سے دو مرگئین ایک زندہ ہے اور وہی اُس بچہ کی مان ہے اور اُسکا خطاب افضل محل ہے اور وہ خود طفل کو دودھ پلاتی ہے ولی عہد بہادر اور بادشاہ بیگم کہتی ہین کہ اگر بادشاہ کا دل چاہے تو خود آکر لڑکے اور اُسکی مان کو ملاحظہ کرلین دھوبی کا نام پیرا تھا اُسنے اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ میری زوجہ منا نام جسکی عمر سترہ سال کی اور آٹھ ماہ کا حمل تھا ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق ۱۷ - اگست سنہ ۱۸۲۰ء کو دن کے ساڑھے دس بجے پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی تھی وہان سے غائب ہوگئی - دوپہر کے وقت مسماۃ مینا کٹنی میرے گھر آئی اور میری زوجہ کا حال پوچھا میری ساس نے کہا کہ وہ پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی ہے مینا چلی گئی مین نے شام تک اُسکا انتظار کیا بعد اسکے پرورش علی کے گھر پر گیا اُس نے کہا کہ وہ

اُسیوقت میرے گھر سے چلی گئی تھی چونکہ مجھکو بعض آدمیونکی زبانی یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ پرورش علی کی شرکت سے مینا کٹنی نے اُسکو فروخت کردیا اسلیئے مین کٹنی کے گھر پر گیا اُس کے بیٹے نے کہا کہ وہ دو دن سے مکان پر نہین آئی ہے آخر تیسرے دن مین نے اُسکو پایا اور کوتوال کے پاس لیگیا اور تمام حال ظاہر کرکے گرفتار کرادیا چار دن کے بعد اُس کٹنی نے عورت کے حاضر کرنے کا اقرار کیا اُسکی ضمانت لیکر کوتوال نے چھوڑدیا بعد اسکے میری ساس نے نالش کی تو پھر معتمد الدولہ نے اُس کٹنی کو پکڑوا کر کوتوال کے پاس بھیجدیا وہان قید ہوگئی اور معتمد الدولہ نے میری زوجہ کو تلاش کرنے کے لیے حکم تاکیدی صادر کیا کوتوال نے نہایت تخویف و تہدید کی مگر کچھ مفید نہوا آخر کار مجھکو کہا کہ وہ رنگ محل مین ہے اور وہان کوتوالی کا حکم نہین چلتا مین ناامید اور مایوس ہوگیا اور کٹنی بھی چوتھی محرم کو رہا ہوگئی اور مجھکو بہت سے معتمد آدمیونکی زبانی معلوم ہوا کہ میری زوجہ رنگ محل مین ڈیڑھ سو روپے کو فروخت کردیگئی ہے رزیڈنٹ نے بادشاہ کی شرح ملاقات اور دھوبی کا اظہار گورنر جنرل کے پاس بھیجدیا بعدہ عہد قائم مقامی فیلکس السنٹ ریپٹر صاحب مین ایکدن بادشاہ نے محسن الدولہ سے فرمایا کہ تمھارے مامون یعنی نصیر الدین حیدر ہمارے دیکھنے کو کہ پانوٗن مین چوٹ لگ گئی ہے کیون نہین آتے محسن الدولہ نے عرض کیا کہ حکم عالی کے منتظر ہین ارشاد ہوا کہ ابھی جاکر ہماری طرف سے کہو کہ اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر آئین۔ محسن الدولہ نے جاکر بادشاہ بیگم سے کہا اُنھون نے ولی عہد کو مع فرزند مسطور بادشاہ کے حضور مین بھیجا ولی عہد نے بادشاہ کے قدمون پر سر رکھدیا بادشاہ نے اُن کا سر اُٹھاکر گلے سے لگایا اور شفقت پدری کے جوش مین آکر خوب روئے اور بچے کو گود مین لیا اور لمحہ کے بعد ولی عہد کو مع اُس بچے کے خلعت دیکر رخصت کیا قائم مقام رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ ساری کیفیت ۱۰- اپریل ۱۸۳۱ء کو لکھ بھیجی اس بچے کے نسب کے باب مین دوسرے لوگون کے معتمد الدولہ نے اظہار لوائے تو

پرورش علی خان عرف چھوٹے خان اور مرزا عنایت علی اور شیخ ضیاء اللہ کے بیانات سے ثابت ہوا کہ سماۃ منا دھوبن حاملہ بادشاہ بیگم کے محل مین گئی تھی اور اُس کے جانے سے پندرہ سولہ دن کے بعد محل مین بچہ پیدا ہونے کی خبر سننے مین آئی اور مہتاب دائی نے اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ سکھ چین خواص کا پیٹ مین نے بادشاہ بیگم کے حکم سے خوب دیکھا مگر حمل کے آثار نہ پائے اور نوباقی خانم مغلانی ملازم بادشاہ بیگم نے بھی کہا کہ منا جان سکھ چین کے شکم سے نہین سکھ چین کو کبھی حمل ہی نہین رہا معتمد الدولہ نے رزیڈنٹی کے دفتر کو اسطرح کیفیت لکھی کہ جب بادشاہ بیگم نے بادشاہ سے ظاہر کیا کہ سکھ چین نصیر الدین حیدر سے حاملہ ہے تو بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا کس لیے کنیز کو شاہزادے کے پاس بھیجا ہماری خواہش اور نیز نواب گورنر جنرل کی مرضی یہ تھی کہ کسی خاندان عالیشان مین بیاہے جاتے تاکہ فرزند صحیح النسب پیدا ہوتا آخر الامر بادشاہ نے نو مہینے تک انتظار کیا جبکہ بچہ پیدا نہوا تو بیگم صاحبہ کے قریب کو باکر پیام دیا کہ اسقدر دیر ولادت مین ہونا مقام تعجب ہے بادشاہ بیگم نے جوابدیا کہ بچہ پیٹ مین تو موجود ہے لیکن جنات و شیاطین کے آسیب سے پیدا نہین ہو سکتا اسبات سے بادشاہ کو زیادہ شبہہ ہوا اور فرمایا کہ بچے کی پیدایش ہماری ہمشیرہ اور پھوپھی اور دوسری بیگمات خاندان کے سامنے ہو الغرض اس وتیرے پر ۲۵ ماہ گذرے اور بادشاہ کا تعجب روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور اُنھین دنون اخبار کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ محل مین زن حاملہ کی بڑی تلاش ہے متعاقب اُسی کے اخبار سے دریافت ہوا کہ ایک حاملہ دھوبن ملازم منشی محمد باقر غائب ہے اس حال کے دریافت ہونے سے بادشاہ نے مکرر حکم دیا کہ جب سکھ چین کے بچہ پیدا ہو تو بیگمات خاندان کو اُسوقت بلالیا جائے اُن کے سامنے ولادت واقع ہو بعد چند روز کے ناگہان حضور کو خبر پہونچی کہ بیٹا پیدا ہوا اور ولی عہد فریب کی راہ سے نذر گذراننے اور شلک سلامی کی اجازت حاصل کرنے کے لیے آتے ہین بادشاہ نے

آزردگی کے ساتھ فرمایا کہ اگر وہ لڑکا میرے بیٹے کا ہوتا تو رسم شلک عمل مین آتی ولی عہد حاضری کی اجازت نپاکر بے نیل مقصود لوٹ گئے - چونکہ بادشاہ بیگم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بادشاہ کی بہن اور پھوپھی کو ولادت کے وقت شریک نہ کیا تھا - اور نعیم خواجہ سرا نے بھی بیان کیا تھا کہ اس طفل کے ولی عہد کے نطفے سے ہونے پر اعتماد نہین اور دائی نے بھی ظاہر کیا تھا کہ تمام کام مین جعل ہے اور خداوند سلطان وقت کے سامنے غلط بات نکہونگی میرے سامنے بچہ پیدا نہین ہوا بلکہ جنا ہوا بچہ میرے سامنے لائے اور کہا کہ اسکی ناف کاٹ دے مین نے ناف کاٹ دی مجھکو ایکہزار روپے دیے اور مسماۃ سکھ چین مین ذرا بھی جننے کے آثار نہین پائے جاتے اس لیے بادشاہ نے یہ تمام کیفیت تحقیقات کی جان منگٹن صاحب رزیڈنٹ سابق سے بیان کردی تھی چند مدت کے بعد ولی عہد اور محسن الدولہ لڑکے کو کسی عورت کے ہاتھ مین لیکر بادشاہ کے پاس آئے حضور نے خشم و غضب کی وجہ سے اُسکی صورت نہ دیکھی - اور میری (معتمد الدولہ کی) وساطت سے رزیڈنٹ کو خبر دی - رزیڈنٹ نے کہا کہ مین نے سُنا ہے کہ بادشاہ نے اُس لڑکے کو گود مین لیا تھا بادشاہ نے رزیڈنٹ کا یہ قول سُنا تو نہایت مکدر ہوئے اور اُنکو کہلا بھیجا کہ کسی نے آپکو یہ خبر فریب کی راہ سے دی ہے اگر وہ ہمارے بیٹے کا بیٹا ہوتا تو ہم اُسکو گود مین لیتے اور فلکس السنٹ ریپٹر صاحب قائم مقام رزیڈنٹ اور رکٹس (رکیٹ) صاحب رزیڈنٹ سابق سے بھی بادشاہ نے روبرو فرمایا تھا کہ کبھی نصیر الدین حیدر سے کوئی بچہ پیدا نہین ہوا - لازم ہے کہ اس خاندان کی ریاست اس خاندان کے وارثونکو دیجائے نہ غیر کے ہاتھون مین - جبکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ بات مشتہر ہوئی تھی کہ سکھ چین ولی عہد سے حاملہ ہے تو سُنکر بادشاہ نے ایک

یونانی حکیم اور ایک انگریز ڈاکٹر اپنے ملازم اور ایک دوسرے ڈاکٹر کو کہ نو وارد تھا اس امر کی تحقیق کے لیے بیگم صاحبہ کے محل مین بھیجا تھا مگر اُنھون نے تحقیق نکرنے دیا اور یہ خبر چار سال تک مشہور رہی لیکن کوئی بچہ پیدا نہوا[۱]۔

محتشم خانی کا مؤلف کہتا ہے کہ مجھکو سفیر کے منشی باقر کی زبانی معلوم ہوا کہ ہمارے دفتر مین جو تحقیقات ہوکر کاغذات آئے ہین ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بچہ صاحب عالم کے نطفے سے نہین ایک دھوبن کے پیٹ سے ہے یہی تحریر دفتر رزیڈنٹی مین داخل کی گئی ہے وہ دھوبن معتمد الدولہ کے اخراج تک کوٹھی نور بخش مین قید تھی۔

معتمد الدولہ کی ترغیب سے غازی الدین حیدر کا دو عیسائی عورتون سے نکاح کرکے اُن کو خطاب و جاگیر دینا

بادشاہ کے دل مین بادشاہ بیگم کی مفارقت سے خار الم کھٹکتا تھا معتمد الدولہ نے اُسکے رفع کرنے کے واسطے یہ تجویز نکالی کہ ایک خوبصورت عورت جو ایک انگریز کے نطفے سے ایک ہندوستانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور اُسکو مرزا حاجی کانپور سے اپنے ساتھ لائے تھے بادشاہ کے ساتھ منعقد کی بادشاہ نے رنگ محل خطاب دیا اور مبارک محل نام مشہور ہوا - دس ہزار روپے ماہوار کی جاگیر اُسکے لیے مقرر کی۔ بادشاہ نے یکم محرم سنہ ۱۲۴۱ ہجری کو جو گورنمنٹ انگریزی کو ایک کروڑ روپیہ قرض دیا تو اُسکے سود مین سے دس ہزار روپیہ ماہوار کا وثیقہ مبارک محل کے نام پر مقرر کر دیا اور یہ قرار پایا کہ یہ روپیہ زندگی بھر مبارک محل کو ملے اور اُسکی وفات کے بعد ایک تہائی روپیہ جسکے نام یا جس کام کیواسطے

[۱] دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

وہ وصیت کر جائے دیا جائے اور دو تہائی باقی اور جسقدر بعد خرچ حسب وصیت نامہ
تہائی اول سے باقی رہے یا اگر وہ کچھ وصیت نہ کر جائے تو وہ ایک تہائی بھی اس مین
شامل ہو کر سب روپے کے دو حصے ہون ایک حصہ نجف اشرف مین دیا جائے اور دوسرا
حصہ کربلا مین امام باڑہ اور مجاورون کے لیے یا اُن شخصونکے لیے جو بادشاہ کی جانب سے
متہم ہون دیا جائے تاکہ بادشاہ کو اُسکا ثواب نصیب ہو۔ اور یہی شرط سلطان مریم بیگم کے
وثیقہ مین تھی مبارک محل کی اصل و حقیقت اسطرح سے ہے کہ یہ عورت کرنیل عیش کے نطفے
سے مسماۃ چمپا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی کرنیل عیش کا بنگلہ کانپور مین اسی کے نام سے مشہور تھا
جب یہ کرنیل ولایت کو چلا گیا تو یہ لڑکی اسکول مین لڑکونکے ساتھ پڑھنے کو جایا کرتی تھی
مذہب عیسائی تھا جب غازی الدین حیدر نے تعلیم و تلقین فرمایا تو صدق دل سے
ایمان لائی۔ یہ عورت فی الحقیقۃ بہت حسین تھی اور ذی ہمت اور سیر چشم بھی تھی کئی ہزار آدمی
اسکی بدولت پرورش پاتے تھے۔ اسکی سرکار مین سیاہ و سفید کا اختیار حکیم بندہ رضا خان کو
تھا اس بیگم نے واجد علی شاہ کے عہد مین انتقال کیا۔ موت سے کچھ دنون قبل سے علیل تھی
ایکدن باغ سے آمونکی ڈالی آئی تھی اُسمین سے کئی آم رات کو کھائے مزاج کچھ برہم ہوا حکیم صاحب
نے موافق معمول دوا بھیجی اُسے کھایا پھر استفراغ کیا آخر کار شب ہشتم ماہ شعبان ۱۲۶۵ھ ہجری
مطابق ۳۰ جون ۱۸۴۹ء کو شنبہ کے دن انتقال کیا امام باڑہ نجف مین غازی الدین حیدر
اپنے شوہر کے ہم پہلو دفن ہوئی۔ پشمینہ اور جواہرات مبارک محل کے پاس مشہور تھا کارندونکی
خیانت سے کچھ اُسکا پتا نہ لگا۔

مبارک محل سے نکاح کر لینے کے بعد بادشاہ نے ڈاکٹر شارٹ کانسل بغداد کی بیٹی کے
ساتھ نکاح کیا اور اُسکو نواب سلطان مریم بیگم خطاب دیا یہ بھی عیسائی مذہب اور ارمنی الاصل تھی

اس کی ابتدائی حالت یہ ہے کہ غازی الدین حیدر کے جلوس سے تیسرے سال اس لڑکی کی
مان اسکو ساتھ لیکر کانپور سے لکھنؤ مین آئی اور ایک مکان کرایے پر لیکر اُس مین رہی سال بھر
تک لباس انگریزی پہنے سڑک پر کھڑے ہوکر بادشاہ کو سلام کرتی رہی جب قسمت نے یاوری
کی بادشاہ نے ایکروز آدھی رات کے بعد میر کلو خواص کو مع میانہ سواری بھیجکر بلایا اُس کی مان
میر کلو سے کہنے لگی کہ ہم مایوس ہوکر کانپور جایا چاہتے تھے منتظر خرچ کے تھے غرض بن سنور کر
داخل کمرۂ محلسرایے فرح بخش ہوئی حکم ہوا کہ میز پر سے ایک قطعی تین لاکھ روپے کے زیور جواہر کی
اُٹھالے اور اُسے پہن کر ہمارے پاس آئے۔ جب بادشاہ کی صحبت سے مشرف ہوچکی تو پانچہزار
روپے دیکر رخصت کیا بعد کئی دن کے پھر رات کو طلب فرمایا دوسری قطعی زیور جواہر کی اور
دو ہزار روپے اور ہزار اشرفیان اور تین بدرے ہر قسم کے پارچے کے عنایت ہوئے بعد
کئی دن کے بُلاکر حضرت عباسؑ کی حاضری اپنے ہاتھ سے کھلاکر مذہب اسلام تلقین کیا
اور فرمایا کہ ہم نے تمکو بیگم کیا اُس نے نذر دی پھر ایکدن جڑاؤ جوڑی ہاتھونکے کڑونکی جسکی قیمت
ایک لاکھ روپیہ تھی اور اُس مین الماس کے نگینے سفید و گلابی جڑے ہوئے تھے اور ایک
نتھ قیمتی ایک لاکھ روپے کی عنایت فرمائی۔ اور پانچہزار روپے ماہواری مقرر ہوا۔ رہنے کے
لیے محلسرا کی بارہ دری عنایت ہوئی اور اہتمام ڈیوڑھی اور لوازمۂ اسباب ضروری کے
لیے ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کو حکم ہوا سُکھپال سواری کو ملا اس نے بھی واجد علی شاہ کے
عہد مین انتقال کیا دو برس سے کھانسی اور تپ دق مین مبتلا تھی اُسے مرض الموت جان کر
اور بخوف حاکم وقت ایک وصیت نامہ لکھکر رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا جسکا مضمون یہ تھا کہ مین
اصلی مذہب عیسائی پر تھی اور ہون میری مان نے محض بطمع زر دنیا مجھے مسلمان کو دیا مین بھی
اپنی نافہمی سے مجبور تھی ہر چند بادشاہ نے مجھے اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کی مگر باطن مین مین

اپنے مذہب عیسائی پر مستقل رہی اسلیے میری تجہیز و تکفین موافق مذہب عیسائی کے ہو
اور ایک ثلث میری تنخواہ مین میری وصیت جاری ہو بعد اس کے حسن علی خان کپتان کے
متصل امام باڑہ آغا باقر خان کرایہ پر لیکر اُس مین رہی آخر کار ۷- اپریل ۱۸۴۹ء کو شب کے
وقت مرگئی اور موافق وصیت کے شاہ پیر جلیل کے ٹیلے کے متصل رومن کیتھولک کے
گورستان مین مدفون ہوئی حسب الحکم شاہی مجد الدولہ نے تعلیقہ کرکے پہرے بٹھا دیے جب
کلکتے سے رزیڈنٹ کی رپورٹ کا جواب آیا تو متروکہ اُسکا جوزف شارٹ کو ملا ہر چند پرچہ
پیام بھی اسباب مین گیا کہ اس صورت مین ساری تنخواہ وثیقہ کربلا ے معلے جائے لیکن کچھ نہوا
غازی الدین حیدر کے بعد سے ایک حکیم صاحب اس بیگم کے یہان بھی بڑا اختیار رکھتے تھے

تعمیرات

مبارک منزل - یہ کوٹھی بادشاہ نے کنارۂ دریا پر تعمیر کرائی تھی -

قدم رسول - یہ ایک مذہبی مقام اہل اسلام کا ایک بلند مقام پر بادشاہ نے تعمیر
کرایا تھا اور اسمین ایک سنگ پارہ رکھا تھا جو عرب سے ایک حاجی لایا تھا اُسپر آنحضرت
کے قدم کا نقش تھا غدر مین سنگ پارۂ مذکور گم ہو گیا -

نجف اشرف - جو بنام شاہ نجف مشہور ہے اسکو غازی الدین حیدر نے اپنا مقبرہ
بنوایا تھا اور اُسی مین دفن بھی ہوے ہین اس مقام کو یہ نام اسواسطے دیا گیا تھا کہ ایک مقام
کوہ نجف ہے جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر ہے اُسکی نقل یہ مقبرہ بنوایا تھا بادشاہ نے
کچھ روپیہ واسطے مصارف اس مقبرے کے سرکار کمپنی مین جمع کر دیا تھا جسکے سود سے خرچ
اس تعمیر کی مرمت کا اور تنخواہ عملۂ مقبرہ کی ادا ہوتی ہے ہ

باحسن عقیدت نجف اشرف را — فرمود بنا بہشت نواب وزیر
تاریخ مبارکش چو جستم از عقل — ہاتف گفتا عجب نجف شد تعمیر

معتمد الدولہ کے فرزندون کے ساتھ سید عیسیٰ کی بیرحمی

سید معصوم جو حافظ رحمت خان روہیلہ والی بریلی کے پیر تھے اور سید احمد عرف شاہ جی میان کے بیٹے تھے اور سید علی بابا کی اولاد مین تھے جو سادات ترمذ سے امام زین العابدین کی نسل سے ہین سید معصوم کی اولاد ابتک بریلی مین نو محلے والے سیدونکے نام سے مشہور ہے۔

سید معصوم کا بیٹا عیسیٰ نامے دکن سے پھرتا ہوا لکھنؤ مین آیا اور معتمد الدولہ کی ملازمت سے بہرہ ور ہوکر رسوخ پیدا کیا۔ بیبا جان طوائف خوش گلوئی اور نغمہ سرائی کی وجہ سے سید عیسیٰ کی منظور نظر تھی۔ معتمد الدولہ کی اجازت سے میان عیسیٰ بیبا جان کو اپنے گھر مین بٹھاکر نکاح کرنے پر آمادہ ہوئے بیبا کی مان کا نام محبوبن تھا اُسکی مرضی نہ تھی اُسنے روکنا چاہا میر اسد نے جو معتمد الدولہ کا رشتہ دار تھا محبوبن سے یہ وعدہ کیا کہ معتمد الدولہ کو کہکر ممانعت کرادونگا میر اسد کی وجہ سے دونون کسبیان معتمد الدولہ کے محل مین آتی جاتی تھین وہان جاکر بیٹھ گئین اور کئی روز باہر نہ نکلین۔ سید عیسیٰ اُسپر فریفتہ تھا آمادۂ فساد ہوا۔ عید کے دن نذر پیش کرنے کے لیے دربار خاص مین پہونچا معتمد الدولہ داخل محل ہو چکے تھے۔ سید عیسیٰ مکتب خانے مین گیا وہان معتمد الدولہ کے دو لڑکے پڑھ رہے تھے اُنکو نذر دکھاکر سید عیسیٰ نے ایک کو اپنی آغوش مین لیا اور دوسرے کو اُسکے رفیق نے پکڑا اور خنجر بُران دونون نے کمرون سے نکال کر اُنکے سینونپر رکھدیے اُن بچون کا رنگ زرد ہوگیا حاضرین مکتب خانہ پریشان ہوگئے

سید علیسی کی زبان پر یہ حرف تھا کہ اگر ان بیچارون کی جان کی خیر منظور ہے تو معتمد الدولہ بیباجان کو محل سے نکالدین نہین تو انکا کام تمام ہے ایک حشر تازہ برپا ہوا اُن بچونکی جان تلف ہونے کے خوف سے کوئی اُن سفاک ظالمون کے پاس نہ جا سکتا تھا دور سے تلوار و بندوق دکھاتے تھے اور دونون جابر یہ کہتے تھے کہ اگر کسی نے ہمپر ہاتھ ڈالا تو ہم ان دونون بچونکو ذبح کر ڈالینگے یہانتک نوبت پہونچی کہ رزیڈنٹ کو خبر ہوئی اور وہ آے اور مجبور ہوکر بیباجان کو محل سے نکال کر سید علیسی کے روبرو کھڑا کر دیا۔ اور اُسکی تنخواہ کے چالیس یا پچاس روپے جسکا وہ طلبگار تھا حاضر کیے۔ سید علیسی نے اُس طائفہ کی طرف گرم نگاہ سے دیکھکر اُسکے سر پر تُف کیا اور دو ہزار روپے اُسکو دیکر کہا کہ ایسے ہی نامردونکی ہمت پر ناز کرتی تھی اور اُن لڑکونکا ہاتھ صاحب رزیڈنٹ کے ہاتھ مین دیدیا اور یہ درخواست کی کہ شرط جوانمردی یہ ہے کہ مجھکو بے مزاحمت کانپور پہونچادو۔ رزیڈنٹ نے کھڑے کھڑے اُسکو ہاتھی پر سوار کرکے گنگا پار پہونچادیا۔ لیکن صاحب جج بریلی نے اُس مجرم کو پکڑ کر قید کیا۔ اتفاقاً گورنر جنرل جیلخانے مین قیدیونکے ملاحظے کے لیے گیے۔ سید علیسی نے سلام کرکے عرض کیا کہ آپ قوم نصاریٰ سے ہین اور نام میرا علیسی ہے بیوجہ گرفتار عذاب ہون چونکہ یہ لطیفہ غیرت انگیز تھا گورنر جنرل نے اُسی وقت اُسکو رہا کر دیا۔

معتمد الدولہ کے اخلاق

ملخص تاریخ اودھ مین ہے کہ اگرچہ معتمد الدولہ لیاقت اور مروت اور اور صفتون مین بے نظیر تھے لیکن ہر کسی کو اپنی اپنی زندگی بھاری پڑی تھی غریبون پر جو اُنکے رفیق ظلم کرتے تھے تو اُنکی فریاد نہین سنتے تھے اور شہر کی بربادی بڑی بڑی عمارتون کے بنانے اور مکانونکے

زبردستی چھین لینے سے ہوئی۔ تفضل حسین خان علامہ کے بعد کلکتے کی وکالت کا عہدہ موقوف ہو گیا تھا لیکن معتمد الدولہ نے آغاز اور انجام کو سوچ کر پہلے دیوان ولی بیگ کو اسباب کے خریدنے کے بہانے کلکتے کو روانہ کیا اُنھون نے دفتر والون سے بہت میل ملاپ کر لیا اور گورنر جنرل کے دربار عام مین جاکر کہا کہ بادشاہ کی طرف سے اسباب کے خریدنے کے واسطے کلکتے مین آیا ہون آخر مرزا اپنی نالیاقتی کے سبب لوٹ آیا ایک مدت کے بعد گورنر جنرل نے دونون سرکارون کی بہتری کے واسطے وکیل کا رہنا منظور کیا محمد خلیل الرحمن خان دونون سرکار کا مقبول تھا بطور وکالت مقرر ہوا معتمد الدولہ کے عہد مین مُلک مین زرریزی بہت ہوئی چنانچہ اُس گرانی غلہ کے وقت مین بھی سرکاری آمدنی مین کچھ نقصان نہوا۔

معتمد الدولہ کا سرکار کمپنی کو اپنا حامی بنانا۔ غازی الدین حیدر کا مرض الموت مین ایک کروڑ روپے سرکار کمپنی مین جمع کر کے معتمد الدولہ وغیرہ کے لیے وثیقے مقرر کرنا

ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر اور معتمد الدولہ آغا میر آپس مین سخت دشمن ہو گئے تھے گو ایک دفعہ ظاہر مین صفائی ہو گئی مگر اُنکا غبار نہ گیا آغا میر کو ولی عہد سے خوف پیدا ہوا تو اُنھون نے سرکار کمپنی کو ۱۸۲۵ء مین ضرورت کے وقت ایک کروڑ روپیہ قرض دلایا اور اسکو اپنی جان و مال کا محافظ مقرر کیا اول بادشاہ نے درخواست کی کہ اس روپے کے عوض مین کچھ مُلک سابق اُن کا واپس دیا جائے کیونکہ ۱۸۱۹ء مین گورنمنٹ نے اُنکو بادشاہ بنایا تھا اس امر مین نہایت تامل واقع ہوا کیونکہ یہ امر از حد عذر انگیز تھا کہ علاقہ یا جزو علاقہ

انگریزی چھوڑا جائے مگر چونکہ گورنمنٹ کو تنگی روپیہ بوجہ طول کھنچنے جنگ برہما کے تھی اور بادشاہ کا خزانہ پُر تھا اسواسطے یہ تجویز قرار پائی کہ ایک کروڑ روپیہ بادشاہ سے قرض لیا جائے اور اُس روپیہ کا سود بموجب عہدنامہ مورخہ یکم محرم ۱۲۴۱ہجری مطابق ۱۷- اگست ۱۸۲۵ء کے گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ بادلے بعض وثیقون کے دیا جائے گا اور گورنمنٹ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ پابندگان وثائق کی حفظ حرمت اور بہبود ہوگی اور کمپنی اُنکے مقبوضات مثل مکان اور باغ وغیرہ کے بھی محافظ بادشاہ اور اُنکے دشمنون سے رہے گی گو یہ مکان وباغ وغیرہ اُنکو بادشاہ اودھ نے عطا کیے ہون یا اُنھون نے خود تعمیر یا خرید کیے ہون اور جہان اور جس شہر مین وہ ہونگے اُنکو وہان یہ وثیقے دیے جائین گے اور بادشاہ اودھ کو اختیار حاصل نہوگا کہ زر اصل دوبارہ لین یا اُسکے سود مین کچھ مداخلت کرین جب یہ عہدنامہ منعقد ہوا تو اُس زمانے مین ایم ریکیٹ صاحب رزیڈنٹ تھے اس رقم کے سالانہ سود مین سے امام باڑۂ جدید موسوم بہ امام باڑہ نجف اشرف کے لیے بھی روپیہ مقرر کیا گیا اور معتمد الدولہ آغا میر کے لیے بھی وثیقہ پچیس ہزار روپے ماہوار کا قرار پایا جس مین سے بیس ہزار روپیہ ماہوار تو خاص معتمد الدولہ کے نام پر تھا اور دو ہزار اُنکی بیگم کی تنخواہ ہوئی اور ایک ہزار اُن کی بیٹی عالیہ بیگم کی تنخواہ کی گئی اور دو ہزار روپے اُنکے بیٹے امین الدولہ کی تنخواہ قرار پائی اور پختگی کے لیے عہدنامے مین یہ مضمون لکھا گیا کہ یہ روپیہ ہمیشہ معتمد الدولہ اور اُنکے ورثہ کو دیا جائے گا- نواب کی وفات کے بعد اُنکے وصیت نامے کے بموجب اُنکے بیٹون اور بیٹیون اور بی بیون اور متوسلون کو دیا جائے گا اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ وہ وصیت نکرین تو یہ روپیہ اُنکے وارثان شرعی کو بموجب حصص شرعی مذہب اثناعشری کے دیا جائیگا اور جو روپیہ اُنکی تنخواہ مین سے اُنکی بیوی اور ایک فرزند اور دختر کے لیے اب مقرر رہے

وہ بھی ہمیشہ اُنکو اپنے معمولی حصون کے سوا ملے گا اور جو کچھ نواب اسکے سوا اُنکو دیجائینگے وہ بھی اُنکو ہمیشہ علیحدہ ملا کریگا اور اگر نواب وصیت نکر جائین تو روپیہ کی بھی تقسیم ان تینون مین حسب حصص معینۂ شرع ہوگی۔

یہ وظیفہ معتمد الدولہ نے عجیب حرفت اور عیاری کے ساتھ مقرر کرایا جسکی تفصیل اسطرح ہے کہ جب بادشاہ کے ورم جگر اور دوسرے امراض نے استعمال شراب اور غذا ہائے نامناسب کی وجہ سے طول کھینچا اور مرض الموت کی صورت پیدا ہوئی تو معتمد الدولہ نے ایکدن تازہ دام تزویر بچھایا کہ اُنھون نے روشن الدولہ و صمصام الدولہ و محمد علی خان و مرزا علی کو سکھا کر بادشاہ کے پاس بھیجا ایک نے یہ بات بادشاہ سے عرض کی کہ اس زمانے مین بدخواہ اولاد باپ کے مرنے کی خواہان ہوتی ہے خصوصًا شاہزادۂ نصیر الدین حیدر کو ذرا بھی حضور کے مرض کا رنج و ملال نہین دوسرے نے کہا کہ اس زمانے مین خیر خواہ نوکر نایاب ہے مگر معتمد الدولہ انتخاب ہے تیسرے نے کہا کہ معتمد الدولہ ازلی غریب و محتاج ہے لیکن بادشاہ سلامت کی عنایت نے وہ مرتبہ بخشا کہ شاہزادے آتش رشک مین جلتے ہین چوتھے نے یہ تقریر کی کہ ہم سب اہل وثائق شمار کیے جاتے ہین سد رمق موجود رکھتے ہین مگر معتمد الدولہ کے ہاتھ مین کاسہ گدائی کے سوا اور کچھ ہونا معلوم بادشاہ نے یہ تقریرین کہ جادو اور افسون کا دم بھرتی تھین سُنکر ارشاد کیا کہ ہم پر بھی یہ بات روشن ہے کہ ہمارے بعد یہ شخص خراب و برباد ہوجائیگا بادشاہ نے معتمد الدولہ اور اُنکے متعلقین کے لیے پچیس ہزار روپے ماہوار کا وثیقہ مقرر کیا اور اسیطرح مبارک محل کے لیے دس ہزار روپے ماہوار کا اور سلطان مریم بیگم کے لیے پندرہ سو روپے ماہوار کا اور ممتاز محل کے لیے گیارہ سو روپے ماہوار کا اور سرفراز محل کے لیے ہزار روپے ماہوار کا اور ملازمان و متوسلان سرفراز محل کے لیے تین سو انتیس روپے ماہوار کا اور امام باڑۂ نجف اشرف اور اُسکے مہتمم کے لیے بھی

اسّی کروڑ روپے کے زر سود مین وثیقہ قرار دیکر کاغذ تیار کرکے مسٹر جان بیلی برادر جان بیلی صاحب ریذیڈنٹ سابق کو کہ عہدہ ڈائرکٹری پر ملازم تھا بھیجکر مسٹر مونٹ رکٹ صاحب کو طلب کیا اور اس کاغذ پر ریذیڈنٹ کے دستخط لئے اور ریذیڈنٹ سے کہا کہ معتمد الدولہ پر کوئی محاسبہ مالی او ملکی باقی نہین ہم نے اسکو اپنا فرزند کیا ہے اسکو ایمان کمپنی مین وثیقہ دار بناکر آپ کے سپرد کرتے ہین پھر ریذیڈنٹ لکھنؤ کو واجب ہے کہ اسکی عزت و توقیر کرتے رہین اور وثیقہ دار سمجھکر تمام آفتون سے اپنی ضمانتون مین محفوظ رکھین اور جو شرط مبارک محل کے وثیقے مین تھی وہی سلطان مریم بیگم اور ممتاز محل اور سرفراز محل اور مسو سلطان سرفراز محل کے وثائق مین رہی

تنبیہ نصیر الدین حیدر جس عورت سے متولد ہوئے تھے ممتاز محل اسکا بھی خطاب تھا مگر وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بیگم نے انکو نصیر الدین حیدر کی ولادت کے زمانے ہی مین کہ سنہ ١٢٠١ ہجری تھے مروا ڈالا تھا۔

سال آئندہ مین پھر دوسری مرتبہ قرض نصف کروڑ روپے کا سودی پانچ روپیہ فیصدی سالانہ بادشاہ سے گورنمنٹ انگریزی نے لیا اور اسکے ادا کرنے کا وعدہ دو سال کا قرار پایا مگر قبل وفات کے سنہ ١٢٤٢ھ مین بادشاہ نے درخواست کی کہ یہ قرضہ بھی دوامی ہو جائے اور اسکا سود بعض وثیقہ دارونکو ملا کرے اور گورنمنٹ انگریزی اُن وثیقہ دارون کی حفظ مراتب وبہبودی کی ضمانت کرے مگر پہلی ضمانتونکی قسم مین بھی گورنمنٹ کو نہایت دقت عائد ہوتی تھی اسواسطے یہ درخواست منظور نہین ہوئی۔

غازی الدین حیدر کی وفات

بادشاہ کے عارضے نے یہانتک طوالت کھینچی کہ اکثر اوقات انکی زبان پر حسرت ملیس کے

کلمے آنے لگے اور حکیم مرزا علی معتمد الدولہ کے حکم کے خلاف شراب وغیرہ سے کہ امراض لاحقہ کو سم قاتل تھی ممانعت نکر سکتے تھے آخر کار نوبت قریب نزع کے پہونچی اور معالجے سے اب ہاتھ اُٹھا لیا گیا - بادشاہ بیگم ظفر الدولہ کے ایما سے جاگیر کی سند لکھوا کر نصیر الدین حیدر کو ساتھ لیکر بادشاہ کے مکان مین پہونچین امرت لال عرض بیگی نے بہت منع کیا لیکن اُنھون نے نہ مانا جو خواجہ سرا بادشاہ کے قریب بیٹھا تھا اُس نے بادشاہ کو ہوش مین لاکر بیگم صاحبہ کے آنے سے آگاہ کیا بادشاہ نے پاس بٹھایا بادشاہ بیگم رونے لگین بادشاہ نے اُسوقت اپنے ہوش وحواس درست کر کے ولی عہد کے ذریعہ سے اپنی مہر ظفر الدولہ سے طلب کر کے جاگیر کے کاغذ پر لگادی اس تھوڑے سے عرصے مین بادشاہ کا حال اور متغیر ہوا چھ گھڑی رات رہے ۲۷ - ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری مطابق ۱۹ - اکتوبر ۱۸۲۷ء کو دیوالی کے دن چودہ برس حکومت کر کے دنیا سے کوچ کیا اور حسب وصیت امام باڑہ نجف مین جو اُنھین کا تعمیر کیا ہوا تھا مدفون ہوئے ۱۱۸۸ھ ہجری مین پیدا ہوئے تھے اس حساب سے اُنکی عمر چھپن ۵۶ برس سے زیادہ نہ تھی خلد مکان خطاب بعد الوفات مقرر ہوا-

یہ بادشاہ اگرچہ سخی اور نیک نیت تھا کہ سیکڑون تاکتخدا لڑکیان ہزارون روپیون کے جہیز سے بیاہ دین لیکن کاروبار سلطنت مین اُس سے محنت نہین ہوسکتی تھی اس لیے سارا اختیار معتمد الدولہ کو سونپ دیا تھا۔

تاریخ وفات بہ تعمیہ

رحلت نمود گرچہ ز دنیا شہ زمن   نوشیروان نمرد بہ نیکی چو نام یافت

تاریخ انتقال شد از پایۂ نیاز   رضوان بہ گفت جنت علیا مقام یافت

از امام بخش ناسخ

از وفات جناب شاہِ زمن   گوئیا علملے ہلاک شدہ

دھر گردید بحبر ماد و زخ به بهشت آن جناب پاک شده
دیده باشد بآتش نمناک سینها آه درد ناک شده
رفت داماں صبر از دستم جیب صبر و شکیب چاک شده
گشت تاریخ مصرعهٔ اُستاد اے بسا آرزو که خاک شده

دیگر

گیا شیر غازی جو اس دہر سے کیا باغ جنت کو سارا ہرا
جو تاریخ مرنے کی پوچھے کوئی تو کہدینا اُس سے که آغا مرا

دیگر

از وفات غازی الدین حیدر شاہ زمن بار غم ہر دل که می دارد نیاید در قلم
چون جہانے را بزیر بار غم ہاتف بدید گفت سال رحلت شاہ زمن شد بار غم

اور یہ تاریخ امام بارۂ نجف اشرف میں جس جگہ غازی الدین حیدر مدفون ہیں
کاغذ زرین پر بخط جلی لکھی ہے

چون رفت شہ زمن ز دنیا ماتم دل خاص و عام بگرفت
از روے بکا و آہ گفتم حیدر به نجف مقام بگرفت ۱۲۴۳ھ

شیخ ناسخ کی تاریخ کے الفاظ دیکھ کر آب حیات کی اُس روایت پر تعجب ہوتا ہے کہ
غازی الدین حیدر کے عہد میں جب ناسخ کی تعریفوں کی آوازیں بہت بلند ہوئیں تو اُنھوں نے
نواب معتمد الدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا کہ اگر ناسخ ہمارے دربار میں آئیں اور قصیدہ سنائیں
تو ہم اُنھیں ملک الشعرا کا خطاب دیں معتمد الدولہ کے یا اخلاص شاگرد تھے جب یہ پیغام
پہونچایا تو اُنھوں نے بگڑ کر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ بادشاہ ہو جائیں تو وہ خطاب دیں

یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے انکا خطاب لے کر مین کیا کرونگا - نواب کے مزاج مین کچھ وحشت بھی تھی حسب الحکم شیخ صاحب کو نکلنا پڑا اور چند روز الہ آباد مین جا کر رہے نواب مر گئے تو پھر لکھنؤ مین آئے - محمد حسین آزاد جبکہ یہ جانتے تھے کہ آغا میر شیخ ناسخ کے با اخلاص شاگرد تھے اور نواب کے قابو مین بادشاہ تھے تو پھر شیخ ناسخ کے ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آسکتا تھا اور اگر ایسا ہو بھی جاتا تو آغا میر فوراً اصلاح کر دیتے - بات یہ ہے کہ منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان اور آغا میر مین خلاف تھا اور آغا میر کی طرفداری کی وجہ سے ناسخ نے جبکہ بادشاہ کی نظر انکی طرف سے پھر گئی تھی انکی ہجو کہی تھی جب دوبارہ دربار لکھنؤ مین انکو رسوخ حاصل ہوا اور آغا میر کی کمان گر گئی تو ناسخ کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا - یہ واقعہ نصیر الدین حیدر کے عہد کا ہے

بادشاہ کے مخترعات اور رعب و داب اور معتمد الدولہ کو لات گھونسون اور طمانچون سے مارنے کا تذکرہ

کئی چیزین بادشاہ نے اختراع کی تھین - کشتیان کوئی مچھلی کی صورت اور کسی مین گھوڑے وغیرہ کی صورت بنی ہوئی نقرئی و طلاء کار تیار کرائی تھین - اس بادشاہ کو سواری بجرہ دیر دریا سے بہت شوق تھا - خیمہ اسطرح کا ایجاد کیا کہ بغیر طنابون اور میخون کے پل کی طرح کھڑا رہتا - اور ہوا سے نہ گرتا - شکاری حوضے اسطرح کے بنوائے کہ شکاری جس طرف متوجہ ہوا اسی طرف حوضے کا رخ پھر جائے - عمارات مین روشنی کے شیشہ و آلات نصب کئے اور کھانون مین بھی طرح طرح کی ایجادین کین مثلاً نان آفتاب اور شب دیگ اور بڑی روٹی جس کا وزن دو من سے کم نہوتا میدہ اور قند سے تیار کرائی - اور کئی چیزونکے نام بھی تبدیل کئے ملائی کا نام بالائی رکھا - دہی کا نام دیہی مقرر کیا حقے کا نام حسن محفل قرار دیا لیکن آب حیات مین

لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا تھا۔ لکھنؤ مین عام اور دلی وغیرہ مین کم رائج ہے مگر مذاق سلیم دونون کے لطف مین امتیاز کر سکتا ہے نواب کی نظر ٹوپی کی فلاسفی کی طرف نہ دوڑی ورنہ پاپوش کے مقابلے مین اُسکو سرپوش کے لفظ سے یاد کرتے۔

معتمد الدولہ پر بادشاہ کی جو عنایات تھین اُنکا حال تم نے سُن لیا مگر پھر بھی یہ رعب ڈالا تھا کہ بادشاہ کے روبرو جانا اُنپر سخت تھا وجہ یہ کہ بادشاہ ہر وقت غیظ و غضب کی حالت مین طمانچے اور گھونسے اور لات سے اُنکی خبر لیتے رہتے تھے ایک فراش کی تنخواہ کئی مہینے سے چڑھی ہوئی تھی فقر و فاقہ کے صدمے سے اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ ایکبار زمین پر گر پڑا بادشاہ کو جب کیفیت معلوم ہوئی تو چوبدار معتمد الدولہ کے گھر پر مامور کر دیے کہ بارہ پہر تک معتمد الدولہ کے گھر مین سب پر کھانا بند رہا اور فی الفور اُس فراش کی تنخواہ دلوائی

بادشاہ کی ایک مؤلفہ کتاب پر ریویو

مولوی قبول محمد نے ایک کتاب علم لغت مین لکھی ہے جسکا نام ہفت قلزم ہے موی الیہ اس کتاب کو بادشاہ کی تالیف بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ دیباچہ اسکا لکھنے کے واسطے بادشاہ نے مجھے حکم دیا بعد اُسکے لکھا ہے۔ کہ رونسے بتقریبے بادشاہ میفرمودند کہ در روز اکثر از امور مالی و ملکی فراغت گرفتہ و داد ستم رسیدگان و مظلومان دادہ و حاجت جمیع حاجتمندان برآوردہ بہ تحریر مسودہ این کتاب از سر شام نشستہ زمانے برخاستہ ایم کہ سپیدۂ صبح دمیدہ۔ قبول محمد کا یہ قول پایۂ صداقت سے نہایت دور ہے جبس بادشاہ کے حالات ایسے ہون وہ اور کتاب بناے اور پھر کتاب بھی نہایت ضخیم اور وہ بھی علم لغت مین

جو بادشاہ کے مذاق سے بالکل بعید تھا ہفت قلزم جیسی ضخیم کتاب مدت دو سال مین
غازی الدین حیدر جیسا شخص رات رات بھر بیٹھکر تالیف کرلے کیسی عجیب وغریب بات ہے
کہ جسکو کوئی ذیعقل جو بادشاہ کے لائف سے واقف ہے باور ہی نہین کرسکتا بہر صورت اس
کتاب مین کوئی خوبی نہین صرف لغات برہان قاطع کو ترتیب قوافی کی رعایت پر جمع کردیا
گیا ہے اور برہان نے جس لفظ کا حلیہ ہموزن لفظ مشہور لکھکر جتایا ہے وہان اعراب کی
تشریح سے طول لاطائل کردیا ہے اور جس لغت کا حلیہ مجہول تھا وہ بغیر تحقیق اور حوالہ کتاب کے
اپنے قیاس وگمان سے لکھدیا ہے اور اس کتاب مین لغات جمع کرنے کے وقت کسی دوسری
کتاب سے بہت کم مدد لی ہے کیونکہ جو تصحیفات وتحریفات برہان قاطع مین ہین اور اُنکی تصحیح
وتنقید صاحب سراج اللغتہ وغیرہ محققین نے کی ہے وہ بعینہٖ ہفت قلزم مین موجود ہین اور یہ
غلطیان ایسی صریح ہین جنکو اہل ایران نے بھی تسلیم کرلیا ہے چنانچہ انجمن آرائے ناصری مین
ان غلطیونکی تصحیح موافق تصحیح سراج اللغتہ کے کردیگئی ہے مثلاً چکاک بروزن ہلاک مین لکھا ہے
کہ پیشانی کو کہتے ہین اور جو کوئی قبالہ لکھتا ہے اُسکو بھی کہتے ہین اور نگینہ کھودنے والے کو بھی بولتے
ہین اور یہ بالکل غلط ہے۔ پیشانی کے معنے مین چکاد دال مہملہ سے لفظ فارسی ہے اور قبالہ
نویس کے معنے مین صکاک صاد مہملہ سے حداد کے وزن پر عربی ہے اور نگین کھودنے
والے کے معنی مین حکاک حاے حطی سے عربی ہے اور ببغا کو جو دو باے موحدہ سے طوطے کے
معنے مین ہے بیغا باے موحدہ کے بعد یاے تحتانی سے لکھا ہے۔ اور قومس جو ایک شہر کا
نام ہے قاف اور واو سے اُسکو فرمس فا اور را سے لکھا ہے۔

ہفت قلزم مین ترقی کی گئی ہے کہ برہان کی غلطیون پر اور اضافہ کیا ہے مثلاً آبادیدن
دال مہملہ اور دو یاے تحتانی سے ستودن اور ستودہ آمدن کے معنی مین ہے اُسکو آبارانیدن

رائے مہملہ اور نون اور یائے تحتانی سے لکھا ہے اور اس غلطی مین مؤیدالفضلاء کا مؤلف بھی شریک ہے اور آسمان درہ جو کہکشان کے معنی مین ہے اُسکو آسران سکون سین مہملہ و فتح رائے قرشت و سکون الف و نون سے لکھا ہے۔

جہان قواعد فارسی کا بیان ہے وہان بھی بیحد غلطیان ہین اور بعض جگہہ ایسی فاحش غلطیان ہین کہ اہل علم کی زبان سے اُنکا صدور تعجب معلوم ہوتا ہے مثلاً لکھا ہے کہ واو رہیب راہب و رہوب کے درمیان آتی ہے اور ڈرانے کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ راہب و مرہوب صیغۂ اسم فاعل و مفعول رہب سے مشتق نہین ہوتے کیونکہ رہب حرف اول مضموم سے ڈرنے کے معنے مین مصدر لازم ہے اور صیغۂ مفعول لازم سے بلا تعدیہ حرف جر کے درست نہین ہوتا اسیطرح راہب ڈرانے والے کے معنی مین نہین آتا۔

نثر عاری کی مثال مین یہ عبارت سہ نثر ظہوری کی لکھی ہے۔ آرایش سروبن گلشن فتح ۔ خنجرش ماہی دریائے ظفر حالانکہ یہ دو فقرے نثر مرجز کی مثال ہین جس مین وزن ہوتا ہے قافیہ نہین ہوتا اور نثر عاری وہ ہے جس مین نہ وزن ہو نہ قافیہ صاحب کتاب البالغہ فی اصول اللغہ نے اسکے حق مین کچھ جھوٹ نہین لکھا ہے کہ کثیرالحجم و قلیل النفع ہے اسکی غلطیان ہم نے تفصیل وار کتاب نہج الادب مین دکھائی ہین جو زبان فارسی کے قواعد صرف و نحو مین نہایت ضخیم کتاب زبان فارسی مین ہے۔

بادشاہ کے مزاج مین کچھ خبط بھی تھا

محاربۂ غدر تالیف منشی سیڈی لال مین مذکور ہے کہ غازی الدین حیدر بادشاہ کا کیا پوچھنا وہ تو ہوئے خبطے مشہور ہی تھے اکثر یہ شغل فرمایا کرتے تھے کہ کونڈے مین اناج کی

اور بعد فراغت کے جو سامنے پڑا اُس سے کہا اسکو کھاوہ یہ سنتے ہی آسمان کو تکنے لگتا تھا آخر کار معتمد الدولہ اُسکے بچانے کے واسطے اُسکے قریب ہو جاتے تھے اور آہستہ سے اُس سے کہتے تھے کہ مین تجھ سے کہون کہ مین گوہ کھاؤن گا اور تو مجھ سے کہنا کہ مین کھاؤنگا غرض اسطرح دونون باہم کہتے سنتے لڑتے جھگڑتے اُس گوہ کو معتمد الدولہ نگاہ سے پوشیدہ گومتی مین ڈالدیتے تھے وہ شخص گوہ کھانے سے بچ جاتا تھا۔

بادشاہ کی فضول خرچی۔سپاہ۔اور آمدنی ملک

(۱) جو روپیہ کہ نواب سعادت علی خان نے خون جگر کھاکر ہزارون تدبیرون سے جمع کیا تھا نصف سے بھی زیادہ لاأُبالی مصارف۔ ناچ ورنگ اور تماشون مین کوڑیونکی طرح خرچ ہوا۔

(۲) انکے وقت مین سات ہزار سوار اور اکتالیس پلٹنین تلنگون اور نجیب کی علاوہ توپخانے کے تھین۔

(۳) ملخص تاریخ اودھ مین ہے کہ آمدنی ملک ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ تھی جب بہو بیگم کا علاقہ شامل ہوا تو ملک کی جمع بڑھ گئی۔

تذکرۂ حکومت المسلمین مین لکھا ہے کہ ان کے وقت مین آمدنی ملک ایک کروڑ ایک لاکھ اسّی ہزار روپے تھی

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ انکے عہد مین علاقجات حسب تفصیل ذیل تفویض ناظمان و اہلکاران ریاست تھے۔

مرزا حاجی	محمد آفرین علی خان	مہدی علی خان منتظم الدولہ
۵۷ لاکھ روپیہ	۵۹ لاکھ روپیہ	۱۸ لاکھ روپیہ

ظفرالدولہ کپتان فتح علیخان	محمود شاہ وغیرہ	دیہات لکھنؤ
۸ لاکھ روپیہ	۳۵ لاکھ روپیہ	۱۲ لاکھ روپیہ

مگر اسی کتاب مین ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ایک کروڑ اُنتالیس لاکھ پچاس ہزار روپیہ جمع بعد ضبطی جاگیر بہو بیگم صاحبہ کے تھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

غازی الدین حیدر کی اولاد

(۱) مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر مسماۃ صبح دولت المخاطب بہ ممتاز محل کے بطن سے

(۲) پوتی بیگم لبطن بادشاہ بیگم سے - پوتی بیگم مقرب الدولہ مہدی علی خان بن نواب محمد علی خان بن نواب محمد قلی خان برادرزادہ صفدر جنگ سے منعقد تھین اور یہ بیاہ نواب سعادت علی خان نے اپنی حکومت کے ایام مین کیا تھا - پوتی بیگم سے ایک بیٹا اور دو بیٹیان پیدا ہوئین اُن کے بیٹے نواب محسن الدولہ محسن علی خان کا بیاہ نواب نصیر الدولہ یعنی محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سُلطان عالیہ بیگم سے ہوا تھا ان کے کئی بیٹے عالم طفلی مین مر گئے ایک بیٹا مرزا علی قدر رہا جسکی شادی علی نقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی - پوتی بیگم کی بیٹیون کے نام یہ ہین - - حاجی بیگم اور وزیر بیگم ان صاحبزادیون کو انکی نانی بادشاہ بیگم نے پرورش کیا تھا حاجی بیگم کی شادی مرزا ابوتراب خان بن مرزا ابوطالب خان سے ہوئی اور وزیر بیگم کی شادی مفخر الدولہ مرزا ابو القاسم خان بن مرزا ابوطالب خان سے ہوئی وزیر بیگم کربلائے معلے کو گئی تھین شرف زیارت کے بعد لکھنؤ واپس ہو کر انتقال کیا لفظ وزیر بیگم وقائع دلپذیر مین ہے اور دوسری بعض کتابون مین اس جگہ زہرہ بیگم لکھا ہے -

نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ بن غازی الدین حیدر

مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر ۲۲- جمادی الاولی ۱۲۱۸ھ ہجری کو مسماۃ صبح دولت المخاطب بہ نواب ممتاز محل سے پیدا ہوئے جسکا مقبرہ جھاونگر باغ مین بنا ہے مرزا ے موصوف کی پرورش بادشاہ بیگم خاص محل نواب غازی الدین نے کی تھی باپ کی حیات مین اُنکا خطاب ابو النصر امتیاز الدولہ سلیمان جاہ صاحب عالم ولی عہد میرزا نصیر الدین حیدر بہادر اسد جنگ تھا۔

نصیر الدین حیدر کی مسند نشینی

ہم انکے حالات زیادہ محتشم خانی سے استنباط کرکے لکھین گے جسکو محتشم خان بن نواب محبت خان خلف حافظ رحمت خان نے نصیر الدین حیدر کے حالات مین لکھا ہے اور زیادہ تر اپنی چشم دید ایسی باتین بیان کی ہین جن مین سے بعض مین وہ شریک تھے کیونکہ درباری آدمی تھے جسوقت غازی الدین حیدر شاہ زمن خلد مکان کا روز نامچہ عمر دست قضا نے طے کیا دو گھڑی رات باقی تھی کہ مسٹر مورڈنٹ رکٹس (ریکیٹ) صاحب رزیڈنٹ ضروری مقامات پر پہرے کھڑے کرکے موتی محل مین پہونچے اور حسب مشورۂ معتمد الدولہ آغا میر نصیر الدین حیدر کو بلاکر پہلے یہ بات کہی کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے تو نصف ملک گورنمنٹ انگریزی کو اس خدمت کے صلہ مین دیا اور غازی الدین حیدر نے کروڑ روپے سے سرکار کمپنی کی مدد کی آپ کیا اقرار فرماتے ہین یہ بات اپنی خیر خواہی جتانے کے لیے معتمد الدولہ نے رزیڈنٹ کو سکھادی تھی اور ادھر ولی عہد بہادر سے یہ کہہ رکھا تھا کہ قراین سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ رزیڈنٹ اس قسم کا سوال کرین گے اور مین اُسوقت اپنی زبان سے جواب دینا مناسب
نہین جانتا اسلیے کہ وکیل کا یہ حق نہین کہ موکل کے سامنے جوابدے حضور اس جواب کے ساتھ
اُنکو ساکت کردین چنانچہ معتمد الدولہ نے جو جواب بتایا تھا وہ رزیڈنٹ کو نصیرالدین حیدر نے یون
دیا کہ آصف الدولہ کے بعد مرزا وزیر علی خان ایک غیر مستحق شخص مسند سلطنت پر متمکن تھا
اُسوقت نواب سعادت علی خان نے ملک موروثی حاصل کرنے کے لیے ملک دیا اور غازی الدین حیدر
کے نو بھائی وارث شرعی تھے اور شمس الدولہ سلطنت کے طلبگار تھے اس آتش فتنہ کے انطفا
کے واسطے انھون نے کروڑ روپیہ دینا قبول کیا اب میرے واسطے کہ بلا شرکت غیرے وارث
ریاست ہون اہالیان سرکار کمپنی نے کونسا امر تازہ تجویز فرمایا بیان کیجیے تاکہ حکم آپ کی
رضاجوئی کا ظہور مین آئے صاحب رزیڈنٹ اپنے کلام کو لطیفے مین ڈال کر ہنس دیے اور لفظ
مبارکباد اجلاس اورنگ سلطنت زبان پر لائے الغرض ۲۸ ربیع الاول ۱۲۴۳ہجری مطابق
۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو نصیرالدین حیدر نے ۲۵ سال کی عمر مین تخت سلطنت کو رونق بخشی
معتمد الدولہ نے پایۂ وزارت پر کھڑے ہوکر کرسی زرنگار صاحب رزیڈنٹ کے لیے بچھوائی اور
صمصام الدولہ داہنی طرف مگس رانی مین مشغول ہوئے اور مہاراجہ میوہ رام نے بائین طرف
چنور ہلانا شروع کیا - مسیتا بیگ کوتوال نے اسبات کی منادی کرائی - مسند نشینی سے تیسرے
دن ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے جشن جلوس قرار پایا - کیونکہ مسند نشینی کے دن چاند بالکل ڈوبا ہوا
تھا ساتدن برابر مسند نشینی کا جشن رہا -

پہلے دن - بادشاہ لباس فاخرہ پہن کر تاج مرصع اوڑھ کر موتیونکی حمائل جسمین یاقوت
اور زمرد بھی تھے گلے مین پہن کر تخت پر بیٹھے سامنے رنڈیان عمدہ لباس اور زیورون سے آراستہ
ناچ رہی تھین ہر قسم کے ساز جیسے رباب - عود - پکھاوج - مندل وغیرہ موجود تھے -

آج معتمد الدولہ نے چند اشرفیون اور روپون پر یہ بیت مسکوک کراکے نذر کیے ؎

سکہ زد بر سیم زر از سایۂ فضل الٰہ نائب مہدی نصیر الدین حیدر پادشاہ

اور کئی مثقال سیم وزر اور بہت قسم کے جواہرات تصدق ہوئے۔ فریدون بخت عرف مناجان کو خلعت ولی عہدی پہناکر سونے کی کرسی پر بٹھایا۔ معززین اور رشتہ دارونکو خلعت دیے۔ رزیڈنٹ اور انگریزی افسرون کو ہر قسم کے کپڑون کی کشتیان۔ جواہر کے خوان۔ گوٹے کے ہار اور عطر کی شیشیان دین وہ رخصت ہوئے دوپہر تک یہ صحبت گرم رہی۔ اس کے بعد بادشاہ محل مین گئے اور حسینی کو ملکہ زمانی بنایا اور جاگیر دی۔ اُسکے بیٹے زینب کو کیوان جاہ کا خطاب عطا کیا اور بادشاہ بیگم کی جاگیر پر اضافہ ہوا۔

دوسرے دن سردارون اور امیرونکو خلعت دیے

تیسرے دن اہلکارونکو خلعت بخشے

چوتھے دن بڑے بڑے افسران فوج نے خلعتون سے اعزاز حاصل کیا

پانچوین دن اہلکاران دفتر رزیڈنٹی نے خلعت پہنے۔

چھٹے دن جشن مین رزیڈنٹ شریک نہ تھے مگر سامان جشن اُسی کروفر سے رہا

ساتوین دن ہر فرقے کے مردمان بازاری نے خلعت پائے۔

قاضی محمد سعد الدین خان متوطن کاکوری نے تاریخ جلوس اسطرح لکھی ہے

آن سلیمان جاہ رونق بخش تخت سلطنت کز جلوسش باغ امید جہان گل گل شگفت

عاقل و سلطان عادل قابل و بیدار بخت وز شکوہ رعب عدلش ظلم رفت و فتنہ خفت

پیش دست جود و انعامات آن نوشیروان نام حاتم طے شدہ در پردۂ خجلت نہفت

غوطہ زد در بحر فکرش بہر تاریخ سعید در سنہ عیسی بہ سلک تسمیہ چون دُر بسُفت

رُخ برآوردہ ز برقعۂ نو عروس بکر فکر — زیب تاج وتخت تاریخ جلوس او بگفت
برقعہ کا حرف اول با ہے اس کے عدد ۲ ہیں یہ عدد الفاظ زیب تاج و تخت سے
نکالدین تو تاریخ عیسوی پیدا ہو۔

از صاحب رائے

تخت پر ہے جلوہ فرما بادشاہ گنج بخش — ہیں زمین پر شاد آدم اور فلک پر مہر وماہ
شور عشرت ہے عیاں اس مصرعۂ تاریخ سے — اب ہوا مرزا نصیر الدین حیدر بادشاہ

دیگر

بر تو اے بادشہ قیصر سان عالم — تخت این مملکت ہند مبارک باشد
سال تاریخ جلوس طرب افزا بشنو — جاودان سلطنت ہند مبارک باشد

دیگر

مورد الہام طبع بادشاہ — از نسیم فیض حق چون گل شگفت
سال تاریخ جلوس میمنت — آفتابم شرف عالم خود بگفت

دیگر

بہ بست ہفتم ماہ ربیع الاول وشنبہ — نصیر الدین حیدر شاہ والا شد سریر آرا
جہان از جوش شادی شد فرح ناوک طرب آگین — بگفت از خازن دولت در گنجینہ ہا بکشا
غرض بروز جلوس میمنت مانوس و بعد ازہم — قروش سیم وزر بخشید و پوشانید خلعت ہا
بتاریخ جلوسش قطعہائے نذر موزون شد — کہ خواہد بود بر نوک زبان و یاد اکثر ہا
ولیکن از سر الہام واثق گفت تاریخش — نصیر الدین حیدر داد زیب اورنگ ملکی را

اوائل سلطنت مین بارش ہوکر قحط سالی بالکل رفع ہوگئی دس سیر سے بیس سیر بلکہ زیادہ تک نرخ غلہ پہونچا بلکہ تمام باغات مین شادابی پیدا ہوگئی -

بادشاہ بیگم اور بی حسینی کو مریم مکانی و ملکۂ زمانی کا خطاب ملنا اور ملکۂ زمانی کے بیٹے کو جو فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ خطاب عطا ہونا

یہ بیان مجملاً پہلے مذکور ہو چکا ہے تفصیل اسکی یون ہے کہ بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کو ابتداے زمانہ جلوس مین مریم مکانی خطاب عنایت ہوا اسلون اور گونڈے کی جاگیر جو ضبط ہوگئی تھی واپس ملی - محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جاگیر قدیم کے سوا چھ لاکھ روپے کی جدید جاگیر دیگئی اور بی حسینی دایۂ مناجان کو جو زمان شاہزادگی سے منظور نظر ہوکر محلات مین داخل ہوئی تھی ملکۂ زمانیہ بنایا اور پرگنہ ہرہٹہ پر و امتعلقہ چکلہ بسواڑہ اُسکو جاگیر مین عنایت کیا جسکی آمدنی چھ لاکھ روپے کی تھی ملکۂ زمانی نے وارث علی خان اور فتح علی خان کو جو دونون اُسکے بھائی تھے خلعتہاے فاخرہ دیکر نیابت کے طریق پر روانہ کیا اور ملکہ زمانی کے بیٹے کو جو ایک فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ کا خطاب دیا -

معتمد الدولہ اور میوہ رام اور سبحان علی خان کو خطابات اور انعامات عطا ہونا

معتمد الدولہ کو برادر ریجان برابر خطاب مرحمت ہوا اور باون لاکھ روپیہ نقد انعام مین دیا اور میوہ رام پسر نول کرشن بن دیا کرشن کو مہاراجہ افتخار الدولہ خطاب دیا اور دیوانی کا عہدہ بخشا

اور تین لاکھ روپیہ نقد صیغۂ انعام مین مرحمت کیا اور سبحان علی خان کو نیابت وزارت عطا
ہوئی اور تحریرات صدر (کلکتہ یا کونسل گورنر جنرل) کا یکقلم اختیار ملا اور دار الانشا کی افسری
دی اور پچاس ہزار روپیہ نقد دیا اور بادشاہ معتمد الدولہ کی دلجوئی مین اسقدر مصروف ہوئے
کہ ایک ساعت کی مفارقت بھی ناگوار تھی۔ اکثر معتمد الدولہ اپنے جلسے مین کہتے تھے کہ شاہ
زمن (غازی الدین حیدر) کے تفضلات میرے دل سے بھول گئے اور دو سو کے
قریب معتمد الدولہ کے عزیزون اور رشتہ دارون کو بادشاہ نے خلعت، ہاتھی و پالکی سمیت
دیے اور کئی معلانیان اور چند خواصین اور گائنین جنکو غازی الدین حیدر کے وقت مین
ناچنا گانا سکھایا جاتا تھا معتمد الدولہ کے لیے بھیجین۔ ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ سے
کہا کہ مجھکو اس اختلاط مین حیلہ نظر آتا ہے اس لیے کہ جو کوئی کام تم پیش کرتے ہو بادشاہ
بغیر چون وچرا کے اُسے منظور کر لیتے ہین باوجودیکہ تمھاری طرف سے بہت سی ناگوار باتین
اُنکی نسبت ظہور مین آئی تھین اسلیے معنی شناس مشوش ہین کہ مبادا پردۂ غفلت مین ڈالکر
دام فریب مین پھانس لین۔ معتمد الدولہ نے دوسرے آدمیون پر نظر ڈالکر یہ جواب دیا کہ
عنایت الٰہی سے صفائی حاصل ہوگئی ہے لوگ حسد کی وجہ سے ایسا خیال کرتے ہین سبحان علیخان
نے یہ باتین سُن کر آگے کو کچھ کہنا چھوڑ دیا رزیڈنٹ کو بھی حیرت تھی اُنھون نے ایکدن معتمد الدولہ
سے کہا کہ بادشاہ سے تو خوب صفائی حاصل ہوگئی اور تم اپنے مقصود پر کامیاب ہوئے
غازی الدین حیدر کے مرض الموت مین اُنکی وفات سے ایکدن قبل رزیڈنٹ نے بطور نصیحت کے
معتمد الدولہ کو سمجھایا تھا کہ تمکو اچھا وثیقہ مل گیا اور محاسبے سے فارغخطی بھی دستیاب ہوئی اب آیندہ
یہ لازم ہے کہ جب بادشاہ مر جائین تو فوراً کام چھوڑ دیجیو اس صورت مین کوئی تم سے متعرض
نہوگا اور یہ مین خوب جانتا ہون کہ طمع حکومت تمکو کنارہ کشی نکرنے دیگا اگر بادشاہ کے

مرنے کے بعد اُنکے بیٹے کی مسند نشینی کے وقت تم نے گھڑی بھر کو بھی دربار مسند نشینی مین کھڑے ہوکر لوگون کی نذرین لینا شروع کین تو اتنی دیر کی شرکت سے تم محاسبے مین پھنس جاؤ گے رزیڈنٹ کو معتمد الدولہ نے یہ جواب دیا تھا کہ ایسے وقت مین میرا کنارہ کشی کرنا مطعونی کا موجب ہوگا لوگ کہین گے کہ بادشاہ کے باپ کے طفیل سے ایسے رتبے کو پہونچے اور اسکا لحاظ نکر کے پہلے ہی دن سے بیٹے سے علحدہ ہو گئے اور اُنکو تنہا چھوڑ دیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تمکو اختیار ہے جو کچھ نصیحت کا حق تھا ادا کر دیا چونکہ زوال اقبال قریب تھا اسی پردۂ غفلت مین گرفتار غضب ہوئے۔

معتمد الدولہ کی تخریب کے لیے بادشاہ کی طرف سے مخفی کارروائی

معتمد الدولہ کی امارت اور کثرت دولت اور ترقی جاہ وحشمت کے سامنے زن و فرزند بادشاہ کو اسقدر دست قدرت حاصل نہ تھا کہ اُنکی مقاومت مین قدم دھرین اُنکا مرتبہ یہانتک پہونچا تھا کہ اہل لکھنؤ مین مشہور تھا کہ ایک درویش کامل نے چند انگوٹھیان نگینہ دار نقش تسخیر سے منقش معتمد الدولہ کو دی تھین وہ جسوقت اُنکو پہنتے تھے بادشاہ اور تمام اہل دربار اُنکی محبت کا دم بھرتے تھے جب ستارۂ اقبال برج نحس مین آیا تو پہلے نصیر الدین حیدر نے وہ انگوٹھیان کسی حیلے سے لیکر اپنی اُنگلیون مین پہن لین معتمد الدولہ نے بہت کوشش واپسی کی کی مگر ہاتھ نہ آئین جب یہ سونے کی چڑیا معتمد الدولہ کے ہاتھ سے اُڑ گئی اقبال نے روگردانی کی جب حکیم مھدی علی خان کو فرخ آباد مین معتمد الدولہ کی بادشاہ کے ساتھ صفائی کی خبر پہونچی تو فیض النسا مغلانی کو جو اپنے بھائی میر فضل علی کے ساتھ کانپور اور فرخ آباد کی طرف گئی تھی

اور ان دنون فرخ آباد مین بھی لکھنؤ روانہ کیا تاکہ بادشاہ اور بادشاہ بیگم کا مزاج معتمد الدولہ
کی طرف سے پھیر دے مغلانی ڈولی کی سواری مین دفعتہً لکھنؤ مین آئی اور بادشاہ بیگم کی
خدمت مین حاضر ہوئی اور اسکے سبب سے سر نو خط کتابت میر فضل علی اور حکیم مہدی علیخان
سے شروع ہوئی اُسوقت سب کو یہ حال معلوم ہوا معتمد الدولہ نے یہ خبر سُنکر بادشاہ سے
شکایت کی اُنھون نے کہا تمکو مجھ سے کام ہے نہ والدہ صاحبہ سے ایسے گئے اور لونڈیان
بہت سی آتی ہین اور چلی جاتی ہین یہ کوئی پریشانی کی بات ہے معتمد الدولہ اس جواب سے
مطمئن ہوگئے حکیم مہدی علی خان نے وہ رنگ جمایا کہ نصیر الدین حیدر کی طرف سے
ایک کاغذ پر جو پہلے سے بادشاہ کی مہر ہوکر اُن تک پہونچا تھا معتمد الدولہ کی عداوت کی
وہ تمام باتین جو اُنھون نے نصیر الدین حیدر کے ساتھ صغر سنی سے کی تھین لکھکر گورنر جنرل
کے پاس روانہ کیا اس مراسلے مین لکھا تھا کہ معتمد الدولہ قدیم سے ہمارے ساتھ عداوت
رکھتے ہین اور خلد مکان (غازی الدین حیدر) کے عہد مین جو کچھ ہماری خرابی کی وہ اظہر من الشمس ہے
اس قصے سے سب چھوٹے بڑے واقف ہین لیکن خدائے پاک کی حفاظت شامل حال تھی
اُنکا ہر وار خالی گیا۔ اب تمام رعیت اور فوج اُنکے حکم مین ہے اسلیے ہم کسی کام مین مداخلت
نہین کرتے جو کچھ اُنکے جی مین آتا ہے کرتے ہین ہم اپنی جان کے خوف کے مارے دم نہین مارتے
گورنر جنرل نے یہ خط دیکھکر رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ سے دریردہ دریافت کرو کہ یہ تحریر
اصل رکھتی ہے یا نہین بادشاہ نے اس نظر سے کہ رزیڈنٹ اور معتمد الدولہ دونون باہم شیر و شکر
ہین اُسکا افشا غیر مناسب سمجھا اور انکار کر دیا اور کہا کہ کسی نے میری مہر بناکر یہ جعلسازی
کی ہوگی اور معتمد الدولہ کی بہت سی تعریف کی رزیڈنٹ نے یہی جواب گورنر جنرل کو لکھ بھیجا
تھوڑے دنون کے بعد پھر اس مضمون کا خط بادشاہ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس پہونچا

اور پھر اسکی نقل رزیڈنٹ کو اُنھون نے اس غرض سے بھیجی کہ وہ بادشاہ سے اُس کی تصدیق کرین اب بھی بادشاہ نے وہی بھلا سا جوابدیا۔ رزیڈنٹ نے بادشاہ سے کہا کہ اگر حضور افشاے راز کے اندیشے سے دل کا حال نہین کھولتے تو اس سے اطمینان رکھنا چاہیے کہ معتمد الدولہ کو کبھی یہ بھید معلوم نہوگا جو کچھ دل کا ارادہ ہو ظاہر فرمادیجیے تاکہ اُسکے مطابق کارروائی کردیجائے بادشاہ کا دل رزیڈنٹ سے مطمئن نہ تھا وہی جوابدیا رزیڈنٹ نے وہ مضمون صدر کو لکھ بھیجا اتفاقًا لارڈ کیمبر میر کی آمد الہ آباد کی طرف مشہور ہوئی جنھون نے ۱۲۴۱ ہجری مطابق ۱۸۲۶ء مین بھرتپور کے قلعہ کو فتح کرکے درجن سال کو گرفتار کیا تھا منتظم الدولہ مہدی علی خان اُن سے الہ آباد مین ملے اور اُنکے آگے بیان کیا کہ جو فلان خط شاہ اودھ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس گیا تھا اُسکے حال سے آپ واقف ہین یا نہین اُنھون نے جوابدیا کہ ہان ہم بخوبی مطلع ہین بلکہ گورنر جنرل نے اُس کے دریافت کرنے کے لیے ہم سے کہا ہے اور صاحبان کونسل بھی اُسپر متفق ہین یہ سُن کر منتظم الدولہ نے یہان کی ساری کیفیت پوست کندہ گوش گذار کی اور کہا کہ شاہ اودھ معتمد الدولہ کی دہشت سے جو اُنکے دشمن جانی ہین اور صاحب رزیڈنٹ سے سازش رکھتے ہین اسقدر چھپاے ہوئے ہین کہ وہ سواے انکار کے دوسرا حرف زبان پر نہ لائین گے اسلیے آپ صاحب رزیڈنٹ سے علحدہ خلوت مین شاہ اودھ سے اس معاملے کو دریافت کرین اور اس عرصے مین منتظم الدولہ نے بھی ایک عرضداشت بادشاہ کو بھیجی اور تمام تقریر جو لارڈ کیمبر میر سے کی تھی ظاہر کی جب لارڈ کیمبر میر لکھنؤ کے قریب پہونچے تو بادشاہ کی طرف سے حسب دستور قدیم معتمد الدولہ اور کیوان جاہ استقبال کے لیے راحت گنج تک گئے صبح کو اس طرف سے یہ دونون صاحب کمال جاہ وحشم کے ساتھ اور اُس طرف سے لارڈ موصوف ترک سواران انگریزی کے

جلوس کے ساتھ راہ مین ملے ہاتھیون پر سوار تھے باہم ملاقات کرکے خوب اختلاط کے ساتھ
کیوان جاہ کے خیمے مین پہونچے یہان بادشاہ کی طرف سے حاضری تیار تھی اُسے کھایا
اسکے بعد کیوان جاہ کی طرف سے کشتیان پیش ہوئین ان مین سے صرف عطر اور گوٹے کا
ہار لارڈ صاحب نے قبول کیا دوسرے دن صبح کو کیوان جاہ کی دعوت لارڈ کیمبر میر کے
خیمے مین ہوئی پانچ گھڑی دن چڑھے لارڈ صاحب کا مترجم مسٹر مکان اور ایک دوسرا
انگریز کیوان جاہ کے خیمے مین آئے اور بیان کیا کہ لارڈ صاحب انتظار مین ہین کہ جناب
حاضری نوش کرنے کے لیے تشریف لیچلین گوٹے کے ہار ان انگریزونکو دیکر سوار ہوئے
جب خیمے کے دروازے پر پہونچے تو لارڈ صاحب اور دوسرے چند انگریز استقبال کو باہر
نکلے لارڈ صاحب کیوان جاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اندر گئے اور اپنے پاس کرسی پر
بٹھایا معتمد الدولہ اُنکے سامنے بیٹھے محتشم خانی کا مؤلف بھی اس صحبت مین شریک تھا
اور بھی کئی معزز آدمی جیسے مرزا محمد عباس اور مرزا علی محمد اور مرزا علی جان کہ معتمد الدولہ کے
مصاحب تھے کرسیون پر بیٹھے گھڑی بھر تک یہ صحبت گرم رہی پھر عطر و پان لیکر رخصت
ہوئے اور اپنے اپنے خیمون مین پہونچے معتمد الدولہ کھانا کھانے مین مشغول ہوئے کہ یکایک
امرت لال داروغہ دیوانخانہ پریشان آیا اور ایک پرچۂ اخبار معتمد الدولہ کو دیا کہ دو گھڑی
رات گئے بیس سوار جن مین سے ایک کے ڈھاٹا بندھا ہوا تھا ناکہ پل دریلسے شہر مین
پہونچے اور بادشاہ بیگم کے مکان تک پندرہ اُن مین سے علحدہ ہو گئے اور باقی پانچ مین سے
ایک نے اندر جانے کا ارادہ کیا دربان مانع ہوا سوار نے تمنچے سے دربان پر حملہ کیا وہ تو ہٹ گیا
اور سوار محل کے زنانے دروازے تک پہونچا اور گھوڑا چھوڑ کر ڈھاٹا کھول دیا معلوم ہوا کہ یہ فضل علی
داروغہ قدیم محل کا ہے مریم مکانی نے مطلع ہو کر چاندی کے پایون کا پلنگ آرام کے لیے بھیجا

اور دروازۂ محل پر حاضر باشی کا حکم دیا دو گھڑی کے بعد راجہ بختاور سنگھ اور راجہ شیو دین سنگھ نے بھی پہونچ کر یہی خبر دی چونکہ معتمد الدولہ کا مزاج صفراوی مائل بحرارت تھا ان خلاف طبع باتونکی تاب نہ لا کر اسی وقت کیمپ سے شہر مین آئے بادشاہ کے پاس پہونچے اور عرض کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بعد میرا کوئی حوصلہ بجز اسکے نہ تھا کہ اُنکے مرقد پر جاروب کشی کرون مگر حضور نے ازراہ تفضل و الطاف اس نمکخوار کو کھینچا اور خدمات لینا چاہین جشن عالی مین اگرچہ اعلیٰ و ادنیٰ سب کو تبرکات کے ذریعہ سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ مگر فدوی نے عہدہ وزارت کا خلعت ابتک نہ پہنا جس کسی کو وزارت عنایت کرنا منظور ہو عطا فرمایا جائے خانہ زاد اُس کا تابع رہے گا بادشاہ نے زمانہ سازی سے کام لیا اور فرمایا کہ نواب بھائی تمھارا خیال اسوقت کہان گیا۔ اگر ساتون اقلیم کی سلطنت ملے تو تمھاری مداخلت کے بدون ہیچ ہے ۔ اور میر فضل علی کو خود ہی ایام صاحبزادگی سے ناپسند کرتا ہون اور نہ اب اُس سے صاف ہون اور نہ اب وہ میری راے سے آیا ہے بیحیائی سے بدون طلب والدہ ماجدہ کے پاس آگیا ہے اگر اسوقت اُسکو نکالتا ہون تو ایک بڑے فتور پڑنے اور والدہ سے جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ بھی تم سے مکدر ہین اور تمھاری خرابی کے درپے ہین اس لیے مین نے تمھارے عہدۂ وزارت کے لیے کلکتے کو لکھا ہے جواب باصواب کے حاصل ہونے کی امید قوی ہے اُسوقت جناب عالیہ کی پوری پوری بیدخلی ہو کر ہمکو اختیارات کلی حاصل ہو جائینگے پھر اُسکا اخراج آسان ہے جو کام آسانی سے ہو سکے اُسکو مشکل مین ڈالنا محل تعجب ہے تم سا ارسطو فطرت اور ایسے امر رکیک کو خیال مین لائے فرض کیا کہ وہ یہان ہے گا تو اس سے زیادہ نہین ہے کہ داروغہ ہو گا تم بہرحال وزیر اعظم ہو تمکو میرے گھر کا انتظام چاہیے نہ اُس سرکار کا معتمد الدولہ ان باتونکو سُن کر مطمئن ہو گئے اور خواب خرگوش مین پڑ گئے میر فضل علی نے

بھی آکر بادشاہ کے کان بھرے۔

اس اثنا مین لارڈ کیمبر میر کی آمد آمد شہر لکھنؤ مین مشہور ہوئی معتمد الدولہ ظہر تک شہر مین رہکر راحت گنج کو کہ خیمہ گاہ لشکر بادشاہ سے چار کوس پر تھا لوٹ گئے۔

بادشاہ کی سواری کا نظارہ

اب بادشاہ نے داروغون اور اہل خدمات کو حکم دیا کہ کل پانچ گھڑی دن چڑھے ہم استقبال کے لیے سوار ہونگے تمام سامان جلوس و حشمت کا در دولت پر حاضر رہے جب رات ختم ہوگئی اور دن نکلا بادشاہ نے بیدار ہوکر حمام کیا پوشاک بدل کر اس شان سے سوار ہوے۔ لباس شاہی زیب تن کیا تاج مرصع سر پر رکھا موتیونکا ہار گلے مین پہنا جواہرات سے جڑے ہوئے چھوٹے بڑے جوشن بازوون پر باندھے اُنگلی مین انگوٹھی پہنی اور اصفہانی تلوار کمر مین لگائی اور اس بناؤ سے ہاتھی پر طلائی حوضے مین سوار ہوکر فرح بخش سے بر آمد ہوئے۔ یہ حکم پہلے سے دیا تھا کہ بازارون کی دوکانین اور لب سڑک کے مکانات آراستہ رہین۔ صراف اپنی اپنی دوکانونکو طرح طرح کے رنگون سے منقش کرکے لباسہاے فاخرہ پہن کر بیٹھے تھے۔ جن کے سیدھی جانب اشرفیان رکھی تھین اُلٹی طرف روپونکے ڈھیر تھے اور سامنے قسم قسم کے زیور اور سونے چاندی کے برتن رکھے ہوے تھے بزازون نے بھی اپنی اپنی دوکانونکو بادلہ۔ زربفت۔ کمخواب اور اطلس کے قیمتی اور رنگین کپڑون سے سجایا تھا اور دوکانونکی چھتونپر طوائف سنگار کرکے سواری کے تماشے کی منتظر تھین سڑک پر تماشبین نوجوان بانکے ترچھے اچھے اچھے کپڑے پہنے پھرتے تھے کہ سواری بادشاہ کی آئی اسمین علٰحدہ علٰحدہ جلوس کی صف بندی تھی۔

پہلی صف مین - ایک بڑے ہاتھی پر نشان تھا اور اس کے بعد چند ہاتھیون پر ماہی مراتب تھا -

دوسری صف مین - ہاتھیون اور اونٹون پر نقارے تھے اور اُن کے پیچھے پیچھے سوشتر سوارون کا رسالہ تھا جس کے سوار سبز و سُرخ بانات کی وردیان پہنے اور زرکار ستارے لگائے ہوئے تھے -

تیسری صف مین - نہایت عمدہ خانہ زاد عربی و دکھنی پچاس گھوڑون پر نقارے تھے اور عمدہ ساز و سامان اور زیور اُنپر پڑا ہوا تھا -

چوتھی صف مین - کوہ پیکر کلان سر اور قوی دندان ہاتھیون کی قطار تھی جن پر زربفت اور بانات کی جھولین پڑی تھین اور ہر ایک پر ایک پہلوان ہاتھونمین گرز گران لیے بیٹھا تھا

پانچوین صف مین - تین سو سوار تھے جنکے رسالہ دار و جمعدار زربفت اور پشمینۂ رنگین کے لباس پہنے اور قیمتی ہتھیارون سے مسلح تھے

چھٹی صف مین - دوسو کے قریب ترک سوار سیاہ بانات کی وردیان پہنے اور ننگی کرچین ہاتھون مین لیے ہوے تھے -

ساتوین صف مین - دوسو خاص بردار زرین مندیلین سر پر باندھے ہوئے تھے اور انکے ہاتھونمین چقماقی بندوقین تھین جنپر بانات کے غلاف چڑھے ہوئے تھے -

آٹھوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چمکدار نشان تھے -

نوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چاندی کی برچھیان تھین جنمین پرچم لٹک رہے تھے -

دسوین صف مین - سو چوبدار چاندی سونے کے عصا ہاتھون مین لیے ہوئے تھے -

بادشاہ کی داہنی طرف رزیڈنٹ دوسرے ہاتھی پر سوار تھے اور بائین طرف
رزیڈنٹ کا نائب ایک اور ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اور پیچھے بادشاہ کے رشتہ دار اور سردار
ہاتھیون پر سوار تھے جو عمدہ عمدہ جھولون سے آراستہ تھے۔ اُدھر سے لارڈ کیمبر میر کی سواری
آئی جنکے ساتھ انگریز اور کیوان جاہ اور معتمد الدولہ تھے اور جلو مین دو سو ترک سوار و نکا رسالہ تھا
عالم نگر کے میدان مین ہونچے اس طرف سے بادشاہ ہاتھی پر سوار اور اُس جانب سے
لارڈ صاحب ہاتھی پر بیٹھے ہوئے تھے جب دونون ہاتھی قریب ہوے تو بادشاہ نے اُن کا
ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھی پر لے لیا اور اس مقام پر روپے اور اشرفیان نچھاور کین جہان جہان
بادشاہی سپاہ کے سوار و پیادے کھڑے ہوئے تھے اُنکی سلامی لیتے ہوئے فرح بخش مین
پہونچ گئے جب حاضری کی میز پر جلوہ افروز ہوئے تو ۲۱ فیر سلامی کے سر ہوئے حاضری
سے فارغ ہوکر ناچ گانا ہوا اس صحبت مین صرف شوقیہ بات چیت ہوئی رخصت کے وقت
بادشاہ کی طرف سے کشتیون مین بانات اور زربفت اور کمخواب کے کپڑے اور جواہر لارڈ صاحب کے
سامنے پیش ہوئے اسی طرح اُنکے اسٹاف کے انگریزون کو تحائف دیے گئے عطر اور گوٹے کے
ہار بھی تقسیم ہوئے۔ دوسرے دن بادشاہ لارڈ صاحب کی فرودگاہ پر رونق افروز ہوئے
اُنھون نے استقبال کیا اور صدر مین بادشاہ کو بٹھایا اور محبت کی باتین ہوکر کشتیان بادشاہ کے
روبرو پیش ہوئین اور گوٹے کے ہار تمام امرائے ہمراہی کو ملے اور لارڈ صاحب نے تشریف آوری کا
شکریہ ادا کیا۔ رخصت کے وقت لارڈ صاحب نے اُس مقام تک مشایعت کی جہانتک
استقبال کیا تھا تیسرے دن بادشاہ کی طرف سے بڑی بھاری دعوت ہوئی آتشبازی
چھوٹی روشنی ہوئی اور دیر تک شوقیہ بات چیت ہوکر رخصت ہوئے۔

بادشاہ کا معتمد الدولہ پر عتاب نازل ہونا

اب لارڈ صاحب کو اُن مراسلات کی تحقیق کی فکر ہوئی اُنھون نے اپنے مترجم مسٹر مکان سے کہا کہ ان کاغذات کی تحقیقات جو ہمارے ساتھ ہین کیسے ہو اس لیے کہ انکی تحقیق خلوت چاہتی ہے اور رزیڈنٹ کا شامل ہونا مشکل ہے کیونکہ وساطت اُسکے عہدے کی ذمہ داری ہے اور اگر اُسکے سامنے بادشاہ سے دریافت کیا جائے گا تو وہی جواب ملے گا جو پہلے ملا تھا - پس ایسی صورت کرنی چاہیئے جس سے رزیڈنٹ تخلیے مین شریک نرہے اور اُسپر یہ امر گران بھی نگذرے - مترجم مذکور نے دوستانہ طور پر رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ کی طرف سے جو تحریر معتمد الدولہ کی شکایت مین گورنر جنرل کے پاس پہونچی تھی آپ کے ذریعہ سے اُسکی بابت بادشاہ سے پوچھا تو انکار کر دیا بلکہ اُلٹا اُسکی تعریف کرنے لگے بعد اسکے پھر اس مضمون کی تحریر پہونچی تو اب گورنر جنرل کے دل مین یہ بات پیدا ہوئی کہ یا تو تم خلاف واقعہ لکھتے ہو یا بادشاہ تمھاری وجہ سے کہ تم معتمد الدولہ کے دوست مشہور ہو افشاے راز ہونے کے خیال سے انکار کرتے ہین تم اپنے آپکو کیون مطعون کرتے ہو اس بات کی تحقیقات لارڈ کیمبرمیر صاحب کرین تو تم اُس صحبت مین شریک نہ رہنا اور کہنا کہ اگر میری طرف سے کوئی شبہہ ہے تو مین اس معاملے کی تحقیق کے وقت شامل رہنا نہین چاہتا آپ خود بادشاہ سے تحقیق کر لین چونکہ بادشاہ رزیڈنٹ سے اس مبالغے کے ساتھ انکار کر چکے تھے کہ اُسکو یقین کلی تھا کہ یہ بادشاہ کے دل کی بات ہے اور وہ لارڈ صاحب کو بھی وہی جواب دینگے جو مجھے دیا تھا مترجم کی صلاح کو پسند کر کے شکریہ ادا کیا اور یہ وعدہ کیا کہ کل کی صحبت خلوت مین مین شریک نہ ہونگا مترجم نے اس طرف سے دلجمعی کر کے لارڈ صاحب کو

اطلاع دی دوسرے دن حاضری کے بعد خلوت ہوئی رزیڈنٹ مترجم کی تعلیم کے موافق کنارہ کش ہوئے اب لارڈ صاحب نے وہ خطوط بادشاہ کو دکھائے اور مستفسر حال ہوئے اول بادشاہ نے انکار کیا اُنھون نے کہا کہ اگر آپ صاف صاف بیان نہ فرمائین گے تو آیندہ پھر کبھی معتمد الدولہ کے باب مین آپکی کوئی شکایت گورنر جنرل نہ سنین گے اس لیے صاف صاف اب کہدینا چاہیے اسوقت بادشاہ نے عہد وپیمان قسم کے ساتھ لیکر اقرار کیا اور جو ایذائین معتمد الدولہ کے ہاتھ سے پائی تھین حرف بحرف بیان کین اور کہا کہ اسکا مضمون جملہ ہماری منشا کے موافق ہے نقطے کا خلاف نہین اور جو شاہنامہ فردوسی کا کپتان مکان صاحب نے باخراج اشعار اسدی وغیرہ انتخاب کیا تھا اُسکے چھاپنے کے واسطے پچاس ہزار روپے عنایت کیے - جب لارڈ صاحب لکھنؤ سے رخصت ہوکر دریاے گنگا کے کنارے پہونچے تو تاکیدی چٹھی لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو اس مضمون کی لکھی کہ جسطرح بنے معتمد الدولہ کی گرفتاری کی صورت ظہور مین آئے - رزیڈنٹ اس چھٹی کے مضمون سے مطلع ہوکر بادشاہ کے پاس خلوت مین حاضر ہوا اور الفاظ عذر زبان پر لاکر کہا کہ حضور کے دوست و دشمن اپنی نظرون مین بھی دوست و دشمن ہین - بہر حال آپکی رضاجوئی منظور ہے اگر پیشتر سے ارشاد ہوتا تو یہ عرصہ اڑھائی مہینے کا ہرگز طے نہوتا - ابھی معتمد الدولہ کی گرفتاری کی صورت ظہور مین لاتا ہون - لیکن در دولت پر اُنکی گرفتاری فساد عظیم کا باعث ہے بلکہ خونریزی کا احتمال ہے - جب یہ مضمون ختم ہوا تو رزیڈنٹ نے وہ کاغذ جو اسی بارے مین لکھا ہوا اپنے ساتھ لایا تھا دستخط کے واسطے پیش کیا اُسوقت معتمد الدولہ سے قلمدان کا طلب فرمانا خلاف مصلحت تھا اسلیے بادشاہ نے انگریزی قلم سے اُسپر دستخط کیے اور فرمایا کہ مہر آیندہ لگائی جائے گی - جب رزیڈنٹ وہان سے رخصت ہوا تو بادشاہ نے معتمد الدولہ جو خرابی

ریاست کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے تھے - پان عنایت کرکے ارشاد کیا کہ کچھ کلکتے سے تمھارے
حق مین سفارش آئی ہے - تم ابھی رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جاکر دریافت کرو اور اُسکا ترجمہ حسب
سررشتہ لاؤ اُدھر رزیڈنٹ نے اپنی کوٹھی پر پہونچ کر پلٹن کے کپتان کو بلاکر اُس مضمون سے
مطلع کیا اُسنے اپنی کمپنی کے آدمی مکان رزیڈنٹی مین جابجا مامور کیے اور رزیڈنٹ نے
اپنے میر منشی کی معرفت فقیر محمد خان اور مینڈو خان کو کہلا بھیجا کہ اسوقت اپنے گھرون سے
قدم باہر نہ رکھین لیکن تذکرۂ حکومتہ المسلمین سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر محمد خان معتمد الدولہ کے
ساتھ تھے - معتمد الدولہ کئی ہزار سوار و پیادہ ہمراہ لیکر نہایت تزک و شان کے ساتھ رزیڈنٹ کی
کوٹھی پر پہونچے - جب رزیڈنٹ نے اُنکے آنے کی خبر سُنی تو موافق دستور قدیم کے مراسم قوانین مقررہ
سے پیش آئے اور باہم تذکرۂ سلطنت کے باب مین کچھ صلاح ہوتی رہی تھوڑی دیر کے بعد رزیڈنٹ
دوسرے کمرے مین چلے گئے اور معتمد الدولہ کو وہین بٹھا گئے - فوراً دو انگریز کرچ برہنہ معتمد الدولہ
کے سر پر آکر کھڑے ہوے اور یہ حکم سُنایا کہ آپ بادشاہ کے حکم سے قید ہوئے ہتھیار کھول کر رکھ دو
یہ سنتے ہی طائر ہوش و حواس معتمد الدولہ کا اُڑ گیا فی الفور ہتھیار کھول کر دیدیے - بعد ایکساعت کے
رزیڈنٹ پھر وہان آئے اور نہایت تسلی کرکے کہا کہ تم خدا کا شکر کرو کہ ہمارے پاس قید ہوے
اگر بادشاہ کی قید مین آتے تو وہ تمکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتے جو کچھ تمکو منظور ہو ہم سے کہدو
معتمد الدولہ نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا کہ اب عزت و آبرو میری آپکے ہاتھ ہے - بعد اس کے
رزیڈنٹ نے اُنکے ساتھیونکو جو دروازے کے باہر تھے حکم بھیجا کہ تمھاری نوکری اور عزت
اسی مین ہے کہ اپنے اپنے رسالون مین چلے جاؤ تمھارے آقا گرفتار ہوے ورنہ تمپر بھی قید کی بلا
نازل ہوگی آغا میر کے ہمراہی پانون سر پر رکھ کر بھاگے مگر اعظم علی خان اور دو خدمتگار
حاضر رہے - جب نصیر الدین حیدر نے گرفتار ہونا معتمد الدولہ کا سُنا تو علی العموم حکم دیا کہ جو کوئی

متوسل معتمد الدولہ کا ہو اُسے گرفتار کرکے لاؤ اور اُنکے مکانون مین چوکی پہرے بٹھاؤ اُس روز لکھنؤ مین ایک تہلکۂ عظیم برپا تھا مہاجن اور سوداگر جدا جدا فریاد کرتے تھے کہ ہمارا روپیہ معتمد الدولہ سے ہمکو وصول ہو جائے۔ آخرش رزیڈنٹ نے معتمد الدولہ سے کاغذ عدم مفسدہ پر دازی کا لکھوا کر مہر لگوائی اور اُنھون نے نظر بندی اپنے مکان پر رضامندی سے قبول کی اور رزیڈنٹ نے اُنکو ہاتھی پر سوار کراکے انگریزی پلٹن کی کمپنی کی حفاظت مین اُنکے مکان پر بھیجدیا اور کہدیا کہ قرضہ قرض خواہون کا حساب وکتاب کی رو سے ادا کر دو یہ معاملہ سرکار کا نہین ہے بلکہ آپکی ذات کا ہے اُنھون نے دو توپین اپنے مکان کے آس پاس دونون طرف کوچے مین نصب کرائین اگرچہ یہ مجال نہ تھی کہ مکان سے قدم باہر رکھین لیکن دونون وقت گھر مین ایک دربار عظیم برپا رکھتے تھے اور دریلے انعام واکرام نے آگے سے زیادہ مواجی شروع کی اور یہ صورت رزیڈنٹ کی بدولت نمایش وآبرو کے لیے حاصل تھی یہ واقعہ سنہ ۱۲۴۳ ہجری کا ہے صاحب رائے مورخ نے یہ تاریخ اُنکی معزولی کی لکھی ہے ؎

آج اس گھر کا سنیچر اُترا
۱۲۴۳

رزیڈنٹ نے اپنی طرف سے ایک انگریز کو معتمد الدولہ کے قرضے کے انفصال کے لیے متعین کیا نواب نے اُسکے سامنے روشن علی کے ہاتھون سے زر قرضہ دام دام ادا کر دیا۔

معتمد الدولہ کے متعلقین کے مکانون پر بادشاہی پہرے مقرر ہونا اور اُنکا ذلت اُٹھانا۔ میر فضل علی خانکا عہدۂ وزارت پانا منتظم الدولہ مہدی علی خان کا وزارت کی دستیابی سے محروم ہو کر فرخ آباد کو چلا جانا

معتمد الدولہ کے نظر بند ہونے کے بعد میر فضل علی کو خلعت نیابت بائیس پارچے کا ملا اور

اعتمادالدولہ خطاب عنایت ہوا- یہ میر فضل علی وہی شخص ہین جو بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی جاگیر کے منتظم تھے اور اپنی بہن بی مغلانی کی وجہ سے جسکا نام فیض النساء ہے بیگم صاحبہ کی سرکار مین پورا تسلط رکھتے تھے اور معتمدالدولہ کی عداوت کی وجہ سے کانپور کی طرف نکلوائے گئے تھے چونکہ فیلبانونکے زمرے مین سے تھے اسلیئے ایک شخص نے اُنکی وزارت کی تاریخ اس طرح پر نظم کی ہے -

یہ اوج مسند عزت نشست چون نائب ۔۔۔ زفیض محجلہ نشینان ہودج عصمت
مورخش بسر فیل فکر رفت و گفت ۔۔۔ گرفتہ از سر آنکس بری بری دھت دھت
(۱۲۴۴)

میر فضل علی دہلی کے سادات صحیح النسب سے تھے انکے بزرگ عہدۂ فوجدار خانی پر سرکار شاہی مین ممتاز رہے لیعنی سواری کے وقت خاص بادشاہ کا فیل چلاتے تھے انتظام الدولہ منطفر علی خان جو خانہ نشین تھے اُنکو خلعت دیوان خانہ ملا اور معتمدالدولہ کے متعلقین و متوسلین کے مکانون پر بادشاہ کی طرف سے پہرے کھڑے ہوگئے اسم شماری اُنکی یہ ہے -میر محمود وغیرہ پسران میر افضل علی بائیسی والہ یہ میر افضل علی معتمدالدولہ کا سمدھی تھا -سبحان علی خان- تاج الدین حسین خان حکیم واجد علی خان ،دولت راے واصلباقی نویس -ٹیپو خان -میر بندہ علی مسخرہ -مولوی جلال الدین -سنگی خان -جیون خان میواتی - اعظم علی اور قطب شاہ وغیرہ وغیرہ یہ تمام آدمی نظر بند ہوے - اور انکا اکثر اسباب لٹ گیا مگر وہ لوگ محفوظ رہے جن کے مکانون پر پیشتر سے معتمدالدولہ نے انگریزی پہرے بٹھا دیے تھے وہ یہ ہین -فاطمہ بیگم معتمدالدولہ کی بہن اور میر آلہی بخش معتمدالدولہ کا بھتیجا اور میر روشن علی اور میر شاہ علی معتمدالدولہ کے سالے اور میر نثار حسین اور میر اسد غرض اس کشمکش مین کہ حشر برپا تھا شہر کے بازار اور رعیت کے گھرونکے دروازے بند ہوگئے اور کوٹھی نور بخش اور حیدر گنج اور باغ دوار کا داس

وغیرہ مین جو بہرے سُلطانی پہونچے تھوڑا سا اسباب یہان کا تلف ہوا لیکن نقد روپیہ کسی جگہ نہ تھا۔

امرت لال عرض بیگی کایستھ سکسینہ جو غازی الدین حیدر کے عہد سے معزز و ذی اختیار چلا آتا تھا اور ایام شاہزادگی مین نصیر الدین حیدر کی خبرین معتمد الدولہ اور غازی الدین حیدر کو پہونچایا کرتا تھا۔ اول اُسکو بطور دلدہی خلعت و خطاب راجگی عطا فرمایا اس ہنگامے مین وہ بھی گرفتار ہو کر راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کورمی کے حوالے ہوا مار پیٹ کی نوبت آئی اور مداخل و مخارج دیوانخانہ کے محاسبے مین مبتلا ہوا اُس نے کچھ زر نقد جو امکان مین تھا پیش کیا اور باقی سبیل زر کیواسطے اجازت طلب کی کہ اپنے مکان مین جاکر جو دفینہ موجود ہے حاضر کرے اور اس حیلے سے رخصت لیکر اپنے گھر پہونچ کر چاقو سے گلا کاٹ کر اپنا کام تمام کیا تاریخ اس واقعہ کی صاحب رائے مورخ نے یون لکھی ہے

ہاتف زغیب گفت کہ شاباش امرت لال این کار از تو آید و مردان چنین کنند

پھر اعتماد الدولہ نے چاہا کہ بلاے محاسبہ مین معتمد الدولہ کو مبتلا کرین چونکہ وہ انگریزی قیدی تھے اعتماد الدولہ نے بہت کچھ خاک اُڑائی لیکن کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔

حکیم مہدی علی خان نیابت کی امید مین فرخ آباد سے لکھنؤ مین آئے کہ وہ دولت اعتماد الدولہ کو نصیب ہو چکی مجبور ہو کر نذر وزارت دینے مین کہ کسر شان تھی تامل کیا آخر کار صورت تالیف قلب ظہور مین آئی۔ چونکہ منتظم الدولہ مرد آخر بین اور صاحب دانش تھے اعتماد الدولہ کا دل نذر دیکر خوش کیا۔ ایکدن منتظم الدولہ بادشاہ کے پاس حاضر تھے دیکھا کہ کیوان جاہ پسر ملکہ زمانی خلعت جرنیلی سے سرفراز ہو کر کاغذات سیاہ پر احکام لکھ رہا ہے مہدی علی خان نے نہایت آزردہ ہو کر کاغذ اُس کے ہاتھ سے لیکر باواز بلند یہ بات کہی

کہ اس دایہ بچے کو امور سلطنت سے کیا واسطہ ہے جو اپنے آپکو صاحب حکم سمجھتا ہے یہ زبان آوری بادشاہ کو پسند نہ آئی اور دل مین ملال پیدا ہوا۔ مہدی علی خان نے اس پیرایے مین کہ میری تجارت کے کام خراب ہونگے تھوڑے عرصے مین انتظام دیکر پھر در دولت پر حاضر ہونگا رخصت حاصل کی اور فرخ آباد کو چلے گئے چونکہ وہ آغا میر کے رقیب تھے ناسخ نے پھر تاریخ کہی۔ باز گریختہ (۱۲۴۵) اب رفتہ رفتہ رزیڈنٹ کے دل مین اعتماد الدولہ کے اعتبار نے گھر کیا نیکنامی کے ساتھ یاد کرنے لگا جب سبحان علی خان سے مواخذے کی نوبت پہونچی تو ثابت ہوا کہ یہ شخص خیر طلب سرکار شاہی کا تھا اس لیے وہ نیابتًا شریک مشورہ ہوئے اور اُن کی تجویز سے منشی عاشق علی خان رفیق اعتماد الدولہ سفیر کلکتہ مقرر ہوے اور وثیقے کی درستی ان سے متعلق تھی چنانچہ اس کام کی بدولت صاحب دولت ہو کر انھون نے رنگ تجارت کلکتے مین جمایا اور وہان عالیشان عمارت تعمیر کرائی اور وزارت کی دیوانی منشی جانکی پرشاد سے متعلق تھی اور بیت الانشا کا دفتر منشی جوالا پرشاد کے حوالے تھا اور کونسل کلکتے سے تحریرات کی مسودہ نویسی سبحان علی خان سے تعلق رکھتی تھی یہ امر تازہ ظہور مین آیا کہ سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان مین جو باہم اتحاد و محبت تھی وہ جاتی رہی۔ نقش عداوت صفحۂ دل پر بیٹھا اور اسوجہ سے تاج الدین حسین خان پر بائیس لاکھ روپیہ کا محاسبہ چکلہ سلطان پور کی بابت قرار پایا۔ تاج الدین حسین خان معزول ہو کر لکھنؤ مین آئے دریافت ہوا کہ مکان پر بادشاہی چوکی پہرے مامور ہین اسیطرح اسپ سوار معتمد الدولہ آغا میر کے مکان پر چلے گئے اور چند روز رہکر بواسطہ استحقاق رفاقت دست آویز جو فارغ خطی کا کام کرے حاصل کر کے بکشادہ پیشانی اپنے گھر مین آ بیٹھے۔ محتشم خانی مین اس رسید کی کیفیت یون لکھی ہے کہ جب معتمد الدولہ اپنے مکان پر مقید ہوئے اور یہ خبر شہر مین پھیلی تو تاج الدین حسین خان اُسیدن اُنکے پاس پہونچکر شریک حال ہو گئے اور رفاقت مین رہنے لگے انکو ڈر تھا کہ اگر اپنے مکان پر

جاؤنگا تو دفتر دیوانی کے افسر مجھے مکان پر رہنے نہ دینگے اور معتمد الدولہ کے مکان پر انگریزی پہرے ہیں یہاں اُن کا ہاتھ نہ پہونچے گا مگر اس فکر مین تھے کہ کسی طرح معتمد الدولہ سے اس روپے کی فارغخطی ہاتھ لگ جائے چند روز کے بعد جب معتمد الدولہ کے متعلقین کی گرفتاری کی شورش موقوف ہوگئی اور شہر مین امن قائم ہوگیا اور فتنہ ٹھنڈا ہوگیا۔ تو معتمد الدولہ نے تاج الدین حسین خان سے کہا کہ اب ہمکو اطمینان ہے آپ یہان بے آرام ہین اپنے اہل و عیال مین چلے جائیے مین آپکو برضا و رغبت اجازت دیتا ہون تاج الدین حسین خان نے اُس محاسبے کا عذر کیا معتمد الدولہ نے سوچ کر کہا کہ جو کوئی تم سے پوچھے یہ جواب دیجیو کہ مین وہ روپیہ معتمد الدولہ کو دیچکا ہون جو کوئی مجھ سے کروڑ دو کروڑ روپے کا حساب لیگا اُن روپونکا بھی حساب دیدونگا تاج الدین حسین خان نے عرض کیا کہ اگر یہ پرورش منظور ہے تو دستور کے موافق رسید عنایت ہو جائے تاکہ جو کوئی مجھ سے محاسبہ کرے تو بطور سند کے دکھادون معتمد الدولہ نے فراخ حوصلے سے اسیوقت رسید اپنی مُہری عنایت کردی۔

القصہ تاج الدین حسین خان نے فقیر محمد خان اور مینڈو خان اور ساہ گوبند لال کی رضاجوئی اور اعتماد الدولہ کی اطاعت اختیار کی اور اپنا دامن محاسبے سے پاک کیا۔ معتمد الدولہ کے زمانے کے سب عہدہ دار اعتماد الدولہ کی طرف رجوع لائے واجد علی خان نے بھی وہ زمانہ سازی کی کہ دونون پلے برابر رکھے۔ ان باتون کے بعد اعتماد الدولہ نے انتظام ملک کی جانب قلم اُٹھایا عامل ستاجری کے طور پر روانہ کیے۔ یہانتک واقعات ۱۲۴۳ھ ہجری کے تھے۔

۱۲۴۴ھ ہجری کے بعض قابل ذکر واقعات کا بیان

(۱) سال دوم جلوس مطابق ۱۲۴۴ھ ہجری کا آغاز ہوا تو اعتماد الدولہ کو بادشاہ نے حکم دیا

کہ جشن کی تیاری کرین۔ اگرچہ جشن عظیم ہوا لیکن بعض امور مین ایسی بے اعتدالی واقع ہوئی کہ اعتماد الدولہ کی بے سلیقگی کھل گئی اور کچھ روپے کی خیانت بھی اُنکی نسبت ثابت ہوئی اور بعد اسکے ملک مین خرابی پیدا ہوگئی اور خزانہ عامرہ مین آمدنی بھی بہت کم ہوگئی اور ملک مین چارون طرف فساد پھیل گیا اور لوٹ مار سے مسافرونکا ناک مین دم آگیا۔ رزیڈنٹ نے اسبات کی بادشاہ سے شکایت کی اور صاحبات محل اور سپاہ کی تنخواہ بند ہوکر واویلا پر نوبت پہونچ گئی۔

(۲) نصیر الدین حیدر کی خواہش یہ تھی کہ چند عورات خاندان کی تنخواہ دوامی طور پر وثیقہ مقرر ہوجائے اس نظر سے اُنھون نے اس امر مین گورنمنٹ انگریزی کو تحریر کیا کہ جو پچاس لاکھ روپیہ غازی الدین حیدر کے عہد مین چوتھی مرتبہ قرض دیا گیا ہے وہ دوامی ہوجائے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ اور لیا جائے اور قرضہ گورنمنٹ انگریزی مین منظور رہا اس کل روپے کا سالانہ سود تین لاکھ بارہ ہزار روپیہ فی صدی پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے ہوا۔ مگر یہ شرط قرار پائی کہ جو تنخواہ دار یا وثیقہ دار فوت ہوگا اُسکا روپیہ جب منظور ہوگا واپس ملے گا اور اگر کوئی وثیقہ دار یا اُسکا وارث بادشاہ کی حیات مین لاولد مرجائیگا تو وثیقہ منضبطہ بادشاہ کو ملیگا۔

وثیقہ دارون کی حفاظت کے باب مین گورنمنٹ نے ضمانت نہین دی مگر اقرار کیا کہ اُنکی خاطر کیجائیگی ۱۴ شعبان ۱۲۴۴ھ ہجری مطابق یکم مارچ ۱۸۲۹ء کو اس باب مین عہدنامہ منعقد ہوا

نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ
ملکۂ زمانیہ	۱۰۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۰۰۰ روپیہ
تاج محل	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
مخدرہ علیا	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
سلطان عالیہ ہمشیرہ شاہ	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ

(۳۲) وقائع دلپذیر مین لکھا ہے کہ پادشاہ نے مناجان کو جب فریدون بخت خطاب دیا تو بادشاہ بیگم نے ۲۲ جمادی الاولی ۱۲۴۴ ہجری کو اپنے محل مین محفل جشن آراستہ کی اور نصیر الدولہ کی والدہ اور نواب جعفر علی خان و نواب کاظم علی خان وغیرہ کی بیگمات خاندان منصوریہ کو طلب کرکے اول بادشاہ کو پوشاک فاخرہ پہنا کر چھبیسوین سالگرہ منائی اور وقت شب کے محسن الدولہ کی مہنون کی رسم کتخدائی ابو طالب خان کے بیٹون کے ساتھ ادا کی اور پھر فریدون بخت کا ختنہ کرایا اور ختنہ کرنے والے نائی کو بیس ہزار روپے مرحمت کیے اور پچاس ہزار روپے کے شال دوشالے بادشاہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ اپنے خاص خاص نوکرون کو تقسیم کردین باوجودیکہ ابھی بادشاہ اور بادشاہ بیگم مین آتش فساد و عناد مشتعل نہوئی تھی لیکن اُنکو اسبات سے نہایت طیش آیا۔ تمام اپنے شمینے کو جلوا دیا اور کرنیل جان لو صاحب رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ بیگم آپ کو شیرینی بھیجین تو واپس کردیجئے چنانچہ بیگم صاحب نے نقرئی ٹھلیون مین شیرینی بھر کر بھیجی تو اُنھون نے نہ لی بادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ فریدون بخت کے میرا بیٹا ہونے پر یہ امر دلیل ہوجائے۔ اور انھین دنون مین بیگم صاحبہ نے محسن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ فریدون بخت کا بیاہ قرار دیا ابھی سامان عروسی تیار ہی ہو رہا تھا کہ لڑکی کا انتقال ہوگیا۔

نصیر الدین حیدر کی طبیعت کا اعتماد الدولہ کی طرف سے مکدر ہو جانا

بعض تاریخون مین لکھا ہے کہ یہ وزیر نہایت نیک نیت اور بامروت اور صاحب خلق اور باخدا تھے سب کو اپنا دوست سمجھتے تھے اور اپنے دشمن کو دشمن نہ جانتے تھے۔ بادشاہ کی

طبیعت انکی طرف سے کئی وجہون سے صاف نہ تھی (۱) جسطرح ایام شاہزادگی مین
اتالیقی کرتے تھے اُسیطرح اب بھی اطوار شایستہ کی تفہیم مین قاصر نہ تھے (۲) جو انتقام
کہ معتمدالدولہ سے منظور نظر سلطانی تھا وہ ظہور مین نہ آیا (۳) شرکت صحبت بادشاہ سے
جو خلاف وضع تھی دور دور رہتے تھے - آخر کار رفتہ رفتہ صورت نقیض پیدا ہوئی اور بادشاہ کی
طبیعت جوانان نوخاستہ کی طرف مائل ہوئی اور بزم بادۂ گلرنگ نے گل کھلائے اور ناچ
ورنگ کا جلسہ جما اور اُن لوگون کا بازار آہستہ آہستہ گرم ہوا - اور اعتمادالدولہ کی گرماگرمی سرد
ہوئی - ملخص تاریخ اودھ مین ہت پرشاد کہتا ہے قضارا اقبال الدولہ پیش ہوگئے اور عہدۂ
جرنیلی پاکر سلطنت کے کامون مین دخیل ہوئے بادشاہ کی طبیعت اعتمادالدولہ کی طرف سے
پھیر دی اور جہان پناہ کو یقین کرایا کہ معتمدالدولہ سے سازش رکھتے ہین یہانتک کہ بادشاہ
اُنکے جانی دشمن ہوگئے اور اُنکے خراب کرنے کے درپے ہوئے - ایکدن نصیرالدین حیدر بجرے
مین سوار ہوکر دریا کی سیر کر رہے تھے اور نشۂ شراب سے لایعقل ہو رہے تھے کہ ناگاہ ایک
فرنگی بچے کی ٹوپی عالم نشۂ شراب مین دریا مین گرگئی اُسنے بادشاہ کے اشارے سے وہ
دست افشانی کی کہ قریب تھا کہ اعتمادالدولہ کی دستار سر سے جُدا ہو جائے لیکن اُنھون نے
پیچ و تاب کھاکر دونون ہاتھون سے سنبھالی اور فرط حجاب نے قالب سے باہر کیا اور
چاہا کہ شمشیر آبدار کے جوہر دکھائین لیکن جب اہل کشتی نے سیان سے تلوار کھینچنے ندی تو
اعتمادالدولہ نے زبان سے بہت کچھ بُرا بھلا کہا بادشاہ نے دلجوئی کی راہ سے اُس لڑکے کو
قید کرکے رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا لیکن اعتمادالدولہ اس بے حرمتی سے لوگونکی نظرون
مین بے اعتبار ہوگئے اور آنا جانا دربار کا موقوف کیا - وزارت کا کام چھوڑ دیا ہرچند
بادشاہ نے بلایا نہین آئے آخر کار بادشاہ خود منانے کو اُنکے گھر گئے اور وجہ خانہ نشینی کی

پوچھی اور فرمایا کہ تم خوب جانتے ہو کہ یہ کام میرے اشارے سے نہین ہوا ایک شخص نے
نشے کی حالت مین بے اعتدالی کی ہمکو بھی بُرا معلوم ہوا چونکہ قوم کا انگریز تھا سوا قید کے
دوسری سزا اُسکے لیے مناسب نہ معلوم ہوئی اگر یہ گناہ دوسرے سے سرزد ہوتا تو اُسکو
پوری سزا ملتی اللہ تعالےٰ قرآن مین فرماتا ہے - لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سُکاریٰ - جبکہ خود
نماز فرض کے لیے نشے کی حالت مین ایسا حکم دیا تو دوسرے کامون پر کیا حکم ہوا اگر کسی راہ رو پر
کوئی دیوانہ کیچڑ ڈالدے تو اُس راہ رو کی عزت مین کیا بٹا لگے گا تم اس کا دل مین کچھ خیال
نکرو بادشاہ نے اسطرح اُنکی تشفی کی اور اپنے ساتھ لائے لیکن اُنھون نے بھی نہ دیکھ کر کامون سے
ہاتھ کھینچا ایکدن بادشاہ نے کثرت نشۂ شراب مین ہرکارون کے جمعدار کو حکم دیا کہ جلو کے
آدمی تیار ہون جو فوج حاضر تھی حسب الحکم تیار ہوئی اعتماد الدولہ نے بنظر حفظ ماتقدم صاحب
رزیڈنٹ کو در پردہ اطلاع دی کہ ہوشیار رہین مگر یہ بات کچھ اصل نہ رکھتی تھی دوسرے روز
رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس آکر دریافت کیا بادشاہ نے جوابدیا کہ آپکو کیونکر معلوم ہوا
اُسنے کہا کہ اعتماد الدولہ نے ہمکو خبر دی تھی یہ صورت بادشاہ کو نہایت ناگوار خاطر ہوئی
اور آئینۂ دل مین تازہ غبار کدورت جم گیا آخر اس کش مکش مین اعتماد الدولہ سنہ ۱۲۴۶ ہجری
مین جہان فانی سے گذرے جبتک زندہ تھے باوجود بیکاری و خانہ نشینی کے بادشاہ بیگم کے
لحاظ سے کہ اُنکے ساختہ و پرداختہ تھے نیابت اُنھین کے نام پر رہی - شبیہ کربلا مین جسکو
میر خدابخش نے تعمیر کیا تھا اُنکا جنازہ دفن کیا گیا فقط دو لڑکیان اولاد مین رہین جو میر حامد علی
اور میر حیدر حسین قوم سادات کے ساتھ منعقد تھین - بعض تاریخون سے ثابت ہوتا ہے
کہ چوبیس لاکھ روپے بادشاہ نے اپنے خزانے سے اعتماد الدولہ کے وثیقے کے لیے - مسٹر مورڈنٹ
رکیٹ صاحب کی معرفت جمع کرلے تھے - اعتماد الدولہ کا وثیقہ اُن دونون داما دون

وغیرہ پر جو حصہ دار تھے تقسیم ہوا ۔ آخر کار یہ دونون داماد لکھنؤ سے نکلکر دہلی کو چلے گئے اور وہین سکونت اختیار کی ۔

ظفر الدولہ کے بیٹے اور داماد کہ بعض اُن مین سے وزیر سلطنت کے ہمسر تھے اور انتظام سلطنت مین دخیل تھے

ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کے بڑے بیٹے محمد علی خان کا اقبال الدولہ خطاب تھا اور عہدہ جرنیلی کی نیابت اُن سے متعلق تھی جو کیوان جاہ کے پایہ نام تھا اور فتح علی خان کے دوسرے بیٹے کا خطاب مکرم الدولہ اور تیسرے کا خطاب مجد الدولہ تھا ان دونون کے متعلق پلٹنین تھین اور فتح علی خان کے یہ تین داماد تھے ایک مرزا حسنو جنکے سپرد جلیبی توپخانہ تھا دوسرے میر علی اکبر پسر میر علی شیر یہ بائیسی پلٹن کے نفتا تھے اور تھوڑے سے سوار بھی اُنکے ماتحت تھے تیسرے محمد میر یہ سادات بارہ کے گھرانے سے تھے اور عدالت انکے سپرد تھی اقبال الدولہ پر بادشاہ کی بڑی مہربانی تھی یہانتک کہ انکا منھ دیکھ کر خوابگاہ سے اُٹھتے تھے اور ہر وقت عیش وعشرت کے جلسون مین اُنکو شریک رکھتے تھے اور اُنکے متعلقہ کامونکو منشی غلام مرتضی مرثیہ خوان پسر ملا محمد روضہ خان سر انجام دیتا تھا اقبال الدولہ کی بدولت غلام مرتضی کی خوش گلوئی اور الحان دلکش کے ساتھ مرثیہ خوانی بہت ثروت وشہرت کو پہونچی تھی ۔

نجم الدولہ جعفر علی خان

جعفر علی خان ابن مظفر علی خان ابتداے شباب مین اپنے باپ سے رنجیدہ ہوکر

مہاراجہ دولت راؤ سیندھیا کے لشکر مین چلے گئے اور اُسکی ملازمت حاصل کی۔ جب نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ تخت نشین ہوئے تو پُرانی محبت کی وجہ سے شتر سوار کو دو ہزار روپون سمیت بھیجکر جعفر علی خان کو گوالیار سے بلواکر عہدۂ توپخانۂ سلیمانی عطا کیا اور پانسو روپے تنخواہ مقرر کردی اور بادشاہ کے مصاحب و ندیم ہوگئے وہ آبرو بہم پہونچائی کہ درباری آتش حسد مین جلنے لگے تاج الدین حسین خان نے فتنہ و فساد کی وہ آگ بھڑکائی کہ جعفر علی خان کی گرم بازاری سرد ہوگئی۔

رام دیال کا اپنی بہن کو بادشاہ کے محل مین پہونچاکر راجگی کا خطاب اور عزت پانا

بینی رام لکھنوی ساکن محلہ چکلہ مرد حلیم و شحیم خوش وضع و سفید پوست تھا سپاریان بیچا کرتا تھا اور لین دین کرتا تھا صاحب تقدیر تھا کہارون کا جمعدار بھوانی مہر امر گیا اُسکے پاس چھ سات لاکھ روپیہ نقد تھا وہ زر بے محنت بینی رام کے ہاتھ آیا۔ اور اس روپے کی بدولت عاملون سے پوتہ داری کے ذریعہ سے زر کثیر حاصل کیا۔ عاشورن نام ایک لکھنوی طوائف سے رسم آشنائی بڑھاکر اُسکو گھر مین ڈال لیا اُس کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی بیٹے کا نام احمد علی رکھا جب بینی رام نے انتقال کیا تو ایک بیٹا منالال عرف رام دیال ہمقوم عورت سے بھی چھوڑا وہی ساہوکارے کی کوٹھی اور تمام مال و اسباب کا وارث بنا چالاک تھا کہ جوہر فروشی کی بدولت صاحبزادگی سے محل شاہی مین اُسکا لین دین تھا اب بادشاہ کے دربار تک رسائی بہم پہونچائی اور اپنی سوتیلی بہن کو جو عاشورن طوائف سے تھی بادشاہ کے پاس پہونچایا جس نے

محلات شاہی مین داخل ہوکر پھول محل خطاب پایا اور رام دیال کو راجگی کا خطاب عطا ہوا

سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین اعتماد الدولہ کے تنزل سے رام دیال کی کارگزاری کا ستارہ چمکا اور تمام معاملات پر اُس کا حکم جاری ہوا بلکہ عمال کا عزل نصب اُسکی رائے سے ہونے لگا اور رزیڈنٹ کے پاس بادشاہ کی طرف سے سفارت بھی کرتا۔ اور رزیڈنٹی کے خزانچی سے راہ ورسم پیدا کر کے اُسکی وجہ سے غلام حسین میر منشی رزیڈنٹی سے صورت اتحاد نکالی بلکہ رزیڈنٹی کا تمام عملہ بھی اُسکی توقیر کرتا تھا۔ لیکن بے علم کندۂ ناتراش تھا جب سر ہربرٹ مڈک لکھنؤ کے رزیڈنٹ ہو کر آئے اور اُنھون نے ایکدن رام دیال سے دریافت کیا کہ آپ کا فراج کیسا ہے تو اُس نے جوابدیا کہ پیٹ نفس (نفخ) بہت رہتا ہے یہ سُن کر صاحب رزیڈنٹ نے جانچ لیا کہ یہ شخص بڑے اور ذمے داری کے کام کے قابل نہین یہانتک واقعات سنہ ۱۲۴۴ ہجری کے تھے۔

دو رقاصہ عورتون کی سرفرازی ممن خان اور محمد بخش کی ترقی ایک مجنون کی عجیب حرکت

مسند نشینی سے تیسرے سال سنہ ۱۲۴۵ ہجری مین جشن موقوف رہا۔ لیکن دو رقاصہ عورتون کو جن کا نام حسینی تھا اپنی صحبت کے لیے پسند کر کے ایک کو بادشاہ محل خطاب دیا اور دوسری سُلطان محل۔

دو لڑکے تھے ایک کا نام ممن خان تھا اور دوسرے کا محمد بخش یہ دونون غازی الدین حیدر کے پانوٗن داباکرتے تھے اُنکو نصیر الدین حیدر نے منظور نظر فرما کر بڑے رتبے پر پہونچا دیا ممن خان کو اول ارباب نشاط کا داروغہ بنایا پھر فوج کی حکومت دی اور خواص

شاہی مین بڑے رتبے پر پہونچایا۔
اسی سنہ مین ایک روز کا قصہ ہے کہ بادشاہ ظہر کے بعد مُکھ بلاس نامے مکان کی چھت پر حجامت بنوا رہے تھے اور اقبال الدولہ اُسوقت حاضر تھے ممن خان اور محمد بخش دونون نماز کے لیے چھت سے تلے اُتر رہے تھے کہ ایک دیوانہ آدمی شمشیر برہنہ ہاتھ مین لیے اور بندوق کاندھے پر رکھے بے محابا موتی محل کے دروازے سے محل کے اندر گھُسا راجہ شیودین اور دربان وہان بیٹھے ہوئے تھے اُنھون نے منع کیا اُنکو تلوار سے ڈرا کر بھگا دیا اور مکھ بلاس کی طرف قدم بڑھایا جو کوئی اُسے روکنا چاہتا تلوار سے دھمکا کر بھگا دیتا تلوار کی آنچ کی کوئی تاب نہ لا سکا دور سے لوگ ڈراتے پاس نہ آتے نجم الدولہ کی دور سے اُس پر نظر پڑی وہ بھی پاس نہ آسکے دیوانخانہ اُنکے باپ کے ماتحت تھا اُنھون نے چوبدارون کو حکم دیا کہ اسے روکین مگر کسی مین یہ جرأت نہ تھی کہ قریب جاکر اُسے منع کرتا وہ بڑھتے بڑھتے مکان مذکور کے زینے تک پہونچ گیا بادشاہ اس دیوانے کی جرأت اور لوگون کے شور وغل سے متحیر تھے ممن خان اور محمد بخش تلے سے اوپر چڑھے اور جون ہی اُس دیوانے نے پہلے زینے پر قدم رکھا اور چاہا کہ بادشاہ تک پہونچے ممن خان نے چالاکی و چستی کر کے فوراً ایک ہاتھ کمر مین ڈالا اور دوسرے سے اُسکی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا یہ ضعیف اور دیوانہ قوی ہیکل تھا لیکن محمد بخش نے ممن خان کی مدد کر کے اُسے تلوار مارنے کی فرصت ندی دونون نے اُسے زمین پر دے مارا تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اب نجم الدولہ دلیری کر کے دور سے دوڑے اور اُسکی بندوق دونون ہاتھون سے پکڑ کر اس زور سے سر پر ماری کہ سر کی ہڈیان پارہ پارہ ہو کر بھیجا ناک کی راہ بہ گیا اور فوراً مر گیا بادشاہ ممن خان کی جرأت سے بہت خوش ہوئے تعریف کی خلعت فاخرہ اور کئی ہزار

روپے عنایت کیے اور ہر ایک محل سے ہزارون روپیہ انعام مین ملا - لیکن بادشاہ بیگم نے سب سے زیادہ دیا - اُس دن سے ممن خان کی آبرو سب مین بڑھ گئی اور بادشاہ کے دل مین پکڑ کرا مرامین داخل ہو گیا -

نئے رزیڈنٹ کا بادشاہ کو سمجھانا کہ انتظام ملکی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے رام دیال کا کیوان جاہ کے نسب کی تحقیق کی علت مین ندامت اُٹھانا

ایم رکیٹ صاحب رزیڈنٹ نے لکھنؤ کے معاملات مین اتنی چشم پوشی کی کہ آخر کار بدنام ہو گئے اور میر منشی غلام حسین کی وجہ سے کہ نہایت راشی اور طامع تھا بدنام ہو کر سنہ ۱۲۴۵ھ مین لکھنؤ کی رزیڈنسی سے اُنکی تبدیلی ہو گئی - صاحب رزیڈنٹ نے وقت رخصت بادشاہ سے یہ بات کہی کہ مین نے اکثر خیر خواہی کی راہ سے آپکو سمجھایا - لیکن آپ نے بمقتضاے شباب کہ انجام اُسکا خراب ہے میری نصیحت پر عمل نکیا اور مجھکو بدنامی نصیب ہوئی لیکن مین یقین کرتا ہون کہ پہلے روبکاری رزیڈنٹ منصوب سے کیوان جاہ اور فریدون بخت کے باب مین پیش آئے گی کہ وہ شاہزادے ہین یا نہین یہ صاحب تو بادشاہ کے کان کھولکر یہان سے چلے گئے اور ناوک صاحب قائم مقام رزیڈنٹ ہو کر آئے اور وہ بخط مستقیم ڈاک کے ذریعہ سے بلا انتظار استقبال یکایک لکھنؤ مین داخل ہوئے چونکہ یہ طریقہ آئین قدیم کے خلاف تھا اسلیے بادشاہ کے پسند نہوا - اس رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نصیحت شروع کی اور اُنکے کان کھولے کہ دن رات نشۂ شراب مین رہنا عقل سے دور ہے اور رنڈیون کی صحبت مین پڑا رہنا بہتر نہین اور رام دیال جیسے آدمی کی

مدار المہامی باعث آغاز بدانجامی ہے۔ بادشاہ اور رزیڈنٹ کے درمیان آمدو رفت اور پیام وسلام کا دروازہ رام دیال پر بند ہوا بادشاہ کو یہ نصیحت مصلحت آمیز پسند نہ آئی مگر رزیڈنٹ کی خاطر سے پرچۂ پیام چوبدار کے ذریعہ سے جاری رہا اور اگر مشکل کام پیش آتا تو نجم الدولہ کے ذریعہ سے انجام پاتا۔

رام دیال کی طرف سے رزیڈنٹ کی زیادہ تر ناخوشی کا سبب یہ امر تھا کہ انھون نے اُس سے ایکدن دریافت کیا کہ کیوان جاہ بادشاہ کا بیٹا ہے یا نہین اسکی تحقیق کر کے ہمکو خبر دو اور یہ بات کہکر تاکید کردی کہ یہ راز بادشاہ پر نہ کھلے اس بنئے کے پیٹ مین پانی کب ہضم ہوتا تھا یہ ماجرا بادشاہ تک پہونچایا اُنھون نے تیسرے روز ملاقات مین رزیڈنٹ سے شکایت کی کہ آپکو ایسے امر کی ہم سے تحقیقات چاہیئے کہ بیٹے کی پیدایش کی اطلاع باپ کو اچھی طرح ہوتی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ اسکی مان میری ممتوعہ تھی لیکن خلد مکان اور مریم مکانی کے خوف سے اس بات کو چھپائے رکھا تھا جبکہ وہ حاملہ ہوئی اور وضع حمل کا زمانہ قریب آیا تو بچہ کی پیدائش اپنے محل مین مناسب نہ جانکر اُسکے مکان کو روانہ کر دیا تھوڑے دنون کے بعد بیٹا پیدا ہوا ہر چند یہ بات چھپائی لیکن زبان بزبان مریم مکانی کے کانون تک پہونچی اُنھون نے بچے کی پرورش غیر جگہ اپنی شان کے خلاف سمجھکر عورت کو معہ بچے کے اپنے پاس بلا لیا اور خلد مکان کے خوف سے یہ مشہور کیا کہ یہ عورت دودھ پلانے آئی ہے۔

رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ بالکل بہتان ہے کسی نے مجھ پر باندھا ہے مجھکو ایسے معاملات سے کیا کام آپ اُس کا نام تو بتائین تا کہ معلوم ہو جائے کہ کس آدمی نے کہا ہے۔ کلام اُس کا اعتماد کے قابل ہے یا نہین بادشاہ نے رام دیال کا نام بتا دیا صاحب کو پہلے ہی سے

رام دیال کا گمان تھا کیونکہ سوا اُس کے کسی اور سے اُنھون نے اسکا چرچا نہین کیا تھا جب بادشاہ نے نام اُس کا بتادیا تو رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ شخص حرام زادہ اور مفتری ہے جھوٹی بات بناتا ہے اور دونون سرکارون مین فساد ڈالتا ہے حضرت اُسکے جھوٹے قول پر اعتماد نکرین اور ایک ایسے بنیے سے سفارت کا کام نہ لین کہ نہ وہ اسرار بادشاہی کے قابل ہے اور نہ ہم لوگون کی ہم کلامی کے لائق - محتشم خانی مین واقعات ۱۲۴۵ھ ہجری مین اسیطرح لکھا ہے -

مڈک صاحب کا رزیڈنٹی پر مقرر ہونا اور فریدون بخت کے نسب کی تحقیق

۱۲۴۶ھ ہجری مین جشن مسند نشینی ملتوی رہا اور مسٹر مڈک صاحب کی آمد کی خبر گرم ہوئی جنکے نام اصالتاً رزیڈنٹی کا عہدہ تھا - بادشاہ اور قائم مقام رزیڈنٹ باوجود کشیدہ خاطری کے ضرورتاً عالم نگر تک کہ استقبال کی حد وہان تک مقرر تھی استقبال کو گئے اور ملاقات کرکے بادشاہ اپنے ہاتھی پر بٹھاکر فرح بخش مین لائے اور رسوم معمولی سے فراغت پاکر رخصت کیا قائم مقام رزیڈنٹ کو اتنا رنج تھا کہ گوٹے کا ہار فرح بخش ہی مین چھوڑکر چلے گئے ادھر سے بھی کسی نے نہ پوچھا اور اپنے مستقل عہدے پر دوسرے شہر کو روانہ ہوگئے ایکدن رزیڈنٹ نے بادشاہ کو پیام دیا کہ معتمد الدولہ کو ہمارے پاس بھیجدینا چاہیئے اُن سے کچھ باتین کہنا سننا ہین - بادشاہ نے اُنکا رزیڈنٹ کے پاس جانا مصلحت کے خلاف سمجھا اور اجازت ندی آخر کار رزیڈنٹ نے بطور خود معتمد الدولہ کو جو دراصل انگریزی قیدی تھے بادشاہ کی اجازت کے بغیر اپنے پاس بلالیا اور اُن سے رزیڈنٹ سابق اور عملۂ رزیڈنٹی کی رشوت ستانی کا حال تحقیق کیا مگر معتمد الدولہ نے ہرگز افشاے راز نکیا اور کہا ؎ آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

گڑے ہوئے مُردے اُکھیڑنا اور ناحق اس فکر و محنت مین دل کو پریشان کرنا ضرور نہین جو کچھ مناسب وقت تھا طرفین سے ظہور مین آیا۔ سرہربرٹ مڈک اس جواب سے بے حد خوش ہوئے لیکن کونسل کے حکم سے مجبور تھے۔ اور اسبات کی تحقیقات منظور تھی اس لیے غلام حسین میر منشی رزیڈنٹی کو طلب کیا بادشاہ نے اقبال الدولہ کو اجازت دی اُنکے حکم سے راجہ بختاور سنگھ سوار لیکر اُس کے مکان پر پہونچا اور صورت محاصرہ ظہور مین آئی۔ غلام حسین نے دیکھا کہ عزت و آبرو جاتی ہے پستول بھر کر اپنے پیٹ پر خالی کیا۔ قضا پر سوار تھی پُرارمان اور لاولد جہان سے گذرا اور اُسکے دو خدمتگار جو محرم اسرار تھے بندوق کی گولیان کھاکر اپنے آقا کے پیچھے پیچھے راہی ملک عدم ہوے اُس کا تمام مال و اسباب ضبطی مین آیا۔ التفات حسین خان میر منشی گری سے سرفراز ہوا لیکن روبرو بیٹھنے کی قدرت نہ تھی اور نہ کسی کام مین دم مارنے کی قوت۔

ایم رکیٹ صاحب کی بدنامی کے باعث یہ تین شخص تھے (۱) تاج الدین حسین خان کہ اس زمانے مین نظربند ہوگئے تھے (۲) ساہ بہاری لال اُسنے یہ کہکر اپنا دامن پاک کیا کہ مین مہاجنی پیشہ ہون مجھکو معاملات شاہی سے کیا کام (۳) رام دیال کہ اسی کے سر پر بدنامی کا ٹوکرا رہا۔

دشمن کہتے ہین کہ نصیرالدین حیدر مین رجولیت کی قوت نہ تھی

تاریخ مناجان مین لکھا ہے کہ سرہربرٹ مڈک رزیڈنٹ نے مناجان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے کے باب مین بھی تحقیقات کی بادشاہ بیگم نے ظاہر کیا کہ طفل مسطور کا حمل دو سال سے زیادہ تک رہا اور عوام مین یہ بات مشہور تھی اور معتمدالدولہ کے اظہار سے جو مڈک صاحب کے

سامنے ہوا تھا ثابت ہوا کہ نصیر الدین حیدر مین ابتدا سے رجولیت کی قوت نہ تھی اور وہ عورت سے صحبت کرنے کی بالکل قابلیت نہین رکھتے تھے اس لیے بیگم صاحبہ موصوفہ اُنکی اولاد کی طرف سے مایوس ہو گئی تھین اور فریب و حیلہ سے یہ لڑکا بہم پہونچایا تھا۔

منتظم الدولہ مہدی علی خان نے بھی مڈک صاحب کے پاس گواہی دی کہ بادشاہ اودھ یعنی نصیر الدین حیدر نے مجھ سے مفصل اور مشرح فرمایا تھا کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت دونون میرے اصلی بیٹے نہین ہین اور اسبات کا افسوس کرتے تھے کہ کوئی فرزند وارث تاج و تخت مجھ سے پیدا نہین ہوا مڈک صاحب نے یہ بیان یکم جنوری ۱۸۳۱ء مطابق ۱۶ رجب ۱۲۴۶ھ کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا۔

تنبیہ اوپر محتشم خانی کی روایت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہ اپنی زبان سے کیوان جاہ کے اپنا صلبی بیٹا ہونے کا اقرار کر چکے ہین۔

تنبیہ دوم محتشم خانی وغیرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اولاد کے لیے درویشون سے چارہ جوئی کی اس سے مستفاد ہوا کہ اُن مین قوت رجولیت تھی اگر نہ ہوتی تو وہ اسبات کی کوشش کیون کرتے علاوہ اسکے عورتون کے ساتھ اُنکی ہمبستری کرنے کے واقعات بھی پائے جاتے ہین۔

منصب وزارت۔ رام دیال کی گرفتاری

اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اُنکے عہدے کے دو شخص خواہان تھے (۱) اقبال الدولہ (۲) رام دیال جو سرکار انگریزی کا گناہگار تھا۔

انگریزون کا دستور ہے کہ اُن مین سے جو شخص عہدے سے کنارہ کش یا معزول ہو کر

جاتا ہے وہ اُس مقام کے تمام حالات اور آدمیون کی کیفیت اپنے جانشین کے لیے لکھ جاتا ہے تاکہ اُسکے موافق ہر ایک کے ساتھ برتاؤ اور سلوک اور بندوبست کرے چونکہ ناوک صاحب رام دیال سے بیحد مکدر اور رنجیدہ خاطر تھے اُسکی بے حقیقتی اور کم اصلی اور تنک ظرفی کے معاملے مین ایک تحریر مڈک صاحب کو دے گئے تھے اسلیے صاحب موصوف اُسکی ملاقات کے روادار نہ تھے۔ اس عرصے مین کسی شخص نے رام دیال کو خبر دی کہ رزیڈنٹ نے تیری شکایت فلان تاریخ گورنر جنرل کو لکھی ہے۔ رام دیال نے اپنے رفیقون کو حکم دیا کہ ایسا بندوبست کرنا چاہیے کہ گورنر جنرل کی طرف سے جو جواب آئے وہ رزیڈنٹ تک نہ پہونچ سکے اُنھون نے بعض ڈاکوؤن سے ملکر اُنکو اسبات پر آمادہ کیا کہ قاصد کو راستے مین قتل کرکے گورنر جنرل کا جواب چھین لین چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ خط رام دیال کے پاس آگیا یہ شخص انگریزی جانتا نہ تھا کسی انگریزی خوان سے مضمون معلوم کرلیا۔ بعض آدمی رزیڈنٹ کے ملنے والے رام دیال سے ناخوش تھے اُنھون مفصل خبر اس کرتوت کی مڈک صاحب کو دی وہ تو پہلے ہی رام دیال کی شکل سے متنفر تھے اور اُسکے خراب کرنے کی فکر مین تھے یہ سُنتے ہی فوراً بادشاہ کے پاس گئے اور اُس کی بہت کچھ شکایت کی بادشاہ نے رزیڈنٹ کی خاطر سے اُس سے چشم محبت چرائی اور دو کمپنیان بھیجکر گرفتار کرا کر ٹیڑھی کوٹھی مین قید کردیا اس برگشتہ بخت کو تمناے رہائی اور آرزوے منصب مدار المہامی مین ایک مدت گذری مگر آرزو بر نہ آئی۔

اب سفارت کا عہدہ اکبر علی خان پسر امیر الدولہ حیدر بیگ خان کو ملا مگر بادشاہ کا نائب کوئی نہوا یہ شخص ہر کام مین بیحد محتاط تھا اس لیے اکثر کامون کے اجرا مین التوا کرتا تھا لوگ اُسکی کارروائی کو بے سلیقگی پر حمل کرتے اور اُسکی وضع قدیمی کو جو طرز جدید کے منافی تھی بُرا جانکر متواتر بادشاہ تک شکایتین پہونچاتے کہ اس شخص سے کسی کام کی امید نہین۔

مخدرۂ علیا کے ساتھ آشنائی کی تہمت مین اقبال الدولہ کا پایۂ اقبال سے گر جانا

ظفر الدولہ کے بیٹے اقبال الدولہ کا ستارۂ اقبال ایسا چمکا کہ تمام انتظام مالی و ملکی اُنکی ذات سے وابستہ تھا اور ان کامون کی کارپردازی غلام مرتضیٰ سے متعلق تھی اقبال الدولہ کی وجہ سے عہدۂ سفارت کلکتہ بھی منشی غلام علی خان سے نکالکر حکیم ظفر علی کے نام قرار پایا دو ڈھائی برس اقبال الدولہ کا خوب طوطی بولا آخر ہر کمالے را زوالے ارباب حسد پیشہ آتش رشک مین جلنے لگے مخدرۂ علیا کے ایک خواجہ سرا سے جسکا نام مسرت تھا نہایت عداوت پیدا ہوگئی خواجہ سرا اقبال الدولہ کی خرابی کی فکر مین تھا مخدرۂ علیا کے پاس ایک عورت رہتی تھی جس کا نام امیر بہو تھا یہ عورت اقبال الدولہ کے بھائی کے ساتھ دور کا رشتہ رکھتی تھی اور اقبال الدولہ کے مکان پر اکثر آیا جایا کرتی تھی چونکہ یہ عیاش آدمی تھے اور وہ بھی بدچلن تھی لوگون نے سمجھا کہ ان دونون کی باہم آشنائی ہے اقبال الدولہ کو بادشاہ کے پاس بیحد رسوخ تھا اکثر آدمی اپنا کام نکالنے کو اُن سے رجوع رکھتے تھے مخدرۂ علیا بھی اقبال الدولہ کے خوش رکھنے کو امیر بہو کی معرفت تحفے بھیجا کرتی تھین اِن تحفون مین سے اکثر وہ چیزین بھی تھین جو بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو عطا کی تھین ایکدن ایک انگریزی قسم کا تھان جو نہایت تحفہ و کمیاب تھا بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو دیا اُنھون نے وہ تھان اقبال الدولہ کو بھیجا نوجوان آدمی تھے بدنامی کا تو خیال نکیا چند ماہ کے بعد اُسکی قبا سلوا کر دربار مین پہن کر جانے لگے مسرت خواجہ الزام لگانے کی تاک مین تھا ہی اُس کپڑے کو پہچان کر بادشاہ سے عرض کیا کہ مخدرۂ علیا کو

اقبال الدولہ کے ساتھ اتنی محبت ہوگئی ہے کہ انکو خفیہ ڈولی کی سواری مین محل مین بلاکر
رات بھر اپنے پاس رکھتی ہین اور دو گھڑی رات باقی رہے باہر روانہ کر دیتی ہین۔ خانہ زاد
کے قول کی صداقت پر یہ دلیل ہے کہ جو اچھے اچھے سامان حضور مخدرہ علیا کو بخشتے ہین وہ
اقبال الدولہ کو عنایت کر دیتی ہین چنانچہ فلان انگوٹھی جو حضور نے بیگم کو دی تھی وہ اقبال الدولہ
کی انگلی مین ہے اور فلان تھان کہ جس کا نظیر شہر بھر مین نہین اسکی قبا اقبال الدولہ کے بدن پر
ہے حضور تجاہل کر کے اُن سے پوچھین کہ یہ تھان تمھارے پاس کہان سے آیا یقین ہے کہ جواب
دینگے کہ بازار سے خرید کیا ہے حضور فرماوین کہ ایک دوسرا ایسا ہی ہمارے واسطے بھی لاؤ اگر
لادیا تو خانہ زاد کا قول جھوٹ سمجھا جائے ورنہ خانہ زاد سچا ہے اب بادشاہ نے اُن چیزونکو
دیکھکر پہچان لیا اور تجاہل کے طور پر اقبال الدولہ سے دریافت کیا اُس نے وہی جواب
دیا اور حضرت نے بھی وہی سوال کیا اقبال الدولہ نے قیاس کیا کہ اگر بازار سے خریدا ہوگا
تو دوسرا بھی ملجائیگا ورنہ بیگم سے دوسرا طلب کر کے دیدونگا تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی
تھان تھا اور بادشاہ نے بیگم کو دیا تھا اسطرح کا دوسرا تھان نہ سرکار مین ہے نہ بازار مین
اب اقبال الدولہ سٹ پٹائے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ ان دو تین دن مین بہت تلاش کیا
دوسرا تھان نہ ملا بیچنے والا کہتا ہے کہ یہ ایک ہی آیا تھا بادشاہ نے بائع کو بلایا تو وہ بھی میسر
نہ آیا پھر انگوٹھی کا حال دریافت کیا اُسکا بھی اقبال الدولہ نے فریبانہ جواب دیا بادشاہ نے
اُنکو اپنے دربار سے نکلوادیا اور حکم دیا کہ کبھی ہمارے سامنے نہ آئین باپ کی مروت سے اس پر
خیر گذری کہ انکی منکوحہ مندرا رقاصہ کو جو بادشاہ کی اجازت سے نکاح مین آئی تھی اور صاحب
اولاد تھی اُنکے گھر سے نکلوا کر پھر چکلے مین بٹھادیا کہ جو اپنے ناچ گانے کے کسب مین مشغول ہوگئی
ورنہ خدا جانے کیا خرابی برپا ہوتی اقبال الدولہ کا کارخانہ درہم برہم ہوا اور جرنیلی کی نیابت کا

عہدہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کا لکھنؤ مین ورود

جب اعتماد الدولہ نے قضا کی اور اقبال الدولہ خانہ نشین ہوئے اور راجہ رام دیال قید ہوا اور ظفر الدولہ نے جن پر اس خاندان شاہی کی خیر خواہی ختم تھی باوجود عنایت بادشاہ اور منظوری رزیڈنٹ کے وزارت سے کنارہ کیا تو اب کوئی شخص لکھنؤ مین اس منصب کے سنبھالنے کے قابل نہ رہا اور بادشاہ کا مزاج عیش پسند تھا وہ عورتون کی صحبت مین رہتے تھے یہانتک کہ محلات سے برآمد ہونا بھی موقوف ہوا اور فرشتون کی رسائی وہان تک محال تھی ارباب نشاط کے مشورے پر انتظام سلطنت تھا منشی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ بادشاہ سلامت محلون کے پلے ہوئے تھے وہ سوائے زنانی باتون کے مردانی باتین سلطنت کی کیا جانتے سر ہربرٹ مڈک نے کہا کہ جبتک کوئی وزیر اپنا لائق مقرر نکروگے ہم تمھاری بات نہ پوچھین گے لارڈ ولیم بن ٹنگ نے بھی دھمکی دی تھی کہ ملک کا انتظام کرو نہین تو سارا ملک سرکار کمپنی خود لے لیگی اور بندگان خدا کو ظلم سے چھڑا دے گی جب بادشاہ کی جان کو یہ بڑی آن کر بنی تو ایک لائق فائق نائب کی تلاش ہوئی

حکیم مہدی علی خان کا بھی حال سُنئے کہ جسدن سے وہ لکھنؤ سے گئے تھے لکھنؤ کی وزارت کی تمنا مین ہزارون روپے بگاڑ رہے تھے دربار شاہی کے آدمیون کو گانٹھ رہے تھے محلات کی بیگمات سے لاکھون روپے پیش کرنے کا وعدہ کر رہے تھے اور ہر مہینے بادشاہ کو عرضی بھیجتے اُس مین اپنی خیر خواہی کی باتین لکھتے کہ فدوی ملک کا نہایت اچھا انتظام کریگا ملازمین کی تنخواہ تمام و کمال اپنے پاس سے دیگا معتمد الدولہ کو قید کرا کر اُن کا وثیقہ باطل کرائے گا

بادشاہ کے دل مین بھی یہ بات سما گئی تھی کہ اکبر علی خان سے کچھ نہو سکے گا ان عرائض کو دیکھکر
بادشاہ کی طبیعت اُنکی طرف مائل ہوئی اپنے ندیمون اور مصاحبون سے مشورہ کیا ان دنون
رجب علی قوال بادشاہ کو ستار بجانا سکھاتا تھا اُس نے اپنا راگ چھیڑا کہ حکیم مہدی علی خان
معاملات سلطنت کا بخوبی انتظام کر سکتے ہین یہ کاوش بغیر اُنکے دور ہونا دشوار ہے فقیر محمد خان
اور انتظام الدولہ داروغۂ دیوانخانہ وغیرہ نے بھی اسکی تائید کی بادشاہ بیگم نے بھی مشورےکے
وقت حکیم مہدی علی خان کی قدامت پر نظر کرکے بادشاہ کا مزاج اُنکی طرف راغب کیا یہ
مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور بدون صلاح صاحب رزیڈنٹ کے حکیم مہدی علی خان کی
طلبی مین شقہ مظفر علی خان کے داماد بندہ حسن کے ہاتھ سنہ ۱۲۴۶ھ ہجری مین فرخ آباد کو حکیم صاحب
کے پاس بھیجا وہ بھی بے اجازت اور تحریر گورنر جنرل کے ڈاک کی سواری مین لکھنؤ پہونچے
اول بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی پر پہونچکر نذر دی بعد اسکے بادشاہ کی ملاقات سے سرفرازی
حاصل کی بادشاہ نے حکیم صاحب کی رزیڈنٹ سے ملاقات کراکے کہلایا کہ یہ اس ریاست کے
نمکخوار قدیم اور منتظم اور دیانت دار ہین اور امور مالی و ملکی مین تعلیم نواب سعادت علی خان سے
حاصل کی ہے مین اس تدبیر مین ہون کہ انکو دخل دیکر انکے ہاتھ سے کام لون رزیڈنٹ نے
جوابدیا کہ آپ ملک کے مالک ہین جو کچھ آپکو مناسب معلوم ہو عمل مین لائیے۔

رزیڈنٹ کے مشورے کے بموجب بادشاہ کا حکیم مہدی علی خان کو خلعت وزارت دینے مین تامل کرنا

حکیم مہدی علی خان نے ٹیڑھی کوٹھی مین قیام کیا بادشاہ نے اُنکی اتنی قدر و منزلت کی
کہ حضور لقب دیا۔ جیساکہ ہت پرشاد کی ملخص تاریخ اودھ مین مذکور ہے لیکن گورنر جنرل کے

ایک مراسلے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا خطاب خود بادشاہ نے اپنی ذات کے لیے قبول کیا تھا چونکہ صاحب رزیڈنٹ کی رائے کے خلاف یہ امر ظہور مین آیا تھا اسلیے باہم دلون مین کدورت تھی حکیم صاحب نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا سارے کارخانون کا انصرام کیا زنانے کا خرچ گھٹایا مالگذاری کو عمدہ انتظام کر کے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا انتظام کیا مگر رزیڈنٹ کا دل حکیم صاحب سے صاف نہوا اکبر علی خان سفیر شاہی کی موقوفی کا بھی رزیڈنٹ کے دل کو صدمہ پہونچا جو انگریزی متوسل اکبر علی خان کے دوست تھے اُنھون نے رزیڈنٹ سے یہ بیان کیا کہ آپکی دوستی کی وجہ سے اکبر علی خان کو معزولی کا مُنھ دیکھنا پڑا۔

اسکے سوا حکیم مہدی علی خان متکبر آدمی تھے فرخ آباد مین انگریزون سے برابری کی ملاقات کرتے تھے لکھنؤ مین آکر لگے نائبون کے خلاف رزیڈنٹ سے ہمسری کا دعوی کرنے لگے اُنکے سامنے حقہ پیتے رزیڈنٹ ایک مدمغ انگریز تھا اُسکو یہ بات ناگوار گذری رزیڈنٹی کے عہدہ دارون نے رزیڈنٹ سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے آجتک کوئی نائب رزیڈنٹ سے ایسی نخوت سے نملا رزیڈنٹ گورنر جنرل کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ابھی سے جب اُنکا یہ حال ہے تو عہدۂ وزارت پر جم کر ہمکو کیا خیال مین لائینگے رزیڈنٹ کے دل مین حکیم صاحب کی طرف سے بہت کدورت پیدا ہو گئی اپنے چوبدارونکو حکم دیا کہ اگر ہمارے سامنے حکیم مہدی علی خان حقہ طلب کرین تو تم ممانعت کر دیجیو یہ خبر حکیم صاحب کو بھی پہونچ گئی دوبارہ رزیڈنٹ کے پاس گئے تو حقہ ساتھ نہ لے گئے مگر دل کو ناگوار بہت ہوا اور دونون کے دلون مین ایسی دشمنی پڑی کہ اُسکا دور کرنا محال تھا یہانتک کہ رزیڈنٹ اس فکر مین ہوا کہ حکیم صاحب کو اُکھیڑے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص سلطنت کا پُرانا بدخواہ ہے اس لیے کہ مسٹر جان بیلی رزیڈنٹ

سابق جو نفس الامر مین غازی الدین حیدر کے محسن تھے اُنھون نے شمس الدولہ کی ولی عہدی
کے باوجود بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے غازی الدین حیدر کو مسند نشین کیا اس شخص نے شمس الدولہ
کی دوستی مین جان بیلی صاحب کے چند قصور لکھ کر غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے گورنر جنرل
کے پاس بھجوائے اگر معتمد الدولہ سا خیر خواہ نہوتا تو غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے ریاست نکل جاتی
یہ وہی ریاست ہے جس مین حضور عیش و عشرت کر رہے ہین اس شخص نے شمس الدولہ کے
لیے جو کچھ تجویز کیا تھا غازی الدین حیدر کے اقبال اور معتمد الدولہ کی خیر خواہی سے وہ بات
ظہور مین نہ آسکی علاوہ اس کے یہ شخص گورنر جنرل کی اجازت کے بغیر لکھنؤ مین آیا ہے اسلیے
وزیر بنانے مین جلدی نکرنی چاہیے کیونکہ سابق مین صدر سے انکے لکھنؤ مین رہنے کی ممانعت
آچکی ہے جو دفتر مین موجود ہے گورنر جنرل عنقریب آنے والے ہین اُنکی تشریف آوری کے
بعد اُنکی صلاح سے جو کچھ کرنا ہو کیا جائے بادشاہ کا دل ان وحشت آمیز باتون سے متردد
ہوا اور خلعت وزارت حکیم صاحب کو ملنا گورنر جنرل کے آنے تک ملتوی رہا حکیم صاحب
نے جو دیکھا کہ تیر تدبیر رزیڈنٹ نشانے پر بیٹھا تو دوسری فکر مین مشغول ہوئے۔

بادشاہ کا سات خواصون کو ایک کوٹھری مین بند کرا دینا جن کا تشنگی سے تڑپ تڑپ کر مر جانا

سنہ ۱۲۴۶ ہجری مین بادشاہ کے مزاج مین عیش و عشرت نہایت بڑھ گیا تھا
رات کو شراب خواری کی کثرت ہوتی تھی اور چند خوبصورت خواصین زیور و پوشاک سے
آراستہ ہو کر صحبت مین رہتی تھین اور راگ کا زور ہوتا تھا ایکدن شب کے وقت
سات خواصون نے اتنی شراب پی کہ نہایت مدہوش ہو کر بادشاہ کے ساتھ شوخی اور بے ادبی

گرنے لگین اور مزامیر کے ذریعہ سے اتنی باہم زدوکوب کی کہ نغمات کے آلات تمام ٹوٹ پھوٹ گئے چند خواصین زخمی بھی ہوگئین جس سے بادشاہ کا عیش منغص ہوگیا بادشاہ نے تنبیہ وتادیب کے لیے سب کو ایک کوٹھری مین بند کردیا اور قفل لگوا کر کنجی اپنے پاس لیکر سو رہے زوال کے وقت تک کسی نے اُنکی واویلا اور فریاد پر توجہ نکی موسم کی حرارت اور نشۂ شراب کی گرمی اور کوٹھری کی تنگی وحبس کی وجہ سے پیاس کی فریاد کرتی تھین مگر کوئی اُنکے حال پر متوجہ نہوا یہانتک کہ نہایت بیتابی کے ساتھ ساتون مرگئین۔ بادشاہ بیدار ہوئے اور جب قفل کھلوایا تو سب مُردہ پائی گئین اُنکو نہایت رنج وافسوس ہوا ساتونکی لاش کو راجہ درشن سنگھ کے حوالے کیا گیا اُس نے سب کو ایک قبر مین دفن کرادیا ہرچند اخفا مین کوشش کی گئی مگر خون ناحق کب چھپ سکتا ہے خاص وعام سب کو خبر ہوگئی یہانتک کہ رزیڈنٹ تک یہ واقعہ پہونچا اور اُس نے حکیم مہدی علی خان سے تحقیق کیا حکیم صاحب نے کتنی ہی تاویلات کین مگر عذر بدتر از گناہ سمجھا گیا۔[۱]

حکیم مہدی علی خان کا خلعت وزارت پانا

مسٹر لوہم[۲] فرخ آباد کا جج تھا اس زمانے مین وہ اپنے عہدے سے علحدہ ہوکر کلکتے کو جارہا تھا حکیم مہدی علی خان نے دل مین خیال کیا کہ شاید اس سے کچھ کام نکل جائے اسلیے اُسکو تحریر کیا کہ آپ کلکتے کو جاتے وقت لکھنؤ ہوتے ہوئے جائیے یہان کی سیر بھی کیجیے اور بادشاہ سے بھی مل لیجئے مین نے اُنکو آپکی ملاقات کا مشتاق کردیا ہے چنانچہ صاحب مذکور حکیم صاحب کا طلبیدہ لکھنؤ مین آگیا مہدی علی خان نے اپنے مکان کے دروازے کے

---

[۱] دیکھو منتخب خانی ۱۲ [۲] بعض نسخون مین یونی ہم واقع ہے ۱۲

پاس ایک عالیشان خیمے مین ٹھہرایا اس سلطنت کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بڑا انگریز مہمان
آتا تو رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ سے ملتا مگر حکیم صاحب نے اپنے کام کے لیے خفیہ اپنے ساتھ
شب مین لیجاکر مسٹر لوہم کی بادشاہ سے ملاقات کرائی مسٹر مذکور نے بادشاہ کو سمجھا دیا اور
ایسی باتین کین کہ رزیڈنٹ کے کہنے سے جو بادشاہ کے دل مین فکر پیدا ہو گئی تھی وہ
جاتی رہی اور ۷۔ جمادی الاُخری ۱۲۴۶ھ ہجری مطابق ۱۴۔ نومبر ۱۸۳۰ء کو خلعت وزارت
دیکر منتظم الدولہ کے خطاب سے سرفرازی بخشی اگرچہ یہ خطاب مہدی علی خان کا پُرانا تھا
لیکن انکے اخراج کے بعد معتمد الدولہ نے غازی الدین حیدر سے تاج الدین حسین خان کو دلوا
دیا تھا رزیڈنٹ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس فکر مین مصروف ہوئے کہ جسطرح ہو سکے
حکیم مہدی علی خان کو یہان سے نکلوا دیا جائے اب تاج الدین حسین خان کا حال سُنیے
کہ ان پر اس درجہ حکیم مہدی علی خان نے زرباقی کا تقاضا کیا کہ آبرو پر آبنی قریب تھا کہ
عزت پر پانی پھرے لیکن یہ شخص خوش فکر تھا اور فارغخطی معتمد الدولہ کی موجود تھی اس نے منتظم الدولہ
سے تحریرات کے ذریعہ سے ملاقات بہم پہونچائی بالمشافہہ یہ مضمون کہا کہ معتمد الدولہ کی فارغخطی سے
بری اوپر باقیات کا نہونا ثابت ہے بہر حال جان و مال حاضر ہے مگر میری حرمت کا خون
کرنا مناسب نہین اگر میری عزت باقی رکھی جائیگی تو مین وہ تدبیر کرونگا جس سے آپ کے دل سے
رزیڈنٹ کی طرف سے فکر دور ہو جائیگی ایک نامی انگریز گورنر جنرل کے اسٹاف مین موجود ہے
نام اُس کا مک لائن ہے وہ میرا پکا دوست ہے اُسکے ذریعہ سے ایسی کوشش کیجائے گی
کہ گورنر جنرل کے دل مین آپکی طرف سے جگہ ہو جائیگی اور صاحب رزیڈنٹ کی طرف سے جو کاوش
آپ کے دلکو ہے وہ دور ہو جائیگی یہ بات سُن کر منتظم الدولہ کی افسردہ دلی کم ہوئی اور تاج الدین حسین خان
ہزار دل سے مہربان ہوئے اور مطالبہ زرباقی کی وجہ سے جو سختی اُنپر تھی اس عذاب سے نجات دی

مگر نظر بندی کا سلسلہ منقطع نہین ہوا - تاریخ اجودھیا مین حکیم مہدی علی خان کا اتنا طویل خطاب نقل کیا ہے - رکن رکین خلافت وجہان داری اعتضاد سلطنت مدار المہام عمدۃ الامرا وزیر الممالک منتظم الدولہ ناظم الملک مہدی علی خان بہادر سپہدار جنگ یار وفادار سپہ سالار فدوی خاص سلیمان جاہ بادشاہ غازی افوض امری الی اللہ

مڈک صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے رہائی پاکر کانپور مین سکونت اختیار کرنا

جب گورنر جنرل کے الہ آباد مین ورود کی خبر مشہور ہوئی تو رزیڈنٹ وہان جانے کو تیار ہوئے تاکہ مہدی علی خان کی طرف سے بہت سی شکایات کر کے لکھنؤ سے خارج کرائین اور انھون نے اپنی روانگی سے قبل معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے باہر چلا جانا بہتر خیال کیا کیونکہ اندیشہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل آگئے اور بادشاہ نے اُن سے کہا اور نائب نے لجاجت کی اور گورنر جنرل نے اس معاملے مین تعویق کی تو پھر معتمد الدولہ کا چھٹکارا مشکل ہو جائیگا اور واقع مین ایسا ہی ہوتا اس لیے رزیڈنٹ نے اُن سے بیس لاکھ روپے بادشاہ کو دلا کر اس بات پر رضامند کیا کہ وہ تمام نقد و جنس سمیت کانپور چلے جائین بادشاہ کے راضی ہونے کے بعد سواران انگریزی کی حفاظت مین کانپور کو روانہ کر دیا اور انکی املاک پر خود قبضہ کر لیا معتمد الدولہ اکتوبر ۱۸۳۱ء مین کانپور مین اقامت گزین ہوئے اس واقعہ کی میر فرد نے یہ تاریخ کہی ہے ؎

جناب معتمد الدولہ یعنی ضیغم جنگ	حشم سے جسکے ہے شرمندہ آج حشمت مہ
حسد سے چرخ جفا جو کے مثل یوسف وہ	فریب و مکر زمانے مین پڑ گیا ناگہ
وے تھا فضل الٰہی جو اُسکے شامل حال	چھلی نہ شیر کے آگے خدیعت روبہ

چھٹا جو مخمصے سے وہ عزیز مصر جلال — کی دل مین فرد کی تاریخ مخلصی نے جگھہ
سروش غیب سے آئی صدا کہ سال خلاص — محاق خدع سے نکلا وہ ماہِ کنعان کہ

اس تاریخ سے بارہ سو بیالیس عدد نکلتے ہین اور مفتاح التواریخ مین اسکو اسی سال کے واقعات مین لکھا ہے حالانکہ ۱۲۴۲ھ ہجری مین تو نصیر الدین حیدر مسند نشین بھی نہوئے تھے ۱۲۴۳ھ ہجری مین وہ مسند نشین ہوئے اور معتمد الدولہ قید ہوئے۔ معتمد الدولہ کی تمام جائداد لکھنؤ نزول سلطانی مین آئی۔ دم واپسین تک لکھنؤ کی ہوس وزارت نہ گئی اور اسی ارمان مین بہت جلد جان گئی دوشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۴۷ھ ہجری مطابق ۷ ۔ مئی ۱۸۳۲ع کو دنیا سے انتقال کیا کانپور مین دفن ہوئے اُنکی وفات کی تاریخ ناسخ نے یون کہی ہے۔

دلا نواب ضیغم جنگ امروز — گذشت از دار فانی ناگہان ہائے
نوشتم سال تاریخ وفاتش — دوشنبہ پنجم ذی حجہ اے ولے

ایضاً از میر فرد

جب معتمد الدولہ پناہ عالم — دنیا سے گذر گیا وہ رشکِ حاتم
تاریخ کی فکر مین ارم کے در پر — رضوان نے کہا بیا وزیر اعظم

رزیڈنٹ کا الہ آباد جاکر گورنر جنرل سے نائب کی شکایت کرنا

رزیڈنٹ لکھنؤ سے الہ آباد کو گورنر جنرل کی خدمت مین پہونچے اور منتظم الدولہ کی طرف سے بیحد شکایتین کین گورنر جنرل کے دل کو اس مبالغے سے دشمنی کا شبہہ پیدا ہوا اسلیے جواب دیا کہ تم لکھنؤ کو لوٹ جاؤ وہان پہونچ کر دیکھا جائیگا رزیڈنٹ اس تصور مین رہے کہ میری تمام

باتین پذیرا ہو جائینگی - پس خوش و خرم لوٹے -

بادشاہ کا کانپور پہونچکر لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل سے ملنا اور اُنکو اپنے ہمراہ لکھنؤ لانا - گورنر جنرل کے اسٹاف کے ایک انگریز کے توسط سے حکیم مہدی علی خان کا رسوخ پیدا ہو کر رزیڈنٹ کی مخالفت کا بے اثر ہو جانا

جب سے رزیڈنٹ گورنر جنرل کے پاس الہ آباد کو گئے تھے - حکیم مہدی علی خان کو اپنے معاملے مین بڑی تشویش تھی اُنھون نے یہ خیال کیا کہ گورنر جنرل کے یہان آنے تک اگر کوئی اچھا کام مجھ سے ظہور مین آجائے تو بڑی سرخروئی کا موجب ہو اسلیے اُنھون نے یہ کام کیے (۱) سلطنت کے ملازمین کی تنخواہ تین برس سے چڑھی ہوئی تھی اور اُسکی عدم وصولی کی وجہ سے واویلا کرتے رہتے تھے مہدی علی خان نے بالکل بیباق کردی (۲) راجہ درشن سنگھ قوم کورمی سپاہی وضع جو غازی الدین حیدر کے وقت سے خارج البلد تھا اُسکو غالب جنگ خطاب مرحمت کرا کے شہر کی گشت اور نگہداری اُسکے متعلق کردی حضرات لکھنؤ کی خونریزی اُس زمانے مین مشہور تھی اور رعایاے شہر ہندو مسلمان چھوٹے بڑے شمشیر بکف رہتے تھے غالب جنگ نے ایکدن مین تمام رعایا کے ہتھیار لے لیے ممکن نہ تھا کہ ایک چھری بھی کسی کی کمر مین نظر آتی مسیتا بیگ کوتوال نے اس معاملے مین بہت سے ہاتھ پانوٗن مارے تھے لیکن نیکنامی غالب جنگ کے نصیب ہوئی بارہا صدر کلکتے سے اس معاملے مین تاکید آتی تھی مگر کسی نائب سے اسکی درستی نہو سکی یہ نیکنامی

مہدی علی خان کے نصیب مین لکھی تھی۔

۱۸۳۱ء مین یہ خبر لکھنؤ مین پہونچی کہ گورنر جنرل کانپور مین داخل ہو گئے لکھنؤ سے بادشاہ تمام خدم وحشم کے ساتھ کانپور گئے اور دریاے گنگا کے اِس طرف شاہی خیمے برپا ہوے اور دوسری طرف گورنر جنرل کا لشکر خیمہ زن ہوا گورنر جنرل سے بادشاہ نے ملاقات کرکے اپنے ساتھ بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ لکھنؤ مین لے آئے۔

اُس زمانے مین اکبر علی خان سے سفارت رزیڈنٹی کا کام نکل جانے کے بعد ظفر علیخان ساکن فیض آباد کرتا تھا یہ شخص اقبال الدولہ کے عہد مین کچھ دنون تک انگریزی کا کام کرتا رہا تھا نہایت چلتا ہوا آدمی تھا۔ ہر روز رزیڈنٹ کی طرف سے ایک تازہ ایسی خبر لاکر مہدی علی خان کو سُناتا کہ وہ پریشانی مین پڑ جاتے خواب وخور اُنپر حرام ہو جاتا۔ ایک شخص عیسائی ارمنی تھا گازران کا رہنے والا جو مسلمان ہو گیا تھا اور اب نام اُسکا مہدی قلیخان مقرر ہوا تھا اسکو انگریزی زبان مین بڑی مہارت تھی اور انگریزون کے ساتھ زیادہ صحبت رکھنے سے بے رُعب اور قانون دان بن گیا تھا اُس نے حکیم صاحب سے ایکدن عرض کیا کہ اس زمانے مین مین جناب کو نہایت مشوش پاتا ہون جب اس کا سبب معلوم ہوا تو بڑے تعجب سے اُس نے عرض کیا کہ آپ جیسا عالیشان تجربہ کار مُدبّر دانا لوگون کے بیہودہ باتین بنانے سے اسطرح اپنے آرام کو خاک مین ملائے اپنے دل مین غور فرمانا چاہیئے کہ اگر کوئی خطا عمداً یا سہواً سرزد ہو جائے یا کسی طرح کی خونریزی کا ارتکاب کیا ہو یا سرکار انگریزی کے کسی دشمن سے میل رکھا ہو تو البتہ خوف اور فکر کا مقام ہے جبکہ ان بُرائیون سے دامن پاک ہے تو کس بات کا اندیشہ وباک ہے رزیڈنٹ کی کیا حقیقت ہے اگر خود گورنر جنرل بھی ہون تو اُن سے خوف کا مقام نہین۔ انگریزون کی یہ عادت ہے

کہ ان مین سے کوئی شخص کوئی کام خلاف قانون نہین کرتا - ہندوستان کے انگریز حاکمونکے
سرپر دوسرے حاکم لندن مین بیٹھے ہوئے ہین اگر ہندوستان مین کوئی ظلم و زیادتی ان سے
وقوع مین آئے تو جواب طلب ہو مواخذہ کیا جائے نائب نے کہا کہ تم ابھی کم عمر ہو یہ قوم بلائے
روزگار ہے یہ لوگ اپنی قوم کی جو رعایت کرتے ہین دوسرے کی اُسکے مقابلے مین نہین کرتے
گو دوسرا حق بجانب ہو لیکن اپنی قوم کے مقابلے مین اُس کے حق کو نظر انداز کر دیتے ہین
مہدی قلی خان نے کہا کہ آپکا یہ ارشاد بجا ہے مگر ہر جگہ نیک بھی ہے اور بد بھی اگر آپ حکم دین
تو ان مین سے ایک ایسے شخص کو آپکی طرفداری پر آمادہ کر دون جسکے سامنے رزیڈنٹ ناچیز اور
بے حقیقت ہے بلکہ اکثر کامون مین اُسکا محتاج رہتا ہے پس یہ انگریز آپکو اندیشے سے نجات دلائیگا
مہدی علی خان نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے مہدی قلی خان نے کہا کہ مسٹر برسین یہ شخص گورنر
جنرل کا مشیر ہے اور مجھ مین اور اُس مین کلکتے سے ربط و ملاقات ہے بلکہ مین جب سے یہان
آیا ہون اُنکے اور میرے درمیان مین کئی بار خطون کے آنے جانے کا اتفاق ہوا ہے حکیم
مہدی علی خان نے کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر مسٹر برسین میرے حال پر متوجہ نہوئے اور رزیڈنٹ کو
یہ خبر پہونچ گئی تو وہ اور بھی دشمنی پر آمادہ ہو کر خرابی کار کے درپے ہو جائینگے اور اس بات کی
کوشش کرینگے کہ بغیر اُنکی وساطت کے کوئی بات گورنر جنرل تک نہ پہونچ سکے مہدی قلی خان نے
کہا کہ مین یہ نکرونگا کہ فوراً ملتے ہی اُن سے آپ کا حال بیان کرنے لگون بلکہ وہ خود مجھ سے
دریافت کرینگے کہ آج کل تم کہان نوکر ہو اور معاش کا کیا طریقہ ہے اُسوقت مین آپکا ذکر کر کے
ایک وصف کو دس کے برابر بیان کرونگا اور دس کو ہزار کر کے دکھاؤنگا اور آپکی ملاقات کا مشتاق
کر کے اُن سے آپکو ملا دونگا مہدی علی خان نے اُنکی اس رائے کو پسند کیا اور جانے کی اجازت
دی مگر روانگی کے بعد یہ خلجان دل مین پیدا ہوا کہ مین نے ایک ناتجربہ کار تیس برس کے

جوان آدمی کے ہاتھ مین کیون ایک ایسا عمدہ کام حولے کیا اس خیال مین مضطرانہ کبھی
چمن کی روش پر ٹہلتے کبھی بیٹھ جاتے اور ندیمون سے غصہ ہوہو کر کلام کرتے اور دروازے
کی طرف نظر تھی - اب مہدی قلی خان کا حال سنئیے کہ وہ رزیڈنٹی کے دروازے پر پہونچا اور
ایک چٹھی اس مضمون کی مسٹر پریسن کے پاس بھیجی کہ مہدی قلی خان جو کلکتے مین آپ سے عرصے
سے ملاقات رکھتا تھا اس شہر مین چند دنون سے مسافرانہ وارد ہے آپکی تشریف آوری کا
حال سُن کر ملاقات کی امید پر آیا ہے اندر سے زبانی جواب آیا کہ ذرا ٹھہرو دو تین دوست جمع ہین
اُنکے رخصت ہونے کے بعد بلالونگا - باہر بیٹھنے کے عرصے مین ایک دوسری چٹھی منتظم الدولہ
کی طرف سے مسٹر پریسن کے نام لکھ کر جیب مین رکھ لی جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ نیازمند فرخ آباد
اور دوسرے اکثر مقامون مین جلیل القدر انگریزون سے ملاقات رکھتا ہے اگرچہ اعلیٰ درجہ کے اوصاف
رکھنے والے بہت سے صاحبان عالیشان سے ملنے کا اتفاق ہوا مگر مہدی قلی خان کی زبانی
آپکے لاثانی اوصاف کا حال سُنکر ملاقات کا اشتیاق دل کو ہے اور بہت سے اہم معاملات
خیرخواہی سرکار کمپنی کے برسون سے دل مین محفوظ ہین اُنکو کسی اعلیٰ درجے کے قابل اور ارسطو فطرت
انگریز کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا الحمدللہ کہ عرصہ دراز کی جستجو کے بعد حسب دلخواہ جناب سامی کو
پایا - اب امید ہے شرف ملاقات بخشا جائے تاکہ اُن مقدمات کو عرض کیا جائے - جب مسٹر پریسن کے
پاس سے آدمی اُٹھ گئے تو آواز آئی کہ حیدر قلی خان کون ہے اور کہان ہے یہ شخص اوپر چڑھ گیا
اور سلام کیا خیر و عافیت پوچھنے کے بعد کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور دریافت کیا کہ کے برس سے
یہان ہو اور کس کے پاس نوکر ہو مہدی قلی خان نے بیان کیا کہ ایکسال کے عرصے سے اس شہر مین
وارد ہون اور بادشاہ کے نائب منتظم الدولہ کا منشی ہون وہ اپنے جس انگریز کو چٹھی لکھتے ہین تو
مجھ سے انگریزی مین لکھواتے ہین پھر دریافت کیا کہ تمھارے آقا کیسے آدمی ہین جواب دیا کہ منتظم الدولہ

اسم بامسمیٰ ہین یقین ہے کہ جناب کو اُس ملک کی خبرون سے اُنکا حال معلوم رہتا ہوگا اس شہر مین کوئی دن نگذرتا تھا کہ خونریزی اور خانہ جنگی نہ ہوتی ہو۔ نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر نے بہت چاہا اور کوشش کی مگر اس خونریزی کے انسداد مین کوئی تدبیر کارگر نہوسکی اور خاطر خواہ انتظام نہوا منتظم الدولہ نے ذرا سے عرصے مین تمام شہر کے ہتھیار لے لیے اُسدن سے خونریزی کا نام مٹ گیا دوسرے برسون سے عہد غازی الدین حیدر سے صاحبات محل اور نوکرون کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی اور کڑورون روپے کے قریب سلطنت پر واجب الادا تھا اہل تنخواہ واویلا اور شور و فریاد سے گذر کر بلوے پر آمادہ تھے اعتماد الدولہ اور رام دیال نے اس امر کی تدبیر کی کہ مخمصہ پاک ہوجائے لیکن کوئی صورت وقوع مین نہ آسکی اس شخص نے حسن تدبیر اور سرکار کے کم خرچ مین یہ سب جھگڑا بکھیڑا مٹادیا اور انتظام ملک کا حال تو روشن ہے بیانکی حاجت نہین انکے آنے کو پہلا سال ہے لیکن پچھلے زمانون کی بہ نسبت آمدنی کے صیغون نے بڑی ترقی کی ہے عمارتین بن رہی ہین لگلے انتظام اور اس پچھلے انتظام مین زمین و آسمان کا فرق ہوگیا ہے غرضکہ چند باتون مین مسٹر پرسن کے مزاج کو اپنی طرف متوجہ کرلیا کیونکہ انگریز جوہر شناس ہین اور قابل آدمیونکے خریدار ہین صاحب موصوف منتظم الدولہ کے یہ تمام اوصاف سُن کر مسکرائے اور کہا کہ مین بھی اخبارون مین پڑھتا ہون کہ منتظم الدولہ دانشمند اور تجربہ کار آدمی ہین۔ مہدی قلی خان نے جب دیکھا کہ میرا افسون اثر کر گیا تو وہ چھٹی جو منتظم الدولہ کی جانب سے استدعاے ملاقات کے واسطے لکھکر لایا تھا پیش کی مسٹر پرسن نے پڑھ کر کہا کہ ذرا تم ٹھہرو مین اندر ہوکر جلد واپس آتا ہون اندر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر کہا کہ مین نے یہ چھٹی گورنر جنرل کو دکھائی تھی فرمایا کہ اگر تم سے ملنے کی خواہش ہے تو مضائقہ نہین بلالو پس تم اپنے نواب کو جاکر میرا سلام کہو اور کہدو کہ رات کو تشریف لاکر ملاقات کرین مہدی قلی خان نے

خوش وقت ہو کر کہا کہ جناب کا ارشاد زبانی کہنے کے بجائے اگر تحریر کا جواب تحریر سے دیا
جائے تو میری بات کو توقیر حاصل ہوجائے اور میرا اعتبار بڑھ جائے مسٹر پرسن نے جوابی
چٹھی لکھدی مہدی قلی خان نے یہان آکر دیکھا تو نواب پریشان خاطر بیٹھے ہوئے دروازے
کی طرف تاک رہے تھے جون ہی اس پر نظر پڑی اور چہرے پر اسکے رونق معلوم ہوئی تو سمجھے
کہ جواب باصواب لایا ہے پھر بھی نہایت اشتباہ کے ساتھ خلوت مین لیجا کر حال دریافت
کیا اُس نے سب باتین بیان کین اور جوابی چٹھی دیدی منتظم الدولہ بیحد خوش ہوے
پانچ اونی کپڑے اس کام کے صلے مین عطا کیے نماز مغرب کے بعد دروازے کا راستہ رزیڈنٹ
کے لحاظ سے چھوڑ کر فتح علی خان کے دروازے کی طرف سے ہو کر پرسن صاحب کے پاس گئے
بخوبی ملاقات ہوئی۔ رزیڈنٹ کو بھی انکے ملاقی ہونے کی خبر پہونچ گئی غصے سے کانپنے لگے اور
فوراً اُس مکان کے دروازے پر پہونچ کر اپنی اطلاع کرائی اور اجازت شامل صحبت ہونے کی
چاہی پرسن صاحب نے منتظم الدولہ سے دریافت کیا کہ رزیڈنٹ صاحب کے یہان آکر شریک
صحبت ہونے مین آپکی باتون مین حرج تو نہ پڑے گا اُنھون نے جوابدیا کہ مین اُنکے یہان آنے کو
مانع تو نہین لیکن میرا مطلب ملتوی ہوجائے گا اسلیے اپنی بے قصوری جو اُنکی تحریرون کے خلاف
ہے بخوبی ادا نہ کرسکونگا اور میرا آنا بیکار ہوجائیگا پرسن صاحب فوراً اُٹھے اور گورنر جنرل کے پاس
جا کر یہ تمام حال بیان کر کے عرض کیا کہ جو آپ حکم دین تعمیل کرون اُنھون نے فرمایا کہ اگر منتظم الدولہ
رزیڈنٹ کی شرکت نہین چاہتے تو شریک صحبت کرنا مناسب نہین پرسن صاحب نے واپس آکر
یہ بات منتظم الدولہ سے بیان کی اور رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اسوقت آپ کا آنا مناسب نہین
ہم منتظم الدولہ کی خاطرداری مین مصروف ہین دوسرے وقت آنا چاہیے رزیڈنٹ مجبوراً
وہین سے لوٹ گئے اب منتظم الدولہ نے اپنی تمام سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی اور کہا

کہ مین نے عرصے تک نواب سعادت علی خان کی صحبت اُٹھائی ہے بڑے بڑے مالی وملکی کام سرانجام دیے ہین اور لاکھون روپے کا ٹلک میرے پاس ہے جس مین پورا پورا انتظام اور رعایا کی خبر گیری رکھتا ہون اور سرکار کا بالکل مطالبہ وصول کرکے کوڑی کوڑی ادا کرتا ہون غازی الدین حیدر کے عہد مین بھی معاملہ اسی طرح صاف رہا اور میرا دامن ہمیشہ سرکاری محاسبے سے پاک رہا بعض مغویون نے غازی الدین حیدر کو میری طرف سے منحرف کردیا اسلیے مین اُنکے ملک مین اپنی سکونت دشوار سمجھکر انگریزی عملداری مین چلا گیا - پھر نصیرالدین حیدر نے مجھے بلایا لیکن اعتماد الدولہ کی شرارت سے دوبارہ شہر چھوڑنا پڑا - اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اب پھر بادشاہ حال نے مجھے بلاکر نیابت کا عہدہ سپرد کیا ہے ایک ایک بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا - پھر کہا کہ کار نیابت کو شروع کیے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ مین نے اتنے کام عجیب وغریب کیے ہین ایک تمام رعایاے شہر سے بغیر خونریزی کے ہتھیار چھنوا لیے جو مدت دراز سے خونریزی کے عادی تھے وہ اب نہتّے ہو گئے دوسرے برسون سے ملازمان سلطنت کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی اور کسی صورت سے ادا نہو سکتی تھی تمام وکمال کی صفائی کردی - ان تمام خدمات کے عوض مین صلۂ وانعام کا امیدوار تھا لیکن بےوجہ وبے قصور صاحب رزیڈنٹ میری خرابی کے درپے ہین اسلیے آپکی خدمت مین حاضر ہوکر آپ سے چاہتا ہون کہ اُنکے ہاتھ سے مجھے پناہ دیجیے - اگر گورنر جنرل کی مرضی رزیڈنٹ کی خواہش کے موافق ہے تو بندہ نیابت سے دست برداری کرتا ہے ورنہ امید ہے کہ رزیڈنٹ صاحب کو حکم ہو جائے کہ وہ میرے شریک حال ہو جائین اُنکی اطلاع کے بغیر کوئی کام نکرونگا مسٹر پرنسپ نے مہدی علی خان کی لجاجت دیکھ کر کہا کہ یہ تمام حال انگریزی مین لکھکر دینا چاہیے تاکہ گورنر جنرل کو دکھاکر جواب

حاصل کر لیا جائے حکیم مہدی علی خان عرصۂ دراز سے یہ تمام باتین انگریزی مین لکھوا کر اپنے ساتھ رکھتے تھے اسیوقت کاغذ پیش کر دیا مسٹر ریپن اُسے گورنر جنرل کے پاس لے گئے اور انھین دکھایا فرمایا کہ ہمارا سلام منتظم الدولہ کو کہکر جواب دین کہ اگر ضرورت ہو تو ابھی دیکھکر جواب دیا جائے ورنہ آدھی رات کے وقت ہمکو فرصت ہوتی ہے اُسوقت دیکھکر جواب پہونچوا دیا جائے گا منتظم الدولہ نے دوسری شق اختیار کی اور خوش و خرّم اپنے مکان کو لوٹ آئے اور بادشاہ سے تمام حال عرض کیا صبح کو مسٹر ریپن کی معرفت گورنر جنرل کی طرف سے تحریری جواب پہونچا جسکا مضمون یہ تھا کہ "اگر خداوندی کی عنایت و پرورش آپکے حال پر مصروف ہے تو اطمینان خاطر سے اپنی سرکار کا کام کیے جاؤ۔ رزیڈنٹ کو اس معاملے مین کسی طرح کی مداخلت نہوگی"۔

غرضکہ منتظم الدولہ نے اس نوید روح افزا سے جان تازہ حاصل کی اور وہ خوشی نصیب ہوئی کہ ستر برس کی عمر مین کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ رزیڈنٹ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری شمشیر فکر و تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو باوجودیکہ بہت سے کمالات رکھتے تھے مگر طبیعت کی خود پسندی کی وجہ سے لکھنؤ کی رزیڈنٹی چھوڑ دی سیاٹو کو گورنر جنرل کے پاس گئے اور نیپال کی رزیڈنٹی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چھپن روپے خزانۂ بادشاہی سے نوٹ مول لینے کے حیلے سے نکلوائے اور چاہا کہ کچھ زر نقد رزیڈنٹ کی تواضع کرین لیکن اُنھون نے قبول نکیا خدا جانے کہان کہان کارپردازان سلطنت کے صرف مین آئے اہالیان سلطنت کو مدت تک دعوی اس زر نقد کا حکیم مہدی علی خان سے رہا اور تحریرات مین گورنر جنرل تک سے اس کا ذکر آیا۔

لارڈ ہبنٹنگ کا حکیم مہدی علی خان کی لیاقت کو پسند کرنا

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی کانپور مین گورنر جنرل سے ملے تھے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تول کر اپنے جلسے مین یہ بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کوسون دور ہین فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب ہے بادشاہ حال کی حسن فطرت و فراست پر آفرین ہے کہ اُنھون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لیے منتخب کیا کہ اُنکے تمام لشکر مین بیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اُنسے بہتر دوسرا نظر نہین آتا۔

گورنر جنرل نے لکھنؤ مین بادشاہ کو پند و نصائح کے بعد کاروبار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ سے موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی اور حکیم مہدی علی خان کی نسبت یہ راے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہین مالگزاری اور زمین کے بندوبست کا کام تو وہ ایسا جانتے ہین کہ کوئی انگریز بھی اُنسے زیادہ نہین جانتا۔ سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے خوب خوب جلسے ہوئے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیان کرائین مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریزونکے ورود کی تقریب مین انگریزونکے بڑے کھانے کا طریق اور دستور موقوف ہو گیا تھا۔ غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علی خان کو اطمینان حاصل ہوا۔

تاج الدین حسین عہدہ سفارت رزیڈنسی پر مقرر ہوئے کرنل کارنر جو تاج الدین حسین خان کا

دوست تھا اور کاسگنج مین مع اہل وعیال کے مقیم تھا وہ بھی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے عہدۂ سفارت کے کامون مین دخیل ہوا - اس کرنیل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان کی عورت جو نواب مومن خان منصب دار بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے اپنے گھر مین ڈال لی تھی کرنیل اپنی جورو بچونکو لیکر لکھنؤ مین چلا آیا یہین رہنے لگا اور عورت شاہ اودھ کے محلات مین آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنیل کے کام کو بڑی رونق ہوئی -

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کے انتظامات اور اُنکے متوسلین کی ترقی اور بادشاہ کے خاص خاص ہواخواہون کی بیخ کنی

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا انگریز جانتے ہین کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی سمجھتے ہین کہ وہ کشمیر کے رہنے والے تھے عجب لیاقت خداداد رکھتے تھے آتے ہی سارے کارخانون کا انتظام کیا زنانے کا خرچ گھٹایا زر مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا انتظام کیا اور اپنے بھتیجے احمد علی خان کو ضیغم جنگ خطاب دلاکر بادشاہ کا مصاحب مقرب اور سپاہ کا مختار بنایا اور اپنے بڑے بھانجے ابوطالب بہاءالدولہ کو نائب وزیر مقرر کیا اور دوسرے بھانجے سید محمد صالح کو عدالت کا داروغہ کیا اور اپنی بہن کے داماد میر کلو کو مخدرۂ علیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ قرار دیا اور بہن کے دوسرے داماد میر آفتاب کو اور ڈیوڑھیونکی داروغگی دی اسی طرح دوسرے رشتہ دارونکو بڑے بڑے عہدون پر پہونچایا

اور جس کسی کو اپنی حکومت کا کانٹا جانا اُسکی جڑ کھود کر پھینکدی اور بادشاہ کی نظرون سے گرا دیا - مثلاً انتظام الدولہ پر غبن کے قصورات خاصکر کربلاے نو تعمیر اور مکارم نگر کے ثابت کر کے دربار سے نکلوا دیا - اُنکی جگھ وصی علی خان کشمیری کو دیوانخانے کی داروغگی دلائی بادشاہ کی صاحبزادگی کے زمانے مین وصی علی خان مریم مکانی کے بھانجے مرزا علی خان کی طرف سے باورچیخانے کے داروغہ تھے - راجہ درشن سنگھ جو نواب سعادت علی خان کا اردلی تھا اور غازی الدین حیدر کے عہد مین معتمد الدولہ نے اُسے نکلوا دیا تھا اور وہ اسوقت مین آکر بادشاہ کا مصاحب ہو گیا تھا اور اتنا تقرب بڑھ گیا تھا کہ ہر وقت حاضر حضور رہتا تھا اُس نے منتظم الدولہ کی بہت اطاعت کی اسلیئے وزیر نے اسکو ترقی دی اور اُسکی بادشاہ کے سامنے روز تعریف کرتے بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملون سے بقایا وصول کرنا شروع کی راجہ رام دیال نے محاسبے کے وقت لاکھ روپے نقد داخل کیے اور خیراتی زردوز کو قطب الدین حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی علت ضمانت مین گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی آئی تو زہر کھا کر مر گیا اسی طرح بدری داس نے بھی آبرو کیواسطے جان عزیز تلف کی اور سبحان علی خان نے مجبور ہو کر قید کی حالت مین اثاث البیت بیچکر پچاس ساٹھ ہزار روپے دیے اب منتظم الدولہ نے تصفیہ تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان اور نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان اور نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان اور نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان اخلاف نواب سعادت علی خان اور نواب محسن الدولہ نبیرۂ غازی الدین حیدر کی تنخواہین پندرہ ہزار روپے ماہوار سے دو ہزار تک مقرر تھین انکو پیام دیا کہ آپ صاحبون کی تنخواہ زیادہ ہے اس لیے آپکو دستیاب نہین ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند ہون تو ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے

ناچار کسی نے برضامندی اور کسی نے مجبوری قبول کیا یہی نقصان دوسرے بڑے تنخواہ دارون کی تنخواہون مین واقع ہوا غازی الدین حیدر کے عہد سے جو تنخواہین چڑھی ہوئی تھین اُن مین سے کسی کو نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی دیکر باقی دام توفیر سرکار کیے اور سپاہ کی تنخواہ تین چار سال سے جو چڑھی ہوئی تھی اُسکو بھی کوڑی کوڑی دیکر چہارم سپاہ کی موقوفی کا حکم دیا اور ان تنخواہون مین فی صدی پانچ روپے خرچ ابواب کے کلٹے اور اسیقدر نیابت کے رسوم ٹہرائے اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر اُٹھائی علاقہ ہرہٹہ پروا جسکی چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکۂ زمانیہ کی جاگیر مین تھا جب علاقہ بیسواڑہ راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی مستاجری مین آیا اور جمع زیادہ کیگئی تو ملکۂ زمانیہ کا علاقہ جاگیر سے شامل مستاجری کیا گیا اور ملکۂ زمانیہ سے کہدیا کہ بختاور سنگھ زر محاصل جاگیر نقد پہونچائے گا ملکۂ زمانیہ نے اسباب مین بہت خاک اُڑائی مگر آبرو نہ پائی پرگنہ سیان گنج مخدرۂ علیا کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکالکر نقدی مقرر کردی ۔۔

اس وقت مین کرنیل کارنر اور تاج الدین حسین خان اور ساہ گوبند لال وغیرہ کی چاندی تھی اب تاج الدین حسین خان نے کرنیل کارنر کے ساتھ یہ تازہ سلوک کیا کہ بخت رام خزانچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی نام کے طریق سلون کا جبکہ سرکار شاہی سے دلاکر دو ہزار روپے ماہواری اُسکے لیے مقرر کرادیے اور چکلہ مذکور کی نیابت تاج الدین حسین خان کے چھوٹے بھائی نثار علی خان کے نام قرار پائی اور اُسکی تنخواہ پانسو روپے ماہوار مقرر ہوئی لیکن زر مستاجری علاقہ کی انصرام کی صورت خزانچی مذکور سے ظہور مین نہ آسکی کرنیل مذکور علاقے سے دست بردار ہوکر کاسگنج کو چلا گیا اور وہین فوت ہوا اور اُسکی بی بی بھی ایک چلّے کے اندر غم مفارقت شوہر مین تیر وکمان قضا کا نشانہ ہوئی ۔ لکھنؤ کی رزیڈنٹی پر کرنیل جان لو مقرر ہوئے

اور سامان استقبال اُنکے واسطے شاہ اودھ کے یہان سے کالپی تک پہونچا جب نئے رزیڈنٹ لکھنؤ مین آئے تو تاج الدین حسین خان کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے جملہ اقربا کی گرما گرمی سرد ہو گئی - اس زمانے مین چکلہ بسواڑہ محمد علی خان داماد حکیم مہدی علی خان سے متعلق تھا اور نثار علی خان اُسکے نائب تھے مگر اُنکی نیابت اسقدر تھی کہ محمد علی خان کی مداخلت بالکل جاتی رہی -

مہاراجہ میوہ رام نے ہندو مذہب کو چھوڑکر دین اسلام مین قدم رکھا تھا دو تین لاکھ روپیہ سالانہ عشرۂ محرم اور ایام وفات ائمۂ اطہار وغیرہ مین خرچ کرتے تھے اور دیوانی کا کام کرتے تھے اُنکا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا یہ تنخواہ حکیم صاحب کی نظرون مین خار کی طرح کھٹکتی تھی اسکے کھونے کے لیے حکیم صاحب نے ایکدن میوہ رام کے ساتھ سخت زبانی کی جس سے وہ مستعفی ہو کر خانہ نشین ہوئے اور اُن کے چچا راجہ بالکرشن جو اصل باقی نویس تھے اُنکی جگہ کام کرنے لگے -

اسی طرح فقیر محمد خان شہر سے نکلکر مرزا گنج اپنے وطن کو چلے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ سپاہی اور صاف گو آدمی تھے کبھی واجبی معاملے مین کلمہ خیر کے کہنے سے نہین دبتے تھے بات چیت مین بادشاہ اور وزیر کا رعب نہین مانتے تھے اور ادائے مطلب سے ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے اگر وزیر کے دربار مین کسی پر جور و ظلم ہوتا دیکھتے تو اُسکی حمایت پر کھڑے ہو کر جانب حق کی طرفداری کرتے جس سے بادشاہ اور وزیر دونون آزردہ ہوتے اسکے علاوہ سرکاری حکم سے تمام سرداران فوج نے اپنے اپنے ہتھیار کھولڈالے تھے مگر فقیر محمد خان نے جوابدیا کہ مین اہل جنگ کے زمرے مین ملازم ہون اگر ہتھیار کھولدونگا تو کیا طبلہ اور سارنگی لیکر دربار مین حاضر ہوا کرونگا اگر سرکار کو سپاہ کی کساد بازاری منظور ہے تو مین اپنے مکان پر رہونگا دربار مین حاضر نہونگا مجھکو ہیچ کچھ

حکم ہوگا یہین سے بجالاؤنگا نائب السلطنۃ نے اُنکی مستعدی اور تیاری دیکھکر بظاہر ہتھیار باندھنے کا حکم دیدیا تھا لیکن دل مین یہ بات فقیر محمد خان کی بہت بُری معلوم ہوئی تھی جو لوگ فقیر محمد خان سے کدورت رکھتے تھے اُنھون نے اُنکے ان کلمات کو بادشاہ کے حضور مین سرتابی کے ساتھ تاویل کیا اور عرض کیا کہ رسالدار مذکور جو کچھ کرتے ہین وہ انگریزونکی حمایت کے بھروسے کرتے ہین انگریزون سے خفیہ سازش رکھتے ہین اور رات کو اُنکے مکان پر لوگونکا اجتماع ہوتا ہے شہر کے تمام حالات بلکہ جو کچھ دربار شاہی مین گفتگو ہوتی ہے وہ مو بمو لکھکر انگریزون کو پہونچاتے ہین بادشاہ نے ناخوش ہوکر حکم دیا کہ فقیر محمد خان سے کہدیا جائے کہ آدمیون کو اپنے مکان پر جمع کرنے سے باز آئین ورنہ اسکا نتیجہ بُرا ہوگا حکیم مہدی علی خان نے فقیر محمد خان کو طلب کرکے بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا فقیر محمد خان نائب کی بات سہل سمجھے اور مروت کی وجہ سے آدمیونکا جمع ہونا موقوف نکیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے یہ شقہ لکھا کہ فوراً شہر سے فقیر محمد خانکو چلا جانا چاہیئے یہ شقہ فقیر محمد خانکے پاس پہونچا اور پیچھے پیچھے وزیر کا چوبدار بھی یہ پیغام لیکر گیا کہ مین نے کئی بار تمکو اس اجتماع کی قباحت سے مطلع کیا اور سمجھایا کہ یہ کام بہتر نہین تم نے میرے قول پر عمل نکیا اور لغو سمجھا اور اپنی صحبت کو برقرار رکھا اب نوبت یہانتک پہونچی کہ بادشاہ کے دستخط خاص سے شقہ عتاب آمیز تمھارے نام پر جاری ہوا ہے اب صلاح یہ ہے کہ تھوڑے دنونکے لیے تعمیل ارشاد کرو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ اگر خدا نے چاہا تو کچھ دنونکے بعد حضور کی خاطر مبارک کو بطور خود تمھاری طرف سے صاف کرکے تمکو واپس بلالونگا باقی تمام کام تمھارے بدستور مقرر رہین گے کسی قسم کا دغدغہ دل مین نہ لانا چاہیے اگر حکم کی اطاعت مین انحراف کروگے تو اسمین کئی طرح کی قباحت پیش آئے گی۔ فقیر محمد خان نے شہر سے چلے جانے کے سوا چارہ نہ دیکھا اپنے معاملات کی گفتگو کے لیے منیٹر ھو خانکو دربار مین

وکیل کرکے رات کے وقت مرزا گنج کو چلے گئے اسکے بعد نائب نے چند دنون مین اُنکے رسالے کو دفعہ دفعہ متفرق کرکے دوسرونکی ماتحتی مین دیدیا بلکہ اُنکی جایداد مین بھی خرابی ڈالی اسکے سوا ایک دوسری بات بھی فقیر محمد خانکی خرابی مین موثر تھی اور وہ یہ کہ حکیم مہدی علی خان کے سامنے فقیر محمد خان نے تاج الدین حسین خان کو کلمات سخت کہے تھے - یہ بات حکیم صاحب کے دل مین بڑی معلوم ہوئی تھی - اس کا کینہ بھی دل مین جاگزین تھا اس زمانے میں حکیم صاحب کو تاج الدین حسین خان سے ایک غرض درپیش تھی کہ تمام رزیڈنٹی کا اہتمام اُنکو دیدیا تھا فقیر محمد خان فوج مین وجیہ اور رعب دار آدمی تھے اُنکی سخت کلامی نائب کے دلپر ناگوار تھی لیکن تاج الدین حسین خان کی شکایت اُنکے اخراج مین سبب قوی تھی -

گومتی کے پار جو چھاؤنی دھنے خان میواتی کی تھی وہان ایکبار عشرہ محرم مین تبرا کی وجہ سے اہل شہر کے ساتھ وہ دنگہ اور فساد پیدا ہوا کہ طرفین مین بندوق اور تلوار چلی چند آدمی مارے گئے جبکہ کوتوال شہر سے انسداد فساد نہو سکا تو مظفر علی خان ہندو تلنگونکی پلٹن اور توپخانہ لیکر اُس معرکے مین پہونچے اور میواتیونکو اسقدر پسپا کیا کہ تمام مال و اسباب اُنکے گھرونکا ہاتھی گھوڑون سمیت لٹ گیا - ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا حشر برپا کر رکھا تھا - ننھے مرزا سالار جنگ کے پوتے ایک خانہ جنگی مین مارے گئے - اور توپخانے کے گولہ اندازون نے بھی تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بلوا کیا - کپتان میگنس نے اس بلوے کو فرو کیا اور سات سو آدمی برطرفی مین آئے اور دس پندرہ ہزار آدمی جو معتمد الدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے -

منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بڑے راجہ اور تعلقدار اس قلمرو کے جو ہمیشہ عاملون سے پرخاش کرتے تھے وہ اس زمانے مین فرمانبردار ہوکر در دولت پر حاضر رہتے تھے - چنانچہ بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیرآباد کہ بڑا سرکش اور متمرد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا

اور بہت کم عاملون سے رجوع کی تھی وہ دن رات عاملون کی طرح حاضر رہتا تھا اور
اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے بڑے عہدے پائے روشن الدولہ
کہ بہت دنون سے بیکار تھے پانسو روپے ماہوار اُنکے مقرر کیے گئے اور مرزا حاجی نے پھر شہر
مین آکر طرح اقامت ڈالی تین سو روپے ماہوار اُنکے واسطے مقرر ہوئے۔

آغامرزا اور راجہ درشن سنگھ کورمی کا زور و شور

(۱) آغامرزا نصیرالدین حیدر کا کوکا ایسا خود سر اور شراب نخوت مین چور تھا کہ تمام
اراکین سلطنت اُسکی نظرون مین ہیچ تھے کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اُسکے نوکرون پر
ہاتھ ڈالتا اور نہ کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اس نے اس زمانے مین ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا
لیکن شرارت سے باز نہین آتا تھا۔ ایکدن نصیرالدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباسؑ
کی طرف جاتی تھی غلام مرتضی عجلت کے ساتھ مکان سے نکلکر دروازے پر نہ آسکا برآمدے
سے آداب و مجرے کی رسم ادا کی چونکہ یہ صورت شان عظمت شاہی کے خلاف تھی اس لیے
آغامرزا کے حکم سے مکان کا وہ چھجہ اور برآمدہ منہدم ہوکر خاک مین ملا دیا گیا۔
(۲) راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کا کورمی تھا نواب سعادت علی خان کی اردلی مین
رہتا تھا حکیم مہدی علی خان کی وزارت کے زمانے مین اُسکا وہ رنگ جمکا کہ بادشاہ کے
مزاج مین بخوبی جگہ پائی ڈیوڑھیون کا انتظام اور چوکی پہرہ خاص کی نگرانی اُس سے متعلق تھی
خائن اور دزدی پیشہ آدمیون کا بندوبست بھی اُسکے سپرد تھا بہت سے زمیندارون سے
گنجائشی علاقے مستاجری مین اپنے متعلقین کو دلا دیئے عالیشان ناظمونکی یہ قدرت نہ تھی
کہ اُس کے دیہات متعلقہ مین دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تھا کہ سرکاری جمع

طلب کرتے گویا وہ تمام دیہات زرخیز اُسکی جاگیر مین تھے جو کچھ دل مین آیا دست بردا شتہ دیدیا روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے زمانے مین اُسکے ہاتھ سے ایکدم آرام نہین پایا شرارۂ غضب سلطانی مشہور تھا۔ یہ اُس کا حلیہ تھا۔ سیہ فام۔ بلند قامت۔ زشت صورت غیور طبع۔ بے مروت۔ لیکن باوجود اسکے اپنے کار مرجوعہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین اورون سے بہتر تھا۔ خدمات شاہی مین اتنی جفاکشی کرتا تھا کہ رات بھر مین دو چار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا ہر وقت کمر بندھی رہتی تھی اتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا سالہا سال اسی بیدار مغزی اور جفاکشی مین گذرے کہ اس رتبۂ امارت کو پہونچا اُس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب نہوا اسی بادشاہ نے اسکو سلطنت بہادر کا خطاب دیا تھا۔

حکیم مہدی علی خان کا رعب و داب اور اُنکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ ارسطوے وقت تھے بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اُنکا روز بروز رونق پر تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب و راجہ ورائے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی و انگریزی کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی۔

ممن خان اور محمد بخش منتظم الدولہ کا رعب نہین مانتے تھے اسلئے منتظم الدولہ اُنپر اشارے اور کنائے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کاغذات اخبار کے ذریعے سے اُنکے مظالم جور تعدیون اور خانگیون پر اُنکے ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گزار کرتے تھے

جب اسکی خبر ممن خان کو پہونچتی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے غرّے مین اکثر نائب کو علانیہ بُرا کہتا ایکدن ممن خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سُن لی اور ناراض ہوئے۔ منتظم الدولہ نے موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسی طرح اراذل کی زبانون سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی مہابت مین فتور آجائے گا اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑے گا اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی پڑجائے بادشاہ کا مزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہو گیا تھا حکم دیا کہ انکو قید کردو نائب نے فوراً راجہ درشن سنگھ کے احاطے مین جو سخت قید خانہ تھا قید کر دیا اور گلے مین بھاری بھاری طوق ڈلوا دیے اور رات کو لمبی زنجیر مین دوسرے مجرمونکے ساتھ شامل کر دیے جاتے۔ اور پھر ایکدن بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ جبتک زبان اس کلمۂ بے ادبانہ کی وجہ سے سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل نہو گی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب سمجھین حکم دین پس ممن خان کی زبان مُنھ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زنبور لٹکوا دیا گیا کئی راتدن اسی طرح زنبور لٹکتا رہا یہانتک کہ صدمے سے مر گیا جب زنبور چھڑایا گیا تو زبان منھ مین نہ جا سکی چند پہر کے بعد جرّاحونکی تدبیر سے منھ مین گئی یہان تک واقعات سنہ ۱۲۴۶ ہجری کے تھے۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے فریدون بخت اور کیوان جاہ کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین جشن جلوس سال پنجم موقوف رہا لیکن نائب کی تجویز سے بعض لوگونکو

چند خلعت سلے وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ مناجان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے نہ ہونے کے مقدمے نے ابتدائے تحقیقات سر ہربرٹ مڈک سے عہدۂ رزیڈنسی کرنیل جان لو تک انقطاع قبول نکیا۔ منتظم الدولہ نے ۲۔فروری ۱۸۳۲ء ۲۹۔شعبان ۱۲۴۷ھ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنیل جان لو سے کہا کہ سابق مین جو کچھ مین نے کیوان جاہ اور مُنّا جان کے باب مین کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے نہ تھا اب بادشاہ کی طرف سے خاصکر اُنکے حکم سے کہتا ہون کہ بادشاہ نے اپنے دل مین یہ بات ٹھان لی ہے کہ تمام مُلک مین شائع کرین کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اُنکے نطفے سے نہین ہین اور یہ بھی عزم مصمم رکھتے ہین کہ ان دونونکو اپنے محل سے نکلوادین اور اُنکے رہنے کو دوسری جگہ مکان مناسب مرحمت کردین رزیڈنٹ نے کہا کہ سابقًا تو آپ بھی اس باب مین اپنا اشتباہ ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہین منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اُسوقت بھی محل اشتباہ نہ تھا لیکن جو کہ حضور کی جانب سے اُسکے گزارش کرنے کے لیے مین مامور نہ تھا اس لیے بطریق اشتباہ کے مین نے بیان کیا تھا۔ حال یہ ہے کہ ایکروز جناب نصیر الدین حیدر اپنی ولیعہدی کے ایام مین محل مین گئے تو دیکھا کہ میر فضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر رہا ہے جناب موصوف نے طیش مین آکر چاہا کہ دونونکو قتل کر ڈالین کہ میر فضل علی خوف کے مارے وہان سے بھاگ گیا اور بادشاہ بیگم نے اُنکے قتل کے ارادے سے روک دیا۔ آخر کار جناب موصوف برہم ہوکر محل سے اُٹھکر معتمد الدولہ کے مکان مین چلے گئے اور تین دن وہان رہے مگر بادشاہ کے حکم سے پھر محل مین چلے آئے بعد اسکے پھر محل چھوڑ کر چند روز حسن باغ مین مقیم رہے بیگم صاحبہ نے ان دنون بہت کوشش کی کہ نصیر الدین حیدر فریدون بخت کی مان کے ساتھ موافقت کر لین اور اُسکو مدت تک حاملہ ظاہر کیا یہانتک کہ فضل علی کی حرکات نامناسب کو

۲۶ - ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصۂ وجود مین نہ آیا اور اس مدت مین جناب ولی عہد نے کبھی فریدون بخت کی ماں کی صورت نہ دیکھی -

(۲) کیوان جاہ کے معاملے مین منتظم الدولہ نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اُسکو ولی عہد مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ سے بسبب اس کے کہ مناجان کو اپنے ہمراہ ضیافت مین کہ سرکار عالی مین ۱۲ جنوری ۱۸۳۲ء مطابق ۷ - شعبان ۱۲۴۷ ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج رکھتی ہین بلکہ اُن کا خیال ہے کہ یہ نہ لیجانا بسبب میرے ہوا ہے اس لیے مجھسے بہت ناراض ہین اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے ہوا ہے تو اُنکو یقین نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر مین مشہور کر دیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ زندہ نہ رہے گا اور معتمد الدولہ کو خبر بھیجی کہ لکھنؤ آنے کو تیار رہین چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریاے گنگا گرفتار ہوا اور ابتک قید ہے اور اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے کہ بیگم صاحبہ لکھنؤ سے چلی جائین اور دوسری جگہ سکونت اختیار کر لین بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد مین جا کر رہین رزیڈنٹ نے یہ تمام بیان ۳ - فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا گورنر جنرل نے اس امر کی مزید تحقیق کے لیے رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ سے مل کر اُن سے زبانی اسکی تصدیق کر و چنانچہ ۹ - فروری مطابق ۷ رمضان سنہ مذکور کو بعد تناول حاضری کے بادشاہ اور رزیڈنٹ اور منتظم الدولہ خلوت مین گئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ بیس دن کے عرصے مین رمضان ختم ہو جائیگا اور معمول ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عیدگاہ کو جاتے ہین اب یہ رسم موقوف کی گئی رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمکو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار ہے

مگر اس ارادے کا سبب بیان فرمایا جائے بیان کرنے کے لیے بادشاہ نے منتظم الدولہ کیطرف اشارہ کیا رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ اور گورنر جنرل بدل حضور کے دوست ہین جو کچھ ہو خود اپنی زبان مبارک سے حضور ارشاد فرمائین اور منتظم الدولہ نے بھی یہی اصرار کیا اُسوقت صاف الفاظ مین بادشاہ نے کہا کہ ہم آپکو اپنا دوست سمجھتے ہین درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ دونون مین سے کوئی بھی میرا بیٹا نہین ہے اور مین آپ سے یہ حال اس لیے بیان کرتا ہون کہ آپ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین اور یہ جو شہر مین مشہور ہے کہ دونون میرے بیٹے ہین یہ افواہ محض غلط ہے اور اس شہرت کا سبب رشوت اور عالی ہمتی ہے ملکۂ زمانیہ ایک لاکھ روپیہ میرے خاص خاص آدمیون کو دیتی تھی کہ بادشاہ کو کیوان جاہ کی فرزندی کے لیے ترغیب دین اسی طرح میر فضل علی اور سکھ چین فریدون بخت کے لیے ایسے ایسے کام کرتے تھے مین خوب جانتا ہون اور والد ماجد بھی جانتے تھے کہ فریدون بخت میرا بیٹا نہین ہے اور جو کچھ حال فریدون بخت کی مان اور میر فضل علی کی بدفعلی کا اور بعد اُسکے ۲۶ ماہ کے بعد فریدون بخت کا پیدا ہوتا منتظم الدولہ نے بیان کیا تھا بادشاہ نے زبان سے اُسکی تصدیق کی اور کہا کہ فریدون بخت کی ولادت ہمارے بلوغ سے بھی قبل کی ہے اور کیوان جاہ ملکۂ زمانی کے ساتھ آیا تھا پھر فرمایا کہ سابق مین جعلساز اور دغاباز ہمکو اپنے قابو مین کرکے اپنے نفع کے لیے ہمکو فرزندی کے اقبال کے واسطے تخویف کرتے تھے اسیلیے مجبوراً قبول کرلیا تھا لیکن اب وقت بہت اچھا ہے اور نائب سلطنت ہمارے فائدے اور خیرخواہی کے لیے بدل مستعد ہے اور راستی و درستی کے سوا کوئی امر نہین ہے الغرض بادشاہ نے دغابازون کے ساتھ جعل مین شریک ہونے سے بہت شرم وندامت ظاہر کی اور فرمایا کہ اب ہم نے دل مین عہد کرلیا ہے کہ سوائے راہ راست کے نہین جائین گے اور صاحب رزیڈنٹ کی بہت سی خوشامد کرکے استدعا کی کہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین کہ سابق مین بادشاہ اودھ

اپنے اختیار مین نہ تھے اس لیے بعض آدمیونکی تخویف وترغیب مین آکر ویسا ظاہر کیا تھا رزیڈنٹ نے بادشاہ کی بہت کچھ تسلی وتشفی کرکے فرمایا کہ اکثر آدمی ابتدائے جوانی مین راہ راست پر نہین چل سکتے ہین لیکن اب حضور بفضل الٰہی جوان اور بالغ ہوگئے ہین مناسب ہے کہ حرکات بیہودگی اور ہرزہ درائی کو چھوڑ کر راستی ودرستی کے ساتھ انتظام کاروبار ریاست مین مصروف ہوجائین ورنہ تمام ریاست کا کام برہم ہوجائیگا اور بادشاہ نے ایک خط لکھا جس مین لاولدی کا بیان تھا رزیڈنٹ کے پاس بھیجا چنانچہ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی استدعا کے مطابق تمام کیفیت گورنر جنرل کو لکھ بھیجی اور وقت مراجعت کے سپاہیان انگریزی متعینۂ بیلی گارد کو حکم دیا کہ آیندہ سے مناجان کو سلامی نہ دیا کرین ۔ گورنر جنرل نے جوابدیا کہ اس مضمون کو خلق مین مشتہر کردینا چاہیے چنانچہ قلمرو اودھ مین اس مضمون کے اشتہار جابجا چسپان ہوئے اُسوقت سے ولی عہدی اور شاہزادگی کا لفظ اُسکے نام سے محکوک ہوا لیکن بادشاہ بیگم نے محبت کی وجہ سے اس مضمونکے سد باب مین اکثر نکتہ چینیان کین اور مُنّاجان کو اپنے پاس سے جُدا نکیا ۔

اشتہار درباب نسب فریدون بخت عرف مناجان

اشتہار کی عبارت یہ ہے ۔

چون جناب والدہ صاحبہ آن طفل معروف بہ مناجان راکہ موسوم بہ محمد مہدی وملقب بہ فریدون بخت کردہ انداز قرب زمان تولد پرورد ہ وازبطن یکے اسامی مشہور نمودہ اورا منسوب بفرزندی ما بدولت ساختہ بودند بارہا گفتہ شد کہ این معنی خلاف ناموس نام وننگ این دودمان رفیع الشان موجب قباحت عظیم است وجناب علیین مآب اعلیٰ حضرت خلد مکان طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ نیز بعد تحقیقات وتفتیش تمام ودریافت حال واقعی

ہرگز ثبوت این طفل را نسبت بما بدولت قبول نفرمودند چنانچہ برکہ ومہ ظاہرست مگر جناب ممدوحہ نشنیدند واو را ملقب بالقاب مخصوص فرزندان ساختند وحالانکہ این طفل مجہول حال را علاقہ بما بدولت نیست وتحقق نمیگردد کہ جناب ممدوحہ این طفل را چگونہ پیدا کردند احتمال قوی اینست کہ زنے کہ این طفل را از بطن او میگویند ودیگر خواصان بخانۂ فضل علی میرفتند ہرچند منع کردہ شد ازین امر مستکرہ باز نماندند پس غالبًا از نطفۂ فضل علی یا درین بیقیدی از نطفۂ دیگر بہم رسانیدہ باشد این احتمال در صورتی ست کہ این طفل از بطن آن زن پیدا شدہ باشد والا چنانکہ مشہورست زن گاذر را کہ حاملہ بود بخانۂ خود داشتہ بودند وہرگاہ او وضع حمل کرد تولد از بطن زن مذکور شہرت دادند باز ما بدولت بخدمت بیگم صاحبہ وہم بخدمت والد ماجد خلد مکان گفتہ بودیم کہ این طفل اجنبی را با بنوت من علاقہ نیست لہذا حضرت خلد مکان مبطل نسب این مجہول النسب بودند وزیادہ از ہمہ اینکہ سن حضور در آوان کہ تکوین این طفل را بیگم صاحبہ موصوفہ مشہور کردہ بودند بحد بلوغ نرسیدہ بود کہ احتمال بنوت نسبت بحضور امکانے داشتہ باشد وقباحت وشناعت این امور نہ چنان ست کہ بر احدے مخفی باشد تا گزیر از ماجرایش بار یلہ آرای سلطنت وحشمت اشرف الامرا نواب گورنر جنرل صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ کہ حفظ وحراست این سلطنت حالًا ومآلًا متعلق بذات بابرکات نواب ممدوح واہالیان سرکار کمپنی انگریز بہادرست آگہی دادہ شد واین معنی از رہگذر یکتا دلی وحق پسندی وکفالت وحفظ این ریاست مطبوع طبع دقیقہ سنج نواب معظم الیہ افتاد در جواب اطلاع از بطلان نسب وبنوت آن طفل واذعان این معنی رقمی فرمودند مگر چون این امر از عمدہ امور ریاست است واگاہی خلائق ہم ازین معنی اشد ضرور لہذا برائے اطلاع خاص وعام اشتہار ہذا از پیشگاہ جاہ وجلال صادر گردید تا جملہ منتسبان این دولت عظمیٰ وعمائد وامرا وجمیع ملازمان سرکار والا ورعایا برایا

این طفل را ازین دودمان عالیشان اجنبی محض و مجہول النسب پندارند و گلہ ہے وہم بوت نامبردہ نسبت بحضور اقدس و اعلیٰ بخاطر راہ ندہند۔

حکیم مہدی علی خان کی جزرسی سے متوسلان سلطنت بلکہ خود بادشاہ کے دل مین کدورت پیدا ہو جانا

شہر لکھنؤ مین امرا کے یہان شادیون مین جو ساچق کے دن رنگین گھڑے مٹھائی اور میوے سے بھر کر مزدورون کے سرون پر رکھ کر دولھا کی طرف سے دُلہن کے گھر رات کے وقت جاتے تھے تو مزدور راستے مین اسقدر دست اندازیان کرتے تھے کہ میوہ اور مٹھائی بہت سی نکل جاتی تھی حکیم صاحب کو چونکہ ہر وقت کفایت و جزرسی مدنظر رہتی تھی اُنھون نے مرزا حیدر فرزند نواب محمد تقی خان کے بیاہ مین یہ جدید انتظام کیا کہ مٹھائی اور میوہ وغیرہ وزن ہوا کرے اور اونٹون پر لدوا کر سرکاری متصدی عروس کے مکان تک پہونچائین اور خالی گھڑے کہ مطلب اُن سے نمود و نمائش ہوتی ہے مزدورون کے سر پر حسب دستور جائین اور روشنی کے باب مین یہ تجویز کی کہ تیل مٹی کے برتنون مین رکھ کر چراغون مین بھرتے ہین روغن کورے برتنون مین جذب ہو کر نقصان ہوتا ہے اس لیے شہر کے باورچیون سے چھوٹی بڑی دیگین طلب کیجائین۔ اسی طرح کارخانۂ بادشاہی مین بھی کفایت مدنظر تھی۔ خاص بادشاہ کے لباس مین گلبدن کا تھان چالیس و پچاس روپے کی قیمت سے کم کا صرف نہوتا تھا حکیم صاحب کی طرف سے دس پندرہ روپیہ کی قیمت سے زیادہ کے تھان کی اجازت نہ تھی۔ اور پارچۂ محمودی کے رومال جسکی قیمت دو تین روپے گز سے کم نہوتی تھی موقوف ہو کر خاصے کے رومال جو ایک روپے کا کئی گز بکتا تھا بادشاہ

کے لیے بننے لگے - دستور تھا کہ جو نئی پوشاک بادشاہ ایکبار پہن لیتے تو وہ بدن سے اُتر کر انعام مین دیدیجاتی تھی حکیم صاحب نے یہ رسم ترک کر کے یہ حکم دیا کہ جب تک بادشاہ کی پوشاک دو تین بار دُھل کر اُنکے کام مین نہ آجائے توشہ خانۂ سرکاری سے جُدا ہُوا کرے ایکبار بادشاہ نے حکم دیا کہ پانسو جوڑے کنگنون کے فرمائشی خواصون کے لیے تیار ہون حکیم صاحب نے نقرئی بنوا کر اُنپر طلائی مُلمع کرا کے اُنپر چھوٹے نگینے جڑوا دیے اور بادشاہ کے محلات کی خواصون اور لونڈیون کے لیے جو دوپٹے بادلے اور تمامی وغیرہ کے قیمتی تیار ہوتے تھے وہ حکیم صاحب کی تجویز سے جھوٹے گوٹے اور بادلے سے تیار ہونے لگے اور انعام کے خرچ مین یہ تخفیف کی کہ اس مصرف کی رقم دو ثلث گھٹا دی اور جواہرات اور پشمینے کی خریداری موقوف کر دی - حکیم صاحب اکثر علانیہ یہ کہا کرتے تھے کہ بادشاہ سلامت چاہتے ہین کہ گھر اپنا برباد کرین اور مین یہ چاہتا ہون کہ اس طرح انتظام کرون کہ زر نقد خزانے مین جمع ہو حکیم صاحب کی یہ جزرسیان بادشاہ کی طبیعت کو ناگوار تھین اور ارباب سلطنت مسرف پسند تھے پس ایسے دانشمند کا گذارہ ایسے مسخرے اور سفلہ دربار مین کب ہو سکتا - رفتہ رفتہ محلات بادشاہی کی زبان شکایت دراز ہوئی اور عداوت کی صورت پیدا ہونے لگی - منتظم الدولہ بھی آفت روزگار تھے اُنھون نے ایک ایسی تدبیر نکالی جو اُنکے فائدے سے خالی نہ تھی چاہا کہ تمام معاملات ملک کو مستاجری کی صورت پر کر دین چنانچہ یہ بات قرار دی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین سرکار کمپنی کو ملک کاٹ دینے کے بعد ایک کروڑ پنتیس لاکھ روپے کا ملک سوائے سائر و گنجیات کے باقی تھا یہ جمع اصلی قرار دیکر چوّن لاکھ روپیہ سالانہ سپاہ سلطنت اور عاملون اور عملۂ محالات کا خرچ مجرا دیکر اکاسی لاکھ روپیہ سالانہ مصارف محلات اور کارخانہ سلطنت

لہ مستفاد از تاریخ ذکاء اللہ ۱۲ -

کے لیے مقرر کیا اور دوسرے سال سے پانچ لاکھ روپیہ سال چار سال تک کے لیے قبول کیا اور اس سے آگے کو پانچ برس تک یہی آخری جمع یعنی ایک کروڑ اور ایک لاکھ سالانہ مقرر کر کے قبولیت مہری اپنے پوتے محمد علی خان کی طرف سے اپنی ضمانت کے ساتھ دفتر شاہی مین داخل کر کے پٹہ مُہری نصیر الدین حیدر کا لکھوا کر صورت مستاجری تمام ملک اور فوج کی قرار دی مگر اس قسم کی مستاجری کو گورنر جنرل اور اُنکی کونسل نے ناپسند کیا اور یہ حکم دیا کہ ضابطۂ قدیم کے خلاف تمام ملک کی مستاجری ایک آدمی پر قرار نہین پا سکتی۔ حکیم صاحب کا رنگ حکمت نہ جما ہاتھ مل کر رہ گئے۔

حکیم مہدی علی خان کی معزولی اور اُسکے وجوہ و دلائل

حکیم مہدی علی خان کی طبیعت اب ایسی باقی نہ رہی جیسی پہلے تھی غصہ بڑھ گیا ادنےٰ و اعلےٰ ہر ایک کے ساتھ سختی اور غضب کے ساتھ پیش آنے لگے خاص و عام کے ساتھ سوا درشتی اور گالی کے بولتے نہ تھے یہ چاہا کہ بادشاہ کی حرم محترم ملکۂ زمانی کو رتبے سے گرادین اول اُنکی جاگیر مین فساد کرا کر متواتر خبرین بادشاہ کے گوش گزار کرائین اور خود عرض کیا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر مین انتظام نہونے کی وجہ سے آس پاس کے تمام علاقے مین خرابی پڑ گئی ہے روپے کا وصول ہونا مشکل ہو گیا ہے اگر یہ جاگیر راجہ بختاور سنگھ کو جسکی عملداری بیگم صاحبہ کی جاگیر کے چارون طرف ہے دیدیجائے تو وہ روپیہ بیگم صاحبہ کو پہونچاتے رہین اور اُنکے علاقے کے ساتھ انتظام بھی بخوبی ہوتا رہے چونکہ یہ تقریر ظاہر مین معقول تھی بادشاہ نے قبول کر کے وہ جاگیر جو چھ لاکھ روپے سال کی تھی راجہ بختاور سنگھ کے حوالے کر دی اب یہ حال ہوا کہ بیگم صاحبہ کو روپیہ پہونچنے مین کمی ہونے لگی۔ ملکۂ زمانیہ کو درجے سے گرانے کی دوسری تدبیر یہ نکالی کہ

بسم اللہ بیگم جو وفا بیگ خان کی نواسی تھی اور تاج محل کی مصاحبت مین رہتی تھی ایک دن بادشاہ نے اُسے دیکھ لیا اولے دلکش پسند آگئی اُسکی طرف رغبت فرمائی خفیہ نویس نے یہ قصہ نائب تک پہونچادیا یہ تو اس تلاش مین تھے ہی کہ کوئی ایسی عورت پیدا ہو کہ اپنی طرف بادشاہ کے دل کو کھینچ لے کیونکہ جب تک دوسری طرف اُن کا دل راغب نہ ہوگا ملکۂ زمانیہ کی طرف سے دل نہ پھرے گا پس بسم اللہ بیگم سے خفیہ سازش کی کہ اگر میری مرضی کے موافق رہوگی اور جو مین کہونگا اُس پر عمل کروگی تو تمکو ملکۂ زمانی کے رتبہ پر پہونچا دونگا بسم اللہ بیگم نے اس لحاظ سے کہ نائب کو پورا اختیار حاصل تھا اُنکی بات منظور کرلی اب نائب اشارے اور کنائے مین بادشاہ کے سامنے بسم اللہ بیگم کی تعریفین کرنے لگے یہانتک کہ بادشاہ اُس سے نکاح کرنے کو آمادہ ہوگئے اور بڑی دھوم دھام سے یہ شادی ہوئی حکیم صاحب نے اس عورت کو اپنی بیٹی بنایا اور دن بدن اس کا رتبہ بڑھنے لگا جب نائب کو یقین کامل ہو گیا کہ بادشاہ اس پر فریفتہ ہین اور ملکۂ زمانی کی خواہش نہین رہی تو علانیہ ملکۂ زمانیہ کے نوکرون کے سامنے اُنکو ناسزا الفاظ سے یاد کرنے لگے کہ وہ سُن سُن کر خون جگر کھاتی اور چپ رہتی اسی طرح بادشاہ بیگم کی جناب مین رکیک وخلاف رتبہ کلمات کہنے لگے جنھین سُن کر اُنکے دل کو صدمہ ہوا اور حکیم صاحب کی خرابی کی فکر مین پڑین۔ تاج الدین حسین خان سے بھی فریب شروع کیا یہ شخص حکیم صاحب کا رازدار تھا اس لیے اپنی کوشش سے مسٹر جان لو صاحب رزیڈنٹ حال کے مزاج کو حکیم صاحب کے موافق کر دیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب جان لو صاحب رزیڈنٹ ہو کر آئے تو تاج الدین حسین خان نے اُن سے موافقت کر کے حکیم مہدی علی خان کا دوست بنا دیا حکیم صاحب تاج الدین حسین خان کی اس حسن خدمت کے ممنون ہوئے جب اُنھون نے اپنا حق نائب پر ثابت کر دیا تو عرض کیا کہ میرے ذمے محاسبان سرکار نے ۲۲۔ لاکھ روپے

سُلطان پور کے باقی نکالے ہین مین یہ جمع معتمد الدولہ کو پہونچا کر اُن سے رسید لے چکا ہون
اہلکارون کو دکھاتا ہون تو شنوائی نہین کرتے اُس خدمت کے صلے مین امیدوار ہون کہ
۲۲ لاکھ روپے کی فارغخطی مرحمت ہو جائے تاکہ محاسبے کے اندیشے سے نجات ملجائے حکیم صاحب
اول اول جب اُنکی غرض باقی تھی فارغخطی دینے کا اقرار کرتے تھے جب کام نکل گیا تو یون ٹالا کہ بادشاہ کی
طرف سے فارغخطی دینے مین متامل ہون مگر دل مین اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جبتک مین
موجود ہون کوئی تم سے اُس روپے کا دعویٰ نکرے گا تاج الدین حسین خان سمجھ گئے اگر یہ شخص مجھ سے
فریب کرتا ہے کبھی نہ کبھی ان روپونکا دعویٰ کرکے خراب کریگا یہ شخص صاف نہین ہے اگر ہزار طرح جانفشانی
کرونگا اسکے دل پر اثر نہوگا یہ بہتر ہے کہ اسکا علاج معقول کیا جائے اگر مجھے شام کو برباد کرنیکا ارادہ رکھتا ہو تو مین اسکو
صبح ہی کو خراب کردون پس خفیہ بادشاہ سے بات چیت کی راہ نکالی اور نائب کی بیخ کنی
کی فکر کرنے لگے ۔ طرفہ یہ کہ حکیم صاحب نے بادشاہ کے اخراجات روزمرہ مین اتنی کمی شروع
کی تھی کہ اُن کا دل حکیم صاحب کی طرف سے پھر گیا تھا اس لیے اول بادشاہ نے حکیم صاحب کے
بھتیجے احمد علی خان کو اپنی مصاحبت سے الگ کر دیا بادشاہ بیگم نے بھی بادشاہ کے
کان بھرے کہ اس شخص کو اپنے مکان مین اس قدر خلاف دستور اختیار دیدیا ہے کہ علانیہ
تمھاری بیگمات کو دربار مین بُرا کہتا ہے اور بے حرمت کرتا ہے پس مین کس شمار مین ہون
یہ شخص درحقیقت انگریزون کا خیرخواہ ہے اس بات پر دلیل یہ ہے کہ ریاست کی قوت
سپاہ سے ہے اُسکو بڑھانا چاہیئے نہ یہ کہ گھٹا رہا ہے تمھارے عزیزون اور ملازمونکی تنخواہین
کم کردین حالانکہ بڑھانی چاہیئے تھین ظاہر مین یہ تمکو کفایت بتاتا ہے لیکن باطن مین انگریزونکے
خوش کرنے کے لیے ریاست کے لوگون کو بیدل کر رہا ہے دیکھو تمکو روزمرہ کے مصارف
مین تنگ کر دیا ہے یہ کتنی بڑی دلیری کی بات ہے اب بھی کچھ نہین گیا ہے اسکی تدبیر کرلینی

چلہیئے اگر پانون جمایئے تو اُکھڑنا مشکل ہوگا بادشاہ یہ تقریر سُن کر اور بیزار ہوگئے تاج الدین حسینخان نے بھی بادشاہ کو اُن رازون سے آگاہ کردیا جو بادشاہ کی اطلاع کے بغیر انگریزون سے نائب نے کہے تھے ان تمام باتون نے بادشاہ کو اتنا برہم کیا کہ منتظم الدولہ کی خرابی کے در پے ہوگئے چنانچہ ایکدن بادشاہ بیگم سے کہا کہ مین جوکچھ کرتا ہون بغیر آپکی صلاح کے نہین کرتا اور یہ شخص بھی بغیر آپکی صلاح کے نائب نہین بنا ہے جوکچھ ارشاد ہوگا اُسکی تعمیل کیجائے گی بادشاہ بیگم نے کہا کہ یہ درست ہے لیکن نوکر کو اپنے قابو مین رکھنا چاہیئے نہ کہ اُسکے سامنے اپنی ہستی کو بے حقیقت کردینا چاہیئے اور نوکر کو اتنا غالب نہ کردے کہ آپ اُس کا محتاج بن جائے اب صلاح یہ ہے کہ مہدی علیخانکو موقوف کرکے روشن الدولہ کو کہ وہ اس سرکار کا نمکخوار قدیم ہے اور تمھارے والد نے اُسکو عزت دی تھی اور کارکن بنایا تھا اور لیئق اور کارپرداز آدمی ہے یہ عہدہ دیا جائے بسم اللہ بیگم نے بھی مہدی علی خان سے عہد وپیمان کے خلاف آتو کی سلسلہ جنبانی سے اُن کی بیخ کنی کی بہت کچھ باتین کہین۔ آتو نے بیگم کو سمجھایا کہ جبتک یہ نائب بخیل و نحوس اپنے عہدے پر برقرار ہے تمکو کوئی بہبود حاصل نہوگی۔ اور نہ مجھکو کوئی فائدہ پہونچے گا ان دنون بادشاہ بھی اُس سے مکدر ہین پس اسوقت سے بہتر کوئی وقت اُسکے اُکھیڑنے کا نہ ملے گا قدسیہ بیگم نے کہا کہ پہلے دن اس شخص نے مجھ سے وعدہ لے لیا تھا اور مجھکو اپنی دختر بنایا ہے پھر مین کیونکر بے سبب اُسکے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالون اور عہد توڑون آتو نے جواب دیا کہ اگر عہد پر پابندی منظور ہے تو اپنی عظمت اور ترقہ سے ہاتھ اُٹھا لینا چاہیئے۔ دنیادار کو چاہیئے کہ جس امر مین اُسکی فلاح و بہبود ہو اُسے اختیار کرے جسنے اس زمانے مین وضع کی پابندی رکھی وہ کبھی مراد کو نہین پہونچ سکتا اس بات کو اپنے دل مین خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ منتظم الدولہ نے تمھارا فروغ رغبت دلی سے نہین چاہا بلکہ ملکۂ زمانیہ کی خرابی و بربادی کے لیے تمکو ترقی دلائی ہے جب اُدھر سے فرصت پالین گے تو تم پر

ہاتھ صاف کرینگے پس انسانون خصوصًا سردارون کو چاہیئے کہ بدون کو مٹا کر خلق اللہ کے ساتھ احسان کرین نہ کہ بُرون کے احسانمند ہون اور اُنکے ظلم روکنے کی کوئی تدبیر عمل مین نہ لائین اب مجھکو اور تمکو یہ بات مناسب ہے کہ نائب کی شکایت بادشاہ کے حضور مین پیش کرین اور ایک جماعت کو اس معاملے مین اپنے ساتھ متفق کرلین اگر بادشاہ کے چہرے پر اُن باتون کے سننے سے کراہیت معلوم ہو تو آیندہ پھر کبھی اس بات کو منھ سے نہ نکالین ورنہ اشارے اور کنائے مین نائب کی بُرائیون کو ثابت کردین غرضکہ سب نے بالاتفاق علانیہ اور اشارات مین نائب کی بُرائی بیان کرنی شروع کی بادشاہ بھی یہ باتین رغبت سے سُن کر شریک کلام ہونے لگے کیونکہ خود بھی نائب کی سخت مزاجی سے تنگ تھے ایکدن تاج الدین حسینخان سے فرمایا کہ ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ حکیم مہدی علی خان کو معزول کرکے تمکو کہ بہ نسبت اُنکے بہت لائق ہو نیابت کے کام پر مقرر کرین جب یہ میٹھی آواز خان مذکور کے کانون مین پہونچی بادۂ جاہ کے نشے سے بیہوش ہوکر عقل زائل ہوگئی اور یہ نہ سمجھے کہ اس بات مین کیا مصلحت نہان ہے خود بھی معزول کرانے کو مستعد ہوگئے اور ترغیب آمیز باتین بادشاہ سے عرض کین بادشاہ نے فرمایا کہ ہمکو یہ فکر ہے کہ مبادا رزیڈنٹ اُنکی معزولی مین کلام کرین تاج الدین حسینخان نے عرض کیا کہ حضور دل مین کوئی دغدغہ نہ لائین انگریزونکو جناب والا کی سرکار مین مطلق مداخلت حاصل نہین ہے مین کل ہی رزیڈنٹ کو اطلاع کرونگا کہ بادشاہ سلامت تشریف لاکر آپ سے بعض باتین تنہائی مین بیان کرینگے اگر موافق معمول کے حکیم مہدی علی خان شریک ہونا چاہین تو انکو روک دیا جائے پھر حضرت اچھی طرح جس قدر دل مین آئے اطمینان سے اُنکی شکایتین بیان کرین رزیڈنٹ بھی سب باتین سُنکر حکیم صاحب کی تندخوئی اور بے اعتدالی سے مطلع ہوجائین اور پھر کوئی بات اُنکے موافق نہ کہین وہان سے دولتسرا ے کو لوٹ کر فورًا قید

کردین اور اُنکی مفسدہ پردازی سے مطمئن ہو جائین اگر رزیڈنٹ اُسوقت نائب کے روکنے کو بھول جائین تو حضرت کے ہاتھ مین رزیڈنٹ کا ہاتھ ہوگا اشارے کے لیے ہاتھ کو حرکت دیدین تاکہ یاد آجائے خانہ زاد یہ تمام باتین رزیڈنٹ کو سمجھادیگا اس کے بعد بادشاہ بیگم مشورہ ہوکر بات پختہ ہوگئی اور روشن الدولہ کی نیابت کے لیے رائے قرار پاگئی قدسیہ بیگم اور آتوجی کی صلاح بھی شامل تھی آتوجی کی تدبیر اس رشتے کو بل دینے مین زیادہ کارگر تھی اور قرار پایا کہ شب مین روشن الدولہ کو یہان خفیہ بلاکر عہد و میثاق مستحکم کرلیا جائے آتوخود بارہ دری کے راستے سے میانے مین سوار ہوکر روشن الدولہ کے گھر گئی اور تمام رازون سے واقف کر کے کہاکہ آج رات کو تم بلائے جاؤ گے آتو لوٹ گئی اور رات کو سواری بھیجکر روشن الدولہ کو بلوالیا۔ جو منتظر طلب بیٹھے ہوئے تھے روشن الدولہ بادشاہ کے سوالات کے جواب باصواب گزارش کرکے صبح کے قریب اپنے مکان کو لوٹ آئے اور تمام حالات سے سبحان علی خان کو مطلع کیا۔ صبح کو بادشاہ سوار ہوکر رزیڈنٹ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور معمولی مدارات کے بعد خلوت ہوئی نائب رنگ زمانہ سے غافل تھے شریک خلوت ہونے کو پیچھے پیچھے چلے رزیڈنٹ کے ہاتھ مین اُسوقت بادشاہ کا ہاتھ تھا اُنھون نے اشارہ کیا رزیڈنٹ نے آگاہ ہوکر تاج الدین حسینخان کے کہنے کے مطابق اُنکو منع کیا اب مہدی علی خان سمجھے کہ یہان رنگ ہی اور ہے پژمردہ اور مضمحل ہوکر مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے اور چہرے سے حکومت کا رنگ اڑ گیا اب بادشاہ نے باطمینان رزیڈنٹ سے باتین کرنی شروع کین اور کہاکہ لوگ تلون مزاجی کا اتہام لگائین گے مگر آپ جانتے ہین کہ نوکر مالک کی تفضیح کے لیے ہوتا ہے یا آرام دینے کے واسطے مین نے جب حکیم مہدی علی خان کو نائب بنایا تھا تو اُنھون نے چند وعدے کیے تھے اُن مین سے ایک ادا نہوا پہلا وعدہ یہ کیا تھا کہ نوکرون کی جس قدر تنخواہین چڑھی ہوئی ہین وہ اپنے پاس سے

چکا کر پھر بتدریج خزانۂ شاہی سے وصول کرونگا مگر اُنھون نے برخلاف اپنے وعدے کے جسقدر چاہا روپیہ خزانۂ عامرہ سے لیا اور وہ بھی تمام وکمال تقسیم نہین کیا - اور اپنی خوش انتظامی کو سرکار کمپنی مین شہرت دی دوسرے جو روپیہ معتمد الدولہ آغامیر کے ذمے باقی تھا اُسکے وصول کرنے کی ذمہ داری اپنی ذات پر لی تھی معتمد الدولہ کانپور کو چلے گئے اور وہ روپیہ اُن پر باقی رہگیا تیسرے اُنکی طماعی کی یہ کیفیت ہے کہ علاوہ اُس مشاہرے کے جو معتمد الدولہ اور اعتماد الدولہ پاتے تھے ہر سیکڑے پر پانچ روپے آمدنی مال مین سے اور اسی قدر تنخواہ ملازمین مین سے جسکا حساب لاکھون تک پہونچتا ہے رسوم کے نام سے لیتے ہین اور دیانت کا یہ حال ہے کہ خود تو رشوت لیتے نہین مگر احمد علی خان اور ابو طالب خان اور سید محمد خان وغیرہ اپنے لواحقین کو ایسا چیرہ دست کردیا ہے کہ اُنھون نے لاکھون روپے رشوت مین اہل شہر سے لیے اور منتظم الدولہ ہمیشہ دیکھتے اور کچھ نہ کہتے چوتھے ہمارے مصارف مین اس قدر جزرسی کی کہ اگر ہم سو روپے کسی کو انعام کے دلوائین تو پانچ روپے اُسکو دیکر ہمکو بدنام کرتے ہین پانچوین تمام امرائے شہر کو اپنی بدزبانی سے ناراضمند کیا اور ہمارے محلات و اہل حرم کو بے حرمتی کے الفاظ سے یاد کرتے اور اُنکی آبرو کا پاس نہین کرتے بس نوکر نہ ہوئے آقائے نعمت ہوئے -

رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نائب کی طرف سے جب اتنا دلگیر پایا تو کہا کہ آپ اپنی ریاست کے مالک ہین جو کچھ مناسب معلوم ہو عمل مین لائیے کوئی تردد کا مقام نہین اس مین غیر کو دخل نہین بادشاہ اس جواب سے شادان و فرحان رزیڈنٹ کے پاس سے واپس آئے نجم الدولہ کو حکم دیا کہ روشن الدولہ کو لائے اور اپنے باپ نظام الدولہ کو بھی حاضر کرے جب یہ خبر قدسیہ بیگم اور بادشاہ بیگم کے محلون مین پہونچی کہ اب حکیم مہدی علی خان کی معزولی اور روشن الدولہ کی منصوبی ہوتی ہے تو سب کے چہرون پر بشاشی آگئی حکیم مہدی علی خان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بہت آزردہ ہوئے اور گلبدن کے

تھانون کے پیش کرنے کے بہانے سے بادشاہ کے پاس آنا چاہا جواب ملا کہ اسوقت کوئی ضروری کام درپیش ہے دوسرے وقت لاکر ملاحظہ کرائین مجبور ہوکر مضطربانہ اپنے مکان کو لوٹے راستے مین سُنا کہ روشن الدولہ اور انتظام الدولہ کو بادشاہ نے طلب فرمایا ہے بید کی طرح لرزنے لگے اور نہایت خوف وہراس کی حالت مین اپنے گھر پہونچے۔

حکیم مہدی علی خان کا رزیڈنٹ کو اپنا حامی بنانا اس لیئے حکام سلطنت کا اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکنا

حکیم مہدی علی خان نے دل کو قابو مین کرکے یہ خیال کیا کہ سخت دشمن پہونچ گیا ہے اُسکا دل مجھ سے بیحد ناراض ہے جو کچھ مجھسے اُسنے تکلیفین کل پائی تھین آج اُنکے بدلے مین کسر نہ اُٹھا رکھے گا اور پورا پورا انتقام لے گا۔ عقدہ کشائی کی یہ تدبیر سوچی کہ مرزا حیدر پسر مرزا محمد تقی کو جن سے سمدھیانہ کا تازہ رشتہ قائم ہوا تھا بلاکر کہا کہ یہ وقت میری بیکسی کا ہے اگر دستگیری کروگے تو جوانمردی سے بعید نہو گا مرزا نے کہا کہ ایسا کونسا سخت کام درپیش ہے ظاہر فرمایئے جوابدیا کہ چند مغویون نے بادشاہ کے مزاج کو میری طرف سے برہم کردیا ہے اور وہ سب مل کر میری خرابی کے درپے ہین اور میری حرمت بگاڑنا چاہتے ہین میری حرمت کے بارے مین رزیڈنٹ سے گفتگو کیجئے اور اُن سے کہیے کہ حساب واجبی مجھسے لیا جائے مگر حرمت کی مزاحمت اور عزت کی خرابی نکی جائے مرزا اُسوقت بہت متامل ہوئے اور دیر تک خاموش رہکر کہا کہ بہت مشکل کام اور سخت معاملہ واقع ہوا ہے کہ نہ آپ سے انکار کی مجال ہے اور نہ بادشاہ سے مقابلے کی طاقت اگر مین کوشش کرتا ہون تو ابھی بادشاہ سے قطع تعلق ہوکر ڈیڑھ سو برس کی بہبودی کا مکان ہاتھ سے جاتا ہے اگر آپ سے انکار کرتا ہون تو لوگ کہین گے کہ کل تو نفع کی

امید پر رشتہ داری کی آج سختی کا وقت آیا تو حمایت سے گریز کرتا ہے اس لیے مین آپکی
پاس خاطر سے دوسری شق اختیار کرتا ہون اور اُسی وقت حکیم صاحب سے رخصت ہو کر
رزیڈنٹ کے پاس آئے اُنھون نے پوچھا کہ اسوقت یہان تمھین کسنے بھیجا ہے مرزا نے
حکیم مہدی علی خان کا نام لیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تم بادشاہ سے نہین ڈرتے جو ایسے وقت
مین اُنکی طرف سے سوال وجواب پر کمر باندھی ہے مرزا نے کہا کہ جہان پناہ کا خوف مسلم ہے
لیکن آپ غور کرین کہ اسوقت منتظم الدولہ بیکار ہین اُنسے کسی کو نفع کی امید نہین اور بادشاہ
فضل الٰہی سے تخت حکومت پر برقرار ہین جب اسوقت نائب معزول نے مجھے بلایا اور لجاجت
کی تو اپنے دل مین مین نے خیال کیا کہ سبحان اللہ دنیا عجب عبرت کی جگہ ہے کہ کل تک یہ شخص
لاکھون آدمیون پر حاکم تھا اور آج ایک آدمی کے لیے محتاج ہے پس خدا کے خوف کو بادشاہ کے
خوف پر مقدم رکھا اور دنیا کے نفع کو ترک کر کے اُنکی مدد کو اچھا جانا اگر اس کام مین فائدہ ہاتھ
سے جائے تو جائے مگر مروت کی راہ مین نیکنامی حاصل ہے اگر مجھ مین کوئی برائی نہو گی تو مصائب کا
اندیشہ نہین ہے رزیڈنٹ کو یہ تقریر پسند آئی اور اس ہمت پر تحسین کی حال پوچھا بیان کیا کہ منتظم الدولہ
نے کہا ہے کہ مین نے عرصہ دراز سے اس سرکار کے تعلقات چھوڑ کر سرکار انگریزی کے ملک مین سکونت
اختیار کی تھی اور شاہ انگلستان کی رعیت بن گیا تھا شاہ اودھ نے ایک شقہ اپنے ہاتھ سے میرے
نام لکھکر اپنے ایک امیر مرزا بندہ حسن نامی کے ہاتھ میرے پاس بھیجکر بلایا مین نے خیال کیا کہ
اس سرکار کا ملک اہلکارونکی بے سلیقگی سے برباد ہو رہا ہے جسکی وجہ سے قرب وجوار کے
انگریزی علاقے مین بھی فتور اور شورش پیدا ہوتی ہے اور مجھکو اپنا قدیمی خیرخواہ سمجھکر طلب کیا ہے اس لیے
مین نے مناسب سمجھا کہ ایسے وقت مین شریک حال ہو کر حق نمک خوارگی ادا کرون اور ملک کے سر سے
بلائے بے انتظامی وخرابی کو دفع کرون اس کام مین دونون سرکارون کا نفع تھا۔ علاوہ اس کے

جب مجھکو بلایا تھا تو اُس وقت مین نے فرخ آباد کے ہر ایک انگریز سے صلاح لی سب نے بالاتفاق روانگی کا مشورہ دیا تب مین آیا یہان آنے کے بعد مہمات مالی و ملکی مین جو عرق ریزی کی وہ سب ظاہر ہے جو لوگ سمجھدار تھے وہ ایسی سرکار مین میرے اس خون جگر کھانے کا آخر مین یہی صلہ ملنا گمان کرتے تھے جو اب پایا۔ اب آپکی توجہ سے یہ امید ہے کہ میری عزت کی حفاظت کیجئے جو کچھ محاسبہ مجھپر نکلے گا المضاعف ادا کرونگا۔ لیکن یہ اندیشہ ہے کہ مبادا بادشاہ دشمنون کے اغوا سے میری عزت کے درپے ہون اُسوقت مین اپنے آپ کو ہلاک کر دونگا رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ حکیم صاحب سے کہنا چاہیے کہ جبکہ آپ کا دامن حساب سے پاک ہے تو محاسبے کا خوف نرکھنا چاہیئے اطمینان اور آرام سے بیٹھے رہو کوئی تمھاری عزت پر ہاتھ نہ ڈال سکے کامرزا خوش وخرم وہان سے لوٹ کر آئے حکیم صاحب کو متفکر پاکر تمام حال کہا وہ اس نوید جان بخش سے مطمئن ہو گئے۔

بادشاہ نے بختاور سنگھ کو حکیم مہدی علی خان کے نظر بند کرنے کا حکم دیا ابھی تک وہ ٹیڑھی کوٹھی مین قیام پذیر تھے دفعۃً پہرے جاکر کھڑے ہو گئے اور سات ربیع الاول ۱۲۴۸ھ ہجری مطابق ماہ اگست ۱۸۳۲ء کو معزول ہوئے اب حکیم صاحب کی حکمت ساری بھول گئی۔

تاج الدین حسین خان اس تصور مین تھے کہ وزارت میرے ہاتھ لگے گی مگر یہ دولت روشن الدولہ محمد حسین خان بہادر صولت جنگ کو نصیب ہوئی اور سبحان علی خان شریک مشورہ قرار دیے گئے اور عہدۂ سفارت رزیڈنٹی تاج الدین حسین خان سے متعلق رہا۔

حکیم صاحب پر نہایت لغو محاسبہ

پہلا محاسبہ جو حکیم صاحب کو پیش آیا وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے اُنکی وزارت کے زمانے مین اُنکو حکم دیا تھا کہ پانسو جوڑی طلائی کنگن بنواکر بھیجدین نائب نے سمجھا کہ یہ فضول خرچی کہاریون

یا مغلانیون یا پیش خدمتون کے لیے ہے اس لیے وہ تدبیر کرنی چاہیے کہ نہ تو حکم عدولی ہو اور نہ خرچ بڑھے دو تین دن مین چاندی کے عدد بنوا کر اُن پر سونے کا ملمع کرا دیا بادشاہ نے پسند کر کے تعریف کی اور بٹوا دیے جبتک نائب کام پر رہے اُنکی تعریف ہوتی رہی اب بیزار ہو کر اُنکو بادشاہ نے علحدہ کر دیا تو طرح طرح کے عیب تلاش کرنے لگے اتفاق وقت سے دو تین کنگنون کا ملمع دور ہو کر چاندی دکھلائی دینے لگی رفع اشتباہ کے لیے کئی عدد کٹوائے دیکھا تو چاندی کے تھے اس بات کو نائب کی بہت بڑی خیانت قرار دیا اور تمام کنگن صاحب لزیڈنٹ کے پاس بھیجکر کہلا یا کہ دیکھیے مہدی علی خان کیسے خائن ہین کہ سونے کے دام لیے اور چاندی پر ملمع کرا دیا جبکہ ادنے کام مین یہ غبن ہے تو بڑے بڑے کامون مین کتنا خرد برد کیا ہوگا لزیڈنٹ کو بھی بہت حیرت ہوئی اور تحقیقات کے لیے منتظم الدولہ کے پاس کنگن بھیجے اُنہون نے کہا کہ انکی قیمت کاغذ مین دیکھنی چاہیے اگر چاندی کے دام مندرج ہون تو الزام بیجا ہے اور اگر سونے کے کڑے ہون تو بجا ہے اس سرکار مین طرفگی یہ ہے کہ جتنی خیر خواہی کیجائے اور جس کوشش سے کام کیا جائے وہ سب ہیچ ہے کاغذ کو دیکھا گیا تو چاندی کا نرخ لکھا ہوا تھا اس سے محاسبے کے باب مین سب کی زبانین بند ہو گئین۔

حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے مقدمے مین گورنر جنرل کی اطلاع کے بغیر جو زیادہ اصرار نامناسب تھا لزیڈنٹ نے اسی بات پر کفایت کی کہ ہمکو حکیم صاحب کے عزل و نصب سے کسی طرح کام نہین مگر اُنکی عزت و حُرمت کی پاسداری بنظر دور اندیشی ملحوظ خاطر عالی رہے آیندہ جو کچھ تجویز فرما کر تحریر کیا جائے اُسکے مطابق گورنر جنرل کو اطلاع دیجائے ۱۲۴۸ھ ہجری مین جو خط حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے باب مین لکھا گورنر جنرل کے ملاحظے کے لیے لزیڈنٹ کے پاس بھیجا اُس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمۂ خط نصیر الدین حیدر در باب معزولی منتظم الدولہ

آپنے جو کچھ گفتگو منتظم الدولہ کی معزولی کے باب مین مکرر حضور کے ساتھ کی اس مین شبہہ نہین کہ اُسکی منشا صرف محبت و نیک اندیشی اس سرکار کے حق مین تھی لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگہی نہین ہے اور حضور کو اُن اُمور مین سے اکثر کے بیان کرنے سے حجاب آتا ہے اور نہین چاہتے کہ زبان پر اُنکا ذکر آئے لیکن اب بضرورت مفصل لکھا جاتا ہے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو ہم نے فرخ آباد سے محض اسوجہ سے بلایا تھا کہ اس ریاست کے ساتھ اُسکے تعلقات قدیم سے چلے آتے ہین اور مشارٌالیہ نے فقط اس سرکار سے ثروت و ترقی پائی ہے اور ادنےٰ درجہ سے مرتبۂ اعلیٰ کو پہونچا ہے اور قلمرو سرکار کمپنی مین کہ بطور خوش باشون کے سکونت اختیار کر لینے کے سوا اور کسی قسم کا اُس سرکار سے توسل اور استحقاق نہین رکھتا اور یہان بھی بغیر توسط شمول سرکار کمپنی کے آیا ہے ہم نے اسکی قدامت پر خیال کر کے وزارت کے عہدے پر سرفراز فرمایا اور ہر طرح کی مہربانی اُسکے حق مین مرعی رکھی اور مختار کُل کر دیا جسکا حال تمام مخلوق پر ظاہر ہے لیکن جسقدر اُسکے فساد طینت کا حال زبان زد خلق تھا اور جو کچھ صاحبان رزیڈنٹ سال سبل کرنیل کالمس صاحب بہادر اور کرنیل جان بیلی صاحب بہادر دفتر رزیڈنٹی کے جرائد مین اسکی نسبت لکھ گئے ہین اُسکا حال ابتدا مین حضور کو بالکل معلوم نہ تھا یہ شخص ابتدا سے ریاست پر تسلط کی فکر مین تھا اور چاہتا تھا کہ کسی صورت سے حضور کو بے اختیار کر دے چنانچہ اس خیال سے حضور کی طرف سے ایک محبت نامہ اٹھارہ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۶ھ ہجری کو لکھوا کر اُسکے ذریعے سے چاہا کہ کمپنی کی حمایت مین آجائے تاکہ حضور کو اُسکی معزولی کے باب مین کسی طرح کا اختیار باقی نہ رہے لیکن نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ کی

شفقت والطاف کا بیان نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے اُسکے ارادے کی تہ کو پہونچ کر اُسکے منصوبے
مین اپنے آپکو شریک نہ فرمایا اور یادداشت شرح ملاقات بین ۲ جنوری ۱۸۳۱ء دستخطی پرست
صاحب سکرٹری خاص مین یہ عبارت مندرج فرمائی۔ لیکن بامورے بہادر موصوف باین
عہدہٗ والا بر فعل ذات ستودہ صفات متصور ست نہ این جانب را نوعی دران شرکت و مداخلت
بودہ بلکہ عمداً از شمول آن کنارہ کش گردیدیم و نہ از خود بعطاے خلعت فاخرہ بہ تقریب سرفرازی
اوشان پرداختیم و نہ عطاے آن رو برو ے این جانب ازان سامی مکان قبول کردیم انتہیٰ
اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ ۲۵- صفر سنہ ۱۲۴۶ ہجری کو ایک خط مین حضور کی طرف سے
مسٹر ماڈک (مدک) صاحب بہادر کے نام عبارت ناملائم لکھکر بھیجی جس سے صاحب موصوف
نہایت رنجیدہ خاطر اور غصہ ہوئے اور پھر اُسکے لکھنے کی تہمت اہلکاران دار الانشا کے
سر پر تھوپی اور کہا کہ میری اطلاع اور آگاہی کے بغیر اُنھون نے اپنی طرف سے ایسا
لکھدیا ہے اور تمام عملے کو معطل کر دیا حالانکہ اُنکا کام صرف صاف کرنے کا تھا اس سے
زیادہ اُنکو کوئی مداخلت نہ تھی جو کچھ یہ شخص چاہتا تھا وہ لکھواکر جاری کر دیتا تھا۔ اور آپ کے
دل مین یہ بات ہرگز نہ آنی چاہیئے کہ حضور کی طرف سے ایسا اختیار اس شخص کو کیون دیدیا گیا
اس لئے کہ اولاً یہ امر کچھ حضور ہی پر موقوف نہین سواے اُن سلاطین کے جو بذات خود
بادشاہ ہوتے ہین ایسے بادشاہون کو جو باپ دادا سے وراثت مین سلطنت پاتے ہین
اور پوتڑون کے امیر ہوتے ہین کامون کا تجربہ کمتر ہوتا ہے دوسرے لفظ بلفظ کاغذات
کے طومار کو دیکھنا اور اُسکے حسن و قبح کو جانچنا بادشاہان ہندوستان کا کام کم رہا ہے تیسرے
جس کسی کو اپنا نمک حلال اور خیر خواہ تصور کرکے مدار المہام اور مختار سلطنت بنایا جاتا ہے
تو اُس پر ضرور اعتماد کرنا پڑتا ہے اور اُسکی طرف سے یہ اطمینان رہتا ہے کہ دولت خواہی

خلاف نکرے گا چنانچہ اگلے وقتون مین اکثر سلاطین اولوالعزم محض ناخواندہ گذرے ہین پس وہ کسطرح تحریر کے نیک وبد کا امتحان اپنے ذمے کر سکتے تھے اور مدارالمہام اور کارگزار پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کے سوا کیا چارہ تھا - خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص نے تسلط اور ردتحریر کے بعد وہ کام کیا کہ ابتداے ابوالبشر آدم سے آجتک کارگزارون مین سے کسی نے ہرگز نہین کیا ہے یعنی تمام ملک کا اجارہ اپنے نام پر تجویز کر کے بطور پٹہ اور قبولیت کے اپنی طرف سے ایک عبارت اختراع کر کے ایک مراسلہ غرۂ ربیع الاول ۱۲۶۴ہجری کو حضور کی جانب سے لکھوا کر اس پٹے کی نقل اس مراسلے کے ساتھ نواب گورنر جنرل کی اطلاع کے لیے قائم مقام صاحب رزیڈنٹ کے پاس بھیجی اور مطابق اُسکے نواب گورنر جنرل کے نام نامی پر محبت نامے لکھوا کر اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے جن کو ابتک واپس نہین کیا - طرفہ کام کیے ہین کہ کسی نے کانون سے بھی نہ سنین ہونگے **اول** تمام ملک کی جمع جو قطع نظر وصول خام سے ایک کروڑ ستینتیس لاکھ روپے مین وقت تفویض مُلک مفوضہ کے اس سرکار کے حصے مین رہی تھی کل اکاسی لاکھ روپیہ جمع اصل واضافہ قرار دی اور آیندہ چار سال تک کے لیے پانچ پانچ لاکھ روپے کا اضافہ لکھا پھر اس سے آگے کو پانچ برس تک جمع مساوی رکھی اوراسطرح دس برس کے لیے تمام ملک اپنے اجارے مین مقرر کر لیا پس ظاہر ہے کہ ہر سال لاکھون روپے جمع عین المال سرکار مین اپنے اُڑانے کے لیے باقی رکھے **دوسرے** نہایت جوش تسلط مین آکر عبارت پٹہ مین سرکار کی طرف سے یہ اقرار مندرج کیا گیا کہ اگر نامبردہ مرجائے تو اُسکا وارث بسبب اس تحریر کے مُلک کا مالک ہوگا سبحان اللہ کیا دوراندیشیان ہین کہ اپنی موت کے بعد بھی حضور کی بے اختیاری اور اپنے وارث کا تسلط ملحوظ رہا گویا اس مُلک کو اپنی ملکیت موروثی سمجھ لیا تھا **تیسرے** عجب جعل وفریب کیا کہ پچاس لاکھ روپے خزانۂ قدیم سے تنخواہ داران سابق کو دینے کے نام سے لے لیے

اور پھر نہایت دروغ اور کذب کی راہ سے یہ لکھوادیا کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے سرانجام
کرکے سرکاری خرچ مین لایا ہون اور پھر اسقدر روپون کو بٹہ اور قبولیت کی تحریر مین
مجرا لے لیا جس سے ایک طرف تو ملک اُسکی ملکیت ہو جاتا اور دوسری طرف اتنا بڑا قرض
اُسکا بے سبب سرکار کے ذمے ہو جاتا اور آپ اس بات کو یقین کرینگے کہ حضور کو اُسکے جعل و فریب
کی اصلا خبر نہ تھی۔ حضور سے اُس نے یہ کہا تھا کہ اہالیان دولت کمپنی کی صاف مرضی
یہ ہے کہ اس ملک پر اپنا قبضہ کرلین مین نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ اپنی ذمہ داری دس برس
تک کے لیے ظاہر کردونگا تاکہ ارکان سلطنت کمپنی کو اس عذر کی وجہ سے تصرف اور قبضہ کا
موقع نہ ملے اگرچہ اس بات کو حضور کے دل نے باور نکیا لیکن چونکہ عنان اختیار اُس کے ہاتھ
مین سپرد کی تھی ہم نے سکوت کیا مگر کہاں تک شکر نواب گورنر جنرل کی لطف و عنایت کا
ادا کیا جائے کہ جب صاحب قائم مقام رزیڈنٹ کی تحریر کے ذریعہ سے اس امر کی اطلاع
ملی تو یکتا دلی اور اتحاد قدیمانہ کے پاس و لحاظ سے اس بات کو قبول نہ فرمایا اور ۱۱ جون ۱۸۳۱ء
کو جیسا کہ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے خط مورخہ ۱۵ محرم ۱۲۴۷ ہجری سے مستفاد
ہوتا ہے اس کام کی نامنظوری کمال اصرار کے ساتھ تحریر فرمائی جسکے بعض فقرات یہ ہین
" القاب حضور کہ بہ شاہ اودھ مقبول شدہ تا وقتیکہ باین خطاب ہستند خود را از واجبات
و مستلزمات آن بری نتوانند کرد ہم ازین جانب اطلاع سازند کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر گاہی
چنین اقرار و قبولیت و بٹہ را کہ بالفعل از حضور نوشتہ شدہ است منظور و مقبول نتواند فرمود"
پس گویا از سر نو اُنھون نے یہ ملک حضور کو دیا ورنہ اگر یہ امر قبول فرما لیتے تو چونکہ تحریر حضور کی
مُہری تھی حضور کو انکار کی کیا گنجایش ہوتی اور درحقیقت ریاست اسقدر مدت کے لیے ہاتھ سے
نکل جاتی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بالفعل جو حضور کو اُسکی طرف سے نفرت اور رنجیدگی پیدا ہو کر اُسکے عزل پر

نوبت پہونچی اسکے کئی باعث ہین (۱) پرانے قصے کو تازہ کرکے حضور سے از سر نو درخواست
کی کہ اُسی جمع اور اُسی شرط پر جبتک ملک مجھکو نہ دیا جائے گا مجھ سے ملک کا انتظام نہین ہوسکیگا
اور اپنی اس درخواست کی قبولیت پر حضور کو آمادہ ہونے کے لیے مجبور کرتا تھا اور کہتا تھا کہ
اب اہالیان سرکار کمپنی سے اجازت نہ مانگی جائیگی اور جسقدر اس بارے مین حضور کی طرف
سے دیر ہوتی تھی اُتنا ہی زیادہ اصرار کرتا تھا اور پریشان بناتا تھا اور منع کرنے پر بھی نہین
مانتا تھا اور کوئی دن ایسا خالی نہین جاتا کہ اس امر کا تقاضا نکرتا ہو اور اس گفتگو سے روح کو
صدمہ نہ پہونچاتا ہو آپ غور فرمائین کہ اگر فقط یہی امر ہوتا اور دوسرے قصورات اُس سے سرزد
نہوتے تو کیا یہ قصور اُسکو معزول کرنے کے لیے کافی نہوتا اور اُسکی معزولی کے بغیر کیا کیا جاتا
(۲) ایک عجیب وغریب مسودہ اپنے رسوم کی بابت نامبردہ نے وزارت مین پیش
کرکے حضور سے لکھوا دیا جسکی نقل اسکے ساتھ ہے کسی عہدے کے رسوم کو کسی شخص نے بھی عالم
مین نسلاً بعد نسلٍ سُنا ہے پھر اس سے بڑھکر تسلط اور اقتدار کا ارادہ کو نسا ہوگا اور یہ زر کثیر
کہ مداخل ومخارج ملک پر مکرر یعنی دس روپیہ فی صدی ہوتا ہے اس آمدنی ملک سے حق وزارت
قرار دیا اس معاملے مین بھی نواب گورنر جنرل کا احسان کہانتک بیان کیا جائے کہ خارج سے سُنکر
اس معاملے کی نسبت اپنی کراہیت تحریر کی جیسا کہ خط قائم مقام رزیڈنٹ بہادر سے جو ۲۳۔
محرم ۱۲۴۶ھ ہجری کا لکھا ہوا تھا حضور کو واضح ہوا۔ اس شخص نے اس باب مین چندے تامل
کرکے صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے سامنے اپنے لینے سے انکار کردیا حالانکہ ہرگز
دست بردار نہین ہوا۔ اور اس باب مین عجیب کام کیا ہے کہ تحریر رسوم مین لفظ سوائے
مال سرکار لکھواتا ہے حالانکہ جو کچھ مملکت سے وصول ہوتا ہے درحقیقت وہ مال سرکار ہے
نہ آسمان سے برستا ہے اور نہ زمین سے اُگتا ہے لیکن ایسا کرتا تھا کہ رقم جدید باندھتا تھا

جن محالات مین کہ اس روپے کے وصول ہونے کی گنجایش نہ کھی اس علاقے کی جمع معین مین
سے فی صدی پانچ روپے کے حساب سے منہا کرکے اپنا رسوم قائم کیا اور یہ جو ظاہر کرتا
ہے کہ مین نے سرکار کا فائدہ کیا ہے محض فریب ہے کیونکہ آمدنی کا زر کثیر اُسکے تصرف مین ہے
اور جو کچھ خزانۂ سرکار مین وضع ہوا وہ تمام اپنے نام پر جمع کیا اور اُس کے بیان کا جھوٹ ثابت
کرنے کے لیے اس رسوم کے فرمان کی عبارت جسکی نقل اسکے ساتھ بھیجی جاتی ہے کافی ہے کہ اگر
سرکار کے نام پر جمع کرتا تو اس تحریر مین اپنا نام کیون لکھوا دیا اور ابتک سند اُسکی کس لیے
حرز جان سمجھکر اپنے پاس رکھ چھوڑی ہے اور یہ مختصر سی ریاست اسقدر گنجایش نہین رکھتی کہ
کم و بیش پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ مداخل و مخارج کے رسوم کی بابت علاوہ اُس کے اقربا اور
عزیزون کے درماہے کے جو ایک لاکھ روپیہ سے متجاوز ہے اس شخص کو دیگر مدار المہامی پر
بحال رکھے (۳) ایک ایسا غبن فاحش اور خیانت صریح کی ہے جو آجتک کسی اہلکار
سابق وحال نے نکی ہو گی اور وہ ہے کہ بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نقد خزانے
سے دو مرتبہ کرکے علانیہ اپنے مکان کو بھجدیے اور سرکاری دفتر مین نوٹ کی خریداری سے
نام پر لکھوا دیے عند التحقیق معلوم ہوا کہ نوٹ ہرگز سرکار مین نہ پہونچا اور اُسکے اس جواب سے کہ ان دنون
استفسار کے وقت دیا ہے معلوم ہوا کہ خاص اُسکا تصرف ہے اور جبکہ مدار المہام سرکار ظاہر مین دیانت اور
استغنا اور بے لوثی کا دعوی کرے اور حقیقت مین ایسا تغلب بے اندازہ کرتا ہو تو اُسکے باقی رکھنے مین بقاے
خزانہ ناممکن ہے (۴) عوض مین اُن تفضلات کے جو اُسپر ہماری طرف سے کیے گئے کلمات سخت اور سُست
اس خاندان رفیع الشان کے اکثر منتسبین کے حق مین غائبانہ اور سرکار کے ملازمونکے روبرو کہے اور جن لوگونکے
سامنے کہے تھے اُن کی زبانی متواتر ثبوت کو پہونچے جن لوگون نے وہ الفاظ سُنے ہین وہ
حلف کے ساتھ گواہی دینے کو تیار ہین یہ بھی ایک طرف تا مبردہ حیا و شرم کا پردہ اُٹھا کر بالمشافہہ

حضور کو ایسے کلمات کہتا ہے کہ اُن میں سے بہت ہی کم آپ سے خلوت میں کہے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ ایسے کلمات محتاج اور غریب آدمی کی بھی غیرت اپنے ہمسر سے سُننا گوارا نہین کر سکتی نہ کہ ولی نعمت بلکہ والی مُلک اور فرمانروا اُنکی برداشت کر سکے اگر اُسکی پیرانہ سالی اور اس سرکار مین عزت یافتگی اور حضور کی مروت جبلی مانع نہوتی تو جیسے ہی کہ اسطرح کے کلمات اُسکے منھ سے نکلے تھے اُسکو سزا دیجاتی - لیکن اُسوقت سے پھر کبھی اس شخص کی صورت کا دیکھنا حضور کو گوارا نہین ہوا چہ جائے کہ اُسکی حکمرانی تمام پر اور حضور کے ساتھ شریک صحبت رہنا اور مجالست گوارا ہو اور اگر آپ کو اس سے تعجب پیدا ہو کہ اس شخص نے کس طرح ایسے خطرناک اور نامستحسن کام کا اقدام کیا ہو گا تو جو کچھ اُسنے بعض خطوط مین اعلیٰ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کے حق مین طعن و تشنیع کے الفاظ لکھوائے ہین وہ اس جرم کے صدور پر دلیل کافی ہین اپنے دفتر سے نکلوا کر دیکھ لیجئے پھر اُسکی اس جسارت کی نسبت تعجب نہ ہے گا (۵) اسقدر مسلم ہے کہ جو کوئی کسی ریاست کا مدار المہام ہوتا ہے تو وہ اپنے متوسلین کو عہدے اور خدمات دیتا ہے اور اُنکی پرورش کرتا ہے - لیکن چونکہ رؤسا کی سرکار عموماً خلق کی پرورش کے لیے ہوتی ہے اس لیے دوسرے آدمیون کو بالکل محروم نہین کیا جاتا مگر اس شخص نے ہر ادنے و اعلیٰ خدمت پر صرف اپنے متوسلین کو مقرر کیا یہانتک کہ اس بات کا بھی روادار نہوا کہ قدیمی نائی بھی اپنی خدمت پر بحال رہین اُنکو بڑے اصرار کے ساتھ حضور کی خدمت سے موقوف کرا کے اپنے حجام کو مقرر کیا اور ظاہر ہے کہ اسطرح جو کوئی کسی پر احاطہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ایک قسم کی قید معنوی ہے (۶) جو امر کہ موجب کمال نفرت حضور کا مشار الیہ سے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ گو کارگزار مختار ہوتا ہے مگر حدود اور قصاص اور تعذیر کو قدیم الایام سے آج کے دن تک

کسی اہلکار نے بغیر حکم والی ملک کے کبھی جاری نہین کیا ہے ایسے امور کے لیے اول شرع کا
حکم چاہیئے بعدہ والی ملک سے اجازت لینی چاہیئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی کو تشہیر اور
کسی کا منھ کالا کرنا اور گدھے پر چڑھانا خاصکر کسی شریف آدمی کے ساتھ ایسا کرنا قتل کرنے
سے بڑھکر ہے اس شخص کی مدار المہامی کے عہد مین کہ بالطبع ظالم ہے یہ سزائین ایسی
سہل ہو گئین کہ ثقہ آدمیون کو خفیف سے قصور پر تشہیر کرتا انکا منھ کالا کرتا اور گدھے پر
چڑھاتا حضور کی طرف سے ایسی سزاؤن کی اجازت ملنا ایک طرف حضور پر تو انکا واقع ہونا
نہایت شاق تھا کئی بار اُسکو منع کیا گیا یہی جواب دیتا تھا کہ اگر میرے ہاتھ سے کام لینا
منظور ہے تو حضور ذرا بھی مداخلت نکرین بکمال ناگواری کے ساتھ سکوت کیا جاتا تھا
چنانچہ گنگا دین متصدی کو صرف اس قصور پر کہ اُس نے برطرف ہرکارے کو بحال آدمیونکی
فہرست مین لکھدیا تھا جسکو ہرگز جعل نہین قرار دیا جا سکتا منھ کالا کرا کے گدھے پر چڑھوایا
اور تمام شہر مین تشہیر کرایا چنانچہ کسی شخص نے آپ سے بھی اس بات کی شکایت
کی تھی اور آپ نے مومی الیہ سے استفسار کیا تھا افسوس کہ اُسکی بھیجی ہوئی روبکاری کو
بغور نہین دیکھا جس سے ثابت ہو جاتا کہ اس شخص نے ایک بیگناہ آدمی پر ایسا سخت
جبر و ظلم کیا اور اس ظلم کا اُس نے عدل نام رکھا تھا کاش اس عدل کا برتاؤ تمام آدمیو نکے
ساتھ یکسان روا رکھتا حالانکہ اپنے متوسلین کے بڑے بڑے قصورات پر درگذر کر جاتا
تھا - دیاندھان جو اُسکا نوکر رکھا یا ہوا تھا اور اُسکو بخشی گری کا کلیتہً مالک کر دیا تھا
اور اُس نے ایسا کام کیا تھا کہ ابتداے عالم سے کسی نے ایسا کام نکیا ہو گا یعنی قریب چار ہزار کے
پیادہ و سوار غیر ملازم کی تنخواہ تغلب کے ساتھ سرکار سے دلوایا کرتا تھا اُس کو ایکدن بھی
اپنے سامنے بلا کر ایک بات نہ کہی اور اُس سے ایسی بڑی خیانت کی بازپرس نہ کی

بلکہ دیانتخان کے اقربا بدستور بخشی گری مین ملازم ہین اور اُسکا داماد آجتک داروغۂ
اخبار کے عہدے پر مقرر و بحال ہے۔ اسیطرح سابق کے عاملون مین سے جو کوئی اُس سے
توسل رکھتا تھا جیسے پرم دھن خیر آباد کا عامل معزول کہ سرکار کے لاکھون روپے کا باقیدار
ہے اُسکو اپنا مقرب و مصاحب بنایا تھا اور جنکے ساتھ اُسکو عناد تھا اُنکو بجرم قید کرکے
برسون تک رہا نکیا (۷) اس سے بھی زیادہ مکروہ یہ ہے کہ منالال ایک لائق اور
ذی عزت آدمی بعض گنجیات کا کار پرداز تھا اور یہ شخص فن طب سے بھی کسی قدر مناسبت
رکھتا تھا اُس نے ایک چوڑی فروش کو اس گمان سے کہ چوری کا مال اُس کے گھر مین ہے
اور چوری مین شریک ہے چند کوڑے لگوائے تھے مشارٌ الیہ نے چوڑی فروش کی شکایت پر
منالال کو اول ننگا اور سر برہنہ کرکے اُس چوڑی فروش کے ہاتھ سے اُسکی کمر پر اتنے کوڑے
لگوائے کہ کمر کے چیتھڑے اُڑ گئے اور پھر اس پر بھی اکتفا نکرکے اُسکو اسطرح تشہیر کرایا کہ اس
شہر عظیم کے ہر چبوترے کے سامنے لیجا کر کوڑے مارتے۔ تعجب اس بات کا ہے کہ وہ مر نگیا
غور کا مقام ہے کہ اگر منالال کے ہاتھ سے چوڑی فروش پر ظلم ہی ہو گیا تھا تب بھی ایسے
افسر کی سزا صاحبان انگریز بہادر کی عدالت مین بھی جو انصاف و عدالت کے لیے
ضرب المثل ہے ایک بازاری شخص کے مقابلے مین بجز جرمانہ یا قید چند روزہ کے نہوتی
پس اگر ایسے ظالم کو خلق اللہ کے سر پر مسلط رکھا جاتا تو احکم الحاکمین کے دربار مین محکمۂ جزا مین
کیا جواب دیا جاتا۔(۸) یہ شخص بالطبع جعل کے ساتھ رغبت رکھتا ہے چنانچہ اُس کے
بعض کامون سے اعالی سرکار کمپنی انگریز بہادر پر مخفی نہو گا۔ منجملہ اُنکے ایک یہ ہے
کہ شمس الدولہ بہادر مغفور کی طرف سے ایک وصیت نامہ بنا کر پرچۂ پیام محررہ ۲۶ ربیع الاول
سنہ ۱۲۷۱ ہجری کے ساتھ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کو بھیجا اور آخر کار بیگم صاحبہ زوجۂ

بہادر موصوف کے جواب سے جو آپ کے پرچہ پیام مرقومہ چھٹی جمادی الاُخری ۱۲۴۷ھ ہجری کے ذریعہ سے آیا عاجز ہو گیا اور اصلاً جواب اُسکا سرانجام نہو سکا۔ اور جب کہ مدار المہام نہایت جعلساز ہو اور ایسے کام پر جسمین اُسکی ذات کے لیے کچھ بھی فائدہ نہین جعل کیا کہ کوئی کام اس سے زیادہ قبیح نہین ہے تو جب اُسکو اپنی ذات کے لیے ضرورت واقع ہو تو خدا جانے جعل کر کے رئیس اور ریاست کو کیا کچھ مضرت پہونچائے گا بس ایسے مدار المہام سے محفوظ رہنا کیونکر ہو سکتا ہے (۹) ایک ایسا امر ہے کہ اُسکے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین کہ ایسا بے محابا جعل کرنا اسی شخص کا کام ہے دوسرے کا کام نہین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ مومی الیہ حضور سے درخواست کرتا تھا کہ مجھکو ناظم الملک سپہدار جنگ خطاب دینا چاہیے اُسکو جواب دیا گیا کہ ناظم الملک جد امجد کا خطاب ہے اور تمکو اُنھین نے ادنی مرتبے سے اعلیٰ مرتبے کو پہونچایا ہے بس یہ بےادبی یعنی یہ خطاب ہمکو دینا اور تمکو اُس کا لینا زیبا نہین کیونکہ خلق مین تمھاری رسوائی کا موجب ہو گا اور سپہدار جنگ آج کل عموی نصیر الدولہ بہادر کا خطاب ہے اور ابتداے عالم سے کبھی ایسا نہین ہوا کہ ایک سرکار سے دو آدمی اپنی زندگی مین ایک خطاب کے ساتھ مخاطب کیے گئے ہون۔ جو کہ اُسکی عادت یہ ہے کہ جب کوئی بات کہتا ہے تو اُس سے پھرتا نہین ہمارا عذر نہ سُنا اور اپنی مُہر نئی اس خطاب کے ساتھ کھُدوائی اور سبب اس خطاب کے طلب کرنے کا دوسرا تھا جو بیان آیندہ سے واضح ہو گا۔ جو کہ حضور کو اس خطاب سے خلجان عظیم تھا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص جب اس قلمرو سے فرخ آباد کو چلا گیا تھا تو شرم و حیا کا پردہ اُٹھا کر عمداً بادشاہ دہلی سے یہ دو لفظ اپنے خطاب مین لے کر وہین سے مہر کھُدوالی تھی یہان پہونچ کر اس امر کے اخفا کے لیے کہ حضرت جنت آرامگاہ

(نواب سعادت علی خان) کا خطاب منتقل ہوا ہے یہ کیا کہ اُس زمانے مین مارکوئس آف ہسٹنگز صاحب بہادر بالقابہ راہ مین تھے اور الہ آباد تک پہونچ گئے تھے موی الیہ نے درخواست کی کہ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کی طرف سے ایک خط گورنر جنرل کے نام اس مضمون کا اُس کے حوالے کیا جائے کہ یہ شخص ریاست کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے مگر کرنیل جان بیلی صاحب بہادر اُسکے فساد پر متوہم تھے اس لیے اُس کا جانا موقوف کرادیا اور جو خط اُسکے حوالے کیا گیا تھا وہ مسترد ہو گیا مگر اُسکے دماغ مین جو ہوا بھری ہوئی تھی اپنی شہرت و تعلّی کے لیے اُسی مضمون کا ایک جعلی خط لکھوایا اور اُس مین اپنی مدح اور بلند رتبگی کے الفاظ درج کرلئے اور حضرت خلد مکان کی جعلی مُہر بھی لفافہ پر بنوائی اُس خط کو اکثر صاحبان انگریز بہادر کو دکھایا کرتا تھا اور اسی پر اکتفا نکر کے شہر فرخ آباد کی رجسٹری مین بھی اُسکی نقل داخل کرادی اور بمصداق اس قول کے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد یہانتک اپنے فخر و مباہات مین آیا کہ جہان اُس کا نام درج تھا لفظ ناظم الملک سپہدار جنگ لکھوا دیا تھا اور یہ نہ سمجھا کہ اس سے زیادہ کونسا صریح جعل ہوگا کیونکہ یہ ممکن تھا کہ حضرت جنت مکان اپنا خطاب اپنی زندگی مین اُسکو دیدیتے اور نہ حضرت خلد مکان اپنے باپ کے خطاب کو جن کو رحلت فرمائے ابھی کم و بیش دو ماہ کا عرصہ گذرا تھا اُسکو مرحمت فرماسکتے تھے اور صدہا عرضیان اُسکی اس سرکار کے دفترمین موجود ہین اور رزیڈنٹی کے دفتر مین بھی قطعات کثیر ہین بلکہ دارالحکومت کلکتہ کے دفتر انشا مین بھی ہونگی یہی منتظم الدولہ مہدی علی خان بہادر اُسکی مہر مین کندہ ہے علاوہ اسکے اگر پہلے سے یہ خطاب اُسکو حاصل ہوتا تو بعینہ اسی خطاب کو اب حضور سے لینے کی کیا حاجت تھی پس صاف و صریح ثابت ہے کہ وہ خط جعلی ہے اور اس نے حضرت والد ماجد خلد مکان اور مارکوئس صاحب بہادر کو کاتب و مکتوب الیہ قرار دیکر

ایسے ذو عظیم الشان فرمان روایون پر جعل باندھا ہے چنانچہ اتفاق سے خط مذکور کی
نقل جو اُسکی رسوائی اور تفضیح کا وثیقہ ہے صاحب رجسٹرار فرخ آباد کی دستخطی حضور مین پہونچی
ہے جو بعینہٖ ملفوف ہے پس اگر حضور کی جانب سے یہ دعویٰ کیا جاے تو اہالی سرکار
کمپنی کو اس جعلساز کے لیے سزا تجویز کرنا ہو ورنہ کم سے کم ایسے جعلساز آدمی سے حذر و پرہیز
کرنا واجب ہوگا (۱۰) اس عمر رسیدہ آدمی کی حرکات طفلانہ کے ذکر سے شرم آتی ہے
یہ شخص چار برس کی عمر کے لڑکے کو جو اس کا پروتا ہے حضور مین لایا کرتا تھا اور ہم
اُس پر مہربانی کرتے تھے یہانتک اصرار کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ اسکو حضور اپنی فرزندی
مین قبول فرمالین تاکہ برکت کا موجب ہو اور ہمیشہ حضور کے پاس رہے گویہ خواہش اُسکی
بے معنی تھی مگر اُسکی عرض کو قبول کیا اور اس لڑکے کا راتدن حضور مین رہنا مقرر ہوا
اور اس شخص نے اس لڑکے کے لیے سامان درست کیا اور ایکدن کہنے لگا کہ جبکہ یہ
فرزندی کے نام کے ساتھ سرفراز ہو گیا ہے تو اس کے لیے شاہزادگی کے مراسم
مقرر ہو جائین اس جعل کی بات سننے سے تنغص اور تردد پیدا ہوا اور متحقق ہو گیا کہ
بے شبہہ اس شخص نے اسطرح ریاست اپنے اور اپنی اولاد کے لیے حاصل کرنے کو
بساط بچھائی تھی اس چند روز کے عرصے مین اُس لڑکے کا رہنا اور اُسکی طرف التفات
ہم نے موقوف کر دیا غالبًا یہ حال آپ نے بھی سُنا ہوگا اور آپ پر مخفی نہوگا۔ جو کچھ
لکھا گیا ہے یہ مشارٌالیہ کی ایذا رسانی کے لیے دل سے بنا کر نہین لکھا گیا ہے بلکہ ہر ایک
بات واقعی ہے اور ان مین سے اکثر باتون کے گواہ دونون سرکارون کے دفتر ہین
اور ان امورات کی سند کے لیے دفترین کاغذات موجود ہین جن مین ہرگز اشتباہ کا محل
نہین ہے اور ان قصورات مین سے علحدہ علحدہ ہر ایک قصور مشارٌالیہ کے عزل کے لیے

کافی تھا چہ جائیکہ یہ جملہ قصور جمع ہون اور معتمدا مومی الیہ کے قصورات کا حصر اسیقدر مین نہین ہے بلکہ کلیات امور البتہ لکھے گئے ہین اور جزئیات کو بیان نہین کیا گیا لازمۂ اتحاد یہ ہے کہ نقل اس خط کی مع ترجمہ لفظاً بلفظٍ کے اطلاع کے لیے نواب گورنر جنرل کی خدمت کثیر الافادت مین روانہ کردین - ۲۲ - ربیع الال ۱۲۴۸ھ ہجری - جسوقت لارڈ بن ٹنگ گورنر جنرل سیاٹو سے لوٹ کر آگرے اور گوالیار مین داخل ہوئے تو یہ خط رزیڈنٹ نے اپنے ساتھ لیجاکر اُنکو ملاحظہ کرایا اُنھون نے منظور فرماکر جواب تحریر کیا وہ سننے کے قابل ہے -

ترجمہ جواب خط از طرف گورنر جنرل بنام نصیرالدین حیدر بادشاہ اودھ

محبت نامہ اُلفت طراز معزولی مدار المہام سلطنت یعنی منتظم الدولہ بہادر کے باب مین وجوہ قویہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ موصول ہوکر مسرتون کا باعث ہوا اور اُسکے تمام مدارج کو نظر غور کے ساتھ دیکھا گیا واقعی رائے صائب اُس عالیقدر کی نواب موصوف کے معزول کرنے کے باب مین بلحاظ ایسی حرکات ناملائم کے نہایت اچھی معلوم ہوئی دوستدار کو اس باب مین بسبب اتحاد قدیمی کے کوئی جائے گفتگو نہین اپنی قلمرو مین جو کچھ بہتر جانین عمل مین لائین مختار ہین لیکن اُس سرکار کے کام مین تلون اور بے ثباتی ہونے کے خیال سے البتہ تاسف اور تحسّر ہے اور بعض وجوہ مندرجۂ محبت نامہ حیرت ہے وہ عالیقدر باوصف اس بات کے کہ ایسے آدمیون کی بدوضعی اور نکمرامی کو جو چند آدمی اس مختاری کے عہدے پر گذرے ہین جانتے ہین اور پھر بھی اُنکو سلطنت کے

کامون مین مداخلت کلی دیدیتے ہین اور تقرر کے وقت ایسی مدح اور وصف جو اُن کی
شان کے لائق نہو لکھکر اس سرکار سے اجازت لیتے ہین اور پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد
اُس شخص مختار کو کہ جس وصف کے ساتھ وہ متصف تھا اس کے برعکس شمار کرکے اُس کی
خرابی و بربادی مین کوشش کرتے ہین حالانکہ یہ بات داب سلطانی کے خلاف ہے بلکہ ایسی
باتون سے بے انتظامی پیدا ہوتی ہے - یہان سے تصور فرمانا چاہیئے کہ اُس عالیقدر کے تخت
سلطنت پر جلوس کرنے کے وقت سے نواب معتمد الدولہ مرحوم اور میر فضل علی مرحوم نے
(جو باوجود ایسی نمکحرامی اور جعلسازیون سے بخلاف نواب معزول کے بری تھے) کیا کم رنج
و ذلت اُٹھائی اور آخر کار اسی مخمصے مین خاک مین ملے اسی طرح منتظم الدولہ بہادر کا
حال ایسا نہ تھا کہ اُس عالیقدر سے مخفی ہو کہ اب اُس سے لاعلمی بیان کرتے ہین اس لیے
کہ قطع نظر اُن قصورات کی نادانستگی کے جو محبت نامے مین درج کیے ہین اخراج اول
اُسکا اُس سرکار سے اُسکی بے اعتباری پر عین دلیل ہے پس اُسکی بے اعتمادی کے ثابت
ہونے کی حالت مین اُسکو مُلک پر مسلط کرنا اور اسقدر اختیار و اقتدار دینا خلاف عقل ہے اور جو
اختیار کہ اُسکو حاصل تھا وہ محبت نامے کے مضامین سے بخوبی ظاہر ہے کہ اُس نے شریف
آدمیون کو تھوڑے سے قصور پر باوجود اُس عالیقدر کے منع کرنے اور ضوابط شرعیہ کے
خلاف ہونے کے سزاے تشہیر و تشدید کے باب مین کیا کیا نہ کیا اور اُس مشفق کا کہنا نہ مانا
اور اسیطرح اُس سرکار کے دوسرے کامون مین جو کچھ چاہا کیا پس اگر اُس عالی قدر کو اُسکے
جعل کے کامون سے لاعلمی تھی تو اُسکا اسقدر قصور کیا کم تھا کہ اُس مشفق کے حکم کو خیال مین
نہ لایا بلکہ تمام قصورات سے بڑھکر اپنے والی کی نافرمانی ہے ایسی حالت مین کیون اُسکو معزول
نفرمایا اگر اُسی وقت اُسکو معزول کر دیا جاتا تو یہ نوبت کمی جمع مُلک اور خزانے کے تلف ہونے

اور دوسری خرابیون کی نہ پہونچتی - تحقیق یہ بات اُس والاقدر کی کم توجہی سے ہے ورنہ تابعدار آدمی کی کیا مجال ہے کہ اپنے والی کی راے کے خلاف کر سکے - بہرصورت دوستدار کی خوشنودی اس مین ہے کہ اپنے کام کو اپنے اختیار مین رکھکر دوسرے کو جزئی و کُلی کامون مین دست انداز نہونے دین۔

منتظم الدولہ کا انجام

کارپردازان سلطنت کو یہ بات دل سے منظور تھی کہ حکیم مہدی علی خان کو پورے طور پر دقّت مین ڈالین اور اُن کا دامن محاسبے کے کانٹون مین اُلجھائین اسواسطے شتر سوار بھیجکر فقیر محمد خان کو مرزا گنج سے بلایا لیکن حکیم صاحب نے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ فقیر محمد خان میرا دشمن ہے اور سپاہی آدمی ہے خواہ مخواہ جہل طبعی کام مین لائے گا صاحب رزیڈنٹ نے مداخلت کی کہ حساب فہمی متصدی کا کام ہے مرد سپاہی پیشہ کو اس امر سے کیا سروکار اُنکی عزت سے مزاحمت نہ کرنی چاہیئے اگر اُنکے ذمے ایک کوڑی بھی نکلے تو سرکار انگریزی اُس سے المضاعف دینے کو تیار ہے کیونکہ وہ سرکار انگریزی کی رعایا سے ہین اگر کوئی امر خلاف وقوع مین آئے گا تو اہالیان سرکار کمپنی کی ناخوشنودی کا موجب ہوگا حکیم مہدی علی خان کا دامن حساب سے پاک تھا - چند روز کے بعد اپنے قدیمی مکان واقع محلۂ نبہرہ مین جا رہے مرزا کلو کی معرفت اس مرض مہلک کے چارہ جو ہوئے اور نواب قدسیہ محل سے مدد چاہی اور دو لاکھ روپے رشوت مین روشن الدولہ کو دیکر محاسبے سے اپنا گریبان چھوڑایا اور فرخ آباد کی راہ لی اور مرزا حیدر کو یہان اپنی طرف سے جوابدہی کے لیے چھوڑا - اُن دو لاکھ روپیون مین سے ۱۹ ہزار سبحان علی خان کو ملے باقی روشن الدولہ کے پاس رہے مگر پھر کچھ سوچ کر اُن دونون نے

یہ تمام روپے سرکاری خزانے مین داخل کردیے جب حکیم صاحب گنگا کے کنارے آبرو کے ساتھ پہونچ گئے تو یہان سے بادشاہ کوایک عرضی کے ذریعہ سے اُن دو لاکھ روپونکی کیفیت سے مطلع کردیا غرض اُنکی تفضیح بھی مگران لوگون نے پہلے ہی دفع دخل کرلیا تھا اس لیے اُنکی تدبیر کارگر نہوئی۔

شیخ ناسخ نے پھر حکیم مہدی علی خان کے زوال کی تاریخ کہی نیا انداز ہے۔

اُفتاد حکیم از مراتب　　تاریخ بطرز نو رقم کن
ازجاے حکیم ہشت برگیر　　سہ مرتبہ نصیف نصیف کم کن

مولوی ذکاءاللہ تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین۔جبکہ حکیم صاحب انگریزی عملداری مین چلے گئے تو جوکچھ روپیہ اُنکے پاس تھا اُسکو نہایت بھلے کامون مین خرچ کرنا شروع کیا کوئی سائل اُنکے دروازے سے محروم نہ جاتا تھا اُنکی بخشش وعطا مین کبھی کے لیے تخصیص نہ تھی۔کشمیر مین ایک قصبہ زلزلے سے برباد ہوگیا تھا اُس کے آباد کرنے کے واسطے روپیہ دیدیا۔

اب وہ سرکار کمپنی سے باربار متقاضی ہوتے تھے کہ موافق عہدنامۂ لارڈ ولزلی کے سرکار اودھ مین مداخلت کرے مگر لارڈ بن ٹنگ کے مکارم اخلاق ایسے نہ تھے کہ وہ یہ کام کرتے۔

گنگا ملاح۔اور دلجیت تلنگے اور شیو دین بھاٹ کی دولتمندیان وعروج

گنگا نامے ملاح راجہ درشن سنگھ کی نیابت کے مرتبے کو پہونچ گیا تھا اور درشن سنگھ کے عزل کے بعد

اُسکے مراتب سے بھی ترقی کر گیا تھا اس شخص کو کارخانۂ وزارت مین بڑی مداخلت حاصل ہوگئی
تھی بادشاہ کی خبرین روشن الدولہ کو پہونچاتا تھا دو تین لاکھ روپے سے زیادہ اسکی دولت کا
شمار تھا اور اس کے علاوہ ہزارون روپے کی عمارت تیار کرائی تھی تین سو گھڑے والے
سرکار شاہی مین اس کام کے لیے نوکر تھے کہ سڑکون پر چھڑکاؤ کرتے رہین تاکہ دھول نہ اُڑے
ان مین سے دلجیت نام ایک تلنگے نے ترقی کی یہ قوم کا راجپوت تھا حسن وجمال اور ملاحت
و ملائمت مین کمال رکھتا تھا بادشاہ کے پسند آگیا خدمت خاص کے ساتھ اختصاص بخشا
ہزارون روپے نقد اور ہزارون روپیہ کا سامان عطا کیا چند سال اس طور پر گذرے
جب راجہ درشن سنگھ گرفتار ہوا تو اُسکے اکثر کارخانے اسکے سپرد ہوئے وہ آبرو حاصل کی
کہ نصیر الدین حیدر کے بعد دو سو تاج اور ٹوپیان لباس شاہی کی اور دو سو ولائتی تلوارین جن کے
ساز مرصع اور قبضے وڈاب طلائی و نقرئی تھے اور کئی لاکھ روپے نقد اسکے ہان سے ضبط ہوکر
سرکار شاہی مین داخل ہوئے شیو دین مشعلچی قوم کا بھاٹ ایک گانون کا رہنے والا
بادشاہ کے حضور مین ترقی پاکر خطاب راجگی کو پہونچ گیا اور اُسکو یہ عروج حاصل ہوا کہ تیس
تیس چالیس چالیس لاکھ روپے کے مُلک کے ناظم اور ٹھیکہ دار اسکی حمایت کے انتظار مین رہتے تھے

اولاد کی آرزو مین بادشاہ کا ایک سنت وجماعت صوفی کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور مراد حاصل نہ ہونے کی صورت مین پیر کی طرف سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو جانا۔

بادشاہ کو مدت مدید سے اولاد کی نہایت آرزو تھی اکثر بزم مردانہ اور عشرت گاہ
زنانہ مین اس بات کا تذکرہ کرتے تھے اُنکے ندیم عورت و مرد اسگلے بادشاہون کے قصے عرض

کرتے کہ فلان بادشاہ کے مکان مین درویشان صاحب ریاضت وافاضت کی تدبیر
ودعا سے اولاد پیدا ہوئی اور فلان صاحب کمال کی توجہ سے ایسا ظہور مین آیا ایسے قصے
سنتے سنتے بادشاہ کے خیال مین یہ بات جم گئی کہ نامراد آدمی درویشان مستجاب الدعوات کے
طفیل سے مراد کو پہونچ جاتا ہے اگر ہم بھی اُنکی طرف رجوع لائین تو کیا عجب ہے کہ تیر مراد
نشانے پر پہونچ جائے غرضکہ ہر قسم کے درویشونکی تلاش پر متوجہ ہوے - اس عرصے مین
بادشاہ کے خیال مین یہ بات آئی کہ شاہ قطب اعظم کا خاندان مشائخون اور درویشون مین
بہت نامور اور برگزیدہ ہے یقین ہے کہ انکے پاس مجرب عمل ہونگے کیونکہ انکے چچا خواجہ حسین کو
نواب آصف الدولہ اور نواب سعادت علی خان باوجود اختلاف مذہب کے بہت ملنتے
تھے اور ان سے بڑی محبت رکھتے تھے کھانے پینے مین شریک کرتے تھے سلطان
غازی الدین حیدر اور معتمد الدولہ بھی قطب اعظم کو صحبت خلا و ملا مین شریک کرکے نہایت
اعزاز واکرام سے پیش آتے تھے یہ کام سبب سے خالی نہ ہوگا ضرور مقصود حاصل ہوا کرتا
ہوگا جو جو عمل سینہ بسینہ اس فرقے مین جاری ہین عجب نہین کہ وہ اس شخص کے پاس
موجود ہون کہ اُن صاحبون کی اولاد سے ہے اس صورت مین اُنکو بلاکر اور چاپلوسی
کرکے ایسا تعویذ جس سے اولاد پیدا ہوجائے لینا چاہیئے - ایکدن بادشاہ نے روشن الدولہ
سے دریافت کیا کہ قطب اعظم جو خلد مکان کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اُنکا حال عرصہ دراز سے
معلوم نہوا کہ کہان ہین اس شہر مین ہین یا باہر چلے گئے عرض کیا کہ یہین ہین اور اکثر خانہ زاد
کے مکان پر آمدورفت رکھتے ہین اور حقیقت مین جب سے منتظم الدولہ کا اخراج ہوا تھا
اُسوقت سے روشن الدولہ کے پاس تھے ارشاد کیا کہ ایک ضروری کام درپیش ہے
اُنکو جلد لاوین دیر نکرین دوسرے دن روشن الدولہ اُنکو بادشاہ کے پاس لے گئے

پوچھا کہان تھے عرض کیا کہ چار سال تک بے گناہ قید رہا تمام سامان لٹ گیا حکیم مہدی علی خان کے وقت مین رہائی پائی لیکن اُنھون نے نہ میرے کھانے کا انتظام کیا نہ باہر چلے جانے کی اجازت دی جو کچھ خلد مکان کا عطیہ باقی رہا تھا ابتک خرچ کیا اب مجبور ہو کر بہبودی کی امید پر روشن الدولہ کے مکان پر اوقات گزاری کرتا تھا حضور نے یاد فرمایا تو اپنے طالع کی یاوری سمجھکر حاضر ہوا بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ ابتک جو کچھ تم پر سختی گذری مجھے اسکی بالکل خبر نہ تھی یہ جو کچھ ہوا اہلکارون کے ہاتھ سے ہوا اب معمول کے موافق آتے رہا کیجیے کہ ہمیشہ کے موافق آپکا حق پہونچتا رہے گا اسدن سے پھر مصاحبت گرم ہوئی ایکدن بادشاہ نے خلوت مین فرمایا کہ آپکے خاندان مین اکثر حضرات صاحب کمال ہوئے ہین اور علم سینہ بسینہ کے اعمال مجرب رکھتے تھے آپ بھی اُنھین کے ایک دُر نایاب ہین یقین ہے کہ ہمارے ساتھ لازمۂ دوستی و خیر خواہی کو ادا کر کے کوئی مجرب تعویذ دینگے کہ اُسکی وجہ سے ہمارے یہان بیٹا پیدا ہو جائے شاہ صاحب نے انکسار سے گزارش کیا کہ ہمارے اگلے بزرگ فی الحقیقت ایسے ہی تھے لیکن بندے کی ذات کو اُنکی ذات کے ساتھ اور بندے کے اعمال کو اُنکے اعمال کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہین مگر کلیات خمسۂ جواہر مین جو ہمارے حضرت کے ملفوظات کے مجموعہ کا نام ہے کوئی تعویذ نظر سے گذرا تو انشاء اللہ حاضر کیا جائے گا ورنہ یہ ناچیز اتنی لیاقت نہین رکھتا کہ حضرات ماضیہ کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے اپنے کمال کو زبان پر لائے البتہ فقیر دعا کرے گا اگر خدا نے میری لجاجت اور نیم شبی ریاضت پر نظر کی اور وقت صبح کی دعا قبول فرمالی تو اُسکی عین بندہ نوازی ہے ظاہر ہے کہ جبکہ خداوند مجازی پر تو زور چلتا نہین پھر بادشاہ حقیقی پر کب زور چلے گا۔ بادشاہ نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اس شخص کو سابق مین تکلیف پہونچی ہے اس لیے چھپاتا ہے اب فریب اور دھوکہ دیکر اس سے

تعویذ لینا چاہیئے بادشاہ نے اول بے اعتباری اور ناپائداری دنیا کے متعلق چند کلمات بیان کیے پھر ایسی باتین زبان پر لائے جن سے دین پر ثابت قدمی ثابت ہو اور شاہ صاحب کے بزرگون کی تعریف کی اور اُنکے علوے خاندانی کو ایسے موثرانہ لہجے مین ادا کیا کہ شاہ صاحب حیران رہ گئے اسکے بعد بادشاہ نے خواہش کی کہ حضرت آپ مجھے اپنا مرید کر لیجئے شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مذہب امامیہ مین بیعت کب جائز ہے اس امر مین بادشاہ اور شاہ صاحب مین سوال وجواب جاری ہوئے اور جو دلائل بیان ہوئے وہ سُننے کے قابل ہین۔

بادشاہ کا خطاب حضرت آپ تمام سلاسل اولیاء اللہ کو جناب امیر کی ذات بابرکات تک پہونچاتے ہین اور ہم اُنکو اپنا امام مانتے ہین جب آپ حضرات کے سلسلۂ درویشی کا فیض اُن سے ہے تو پھر بیعت مین کیا مضائقہ کیونکہ آپ کے ہاتھ مین ہاتھ دینا عین اُنکے ساتھ بیعت ہے پس جناب امیر کی نیابت مین آپ سے بیعت کرنے مین کیا حرج ہے۔

شاہ صاحب کا جواب بادشاہ دنیا کے جویا ہوتے ہین صرف عقبیٰ کے طالب نہین ہوتے یہ بات درویشون سے مخصوص ہے چنانچہ گدا و درویش مین یہی فرق ہے کہ اول متروک الدنیا ہے اور دوسرا تارک الدنیا۔

خطاب درویش صفت باش و کلاہ تتری دار ٭ حدیث شریف مین آیا ہے اَلدُّنیا مَزْرَعُ الْاٰخِرَۃِ - مزرعِ آخرت کیا ہے؟ یہی افعالِ حسنہ۔

جواب بیعت نام عہد باندھنے کا ہے اس طرح کہ اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ مین دینا اس اقرار پر کہ تمھارے کہنے سے ہرگز تفاوت وتجاوز نہ کرونگا اور یہ بات دبدبۂ شاہی

اور ہیبت سلطنت سے بہت بعید ہے اس لیے کہ بادشاہ کو اپنا ہاتھ ایک گدائے کوچہ گرد سُنی مذہب صوفی مشرب کے ہاتھ مین دینا مفت اپنے آپکو بدنام اور دوسرے کو فضیحت کرنا ہے۔ حضور بادشاہ ہین کوئی حضور سے تو کچھ کہہ نہ سکے گا مجھ غریب و بیکس کو دانے واعلیٰ طعن و تشنیع سے تنگ کرکے دشمنی کے درپے ہو جائینگے اور جان و عزت دونون پر آبنے گی

خطاب آپ بخوبی یقین رکھین کہ اس کام کی رغبت صدق دل سے پیدا ہوئی ہے اور جو کام ایسا ہو کہ اُس مین بظاہر کوئی دنیاوی نقصان متصور نہو اور دین کا نفع اُس مین یقینی ہو تو ایسے کام کے اختیار کرنے مین مخلوق کے طعن کرنے کا مجھکو کچھ خوف نہین ہے طریقت مین یہ فعل سنت کی طرف منسوب ہے بلکہ وجوب کے قریب ہے اور اِس حسنات کے ترک کرنے سے مرید پر اور منع کرنے سے پیر پر گناہ کا اندیشہ ہے پس مخلوق کے بدنام کرنے سے ڈر کر گناہ کا بار اپنی گردن پر اُٹھانا اسلام و دانائی سے دور ہے بلکہ مشائخ کے طریقے مین تو کفر و نادانی ہے۔

جواب حضور کے دلائل مسلم ہین۔ درویشون کی ملت مین کسی کو الزام دینا درست نہین اگر یہی ارادہ مصمم ہے تو میر علی مرتبہ خان سے بیعت کرنا انسب ہے کہ وہ درویشون کے خاندان سے بھی ہین اور مذہب کے بھی شیعہ ہین۔

چونکہ بادشاہ کو شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے مین ایک دوسری غرض در پیش تھی جواب دیا کہ اپنا مرشد بنانے مین مشورہ لینے کی کیا ضرورت ہے جسکو اپنے اعتقاد مین بہتر اور کامل جانا جائے گا اسکی اتباع کی طرف رغبت ہو گی جبکہ ہمارے اعتقاد نے آپکی طرف رجوع کیا تو ہمکو مرید ہونے مین اور آپ کو مرید کرنے مین انکار نچاہیے بعد اس گفتگو کے چند روز یون ہی گذرے۔ گو روشن الدولہ اور سبحان علی خان بھی بہت حارج ہوئے کہ بادشاہ کا مرید ہونا

ملتوی رہے مگر اثر نہوا مجبور ہو کر قطب اعظم نے یہ حجت پیش کی کہ طریقت کی راہ مین تبرا ممنوع ہے اور اگر تبرا کرے بھی تو مجمل یعنی دشمنان اہلبیت پر کرے مفصل یعنی نام بنام نکرے کیونکہ تفصیل کی صورت مین ایسے خراب کام کی نسبت مین دوست اور دشمن شریک ہو جاتے ہین اور تمام رسمیات بیعت کو بجالانا چاہیے جبتک یہ نہو تو بیعت بیکار ہے اور بچّونکے کھیل سے کم نہین پس سب سے پہلے گناہ صغیرہ وکبیرہ سے توبہ کیجائے دوسرے پانچون وقت کی نماز پڑھنی اور رمضان کے روزے رکھنے چاہیئین تیسرے پیر کا خرقہ پہننا چوتھے موچھ کے بال قینچی سے کاٹنا اور اگر یہ نہو تو داڑھی کے اور اگر یہ بھی نہو تو کاکل کے سہی پانچوین پیر کا لیس خوردہ کھانا بادشاہ نے مصلحتہً یہ سب باتین بخندہ پیشانی قبول کین اب شاہ صاحب نے بہت سی حجت کے بعد جو دیکھا کہ مرید ہر کام کو رضامند ہے اور اعتقاد کامل رکھتا ہے تو اس خیال سے کہ ایک والی ملک باوجود اختلاف مذہب کے مرید ہوتا ہے اس سے عام صوفیون اور درویشون مین شہرت ہوجائیگی اور ہر چھوٹا بڑا لحاظ اور ادب کرے گا۔ مرید کر لیا۔ بادشاہ نے پانچہزار روپے نقد دیے اور ایک کشتی مین سات اونی کپڑے بھی پیش کیے اور مریدون کی طرح شاہ صاحب نے اپنے ملبوس مین سے شنگرفی فقیرانہ ٹوپی اور شالی رومال بادشاہ کو دیا اور جھوٹے نوالے کی جگہ مصری کا ٹکڑا کھلایا اسکے بعد بادشاہ چند روز تک درویشون کے اشغال مین مصروف رہے تاکہ پیرو مرشد سے حمل رہنے کا تعویذ اور حب کا عمل ہاتھ لگ جائے لوگون کو شاہ صاحب کی اس گرماگری صحبت پر بڑا حسد پیدا ہوا اور یہ فکر کرنے لگے کہ بادشاہ اور شاہ صاحب کی صحبت بدمزہ کر دیجائے۔ ایکدن تاج الدین حسین خان نے بادشاہ سے عرض کیا کہ صاحب رزیڈنٹ مجھ سے کہتے تھے کہ ہم نے سُنا ہے کہ کسی درویش کی صحبت سے بادشاہ نے فقیری اختیار کر لی ہے ہم اُسکو گرفتار کرینگے کیونکہ فرمانروا سے سلطنت بیکار ہوا جاتا ہے

فقیری و بادشاہی مین سفیدی و سیاہی کا سا فرق ہے چونکہ بادشاہ کا دل بھی چندروز کی صحبت سے بھر گیا تھا اور جسقدر اعتقاد تھا وہ اس لیے تھا کہ حمل رہ جائے اور قطب اعظم سے یہ کام نکلا نہین بلکہ خدا کے حوالے کرتے تھے اس لیے بے اعتقادی پر نوبت پہونچ گئی تھی تاج الدین حسین خان کا یہ کہنا بادشاہ کی منشاء کا مؤید ہوگیا اس لیے اُنھون نے شاہ صاحب کو اشارے مین سمجھادیا کہ کوئی شخص ہماری اور آپ کی صحبت ایک وتیرے پر نہین چاہتا اسلیئے چندروز بلانے کے منتظر رہیئے غرضکہ رفتہ رفتہ بالکل صحبت برہم ہوگئی بلکہ نوبت یہانتک پہونچی کہ جب بادشاہ قطب اعظم کی صورت دیکھ لیتے تو دل مین نادم ہوکر غصہ اور رنجیدہ ہوجاتے تھے شاہ صاحب بھی بادشاہ سے ترسان و گریزان رہتے اور اپنی حرمت کی محافظت کی فکر مین پڑگئے فائدہ یہ شاہ قطب اعظم سید خواجہ حسن صاحب کے فرزند ہین جو عہد نواب آصف الدولہ مین لکھنؤ مین آئے تھے یہ نہایت متوکل تھے کسی بادشاہ یا وزیر کے دربار مین کبھی نہین گئے شاہ علی اکبر صاحب کے مرید اور خلیفہ اور خالہ زاد بھائی تھے ۱۲۷۰ھ ہجری کے ماہ ذیحجہ مین ان کا انتقال ہوا۔

تاریخ وفات

وفات یافت حسن آفتاب فضل و کمال | کہ در زمانۂ ما شبلئ دوم بودہ
بروز ماہ و سنہ رحلتش ندا آمد | دوشنبہ و مہ ذی الحجہ و دہم بودہ

شاہ قطب اعظم نے ۱۲۶۰ھ ہجری مین انتقال کیا اُنکے انتقال کی تاریخ یہ ہے ؎

چون حضرت شاہِ قطبِ اعظم | سجادۂ عرش ساخت آباد
راسخ پئے سال انتقالش | برگفت کہ رحمتِ خدا باد ۱۲۶۰

شاہ قطب اعظم کے چچا سید خواجہ حسین صاحب کا حال نواب سعادت علی خان کے

حال مین دیکھو شاہ قطب اعظم کے پانچ بیٹے اور کئی بیٹیان تھین شاہ علی اکبر صاحب کا قیام ہمیشہ فیض آباد مین تھا اور وہین انتقال فرمایا اور وہین دفن ہوئے۔

تاج الدین حسین خان کا اخراج

اُنھون نے جو دیکھا کہ میرے ایک چٹکلے مین شاہ قطب اعظم کی مصاحبت پر پانی پھر گیا تو اس کام پر غرہ ہو کر بلند پروازی شروع کی اور جھوٹی جھوٹی باتین گڑھ کر رزیڈنٹ کی طرف سے بادشاہ کے سامنے بیان کرنے لگے روشن الدولہ اور سبحان علی خان اُنکے مارآستین تھے یہ دونون شخص اُن باتون کو بادشاہ کے سامنے کھولتے اور تاج الدین حسین خان کی بدنیتی پر روشنی ڈالتے بادشاہ کے مزاج مین کدورت آنے لگی یہانتک کہ وہ بھی خان مذکور سے تنگ آگئے اور اپنی زبان سے کہنے لگے کہ یہ شخص جو غیر واقع باتین سناتا ہے تو ہمکو رزیڈنٹ سے ڈراتا ہے پس اُنکی مداخلت اپنے دربار مین مکروہ جانکر نکالنے کی تدبیر مین ہوئے اتفاقًا ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو اُن کے اخراج کا باعث ہوا۔ پہلے اس سے بیان ہو چکا ہے کہ تاج الدین حسین خان چکلہ سلطانپور کے متعلق ریاست کے بائیس لاکھ روپے کے باقیدار تھے اور منتظم الدولہ کے عہد مین بہت ہی کوشش کی کہ فارغخطی اور صافی نامہ مل جائے مگر اُنھون نے نہ دیا اسوجہ سے اُن سے برداشتہ خاطر ہو کر اُنکو معزول کرایا اس عہد مین اُنھون نے جوہر نام خواجہ سرا سے قدسیہ محل سے کہا کہ اگر تمھاری کوشش سے بیگم صاحبہ اس بات پر آمادہ ہو جائین کہ بادشاہ سے میری فارغخطی پر مہر کرادین تو محاسبے کے دغدغے سے چھوٹ جاؤن اور پچیس ہزار روپے تمکو دون۔ جوہر نے بیگم سے کہا کہ تاج الدین حسین خان رزیڈنٹ کے مزاج مین دخیل ہین اگر اُن پر احسان کیا جائے تو یقین ہے کہ اُنکی دوستی سے آپکی جاگیر کا معاملہ درست ہو جائے بیگم نے کہا کہ وہ کونسا احسان ہے جو تونے تجویز کیا ہے

خواجہ سرانے بیان کیا کہ وہ فارغخطی پر بادشاہ کی مُہر چاہتے ہین بیگم نے جوابدیا کہ یہ کام میرے اختیار
مین نہین روپے کی مقدار بہت زیادہ ہے خواجہ سرانے عرض کیا کہ بادشاہ نے منتظم الدولہ کی
موقوفی کے وقت خود اقرار فارغخطی دینے کا فرمایا تھا اور اس عنایت کا امیدوار کیا تھا اگر آپ
بادشاہ کی توجہ کے وقت اس امر کی سلسلہ جنبانی کرین تو یقین ہے کہ بلاتامل مہر کردین گے
یہ مفت کرم داشتن ہوگا اور یون تو تاج الدین حسین خان وہ عہدہ رکھتا ہے کہ ایک مقدمہ
انگریزی پیش کرنے پر بادشاہ سے اپنا کام نکال لے گا اور جب اُنکا کام نکل جائے گا تو آپ کو
جاگیر کے استحکام مین بہت تشویش پیش آیگی اور اُسوقت رنج کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا یہ بات
بیگم کے ذہن نشین ہوگئی اور ایک خاص وقت مین بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت نے
منتظم الدولہ کی گرفتاری کے وقت تاج الدین حسین خان سے اقرار فرمایا تھا کہ اگر انگریز حارج
نہو تو تمکو سرکاری رقم کی فارغخطی ملجائیگی اب وہ ایفاے وعدہ کی درخواست کرتے ہین بادشاہ کو
مہر کرنے مین تامل ہوا قدسیہ محل نے دوبارہ عرض کیا کہ بادشاہونکے کلام کو ثبات ووقار ہوتا ہے
اور وہ شخص ابھی تک اپنے عہد سے پر قائم ہے اگر حضور کا کوئی کام اپنی طرف متعلق کرکے کام
نکال لے گا تو اس صورت مین کیا مزہ ہوگا اور ضرور ہے کہ حضور کو توجہ فرمانا پڑے گی
اس لیے کہ ابھی منتظم الدولہ کے باب مین صدر سے اطمینان کلی حاصل نہین ہوا ہے جب وعدہ
سچا ہوگا تو دوسرے اہلکار بھی سرکاری کام کے سرانجام کرنے مین جانفشانی کرین گے
ورنہ تمام معاملات مالی وملکی مین اُنکی بددلی سے خلل پیدا ہوجائے گا غرضکہ اس قسم کے کلمات
سے بادشاہ کو راضی کرکے اُنکی مہر فارغخطی پر کراکر خواجہ سرا کو دیدی اُس نے تاج الدین حسین خان کو
پہونچادی اب تاج الدین حسین خان ۲۵ ہزار روپون کے دینے مین امروزفردا کا وعدہ
کرنے لگے اسی طرح کئی مہینے گذر گئے اور اب وہ زمانہ آگیا کہ بادشاہ بھی تاج الدین حسین خان سے

کبیدہ خاطر ہو چکے تھے آخر کار یہ معاملہ خواجہ سرا نے بادشاہ کے گوش گزار کیا انھون نے خواجہ سرا
کو اجازت دی کہ اپنے کئی ساتھیونکی مدد سے اُنکی کمر مین ہاتھ ڈال کر کشان کشان ایک جگھ
بٹھا دے اور جبتک روپیہ ندین اُنپر دانہ پانی بند کر دے اور نہ چھوڑے چنانچہ یہی صورت
پیش ہوئی کہ خواجہ سرا نے خواری وذلت کے ساتھ اُنکو قید کر دیا روشن الدولہ نے خواجہ سرا کو
بہت سمجھایا اُس نے نہ مانا اس لیے کہ وہ اطلاع کے لیے بادشاہ کے پاس گئے اُنکو خواب
راحت مین پایا تین پہر کامل تاج الدین حسین خان کو جواہر نے ایک جگھ سے ہلنے ندیا اور
بے آب ودانہ رکھا جب بادشاہ بیدار ہوئے تو اُنکو اس بات کی اطلاع کی گئی فرمایا کہ ہمین
اس سے کچھ کام نہین وہ اُسکا روپیہ دیدین اور اپنے گھر چلے جائین اُسوقت روشن الدولہ نے
اُسن پچیس ہزار روپیہ کا ذمہ دار ہو کر تاج الدین حسین خان کو چھوڑا یا وہ آبرو کے ساتھ اپنے گھر
پہونچے اسکے بعد بادشاہ نے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ ایسا شخص ہمارے پاس رہنے کے قابل
نہین کہ زنانے دروازے پر فساد وشورش کرتا ہے اور اُنکو حکم دیا کہ شہر سے چلے جائین اُنکو
فارغخطی مل چکی تھی عیال واطفال اور اسباب واموال اپنا لیکر کانپور کی طرف قدم اُٹھایا
اور چھاؤنی کے انگریزون سے اتحاد کی وہ راہ ورسم پیدا کی کہ جو کچھ کونسل کلکتہ کی تجویز نصیر الدین حیدر
بادشاہ کے حق مین قرار پاتی تھی اُس سے مطلع ہوتے تھے اور اُس مضمون کو پہلے سے بذریعہ
عرضداشت براتی خانم وغیرہ عورات محل کے توسط سے بادشاہ تک پہونچاتے تھے جسکی روک
تھام مین روشن الدولہ کی عقل چکراتی تھی ۔

نجم الدولہ

منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین جو کاغذات محاسبہ نجم الدولہ کی نسبت فقیر محمد خان نے

پیش کیئے تھے اور اسوقت نجم الدولہ محاسبے سے بچ رہے تھے اسوقت وہی کاغذات مزاج بادشاہ کے تکدر کا موجب ہوئے لیکن اس خیال سے کہ ابھی حکیم مہدی علی خان کے معاملے کا زخم ہرا ہے کہین ایسا نہو کہ نجم الدولہ کا عزل مرہم زنگاری کا کام کرے یعنی مبادا یہ کام رزیڈنٹ کی راے کے خلاف واقع ہو اس لیے اُس محاسبے کی کش مکش مین نجم الدولہ کو مبتلا کرنے سے تامل فرمایا۔

بادشاہ کا شکار کو جانا اُس مین بہت سے مکروہ واقعات کا پیش آنا

بادشاہ نے جلوس سے نوین سال شکار کا ارادہ کیا اور لکھنؤ کے قریب قریب سفر کرنے لگے اول نرپت گنج کو تشریف لے گئے یہان ایک جھیل ہے اُسمین اکثر پانی کے پرند رہتے ہین ہفتے عشرے تک یہان قیام کر کے ہر قسم کے جانورون کا شکار کیا بعد اس کے خبر آئی کہ یہان سے سات کوس پر ایک گانٔون ہے وہان ایک جھیل ہے جسمین ہر قسم کے پرند بکثرت رہتے ہین پہر رات باقی تھی کہ کوچ کا نقارہ ہوا صبح کے وقت وہان سواری پہونچی رات بھر بیدار رہے تھے سو گئے دو پہر کے قریب بیدار ہوئے اور حاجت بشری سے فارغ ہو کر کھانا کھایا پہر دن باقی رہا تھا کہ اصلاح خط اور غسل سے فارغ ہو کر چار گھڑی دن رہے چند حرم محترم کے ساتھ گانے بجانے مین مصروف ہوئے یہ وہ عورتین ہین کہ سفر و حضر مین ہمیشہ صحبت مین رہتی تھین پھر دو مصاحبون کے ساتھ ایک کشتی مین بیٹھے انمین سے ایک مسٹر ونسنٹ ایک یوروپین تھا جو قوم کا حجام تھا اور ان دنون بادشاہ کا مقرب صحبت ہو گیا تھا دوسرا اُسکا بیٹا تھا جو فوج کا جرنیل تھا جھیل کے ایک جانب سے کشتی چلی چند فیر بندوق کے بادشاہ نے

اپنے ہاتھ سے کیے اور ہر ایک نشانہ صحیح بیٹھا تین گھڑی دن باقی رہے کشتی سے اُتر کر
ہاتھی پر سوار ہوئے اور لشکر کی سیر کا ارادہ کیا اول شرف الدولہ برادر کلان روشن الدولہ کے خیمے
کی طرف گذر ہوا وہ جب پگڑی سر پر رکھکر خیمے سے نکلے تو بادشاہ کا ہاتھی دور پہونچا تھا افتان
و خیزان دوڑ کر نذر دکھائی بادشاہ اُنکے دیر کرنے سے رنجیدہ ہو گئے تھے فرمایا کہ نظر پیش کرنا ضرور
نہین اسمین تکلیف ہوتی ہے آرام کرنا چاہیئے شرف الدولہ نے مضطرب ہو کر عرض کیا کہ خانہ زاد
کو فقط درباری لباس بدلنے مین دیر ہو گئی ورنہ کیا مجال تھی کہ جلدی نہ پہونچتا اب خانہ زاد پر
نظر عطوفت فرمائی جائے اور نذر رد کرکے بیحرمت نکیا جائے بہت سی کوشش کے بعد اُنکی عرض
قبول کی اور نذر لی یہان سے سواری آگے بڑھی جہان جسکا ہاتھی دیکھا اور وہ پسند آگیا کھلوا لیا
اور صاحب فیل کو حکم دیا کہ در دولت پر حاضر ہو کر قیمت لے لے بڑے ہاتھی کی قیمت ہزار روپے
اور بچے کی پانسو قرار پائی اُسدن نو ہاتھی سرکاری فیل خانے مین داخل ہوئے مغرب کے قریب
معاودت فرمائی دوسرے دن صبح کو پھر کشتی مین سوار ہو کر بندوق سے پانی کے پرندون کا
شکار کیا پھر ہاتھی پر بیٹھ کر لشکر کی طرف آئے جب شرف الدولہ کے خیمے کے قریب ہاتھی پہونچا
تو اُنھون نے نکلکر نذر دکھائی محتشم خانی کا مؤلف بھی وہان موجود تھا وہ بھی سلام سے مشرف
ہوا لشکر کی سیر کو بڑھے اول سبحان علی خان کے خیمے پر گذر ہوا شامیانہ کھڑا تھا ہمراہیون نے
بادشاہ کے حکم سے گرا دیا پاس ہی قطب اعظم کا خیمہ تھا خیر گذری کہ شامیانہ نہ تھا پھر لشکر مین
جہان شامیانہ نظر پڑا گروا دیا راجہ بالکشن دیوان سلطنت اور موہن لال پانہنگ کے
خیمے آمون کے باغ مین کھڑے تھے فرمایا کہ ہم تو دھوپ مین رہین اور یہ لوگ سایے مین
ایسا آرام اپنے مکانون مین ہوتا ہے انکے بھی خیمے اُکھڑوا دیے تیسرے روز چار گھڑی دن
رہے نائب کے خیمے کی طرف گذر ہوا وہ پہلے ہی سے بادشاہ کے ادھر نکلنے کے خیال سے

اُنکی سواری کے آنے کے انتظار مین بیٹھے تھے اور جو جو عمائد ریاست اُنکے پاس تھے اُنھین رخصت کر دیا تھا شاہ قطب اعظم بھی وہان موجود تھے وزیر سب کے اشارے سے فقیر محمد خانکے خیمے کی طرف لپکے یہ خیمہ یہان سے دور لشکر کے کنارے نصب تھا وہان تک جلد نہ پہونچ سکے سواری کے قریب سے گھبرائے ہوئے نکلے بادشاہ نے پہچان لیا بھاگنے کی طاقت نہ پاکر جگناتھ داروغۂ گنجیات کے خیمے مین گھس پڑے بادشاہ نے اس خیمے کے قریب پہونچ کر دریافت کیا کہ یہان کون چھپا ہے آدمی خیمے مین جلد آئے اور شاہ صاحب سے کہا کہ باہر چلو حضرت نے تمکو طلب فرمایا ہے شاہ صاحب نے سمجھ لیا کہ خود بدولت خیمے کے دروازے پر کھڑے ہین اگر چلنے مین دیر ہوگی تو حکم ہوگا کہ کھینچ کر لے آؤ اور عزت بگڑ جائیگی اسی مین بہتری ہے کہ خود چلا جاؤن چنانچہ بادشاہ کے پاس جاکر سلام کیا دریافت فرمایا کہ تم ہم سے کیون چھپے عرض کیا کہ بازار مین ملاقات مناسب نہ تھی پھر ارشاد کیا کہ اگر مجھ سے کنارہ کیا تو کس شخص کے پاس آئے ہو اضطراب کی حالت مین شاہ صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ نواب صاحب کے پاس حاضر رہتا ہون چین بر جبین ہوکر منھ پھیر لیا جب خیمۂ خاص مین پہونچے تو نائب سے فرمایا کہ قطب اعظم کو مجھ سے نفرت ہے جہان مجھکو دیکھتے ہین چھپ جاتے ہین تو ایسی حالت مین لشکر مین آنا کیا ضرور تھا روشن الدولہ نے عرض کیا کہ خانہ زاد کے اشارے سے ایسا وقوع مین آیا ہے وہ اُسوقت میرے پاس ٹوپی اوڑھے بیٹھے تھے ایسی حالت مین سلام نامناسب تھا مین نے سامنے حاضر ہونے سے منع کر دیا ارشاد ہوا کہ خیر مین نے تو یہ سمجھا تھا کہ شاید میری ملاقات سے کراہیت کرتے ہین ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت — اس مقام سے دس کوس کے فاصلے پر دلجیت کا گانون تھا وہان ایک بڑا تالاب تھا جسمین پانی کے پرند بکثرت جمع ہوتے اُس نے عرض کیا کہ خانہ زاد کے گانون مین ان دونون جھیلون سے ایک بڑا تالاب ہے جسکا طول و عرض دو تین کوس کے قریب ہے اور اُسمین

ہر قسم کے پانی کے پرند بکثرت ملتے ہین اگر حضرت دو تین دن کے لیے وہان قدم رنجہ فرمائین
تو اُس سرزمین کے نصیب کُھل جائین اور سیر و لطف سے خالی نہو اور عزیز و بیگانہ مین خانہ زاد
کی عزت افزائی بھی ہو جائے بادشاہ نے اُسکی عرض قبول کی مکرانوان سے اُسکے گانون کی طرف
روانہ ہوئے گانون کے لوگون کو خبر ہوئی تو باہر نکل کر انتظار مین کھڑے ہو گئے بادشاہ ہاتھی پر
سوار تھے جب وہان پہونچے تو سب نے زیارت کی چار گھڑی دن رہے سوار ہوئے سیر و شکار
کرتے ہوئے دلجیت کے مکان کے قریب پہونچے اُس نے ہاتھی کے پاس حاضر ہو کر نذر دکھائی
اور عرض کیا کہ حضور کی شان سلطانی مین کچھ فرق نہین آسکتا اور بندے کی عزت بڑھ جائیگی
لعل کی چمک خاک سے نہین مٹتی اور نہ موتی کیچڑ سے بگڑتا ہے عورات عزیز و بیگانہ خانہ زاد کے
مکان مین حضرت کی زیارت کی تمنا مین بیٹھی ہین اگر تفضلات خاوندانہ کو کام فرما کر غلام کی
سرفرازی کیجائے اور چھوٹے بڑے کو رونق بخشی جائے تو اس سے خانہ زاد کی عزت ہمیشہ کو ہو جائے
اور شوکت شاہی مین کچھ نقصان نہ پہونچے گا اگلے زمانے کے بادشاہون نے بھی اپنی ادنے
رعایا کو اس قسم کی عزت بخشی ہے بادشاہ کے رحم جبلی نے دلجیت کی لجاجت پر مرحمت کی
اور اُسکے مکان مین تشریف لے گئے اُسکی مان بہن اور زوجہ وغیرہ نے نذرین دکھائین اور
سایے کے مانند اُس سایۂ خداوندی کے قدمون پر سر رکھا ہر ایک کو زیور اور پشمینہ بقدر حالت
عنایت فرمایا اور دو گھڑی تک وہان ٹھہر کر مراجعت کی دلجیت دعوت کا طریقہ بجالایا کئی
من چانول اور گھی اور سیکڑون بکریان پیش کین اسکے علاوہ ہندوانہ کھانا بھی حاضر کیا
قبول کیا اور اُسکا لایا ہوا کھانا نوش کیا مکرانوان کی طرف واپسی کا ارادہ تھا کہ ناگاہ سخت
آندھی آئی اور اُسکے بعد شدید بارش ہوئی سطح زمین تختۂ آب بنگیا اُسی طوفان مین راتون
رات زینت گنج مین آگئے بارش کی کثرت سے تمام خیمے باوجودیکہ تر تھے لیکن آندھی سے

کاغذ کی طرح اُڑتے تھے لشکر کے تیس آدمی سردی کے صدمے سے ہلاک ہوئے بادشاہ کو رحم آیا اور فوراً شہر مین لوٹ آئے آندھی اور پانی کی تندی بارہ گھڑی سے زیادہ نہ رہی مگر سیکڑون چوپائے ہاتھی اور گھوڑے کی قسم سے ضائع ہوگئے پانچوین دن پھر خیمہ گاہ مین تشریف لے گئے ابکی چار پہر کے بعد ہوا اتنی سخت اور بے انتہا سرد چلی کہ اُسکے صدمے کی تاب نہ رہی اور دوبارہ شہر کو لوٹے اگر اس مرتبہ خیمون مین توقف رہتا تو سیکڑون آدمی اور جانور مرجاتے اور ۱۲۵۲؁ ہجری کی تعزیہ داری کا زمانہ تھوڑے دنون کے بعد آگیا۔

(۲) ۱۲۵۲؁ ہجری مین ماہ محرم کے مراسم تعزیہ سے فارغ ہوئے تھے کہ ریاست کے چند ملازم انگریزون نے بادشاہ کو ترغیب دی کہ اس فصل ربیع مین شکار و سیر خوب ہوگی اگر حضرت تشریف لے چلین تو کیفیت سے خالی نہو انکے عرض کرنے سے بادشاہ کی طبیعت شکار کی طرف مائل ہوئی اور بہرایچ کی جانب پیش خیمونکے روانہ ہونے کا حکم دیا اور ناظمون کو رسد کی فراہمی کے لیے احکام لکھے گئے اور خود بدولت شہر کے راستے کے باہر قصر دلکشا مین بطریق باتراب کے چلے گئے اسوقت گرمی سخت تھی جیٹھ کا مہینہ تھا رزیڈنٹ نے شدت تمازت آفتاب کی وجہ سے ہمراہ چلنے مین تامل کیا اور بادشاہ کو لکھا کہ ایسی گرمی کی حالت مین عزم شکار مناسب نہین جناب کو خوب معلوم ہے کہ تمام انگریز گرمی کے موسم مین سرکاری کام چھوڑ چھوڑ کر سیاٹو کے پہاڑ پر چلے جاتے ہین حضور بھی سردی کے موسم مین شکار کا قصد فرمائین رزیڈنٹ کی تحریک سے بادشاہ نے سفر کا ارادہ ملتوی کردیا اور چند روز کے بعد دلکشا سے فرح بخش مین آگئے۔

(۳) ارادۂ سفر کے اوائل مین ظفر الدولہ نے روشن الدولہ کو کہلا بھیجا کہ نواب سعادت علیخان کے عہد سے یہ رسم مقرر ہے کہ جب سفر پیش آتا ہے تو انگریزی تلنگون کے پہرے فرح بخش مین

آجاتے ہین روشن الدولہ تو جویائے وقت تھے سبحان علی خان کے مشورے کے موافق
ظفر الدولہ کو یہ جواب دیا کہ آپ اس مضمون کی تحریر بھیجدیجیے اُسوقت انتظام ہوجائے گا ظفر الدولہ
نے کہ انجام کار سے غافل تھے حسب ضابطہ درخواست مُہری اپنی بھیجدی روشن الدولہ نے
وہ درخواست بادشاہ کے ملاحظے تک پہونچائی اور یہ آشوب مضمون بیان کیا کہ مجھ دو تنخواہ کو
ہر طرح منظور ہے کہ مداخلت انگریزی اس سرکار مین ہو اور قدیمی نمکخوار جو خانہ زادگی کا دم
بھرتے ہین وہ چاہتے ہین کہ انگریزی چوکی پہرے فرح بخش مین محلات شاہی کی ڈیوڑھیون تک
آئین اور معاذ اللہ دشمنان حضور اُنکے نظر بند رہین اور محل کی خبرین بے تکلف صاحب رزیڈنٹ
تک پہونچایا کرین وہان کیا تھا دیوانہ را ہوئے بس ست بادشاہ نے ظفر الدولہ کو بلاکر
دریافت کیا کہ یہ تحریر تمھاری ہے اُنھون نے اقرار کیا بادشاہ اُنکی طرف سے دلمین بہت
مکدر ہوئے اور حکم دیا کہ دربار مین نہ آیا کرین اب مجال نہ تھی کہ ظفر الدولہ بے طلب قدم
در دولت کی طرف اُٹھاتے جب یہ صورت ظہور مین آئی دس بیس دن کے بعد روشن الدولہ
نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جو کچھ زر نقد کی سرکار مین ضرورت ہوتی ہے وہ تمسک کے
ذریعہ سے بطور قرض کے خزانۂ عامرہ سے لیا جاتا ہے پھر حسب سررشتہ خانہ زاد خزانے مین جمع
کرادیتا ہے فی الحال راہ سفر مین جو روپیہ شاگرد پیشہ کی تقسیم مین صرف ہوا اُسکے واسطے
پندرہ لاکھ روپے ظفر الدولہ سے دلائے جائین مین آمدنی ملک سے ادا کردونگا بادشاہ
نے ستر لاکھ روپے ظفر الدولہ سے طلب کیئے اُنھون نے چند روز کی مہلت لیکر خزانے کا
جائزہ لیا اور کاغذات درست کرکے خالی صندوق جو سربمہر تھے دکھلائے اور ایک
حوض جسمین پرانے سکے پندرہ سولہ لاکھ روپے کے حساب جمع خرچ مین باقی تھے اُس کا
کاغذ ملاحظے مین گذرانا اور عرض کیا کہ نواب سعادت علی خان کا جمع کیا ہوا تمام خزانہ

معتمد الدولہ آغا میر کی نیابت کے زمانہ سے اس عہد دولت تک خرچ ہو گیا اور آمدنی ملک مین سے ایک حبہ خزانے مین داخل نہوا اب خالی صندوقون اور کنجیونکی حفاظت سے کیا فائدہ جس شخص کے لیے حکم عالی ہو اُسکے سپرد کر دون - بادشاہ نے یہ مضمون روشن الدولہ سے بیان کیا اُنھون نے جوابدیا کہ یہ بیان ظفر الدولہ کا صحیح نہین - آخر کار بھوانی مہرا کو جو خزانون کا کلیددار تھا بلاکر دریافت کیا اُس نے روشن الدولہ کے اشارے سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو خزانے کی تعداد معلوم نہین کہ کس قدر خزانہ تھا اور کہان کہان گیا لیکن اس قدر جانتا ہون کہ بے حکم سرکار ایک حبہ صرف نہین ہوا اس بات سے بادشاہ ظفر الدولہ پر اور بہت خفا ہوئے اور قطعی حکم خانہ نشینی کا نافذ ہوا جب ظفر الدولہ کی آمد و رفت دربار مین بند ہوئی تو روشن الدولہ نے چاہا کہ بادشاہ کی مُہر بھی اُن سے لے لی جائے یہ عرض نامقبول ہوئی حکم ہوا کہ ضروری کاغذات اُنکے پاس بھیجدیے جایا کرین وہ حسب ضابطہ مہر لگاکر بھیجدیا کرین -

رزیڈنٹ کا بدانتظامیون کی اصلاح کے لیے بادشاہ اور وزیر پر تاکید کرنا - انتظام مُلک کی تدبیر اور کمی سپاہ کی تجویز

صاحب رزیڈنٹ وزیر کو اکثر سمجھایا کرتے تھے اُنھون نے کہا کہ سپاہ کو کم کرنا چاہیے کہ تنخواہ زیادہ دینا پڑتی ہے اتنی سپاہ کی ضرورت نہین اور یہ سپاہ لڑائی کے کام کی نہین تمام افسر اسکے آرام طلب ہین اور سپاہیونکے پاس نہ بندوق ہے نہ تلوار - دوسرے محلات شاہی کے مصارف جو حد اعتدال سے بڑھ گئے ہین اُن مین کمی کرنی چاہیے آخر

حکیم مہدی علی خان بھی تو نائب تھے وہ کسطرح بادشاہ کو اپنے قابو مین لے آئے تھے تیسرے رعیت کے حال پر نظر کرنی ضرور ہے کہ مستاجرونکے ہاتھ سے پریشان اور برباد ہے انکی خستہ حالی سے کونسل کلکتہ کے حکام کو شکایت ہے اور ہمکو اسکی بدنامی حاصل ہوتی ہے لیکن بادشاہ کو یہ نصیحت شیرین تلخ و ترش معلوم ہوتی تھی روشن الدولہ نے بھی انتظام ملک کے اُس نقشہ پر جو حکیم مہدی علی خان نے تجویز کیا تھا قدم رکھا اور رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ میری نصیحت نہین سنتے اسلیے مین یہ چاہتا ہون کہ بادشاہ کو مستاجری کے حیلے سے راہ پر لاؤن تاکہ سپاہ کی کمی کی صورت ظہور مین آئے پھر ملک کا بندوبست امانی کے طریق پر عمل مین آئے جس سے رعیت کی پریشانی رفع ہو آخر جمع مقبولہ حکیم مہدی علی خان پر دو لاکھ روپے اضافہ کرکے تراسی لاکھ روپے جمع قرار دیکر بادشاہ سے عرض کیا کہ حکیم مہدی علی خان نے پچاس لاکھ روپیہ حضور کو دینے کو کہا تھا مین سلطنت کا دولتخواہ ہون ساٹھ لاکھ روپیہ حضور کے مصارف کے لیے حاضر کیا کرونگا لیکن عزل و نصب عاملونکا اور سپاہ کی کمی بیشی میرے اختیار مین رہے بادشاہ نے جواب دیا کہ سرکار کمپنی اس بات کو منظور نہین کرتی اور رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کی اس رائے کو ناپسند کیا اور یہ جواب دیا کہ اگر مستاجری اس ملک کی یکمشت مناسب ہوتی تو سرکار کمپنی کسواسطے اس ملک کو اجارہ نہ لے لیتی اگر روشن الدولہ اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نکالین تو اُنکے واسطے وثیقہ مقرر کیا جائے اور جس شخص کو وہ چاہین وہ بھی وثیقہ دار ہو سکتا ہے جب یہ خیالی خواب روشن الدولہ کا باطل ہوا تو مجبور ہو کر فوج کی کمی کا حکم دیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ خلق اللہ کی گردن پر ظلم کی چھُری پھیرنا بدنامی کا باعث ہوگا اپنے آپ کو اس وار سے بچاکر روشن الدولہ کو اس مشورے پر دھر لیا کہ فلان فلان انگریز جو بادشاہ کے نوکر ہین اُنکو حکم ہو کہ کوٹھی دلکشا مین

جاکر فوج کا جائزہ لین جو شخص اُنکی نظر وین ناکارہ نظر آئے اُسکو موقوف کرین افسران سپاہ نے اکثر چھ چھ ماہ کی تنخواہ نذرانہ مین دی تھی اور عہدے حاصل کیے تھے یہ حکم برطرفی کا سُنکر جیتے جی مر گئے اور مجبور ہو کر اُن انگریزونکے عملونکو رشوتین دیکر یہ صورت نکلوائی کہ یہان کی سپاہ کی کمی مناسب نہین چکلہ دارون کو حکم ہو کہ اپنی سپاہ متعینہ مین سے چہارم سپاہ برطرف کر دین چنانچہ فرمان شاہی چکلہ دارونکے نام جاری ہوئے اور صدائے واویلائے بدعملی ہر طرف بلند ہوئی آخر روشن الدولہ نے صاحب رزیڈنٹ کو کہا کہ کوئی انگریز کلکتہ سے جو کمی فوج کا انتظام کرے طلب کیجئے اور یہان کی سپاہ مین تخفیف کرنا ملک مین بدعملی کا باعث ہے اس عرصے مین چکلہ دارون کی عرضیان بھی بادشاہ کی خدمت مین آئین کہ سپاہ کی کمی سے مُلک مین بدامنی پھیلے گی۔

عہدہ سفارت کلکتہ کی موقوفی نصیر الدین حیدر کا جاج چہارم بادشاہ انگلستان کے پاس تحائف بھیجنا۔

مولوی اکرام حسین بادشاہ کی طرف سے کلکتے مین سفارت پر مقرر تھے جب اُنکے مربی کپتان بنسن ولایت کو چلے گئے تو اب صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے گورنر جنرل نے لکھنؤ کے سفیر کا اپنے پاس رہنا موقوف کیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ اس سفارت کے سلسلے کا منقطع ہونا اچھا نہین تو اُنھون نے کرنیل ڈبوا صاحب فرانسیس کو بادشاہ کا سفیر بناکر لندن کو بھیجنا تجویز کیا اور مولوی محمد اسماعیل کو جنکے گھر مین ایک عیسائی عورت تھی اور اس سبب سے انگریزی زبان خوب جانتے تھے اس سفیر کی ہمراہی مین مقرر کیا اور دو تین لاکھ روپے کی قیمت کے تحائف جنمین خراسانی تلوار مع سازوسامان مرصع کے اور پلنگ مرصع

اور کئی ہاتھی اور گینڈے وغیرہ تھے بادشاہ لندن کے لیے اُن سفیرون کو دیے لیکن
صاحب رزیڈنٹ نے ڈلو صاحب کا سفیر بنانا نامنظور کیا اس وجہ سے ایک اور انگریز
اس سفارت پر مع اُن تحائف کے مامور ہوا جسنے لندن مین پہونچکر تحفے پیش کیے
ان سب تحفون مین سے صرف حیوانات قبول ہوئے باقی واپس ہوئے وہ انگریز تو
وہین رہا اور مولوی اسماعیل اسوجہ سے لندن سے نکالے گئے کہ ایکدن نشۂ شراب مین
ایک مس پر دست درازی کی تھی۔ مولوی اسماعیل حیدرآباد مین پہونچکر مر گئے

برات مین نوبت بجنے کی ممانعت ہونا

شہر مین عرصۂ بعید سے یہ دستور تھا کہ برات کی رات مین ہر خاص و عام دولہ
کے ساتھ دُلھن کے مکان پر نوبت و نقارہ اور دوسرا سامان یجاتا تھا دوسرے دن
دُلھن بھی اسی ٹھاٹ کے ساتھ دولھا کے گھر آتی تھی ۱۲۵۲ھ ہجری مین مینڈھو خان
رسالہ دار کے بیٹے کی برات دھوم دھام کے ساتھ نکلی اور جسقدر نقارہ و نوبت کا سامان
اُسکے باپ کے وقت سے رسالہ مین چلا آتا تھا سب ساتھ تھا یہ برات اسی دھوم دھام
سے بادشاہی محل کے پاس سے نکلی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہ بے ادبانہ
نقارے بجاتا ہوا میرے شہر مین پھر رہا ہے پاس والون نے حال بیان کیا۔ نشہ مین
مدہوش تھے جتنا سمجھایا طبیعت کے خلاف پڑا۔ حکم دیا کہ اس سے ہزار روپے جرمانہ
کیا جائے اور شہر سے نکلوا دیا جائے اور آیندہ کسی کی شادی مین نوبت نہ بجے نہ
سرکار سے ملے نہ کرائے پر منگائے روشن الدولہ نے مینڈھو خان کے بیٹے کی بے قصوری
پر نظر کر کے اُس علاقے مین بھجوا دیا جو اُسکے بھائی کے پاس تھا نام تھا یہ شخص بادشاہ کے

مرنے کے بعد شہر مین آیا اور نوبت کی ممانعت بھی اُسی وقت سے دور ہوئی۔

لارڈ پادری بشپ کی لکھنؤ مین آمد اور ایک فرانسیسی کا غبارے مین بیٹھکر ہوا مین اُڑنا

۱۱-شوال ۱۲۵۲ہجری کو لارڈ پادری بشپ لکھنؤ مین آئے اور رزیڈنٹ کی کوٹھی مین ٹھہرے ۱۲-شوال کو صبح کے وقت بادشاہ سے ملاقات ہوئی اور جلیل القدر انگریزون کی طرح انکی بھی دعوت ہوئی دیر تک بادشاہ کے ساتھ اختلاط اور اخلاق کی صحبت رہی کھانا کھانے کے بعد رخصت کے وقت بادشاہ کی طرف سے چند کشتیان کپڑون کی اور نقد چند ہزار روپے اُنکو عنایت ہوئے اور عطر اور گوٹے کا ہار دیکر رخصت کیا۔

پادری صاحب نے لکھنؤ مین یہ تجویز کیا کہ جرنیل مارٹین کے پس ماندہ روپون سے جسکے سود کی بابت ماہ بماہ سرکار کمپنی کو وثیقہ دینا پڑتا ہے اس شہر مین مدرسہ تیار ہو اور وہ روپیہ طالب علمون اور ہندوستانی مولویون اور انگریزی پادریون پر صرف کیا جائے چنانچہ یہ مدرسہ جنرل مذکور کی کوٹھی اور عمارات نوح دلکشا مین مقرر ہوا یہ جرنیل فرنگستانی تاجرون مین ایک نامی گرامی اور متمول آدمی نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھا اس نے لکھنؤ مین کئی کوٹھیان تعمیر کرائی تھین ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی جسکو پچپن ہزار روپے مین نواب سعادت علی خان نے مول لیکر اپنی عمارات مین ڈال لیا تھا اور دوسری کوٹھی مارٹین صاحب کے نام سے مشہور ہے اس کوٹھی کو جرنیل مذکور نے نواب آصف الدولہ کے واسطے بنوایا تھا اس تاجر نے نواب آصف الدولہ کے ہاتھ فرنگستان کا لاکھون روپے کا اسباب فروخت کیا تھا اور اس تجارت کی بدولت بڑا مالدار بنگیا تھا ایکدن نواب آصف الدولہ سے

اُس نے یہ بات عرض کی کہ مین نے کوئی نایاب چیز حضور کے ہاتھ فروخت نہین کی
جسکی قیمت کروڑ روپیہ ہوتی اب مین چاہتا ہون کہ ایسی چیز مہیا کرون نواب نے کہا کہ ہم
ضرور مول لین گے اس لیے اُس نے کوٹھی تیار کرائی اور عمدہ عمدہ صنعتین حکمت کے ساتھ
اُس مین رکھین اور نادر مقام تعمیر کیے جس سے رعد و برق و باران کی سیر حاصل ہو۔ اور ہوائے
مشرقی و مغربی و جنوبی و شمالی کو آنکھون سے دیکھے۔ اور طوفان ہوا اور گرمی و سردی کا
اندازہ نگاہ سے معلوم ہو اسی طرح پانچ درجے اس کوٹھی مین تیار کرائے کہ ہر مقام انواع
تکلف سے آراستہ تھا یہ تیاری ابھی منزل مراد پر نہ پہونچی تھی کہ نواب آصف الدولہ کا انتقال
ہو گیا اور تھوڑے دنون کے بعد جرنیل مارٹین بھی مکان ہستی سے کوچ کر گیا اور مرنے کے
وقت ہزار حسرتون کے ساتھ ممبران کمیٹی کے سپرد کیا اور اُنیس لاکھ روپیہ نقد اپنا متروکہ چھوڑا
جسکی آمدنی سے اُسکے متعلقین سرکار کمپنی سے وثیقہ یاب ہوئے۔

(۲) جس سال یہ مدرسہ بنا اُسی سال ایک فرانسیسی عیسائی لکھنؤ مین آیا اور کہا کہ مین آسمان
کی طرف چڑھ سکتا ہون اس سے خاص و عام کو تعجب پیدا ہوا اُسکو یہ منظور تھا کہ بادشاہ سے
بہت کچھ روپیہ حاصل کرے چنانچہ چودہ ہزار روپے اُسکو بادشاہی خزانے سے عنایت ہوکر
حکم ہوا کہ پہلے بطور نمونہ کوئی بات بادشاہ کو دکھلائے اُس نے ایک غبارہ درست کیا۔ تماشائی
روز مقررہ کی صبح کو کوٹھی دلکشا مین جمع ہوئے اُس نے غبارہ اُڑایا۔ اور خود اُسمین بیٹھ کر
باآواز بلند یہ بات کہی کہ اگر کوئی اسوقت میرے ساتھ اسمین بیٹھ کر چلے تو اُسکو ہزار روپے دیتا ہون
جان اپنی کسکو گران تھی کسی کی ہمت نہ پڑی اس نے کئی دن کے کھانے کا سامان احتیاطاً اُسمین
رکھ لیا تھا۔ ہائڈروجن گاس بھر کر اُس غبارے کو ایسا بلند کیا کہ وہ اپنے ایک سمت سطح
زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا ہوا کے رُخ چلا اور کبوترونکی چھکی پر جو شہر سے پانچ

چھ کوس کے فاصلے پر رہے پہونچکر زمین پر اُترا چونکہ آج بدلی تھی اسلیے غبارے کے آسمان کی طرف چڑھ جانے کے بعد کچھ نظر نہ آیا کہتا تھا کہ ایسی سرد ہوا کھائی ہے کہ قوت حرکت باقی نہین -

مکا درزی کا زوال

مکا درزی خیر آباد کا رہنے والا تھا نصیر الدین حیدر کے اوائل جلوس مین بادشاہی درزیون کے زمرے مین نوکر ہوا نہایت چالاک اور دستکار تھا - بادشاہ کی طبیعت عیاش تھی حرم کی عورتون کے لیے انگیا کرتی وغیرہ کی قسم سے کپڑے عمدہ عمدہ سی کر لایا بہت پسند ہوئے تمام درزیون کا جو بادشاہی لباس سیا کرتے تھے داروغہ ہو کر ترقی کرتے کرتے مصاحبت کے رتبے کو پہونچ گیا اور مکا خان کہلا کر مشمول عواطف شاہانہ ہوا اس زمانے مین مُلک کی تہائی آمدنی عورتون کے مصارف مین صرف ہوتی تھی چند سال مین لاکھون روپے حساب مین باندھ لیے جبتک حکیم مہدی علی خان نائب رہے اُنکی بیدار مغزی نے اسکو جادۂ اعتدال پر رکھا جب وہ معزول ہو گئے اور روشن الدولہ کو نیابت ملی تو کچھ بادشاہ کی مصاحبت کے زور مین اور کچھ نائب کی مروت کی وجہ سے اپنی قدر کے احاطے سے قدم باہر رکھا اور بہت سے علاقے کا مالک ہو گیا لکھنؤ مین بڑی بڑی عمارتین بنوائین کہ نہ ویسی کوئی عمارت معتمد الدولہ نے نہ منتظم الدولہ نے اور نہ روشن الدولہ نے تیار کرائی تھی اسکی عمارتونکی خوبی کی وجہ سے مخلوق اُنہین سیر کو جانے لگی ایک کٹرہ تعمیر کیا اور مکا گنج جو اُس زمانے مین نہایت آباد تھا دریاے گومتی کے پار بنایا اور مسافرون کے لیے سرا بھی بنوائی اکثر دیہاتی طوائفونکے ڈیرے اس سرا مین پڑے رہتے تھے اسی طرح

خیرآباد مین پختہ حویلی محلسرایے دیوانخانہ امام بارہ اور مسجد و زیارت گاہ قدم رسول و خانقاہ مشروع و حوض شرعی لاکھون روپے کے قریب خرچ کر کے بنائے اسکی سواری کا جلوس امرا کی سواری سے کم نہوتا کسی سردار کو خیال مین نہ لاتا تھا بلکہ اُنسے سلام کی امید رکھتا تھا۔ طبیعت بیحد جابر تھی اگر کبھی کوئی اُس سے کسی کی سفارش کرتا تو سیدھے منھ جواب بھی نہ دیتا بلکہ اُلٹا سختی سے پیش آتا جس قدر بادشاہی لباس اور محلات شاہی کی فرمائشات مین روپیہ صرف ہوتا اُسقدر آمدنی کا ملک اُسکو دیا گیا تھا دیوان حضور تحصیل قدیم سے اس سرکار مین مقرر تھا جسکے حاکم مظفر حسین خان پسر سبحان علی خان تھے اس علاقے مین چند متفرق گانوُن حضور تحصیل کے تھے اکثر آدمیون کا مشاہرہ ماہواری اُن گانوُن سے مقرر تھا اگر کوئی سپاہی اپنی تنخواہ مانگنے جاتا تو دیوان مذکور کے اہلکار یہی جواب دیتے کہ ہمکا درزی کے ہاتھ سے ایک کوڑی بھی نہین پہونچتی تمکو کیا دین کہین دوسری جگہ سے مانگو غرضکہ حصول زر مین اتنا شدید تھا کہ کسی کی مروت نہین کرتا تھا اور جو علاقہ اُسکے حوالے تھا اُسمین سے ایک پیسہ بھی سرکار مین داخل نکرتا نہ محکمۂ دیوانی مین سیاہہ کراتا نہ خزانے مین نہ رسومات معمولی اہلکارون کو پہونچاتا جمع خرچ اپنی مرضی کے موافق مصارف فرمائشات حضوری مین داخل حساب کر دیتا اسکی ان ناشائستہ حرکات سے تمام کارندے تنگ تھے اور بادشاہ سے شکایت کرنے کو آمادہ رہتے تھے مگر بادشاہ کا ندیم ہونے کے خیال سے کوئی شخص اُسکے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہین نکال سکتا تھا ہر شخص موقع کا منتظر تھا آخر کار اُسکا ظلم مخلوق پر اُسکے زوال کا باعث ہوا کہ ایکدن بادشاہ سے تمام اہلکارونکی شکایت کی کہ حضور کی فرمائشات مین جو جو چیزین صرف ہوتی ہین اُنکا روپیہ مجھے نہین دیا جاتا بادشاہ نے نائب سے اسکی کیفیت استفسار کی اُنکو تو

اُسکی حرکات سے رنج تھا ہی اس موقع کو غنیمت جانکر تمام حال عرض کیا اور کہا کہ جسقدر
ملک اُسکے پاس ہے عرصۂ دراز سے ایک کوڑی بچت کی خزانے مین داخل نہین کرتا اور
مابقی کیفیت ظفر الدولہ کے بیان پر محول کی اُنھون نے بھی وزیر کے قول کی تصدیق کی
اور یہ بھی عرض کیا کہ جسقدر ملک اُسکے سپرد ہے اُسکے سوا نو لاکھ روپیہ بار بار کرکے
خزانے سے اُسکو پہونچا ہے برسون سے فرد حساب مانگی جاتی ہے تمرد کی وجہ سے نہین بھیجتا
بازار مین چند دوکانین بزازون اور گوٹہ فروشونکی اُسکے ظلم وستم سے برباد ہوگئین جنکا مال
لیکر تھوڑا سا سرکار کے صرف مین لایا ہے اور اکثر حصہ مکان مین رکھ لیا ہے اگرچند روز اور
اسی طرح اسکا دست ظلم رعایا پر دراز رہا تو شہر تباہ اور سرکار بے اعتبار ہو جائیگی
دوسرا تازہ سبب اُسکی خرابی کا یہ ہوا کہ جسقدر سرکاری فرمائشات اُسکے ذریعہ سے تیار
ہوتین تو اُنکی اشیاء کا محاسبہ اُس سے کوئی نہین کرسکتا تھا اڑہائی من سلمہ و ستارہ
و تاش بادلہ اُسکی معرفت خرید ہوتا تھا اسمین سے جسقدر چاہتا زنانہ پوشاک مین صرف کرتا
اور کہدیتا کہ سب خرچ ہوگیا اُسکے تصرف کا پردہ چاک نہین ہوتا تھا اس طور سے برسون تک
خُرد بُرد کرتا رہا اور لاکھون روپیہ پیدا کرلیا سبحان علی خان کے بڑے بیٹے احسان حسین خانکو
اُسکے غبن کا یقین تھا وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اُسکو مرتبے سے گرادین اور جو کچھ اخراجات
اُسکے ہاتھ مین ہین اُنکے ہاتھ مین آجائین اُنھون نے اپنے باپ سے تمام توفیر کا حال بیان کیا
اور درخواست کی کہ یہ کام میرے متعلق ہو جائے اتفاقاً ایکدن مکّا نے ماہ گذشتہ کے اخراجات
فرمائشات کی فرد حساب تعدادی ایک لاکھ دس ہزار روپے کی نائب کو دکھائی اور اُن سے
روپیونکا تقاضا کیا نائب نے فرد رکھ لی اور چند روز روپیون کے دینے مین لیت ولعل کرتے
رہے مکّا نے بادشاہ کی مصاحبت کے گھمنڈ مین آکر خود بادشاہ سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو فرمائشات

سرکار کے متعلق اتنا روپیہ بازار کا دینا ہے نواب صاحب سے بار بار کہتا ہون وہ شنوائی
نہین کرتے جب کہتا ہون کل کا اقرار کرتے ہین اگر اسی طرح روپیہ کی وصولی مین دیر لگا گئی
تو پھر سامان کا ملنا مشکل ہو جائے گا بادشاہ نے حکم دیا کہ تو خود ابھی جا کر نواب سے تقاضا
کر کے وصول کرے اور دم لینے کی مہلت نہ دے یہ خبر کسی نے پہلے سے نواب کو پہونچا دی
تھی مکا دلیرانہ اُنکے پاس آ کر تقاضا کرنے لگا اُنھون نے چاپلوسی کی باتین کین اور فرد حساب
ہاتھ مین لیکر سبحان علی خان کو دیدی کہ آپ اسکا روپیہ چکا دین سبحان علی خان نے مکا کو اپنے
مکان پر بلا کر کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ اسوقت یہ شخص یعنی نائب اپنے عہدے پر مقرر
ہے اور وقار و اقتدار رکھتا ہے اور اسکے نزدیک ہر شخص کو جُرم مین یا بیجُرم کسی بلا مین
مبتلا کر کے خراب کرنا کوئی مشکل کام نہین اس صورت مین اُسکی اہلیت ہے کہ ہر کس و ناکس
تنگ ظرفی سے بادشاہ کی مصاحبت پر مغرور ہو کر اُسکے مقابلے پر آمادہ ہوتا ہے وہ
اپنے حوصلے پر نظر کر کے طرح دیجاتا ہے تو نے دیکھ لیا کہ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ
باوجود اسقدر اختیار کے جب اپنے حد اعتدال سے بڑھ گیا اور اکثر کامون مین نائب پر غلبہ
چاہنے لگا طرفۃ العین مین اُسکو ایسا گرایا کہ حشر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے گا بادشاہ بیگم نے بھی
چند کامون مین دخل دینا شروع کیا تو نے دیکھ لیا کہ اُنھون نے کیا دیکھا اور فتح علی خان کپتان
نے جو کچھ کیا اُسکا ثمرہ پا لیا تو ایسا گمراہ ہو گیا ہے کہ نائب وقت کو جہان پناہ کا حکم پہونچاتا ہے
اور اُنکا احسان بھول گیا چند روز کا ہی ذکر ہے کہ حکیم مہدی علی خان نے تجھکو حساب کے
شکنجے مین کھینچا اور محاسب تجھپر مقرر کیا تھا جسنے عافیت تنگ کر دی تھی اس شخص نے وفور حوصلہ
سے اس پانچ سال مین تجھ سے یہ نہ پوچھا کہ سیاہ کرتا ہے یا سفید تو فیر کا لاکھون روپیہ
تیرے کارخانے مین موجود ہے اور اُس سے تجھے بھی جو نا سمجھ ہوتے ہین واقف ہین

تو ہی انصاف کرین پوچھتا ہون کہ تو کتنے روپے کا نوکر ہے اور یہ لاکھون روپے کی عمارت
کہان سے بنائی ہے تجھے شرم نہ آئی کہ ایک لاکھ دس ہزار روپے کے واسطے جنکے دینے مین
نواب کو تامل نہ تھا لیکن ملک سے روپیہ نہ آنے کی وجہ سے ابھی نہ دیتے تھے تو نے حضرت سے
شکایت کی اور حکم حاصل کرکے سخت تقاضا کرتا ہے اگر یہ بھی سرکاری روپے کی توفیر کو جس سے
وہ واقف ہین ظاہر کرین تو اُسوقت تو کیا کرے گا اور چھٹکارے کا کیا حیلہ تیرے ہاتھ
مین ہے چونکہ نابردہ قوم سے بواج تھا کلمات تہدید آمیز سُنکر بیحواس ہو کر سبحان علی خان کے
قدمون پر گر پڑا اور تقصیرات کی معافی چاہی سبحان علی خان نے اُسوقت نرمی سے کہا کہ
بالفعل بازار کا یہ روپیہ اپنے پاس سے چکادے اُس نے کہا کہ میری یہ مقدرت کہان ہے
کہ اسقدر روپیہ اپنے پاس سے دون خان مذکور نے کہا کہ صاف بات کہہ تاکہ مین مطلب
سمجھ لون کچھ سوچ کر اُسنے کہا کہ آدھا روپیہ مین اپنے پاس سے چکا سکتا ہون خان مذکور نے
اُسکی فارغخطی مہری لیکر نائب کو دیدی اُنھون نے جہان پناہ کے ملاحظہ مین گذرانکر عرض کیا
کہ روپیہ دینے مین مجھے کچھ عذر نہ تھا لیکن اُسکے ذمے لاکھون روپے کا غبن ہے اس لیے
تامل کرتا تھا اب حضور انصاف فرماوین کہ کوئی اپنا نقصان قبول نہین کرے گا اور اپنے
آپکو بلا مین نہ ڈالے گا اس شخص نے جو آدھے روپونپر فیصلہ کرکے اپنی مہری فارغخطی دیدی
اگر غبن نہوتا تو کسواسطے اسطرح معاملہ طے کرلیتا یہ بات بادشاہ کے دل مین اثر کر گئی اور
نائب کی خیرخواہی پر مسرور رہکر ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تمھارے سپرد کیا ہے
تمنے جان بوجھ کر دوسرونکو دخیل کرلیا ہے کس لیے ایسے لوگونکو سزا نہین دیتے جس سے
دوسرون کو عبرت حاصل ہو جائے نائب تو اس بات کے دل سے خواہان تھے عرض کیا
کہ کل کو اس قباحت کی فکر کرون گا اور حضور کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ گنگا اس بات سے آگاہ

ہو گیا فوراً مکا کو خبر کر دی وہ بادشاہ کے سامنے گیا اور عرض کیا کہ خانہ زاد بے علم و ناخواندہ ہے نواب صاحب نے جو کچھ چاہا لکھوا کر مجھ سے مُہر کرالی بادشاہ نے یہ توجیہ قبول نہ کی۔ نائب کو بھی گنگا کی اس حرکت کی خبر لگ گئی غرضکہ دوسرے دن کلّو درزی کے بیٹے کو مکا کی جگھ مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ جسقدر سلمہ ستارہ گوٹہ ٹھپہ گلبدن اور اطلس وغیرہ سامان کی ضرورت ہو احسان حسین خان سے کہدیا کرے وہ فراہم کر دینگے یہ کلّو ہمیشہ نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر کے لباس سیا کرتا تھا اس انتظام کے بعد روشن الدولہ نے بادشاہ سے گنگا کے باب مین چند کلمے عرض کیے کہ ایسے نمکحرام جمع ہو گئے ہین اور باہم خرد و برد مین اتفاق کر لیا ہے کہ اگر کسی کا بھی حضور کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو اسیوقت اُسکو آگاہ کر دیتے ہین یہ نہین جانتے کہ یہ سلطنت کا راز ہے اُسکے بیان کرنے مین جان و حرمت کا خوف ہے اپنی اصل سے رزیل ہین نعمت عنایت بادشاہی کی قدر نہین سمجھتے اسی وجہ سے بادشاہان ماضیہ ایسے لوگونکو مُنھ نہین لگاتے تھے گنگا سے بادشاہ کو کچھ پہلے سے بھی رنج تھا اس تقریر سے زیادہ ہو گیا ارشاد کیا کہ یہ تمام نمک حرام جو میری حرمت کے خواہان ہین ان خدمتون اور عنایتونکے قابل نہین نائب نے سمجھ لیا کہ تیر تدبیر نشانۂ مراد پر پہونچ گیا گنگا کی تباہی کی صورت آگے مذکور ہوگی۔

غرضکہ ۲ ماہ شوال سنہ ۱۲۵۲ ہجری کو مکا کو استری منجن مین قید کیا اور جو کچھ اسباب اس کا خیرآباد وغیرہ سے آیا تھا سرکار مین داخل کرا لیا اور ثبوت کے بعد شہر کے دوکانداروں کو پہونچایا۔ محتشم خانی مین اسی طرح مذکور ہے ایک کتاب مین ایک روایت نظر سے گذری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکا عالم ثروت مین اپنے آپکو بھولا نہین ہر اہل شہر سے بطرز سالیقہ لجاجت سے پیش آتا اور تاحد امکان ہر ایک کے ساتھ سلوک کرتا ایکدن مکا چاندی کے

حوضے مین ہاتھی پر سوار جارہا تھا ایک پٹھان دور سے چلایا کہ ہمارا بند ٹوٹا ہے اگر کوئی نا نکلے تو مزدوری پائے گے مگّا نے یہ آواز سنکر ہاتھی سے اُترکر اُسکا بند سی دیا اور خوشامد کی وہ تو شرمندہ ہوا یہ پھر ہاتھی پر بیٹھ گیا مگّا کے بعد اسکا پوتا اور جورو جائداد پر قابض ہوئے ؎

گنگا کی خرابی دولت

بادشاہ کے تمام اردلیو نمین گنگا کی زیادہ عزت تھی وزیر بھی تمام امور مین اُنکی خاطر رکھتے تھے اور وہ بھی تمام کامونمین بادشاہ کے حضور مین نواب کا مددگار رہتا اور جسقدر ہوسکتا بلائے ناگہانی اُنکے سر سے ٹالتا رہتا تھا اگرچہ خلائق کا گمان یہ تھا کہ گنگا کو نائب کی دوستی کی وجہ سے اسقدر جرأت حاصل ہوئی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ نائب اور سبحان علی خان نے سمجھ لیا تھا کہ پواج آدمی جو بادشاہ کے مزاج مین دخل پیدا کرکے اپنے رتبے سے باہر قدم رکھتے ہین اور اعتدال کی حد سے بڑھ گئے ہین نہ انکی دوستی پر اعتبار رکھنا چاہیئے نہ دشمنی سے بے خطر رہنا چاہیئے پس حزم و احتیاط کا لازمہ یہ ہے کہ انکو منزلت سے گرا دینا چاہیئے اور پایہ عروج سے تلے ڈالدینا چاہیئے ۔ گنگا نے ایکدن مسٹر ونسنٹ سے کہا کہ ان دنون کہ میرا فلان نیا خریدا ہوا ہاتھی مست ہوگیا ہے لڑنا چاہتا ہے اور فلان ہاتھی آپکا بھی چندروز سے مست ہوکر لڑائی کے لیے حملے کرتا رہتا ہے مین یہ چاہتا ہون کہ دونون اپنے اپنے ہاتھیونکو باہم لڑا دین تاکہ اُنکا حال معلوم ہوجائے گنگا اپنے دل مین جانتا تھا کہ میرا ہاتھی اُنکے ہاتھی سے قوی ہیکل اور تنومند ہے ایک حملے مین اُسکو بھگا دیگا شرط بدکر کچھ جیتنا چاہیئے دونون نے رضی ہو کر بے اطلاع بادشاہ کے اپنے ہاتھیونکو لڑایا۔ ایسا اتفاق واقع ہوا کہ گنگا کا ہاتھی اپنے ہی زور مین آپ زمین پر گر پڑا مسٹر ونسنٹ کے ہاتھی نے جو اُسکو پڑا ہوا پایا تو ایسا مارا کہ اُسکا ایک

پانؤں لنگڑا ہو گیا فیلبانون نے بہت چاہا کہ چھوڑا دین لیکن ونسنٹ نے کوڑے سے دھمکا
چھوڑانے ندیا یہانتک کہ گنگا کا ہاتھی بہت پامال ہوا اور بہزار دشواری رہائی حاصل ہوئی گنگا کا
ہاتھی پٹتے پٹتے بیدل ہوگیا اور اس شخص کو خفت بھی حاصل ہوئی مخبرون نے یہ خبر بادشاہ تک
پہونچائی چونکہ ایسے تماشے قدیم سے بادشاہون سے خصوصیت رکھتے ہین اُنکو بیحد ناگوار ہوا
لیکن علوئے حوصلہ کو کام فرماکر یہ خیال کیا کہ دونون سرکار کے ملازم ہین طرح دی کچھ تعرض
نکیا اسدن سے گنگا کو یہ شرمندگی تھی کہ میرا زبردست ہاتھی ایک کمزور ہاتھی سے پٹ گیا
اُس نے شہر کے فیلبانون کو جمع کیا اور صدہا روپیہ انعام مین دینے کا وعدہ کرکے اُن سے
کہا کہ اس کا ایسا علاج کرو کہ پاؤن بالکل درست ہوجائے عرصے تک علاج جاری رہا یہانتک
کہ چوٹ بالکل زائل ہوکر پانؤں سنبھل گیا - اب گنگا کے دل مین پھر یہ بات آئی کہ مسٹر ونسنٹ کے
ہاتھی سے اسکو لڑا کر اُسے بھگانا چاہیئے جب سرکاری فیلبانون سے اس باب مین مشورہ کیا
تو اُنھون نے کہا کہ یہ کام بہت مشکل ہے کہ اُس ہاتھی کا یہ مقابلہ کرے یا سامنے آئے
اسلیے کہ یہ حیوانات بیحد بزدل ہین اگر لڑتے ہین تو دلاوری کی وجہ سے نہین لڑتے بلکہ
جنون ومستی کے عالم مین لڑ پڑتے ہین اور سر پر صدمہ اُٹھانے کی تاب نہین لاتے دانتون
وغیرہ سے مقابلہ کرتے ہین جب سر پر ضرب پہونچتی ہے تو اُسی وقت مستی نکل جاتی ہے
اُس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکات عارضی ہے اگر شیر کی طرح ذاتی ہوتی تو ہزار معرکۂ جنگ
مین کبھی نہ بھاگتے گو اعضا کو صدمہ پہونچتا بلکہ جان پر نوبت آجاتی مگر فرار کا نام نہ لیتے لیس
صلاح یہ ہے کہ اول اسکو خوب گرم دوا کھلائی جائے تاکہ بالکل ہوش وحواس مختل ہوکر
دوست دشمن مین فرق نہ سمجھے بعد اسکے دو تین بار دلیا دیا جائے تاکہ دلیر ہوکر خوف نکلجائے
چونکہ سرکاری ہاتھی خانہ بھی گنگا کی تحویل مین تھا ایکدن دو بھاگے ہوئے ہاتھی کارخانے سے بلائے

اور آپ مکان کے دریچے مین کُرسی پر بیٹھا اور دونون ہاتھیونکے درمیان مین اپنے ہاتھی کو
چھوڑا ایک اُنمین سے اسکے پہلے ہی حملے مین بھاگ نکلا اور دوسرا دو تین ٹکرین کھاکر فرار ہوگیا
اُسیوقت بادشاہ کے حضور مین اس بات کا مفصل پرچہ گذرا چونکہ سابق مین اُن کا مزاج
نائب کارازمکا سے بیان کردینے کی وجہ سے گنگا سے مکدر تھا ہاتھیونکے لڑانے سے زیادہ
برافروختہ ہوگئے اور برہم ہوکر نائب کو حکم دیا کہ گنگا کو قید کردین اُن کو دل وجان سے یہ امر
منظور تھا اسلیئے ۵ اشوال ۱۲۵۲ ہجری کو قید کردیا اور صبح کو اُسکے کام دوسرونکے سپرد کردیے

نائب کے بیٹے کی موت پر بادشاہ کی سیاہ پوشی اور مسیح الملک طبیب خاص کے نائب کی تعریف کرنے پر اُنسے خفگی

۱۲۵۲ ہجری مین روشن الدولہ کا بیٹا جو محبوب طوائف کے بطن سے تھا چیچک کے
عارضے سے مرگیا جو بادشاہ کو یہ خبر پہونچی تو ماتم مین سیاہ لباس پہنا روشن الدولہ کا بڑا بیٹا
محمد حسن جب در دولت پر آیا تو اُسوقت جہان پناہ نے اپنی صورت کو محزون بناکر رومال
جیب سے نکالا اور دونون آنکھون پر رکھ کر آنسو پوچھے اور فرمایا کہ بارہا تمھارے والد سے
مین نے کہا کہ فلان سادات کو موقوف نکرین اور اگر اُنکی موقوفی مدنظر ہے تو ہر قصور پر سات سات
ماہ کی تنخواہ ضبط کرکے دوسرے طور پر خبرگیری اُنکی کرتے رہین میری بات نہ سُنی اور آخرکار اُنکا
وبال پڑا - اسکے بعد حکم دیا کہ تمام درباری سیاہ لباس ماتمی پہنین اور تین روز تک نوبت
نہ بجے جب محمد حسن رخصت ہوگیا تو لباس تبدیل کرکے صرف سیاہ فیتا بازو پر باندھ لیا
تیسرے دن کہ دوشنبہ تھا فاتحہ کی تقریب مین روشن الدولہ کے گھر تشریف لے گئے جسوقت
سواری قریب پہونچی تو نائب اپنے مکان کے بالاخانے سے تلے اُترکر استقبال کو کھڑے ہوگئے

دور سے بادشاہ نے اُنکو دیکھ لیا ایک انگریز کو دوڑایا کہ تم اہل ماتم ہو اسوقت اپنی جگھہ پر موجود رہنا چاہیئے مین آپ آتا ہون بموجب حکم کے لوٹ گئے بادشاہ تشریف لے گئے اور تعزیت کے کلمات کہے اس عرصے مین خبر پہونچی کہ رزیڈنٹ آتے ہین روشن الدولہ نے استقبال کرنا چاہا بادشاہ نے کہا کہ تمکو اپنی جگھہ سے نہ اُٹھنا چاہیئے مین خود اُنکو لاؤنگا رزیڈنٹ آکر دو گھڑی تک بیٹھے اور چند کلمے تعزیت کے کہکر چلے گئے گھڑی بھر کے بعد بادشاہ بھی اُٹھے نائب ساتھ ساتھ فرح بخش تک گئے اس خیال سے کہ قدیم سے دستور تھا کہ اہل ماتم کو خلعت عطا ہوتا تھا وزیر کے رفیقونکو پورا یقین تھا کہ حضرت نے استقبال کو منع فرمایا تھا اور ساتھ چلنے سے نہ روکا تو اسکا سبب یہ ہوگا کہ دولتسرا مین پہونچکر خلعت دینگے لیکن کچھ ظہور مین نہ آیا مجبور اً روشن الدولہ اپنے مکان کو لوٹ آئے اسکے بعد سب نے یہ سمجھ لیا کہ شاید جمعہ کو خلعت ملے جب اُسدن بھی نملا تو اب یہ تصور کیا گیا کہ بادشاہ ان سے دل مین صاف نہین۔

۵ ماہ شوال سنہ مذکور کو چار گھڑی دن رہے دوبارہ بادشاہ روشن الدولہ کے مکان پر آئے آج اُن کا مزاج نہایت برہم تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا علی طبیب مخاطب بہ مسیح الملک پر بادشاہ کو نہایت اعتبار تھا اُنکے سوا کسی دوسرے سے علاج نہین کراتے تھے اور اُن کے خاص آدمیون مین سے جو بیمار ہوتا اُس سے فرماتے کہ مسیح الملک کے سوا دوسرے سے علاج نہ کراؤ بادشاہ مسیح الملک سے بہت بے تکلف تھے اکثر مسائل فقہیہ اور حالات مذاہب مین اُن سے تبادلہ خیالات کرتے ائمہ علیہم السلام کے واقعات مین اُنسے گفتگو کرتے اس کثرت ہمکلامی سے نائب دل تنگ تھے مگر مصلحۃً زمانہ سازی کیے جاتے تھے حکیم صاحب بھی نائب کے مزاج اور عادت سے کہ ایک وتیرے پر نہ رہتی خائف و ترسان تھے اتفاقاً اُسدن بادشاہ نے مسیح الملک سے نائب کی کچھ شکایت بیان کی مسیح الملک نے یہ خیال کیا کہ یہانکی وقت وقت کی خبر

نائب کو پہونچتی رہتی ہے دنیاداری کا لازمہ یہ ہے کہ اُنکی تعریف مین چند کلمات کہے جائین جب وہ سُنین گے تو سمجھین گے کہ غیبت مین مجھکو بادشاہ کے سامنے کلمۂ خیر سے یاد کرتے ہین تو بہت خوش ہونگے اور اپنی خیر خواہی پر محمول کرینگے لیکن مسیح الملک کو یہ خبر نہ تھی کہ مخولون نے بادشاہ سے کہہ رکھا ہے کہ حکیم صاحب نائب سے سازش رکھتے ہین اُنھون نے روشن الدولہ کی خیرخواہی مین چند کلمے ایسے کہے کہ جس سے شکایت کی تلافی ہوتی تھی یہ سنتے ہی بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ یہ شخص بلاشبہہ نائب سے گٹھا ہوا ہے اور بادشاہ کو یہ منظور تھا کہ جو کوئی ہمارا ندیم ہے وہ دوسرے سے تعلق نہ رکھے اب شہریار مردہہ کو حکم دیدیا کہ مسیح الملک کو کبھی اندر نہ آنے دے چھ روز تک یہ حکم باقی رہا۔ بعدہ اس ضرورت سے کہ وہ بیگمات شاہی کے معالج تھے اگلا حکم منسوخ کردیا۔

بوجہ گستاخی کے چند انگریزون کا اخراج

سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین ونسنٹ کا بھائی اور چار دوسرے انگریز بادشاہ کے مزاج کی برہمی کی وجہ سے دربار سے نکالے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک رات بادشاہ کے ساتھ میز پر اکثر انگریز اور میمین کھانا کھاکر گرم صحبت تھے ایک انگریز کی میم ونسنٹ کے بھائی کی منظور نظر تھی اور اُسکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اس میم نے مینائے شراب سے جام بھرکر گھونٹ جو اُٹھایا ونسنٹ کے بھائی نے اُسکے آگے سے جام کھینچکر باقی شراب پی لی بادشاہ کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہمارے سامنے بے ادبی کرکے اختلاط کرتے ہو ونسنٹ کے بھائی نے مستی کے عالم مین کہا کہ ایسے بادشاہ ہم نے بہت سے بناڈالے ہین اس حرکت بیجا کی پاداش مین وہ جیلخانے بھیجا گیا اور اُسکا کارخانہ تباہ ہوگیا اس واردات سے قبل مسٹر ونسنٹ کی روانگی

سفارت کے طریق پر کلکتے کو قرار پائی تھی اور اس سفارت کے مقاصد کی درستی کے لیے
تین لاکھ روپون کے قریب خزانۂ شاہی سے عنایت ہوئے تھے جب وہ روانہ ہوا تو
پیچھے سے اُسکے بھائی کی گرفتاری کا واقعہ پیش آگیا اسلیے سفارت کا معاملہ بھی درہم برہم
ہوگیا درستی کی صورت ظہور مین نہ آئی۔

بادشاہ کا ترکِ مے نوشی کرنا

روشن الدولہ کا حقیقی بڑا بھائی شرف الدولہ عرف محمد عباس شراب نوشی کی کثرت
سے مخمور جام فنا ہوا بادشاہ اس سانحہ سے بہت متاثر ہوے اور اُس دن سے
بالکل شراب سے اجتناب کرلیا یہ بات کسی کے وہم وخیال مین بھی نہ تھی کہ جو شخص
اتنا بڑا شرابی ہو اور وہ اسطرح یک لخت چھوڑ دے اس کو جرأت بادشاہی بلکہ
تائید الٰہی کہنا چاہیے۔

عشرۂ محرم مین سبحان علی خان کے بیٹون کے ہاتھ سے بہت بدعت ہونا

۱۲۵۳ہجری کے عشرۂ محرم مین سبحان علی خان کے بیٹون نے ایسی بے اندازہ بدعت
کی کہ ایک مخلوق کو انکے ہاتھ سے ایذا پہونچی اگر ہتھیار بندی کی ممانعت نہوتی تو بہت بڑا
کشت وخون واقع ہوتا تاہم دو آدمیونکو پکڑ کر اُنسے کہا کہ تبرا کرو جب انھون نے انکار کیا تو
کوڑون لکڑیون گھونسون اور لاتون سے اتنا پٹوایا کہ وہ مر گئے۔ ماہ ربیع الاول کی نوین تاریخ
تک کوچہ و بازار مین اوباش برملا تبرا کرتے پھرتے تھے ایسا طوفان بے تمیزی برہان الملک کے

عہد سے کبھی ظہور مین نہ آیا تھا۔

دھنیا کہاری کی وجہ سے فقیر محمد خان کا شہر سے نکالا جانا اور درشن سنگھ کا بھی ذلت اُٹھانا

دھنیا مہری اور ڈلوی مہری یہ دو کہاریان چھوٹی بڑی مشہور تھین دھنیا کہاری دو سو کہاریون کی افسر تھی بادشاہ کی ڈیوڑھیونکی نظارت اور خواصون وغیرہ کو سزا و جزا دینا اہل محل کو ہدایت کرنا اس سے متعلق تھا اور محلات اُسکے سپرد تھے افضل النسا خانم خطاب تھا اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے اُسکو دیا تھا بادشاہ اور بڑے بڑے آدمی اُسکو خانم کہتے تھے اور یہی لفظ دوسرونکی زبان پر جاری تھا ڈلوی کہاری پر بھی بادشاہ کی ایسی نظر مہربانی تھی کہ روشن الدولہ نے اپنے بقائے منصب و آبرو وغیرہ کے لیے اس سے آشنائی کر لی جب دھنیا کو پورا عروج حاصل ہو گیا تو عالیشان عمارات اور مساجد اور امام باڑے کی تیاری شروع کی۔ امام باڑہ اسکا فقیر محمد خان کے شتر خانے کے قریب بنا تھا اسمین لنگر خانہ نہ تھا دھنیا نے فقیر محمد خان سے سو گز زمین کا قطعہ اِس شتر خانے مین سے مانگا اور کہا کہ اسکا ثواب ہم تم دونونکو حاصل ہو گا اُنھون نے ٹکا سا جواب انکار کے ساتھ دیا دھنیا نے بادشاہ تک اس معاملے کو پہونچایا کہ مین نے سو گز زمین شتر خانے مین سے فقیر محمد خان سے مانگی تاکہ وہان لنگر خانہ امام باڑے کا بنواؤن یہ زمین در اصل بادشاہی ہے جو کہ متعصب ہین اسلیے ندی بادشاہ نے ترش ہو کر درشن سنگھ کو حکم دیا کہ تمام قلمرو کے ہم مالک ہین پھر زمین کے نہ دینے کی کیا وجہ ابھی جا کر فقیر محمد خان سے زمین لیکر خانم کے امام باڑے مین شامل کر دے حسب الحکم راجہ درشن سنگھ نے بجبر وہ زمین امام باڑے کے شامل کر دی اور چند عرصے تک خانم ثواب پاتی رہی

جبکہ خانم کا کام ابتر ہوا اور وہ خانہ نشین ہوئی تو فقیر محمد خان نے اُس زمین پر دوبارہ
قبضہ کرلیا خانم نے بہت کہا کہ یہ امر آپکی شان کے لائق نہین جس چیز کو دیڈالتے ہین پھر اُسے
نہین لیتے فقیر محمد خان نے پروا نکی جبکہ ماہ ذیحجہ سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین خانم کی تقصیر بادشاہ نے
معاف کی اور پھر پہلے رتبے پر پہونچی تو اُس نے روشن الدولہ سے کہا کہ مجھکو جو زمین جہان پناہ
نے دی تھی فقیر محمد خان نے بجبر چھین لی اب اُن سے لیکر میرا قبضہ کرادیجئے ورنہ جہان پناہ
سے عرض کرکے جسطرح سے ہوگا لیلونگی روشن الدولہ کی طبیعت متامل تھی لیت و لعل
کرتے رہے یہانتک کہ ماہ محرم سنہ ۱۲۵۳ ہجری آگیا اور اُسکا جہلم ختم ہوگیا دھنیانے بادشاہ
سے عرض کیا کہ اس سے پہلے حضور نے فقیر محمد خان سے سو گز زمین راجہ درشن سنگھ کے
ذریعہ سے دلوادی تھی کنیز نے وہان امام باڑے کا لنگر خانہ بنوایا تھا اور چند سال تک
میرے قبضہ مین رہی اُن دنون مین کہ مورد عتاب ہوکر چند روز تک خانہ نشین رہی
فقیر محمد خان نے پھر اُس زمین پر بجبر قبضہ کرلیا مین نے بہت کہا کہ یہ زمین جہان پناہ کی
بخشی ہوئی ہے لیکن باز نہ آئے اور آمد و رفت کا دروازہ بند کرادیا بادشاہ اس بات سے
کمال غضبناک ہوے اور روشن الدولہ سے فرمایا کہ فقیر محمد خان کسکا نوکر ہے مین نے اُس کو
مع رسالے کے برطرف کیا ابھی میرے شہر سے چلا جائے ذرا توقف نکرے روشن الدولہ نے
جو دیکھا کہ دھنیا چاہتی ہے کہ فقیر محمد خان کو کھٹائی مین ڈالکر چینی کرے اُسیوقت اُنکو بُلا کر
صورت حال بیان کی اور کہا کہ یہ مناسب ہے کہ اپنے متعلقین کو شہر سے باہر بھیجدو تاکہ تمھاری
روانگی کا تہیہ مشہور ہوجائے اور اخبار کے ذریعہ سے بادشاہ تک خبر پہونچ جائے اگر ان
دو تین دان مین غضب کم ہوگیا اور تمھارا ذکر ہوا تو مین بطور خود تمھارے جرم کو معاف کرادونگا
اور اگر بادشاہ یاد کرکے تمھارے حال کے جویا ہوئے اور مزاج مین اُنکے خفگی معلوم ہوئی تو

مجبور ہون اُسوقت شہر سے چلا جانا پڑے گا خانم کو روشن الدولہ نے بُلاکر بطور خود سمجھایا
کہ اگر زمین سے مقصود حصول ثواب ہے تو دُگنی موجود ہے بلکہ جسقدر کی ضرورت ہو قبضہ
کر لو اور اگر مطلب کچھ اور ہے تو تمھین اختیار ہے سبحان علی خان نے بھی مداخلت کر کے خانم کو
سمجھایا اور قسم لی کہ اب آیندہ بادشاہ کو یاد نہ دلاؤنگی اُس نے قسم کھاکر وعدہ کیا کہ اپنی طرف
سے سبقت نکرونگی اگر جہان پناہ خود یاد کر کے پوچھ بیٹھے یا دوسرے ذریعہ سے خبر پہونچی
تو ایسی حالت مین مجبوری ہے اس طرح دو تین دن گذرے آخر بذات خود بادشاہ نے
ایکدن نائب سے دریافت کیا کہ فلان شخص شہر سے چلا گیا یا یہین چھپ رہا ہے عرض کیا
کہ جسدن اخراج کا حکم ہوا تھا اُسیدن اُنکے متعلقین کو شہر سے باہر کرا دیا تھا لیکن خود
اُنکے ایکدم چلے جانے سے لاکھون روپے کا سرکاری نقصان ہوتا تھا کیونکہ وہ لاکھون روپے کے
مستاجر ہین اسلیے مین نقصان سرکار کا روادار نہوا سال کا اخیر ہے اور دوسرے سال کی تشخیص کا
وقت آگیا ہے اسلیے تحصیل زر کے حیلے سے علاقے کو روانہ کر دونگا اور جب مالگذاری کا تصفیہ
ہو جائیگا تو پھر شہر مین نہ آنے دونگا بعد اسکے روشن الدولہ نے فقیر محمد خان سے کہا کہ اب
یہی مناسب ہے کہ تھوڑے دنون کے لیے پرگنے مین جاکر رہو اسکے بعد بطور خود بلالونگا فقیر محمد خان
نے اپنا چلا جانا مناسب سمجھا اور اُنیس ربیع الاول ۱۲۵۳ھ ہجری کو پہر دن رہے لکھنؤ سے
اپنے وطن مزار گنج کی طرف چلے گئے یہ قدر و منزلت ایک ذلیل کہاری کی روشن الدولہ
اور فقیر محمد خان کے مقابلے مین تصور کرنا چاہیے خان مذکور بھی اسقدر افسردہ دل اور
شکستہ خاطر لکھنؤ سے گئے کہ کارخانے مین جسقدر مرغ وغیرہ اور سیکڑون روپے کا غلہ تھا بار کشی
کی دقت کیوجہ سے محلہ والونکو دیدیا سبحان علی خان نے دیکھا کہ دھنیا کا رنگ بخوبی جما ہے
تو اُسکے ہاتھون سے راجہ درشن سنگھ کے پامال کرانے کی فکر کی اور اُسکے کان بھر کر آمادہ کیا

ایکدن دھنیا نے کھانا نذر ائمہ کا بادشاہی محلات مین بھیجا درشن سنگھ نے ممانعت کی دھنیا نے آشفتہ ہو کر بہت لعنت ملامت کی اور بادشاہ نے بھی دھنیا کی طرفداری کی راجہ درشن سنگھ سبحان علی خان کی عزت کا دشمن جانی بنگیا۔

بادشاہ کی فضول خرچی اور اپنی محلسرا ے کو بدچلن وعیاش عورتون کی چھاؤنی بنا دینا

دھنیا مہری بادشاہ کے انعام واکرام سے اسقدر مالامال ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اُس داد و دہش کا ایک نمونہ یہ ہے کہ ایکدن بادشاہ نے ایک چوبی چھڑی سے عالم نشاط مین آہستہ آہستہ دھنیا کو مارا اُس شوخ چالاک وضع نے عرض کیا کہ اگر یہ چھڑی موتیونکی ہوتی تو آبرو کا باعث تھی بادشاہ نے حکم دیا کہ متعدد چھڑیان تیار ہون چنانچہ کئی چھڑیاں بنین ہرایک چھڑی طول مین گز بھر سے زیادہ اور دور مین دو انگل سے کم نہ تھی اور بڑے بڑے آبدار موتیونکی لڑیان گندھکر ہرایک چھڑی اُن سے بنی تھی۔ دس بیس مثقال سے کوئی موتی وزن مین کم نہ تھا جو چھڑی بادشاہ اُس مہری کے چھواتے وہ چالاکی کے ساتھ شوخی حسن و ادا دکھا کر بادشاہ کے ہاتھ مین سے لیجاتی تھی چنانچہ اسطرح کئی جواہر نگار چھڑیان اُسکے ہاتھ آئین۔

چار پانسو عورتین پری پیکر خوبصورت ملازم سلطانی ان مہریونکی ہمراہی مین تھین ایک سے ایک حسن وجمال مین غیرت آفتاب و ماہتاب تھی سن وسال مین کوئی پری رخسار بیس پچیس برس سے زیادہ نہ تھی یہ عورتین پرتکلف پوشاکون اور زیور سے آراستہ رہتی تھین ہر وقت عطر سے معطر ہوتی تھین اکثر امراے تماشبین ان دلفریبون سے شب کو پہلو گرم کرتے تھے اور لکھنؤ کے

نوجوان طرحداران پر مرتے تھے شہر کی طرحدار رنڈیون کا بازار ٹھنڈا ہوگیا تھا یہ سب عورتین بادشاہ کی سواری کے ساتھ ساتھ رہتی تھین جسوقت اس حسن وتجمل کے ساتھ سلیمان جاہ کی سواری ہوادار پر تخت سلیمان کی طرح دوش بدوش جاتی تھی اس جلسے کے دیکھنے والونکو عالم قاف نظر آتا تھا۔

بادشاہ کا سکّہ

اوائل ایام حکومت مین یہ سکہ تھا۔

بدھر سکۂ شاہی زدہ زلطف الہ سپہر مرتبہ شاہ جہان سلیمان جاہ

تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ نے اپنی جودت طبع سے اس سکے پر اعتراض کیا اور کہا کہ لفظ بد اگرچہ اس سکے مین اس طرح پیدا ہوگیا ہے کہ دھر پر ایک بابڑھائی ہے مگر زشتی اور بدنمائی سے خالی نہین۔ مصنف سکہ نے بہت سے نظائر اساتذہ کے کلام سے عرض کیے ارشاد کیا کہ کلام ہمارا اس ترکیب ولفظ کے جواز مین نہین ہے لیکن نقش بد کا وقوع ابتدائے سکّہ مین بہتر نہین ہے اور بد معلوم ہوتا ہے پس سکہ یون تبدیل کیا [1]

سکہ زد بہ سیم وزر از فضل حق ظل الٓہ نائب مہدی نصیرالدین حیدر بادشاہ

مؤلف کہتاہے کہ پہلے سکے مین بدھر کی جگہ بملک بیٹھ سکتا تھا۔ بعض کا یہ کہنا صحیح نہین معلوم ہوتا کہ آخری سکہ حکیم مہدی علی خان کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روز تخت نشینی کے جلوس مین معتمدالدولہ نے یہ سکہ مسکوک کرایا تھا۔ بعد اسکے ایک اور شخص نے یہ بیت سکّے کے لیے بنائی مگر مضروب نہوئی۔

[1] دیکھو وزیرنامہ ۱۲۔

سکہ زد بر سیم و زر تابندہ شل مہر و ماہ ظل سبحانی نصیر الدین حیدر بادشاہ

تعمیرات نصیر الدین حیدر

چھتر منزل اسکو بادشاہ نے واسطے سکونت محلات حرم کے تعمیر کیا تھا اور جسکے متصل کوٹھی فرح بخش مین آپ رہتے تھے اس مکان کا نام چھتر منزل اسواسطے قرار پایا تھا کہ اُسکے اوپر چتر طلائی بنے تھے نہ اس لحاظ سے اُسکو یہ نام دیا تھا کہ چہار منزلہ ہے جیسا کہ بعض تصور کرتے ہین۔

ولائتی باغ یہ باغ بھی نصیر الدین حیدر نے تیار کرایا تھا اور اس مین اکثر ولائتی درخت لگائے تھے اسی وجہ سے اسکا نام ولائتی باغ مشہور ہوا۔ واجد علی شاہ نے اسکی چار دیواری کو بلند کرایا کیونکہ انکی بیگمات اکثر وہان جاکر سیر کیا کرتی تھین اور اس کے واسطے پردے کا مکان ضرور تھا۔

نہر گنگ اس نہر کی کھدائی اس بادشاہ کے وقت مین شروع ہوئی تھی اور زر کثیر اس مین صرف ہوا علت غائی اس کام کی بہت مفید اور کار آمد تھی راجہ بختاور سنگھ نے یہ امر بادشاہ کے گوش گزار کر دیا تھا کہ اس نہر سے پانی گنگا کا لکھنؤ تک آوے گا اور اسکے سبب سے تجارت اور زراعت کو بہت فائدہ پہونچے گا بلکہ اُنکو ترغیب دیکر کام شروع کروا دیا تھا چونکہ یہ امر علم سے تعلق رکھتا ہے اور کسی انجنیر کی صلاح اور شورہ اس مین نہ تھا اسلیے یہ امر اختتام کو نہ پہونچا اور اکثر ٹھیکہ دارون کو جنھون نے کھدائی کا ٹھیکہ لیا تھا دولتمند کر دیا یعنی وہ لوگ روپیہ لیکر بھاگ گئے اور اس نہر کو نا تمام چھوڑا۔

تارا والی کوٹھی اس تعمیر کو نصیر الدین حیدر نے بہدایت و سربراہ کاری کرنیل ولکاکس صاحب

جو منجم شاہی تھے تعمیر کروایا تھا اور آلات نجوم بھی اسمین نہایت اچھے رکھے گئے تھے سلطان اللاخبار مین کوٹھی دلکشا۔ مکان انداسن ۔ گلستان ارم۔ درشن بلاس و فرح بخش کی تیاری کو بھی انکی طرف منسوب کیا ہے اور کچھ اسمین غلطی ہے۔ انکے سوا امام باڑہ ملحق عمارات چھتر منزل کربلا۔ گومتی پار و تخت گاہ بنام نہاد بارۂ امام محاذ حسین آباد آپ ہی کی عہد سلطنت کے یادگار ہین تخت گاہ مین قوم سادات کی دختران کمسن بہ لقب اچھوتی تلاش کرکے جمع کی گئی تھین جیساکہ تذکرۂ خمخانۂ جاوید مین مذکور ہے۔

بادشاہ کا ہلاکت سے بال بال بچ جانا

نصیر الدین حیدر ایک روز گجرتھ کی سواری پر تزک اور اہتمام شاہی کے ساتھ جا رہے تھے راجہ بختاور سنگھ اپنے لوازم منصبی کی رو سے شمشیر برہنہ لیئے ساتھ تھے دفعتہً ایک نمکحرام مسمیٰ روبدا انجام بادشاہ پر حملہ کرکے رتھ پر پہونچ گیا راجہ معزی الیہ نے فوراً گھوڑا اُڑا کر تلوار کے ایک وار سے سر اُسکا قلم کردیا اس خدمت شایستہ کے جلدو مین بادشاہ نے تلوار اپنی کمر سے کھول کر عطا فرمائی یہ تلوار نادر شاہ کی تھی بعد وفات نادر شاہ احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آئی جب احمد شاہ نے مرہٹون پر چڑھائی کی اور شجاع الدولہ اُنکے پاس گئے جسوقت حضور مین پہونچے بخطاب فرزندی مخاطب فرمایا اور تلوار نادری جو اُسوقت شاہ کی کمر مین تھی کھول کر نواب کو عطا فرمائی اُس پر بہت سی عربی کی عبارتین اور فارسی کا شعر کندہ ہے لے

لے دیکھو تاریخ اجودھیا مؤلفۂ راجہ درگا پرشاد صاحب ۱۲

نصیر الدین حیدر طبع موزون رکھتے تھے

تذکرۂ خمخانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ بادشاہ کو کبھی کبھی اُردو اور فارسی مین بھی شعر گوئی کا اتفاق ہوتا تھا اُنکی اُردو کی یہ غزل بہت مشہور ہے بادشاہ تخلص کرتے تھے۔

یہ کس مست کے آنے کی آرزو ہے — کہ ساقی لیے ساغرِ مشکبو ہے
سمایا ہے جب سے تو نظرون مین میری — جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے
جتاؤن مین کیا اپنا حالِ پریشان — عیان زلفِ دلدار سے موبمو ہے
چلو قبرِ فرہاد پر فاتحہ کو — مگر آبِ شیرین سے لازم وضو ہے
نکل جاے دم تیرے قدمونکے نیچے — یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
گلستان مین جاکر ہر اک گُل کو دیکھا — نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے
ستایا ہے ناحق ہمین تو نے ظالم — یہ انصاف اللہ کے روبرو ہے
کیا چاک وحشت نے ایسا گریبان — نہ بخیے کے قابل نہ جائے رفو ہے
شفق سے نکلے ہوتا ہے گردون پہ ظاہر — یہ کس کُشتۂ بے گنہ کا لہو ہے
عبث مجھکو ہنس ہنس کے دیتے ہو گالی — زبان کو سنبھالو یہ کیا گفتگو ہے
اگر ابکی بولا شبِ وصلِ جانان — چھُری اور مرغِ سحر کا گلو ہے

رہے سایۂ پنجتن پادشہ پر
خداوندِ عالم نگہبان تو ہے

ولہ

بُلبُلِ شیدا نے پوچھا گُل سے یون روزِ بہار — اے گُلِ رعنا ترے دامن مین کیون لپٹے ہین خار

ہے نزاکت سے گران سرمہ بھی چشم یار کو　　بار کاکل سے کمر کیونکر نہ لچکے بار بار

تیغ ابرو دیکھکر آئی ندا اے پادشہ
لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

فارسی کے بھی یہ چند اشعار تذکرۂ آفتاب عالمتاب اور روز روشن مین نظر سے گذرے ہین

مرحبا اے سندی عالم علم دہبی　　ماہ برج عجمی شاہ سریر عربی
چون نسایند جبین بر در تو جن و ملک　　سرور جملہ رسولی و شہ جملہ نبی
اصل نور تو بود فرع ز انوار خدا　　لجدا ازد تو زیباست حراکج طلبی
بوے لطفے برسان پادشہم را بدماغ
اے گل تازۂ رنگین چمن مطلبی

بادشاہ کی بیگمات کا بیان

برآتی خانم

یہ عورت زمینداران مضاف لکھنؤ کی اولاد سے تھی مرزا محمد مہدی عرف فریدون بخت بہادر مشہور بہ منا جان کی مان ہے بادشاہ بیگم نے جو نصیر الدین حیدر کی مان ہین اس عورت کو حسن مین یوسف ثانی دیکھکر زر کثیر صرف کر کے ڈوے کے طریق بہم پہونچایا تھا اور نصیر الدین حیدر کی شاہزادگی اور عروج شباب کی حالت مین وہ ڈولا انکو بخشا تھا چنانچہ منا جان اس سے پیدا ہوا اور یہ عورت عین جوانی مین دنیا سے گذری افضل محل اسکا خطاب تھا طلسم ہند سے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے مگر وقائع دلپذیر سے ثابت ہوتا ہے کہ منا جان کی مان ایک کنیز تھی اور سکھ چین انکو کہتے تھے ۔

ملکۂ زمانیہ

اس کا نام حسینی خانم تھا ایک پٹھان کے نکاح مین تھی جو بنارس کا رہنے والا تھا حسینی خانم اور اُسکے دو بھائی وارث علی خان اور فتح علی خان دہلی کے باشندے تھے بنارس مین سکونت اختیار کر لی تھی مرزا جوان بخت کے اُستاد شاہ عالم بادشاہ کے عہد کے منصب دارون مین سے تھے حسینی خانم نے انکے گھر مین روٹی کپڑے پر ایک مدت تک اوقات بسر کی جب یہ شخص بھی صدمات بے معاشی مین مبتلا ہوا تو حسینی تباہی کی حالت مین لکھنؤ کو چلی آئی اور ایک فیلبان کے گھر مین جو اُس سے محبت رکھتا تھا رہنے لگی اس عورت کے ایک لڑکا جسکا نام زینب تھا اور ایک لڑکی فیلبان کے نطفے سے پیدا ہوئی۔ خدا کی شان دیکھیے کہ اسی زمانے مین بادشاہ بیگم کے محل مین منا جان پیدا ہوا حسینی اُسکے دودھ پلانے کے لیے بادشاہ بیگم کے محل مین نوکر ہوئی غازی الدین حیدر زندہ تھے حسینی ادائے دلکش رکھتی تھی نصیر الدین حیدر اُسوقت جوانی پر چڑھے ہوئے تھے اُنکی منظور نظر ہوئی[لہ]۔ پہلو گرم کیا اب محل سے نکلنا محال تھا دو بیٹیان ایک بیٹا ساتھ تھے نصیر الدین حیدر سے محبت بڑھی معتمد الدولہ نے حسینی خانم کو اور خواصون سمیت نصیر الدین حیدر کے ساتھ کہ ابھی شاہزادگی کی حالت مین تھے حسن باغ مین بھیجا یہان صحبت کا رنگ بخوبی جما تھوڑا بہت زیور و لباس عطا ہوا۔ جب نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو بی حسینی کو ملکۂ زمانی خطاب دیا اور فیلبان سے جو اُسکا لڑکا تھا اُسکو کیوان جاہ خطاب بخشا اور چھ لاکھ روپے کی جاگیر ملکۂ زمانی کو دی گئی اور وہ خزانہ جو فیض آباد سے بہو بیگم والدۂ آصف الدولہ کی ضبطی ہو کر آیا تھا اور تیس لاکھ روپیہ

لہ دیکھو مختشم خانی ۱۲

سکہ بنگالہ سے زیادہ تھا اور ابتک علحدہ کوٹھے مین رکھا ہوا تھا یہ تمام خزانہ بی حسینی کی تحویل مین داخل ہوا اسکے سوا وہ کئی لاکھ روپیہ بھی بی حسینی ملکۂ زمانی کو مرحمت ہوا جو تاج الدین حسین خان نے اپنے عہد نظامت مین غلام حسین چکلہ دار سلطان پور کے متروکہ مین سے ضبط کر کے غازی الدین حیدر کے عہد مین بھیجا تھا - ملکہ زمانی کا زمانہ عروج پر تھا ابھی تک بادشاہ کے لیے دوسرا محل مقرر نہین ہوا تھا - بادشاہ نے کیوان جاہ کو سپاہ کا جرنیل بنایا اقبال الدولہ اُسکی نیابت پر مامور ہوئے اب ملکۂ زمانی کا بازار بخوبی گرم ہوا کہ روز کشتیان مالا مال مروارید اور طرح طرح کے جواہرات بیش بہا سے لبریز اور اشرفیونکی تھیلیان ہاتھیون پر لدی ہوئین اسکی تحویل مین داخل ہوتی تھین - اس نے گولہ گنج مین ایک امام بارہ بنوایا جو بسبب وسعت اور فراخی کے مشہور ہے مگر اس مین کوئی تعمیر لائق تعریف نہین وارث علی خان اور فتح علی خان شریک دولت تھے بھائی مشہور ہوئے اُنکو بادشاہ نے خلعت دیکر ملکۂ زمانی کی جاگیر کی نیابت پر مقرر کیا وہان جاکر ان دونون شخصون نے امیرانہ ٹھاٹ جمایا ہاتھ پانون نکالے بزم عشرت کو اس درجہ رونق دی کہ سو سو طائفے کسبیون کے راتدن ہر وقت حاضر رہتے تھے اور شراب کے ساغر اُڑنے لگے اُنکا دسترخوان بادشاہ کے دسترخوان کی طرح چنا جاتا تھا دو شالہ پوش رفقا کھانے کو جمع ہوتے تھے اور جسوقت وہ ہوادار پر سوار ہوتے تھے تو رقاصان پری پیکر ستارونکی طرح آس پاس جمع ہوتی تھین اور رفیقونکا جمگھٹ پہلو بپہلو ہوتا تھا یہ سامان ثروت دیکھکر ناظرین قدرت خدا یاد کرتے تھے بادشاہ کی نظر شفقت منا جان کی طرف سے پھر گئی اور اب کیوان جاہ کے مراتب ترقی پر تھے ملکۂ زمانی کی سواری کا یہ ٹھاٹھ ہوتا تھا کہ دو سو ہاتھی نقرئی اور طلائی حوضلون اور کارچوبی جھولون سے آراستہ جلو مین ہوتے تھے اور بہت سے دو برجی رتھون مین مغلانیان اور خواصین ہمراہ ہوتی تھین طلائی مرصع کار پنکھے جنمین بادلے کے

حلقے ہوتے تھے اور سورج مکھی اور جواہر نگار چھتری اور پالکی نالکی سیم وزر مین غرق جلو
مین چلتی تھی اور نقرئی طلا کار سکھپال مین جو بالکل زربفت سے مزین تھا اُس مین ملکہ
زمانیہ بیٹھی ہوتی تھی خواجہ سراؤن اور شاگرد پیشونکے ہجوم سے سواری کے آس پاس راستہ
نہین ملتا تھا سلطنت کا جو کچھ لوازمہ ہے وہ سب ملکہ زمانی کے محل مین مہیا تھا باوجود
اس رتبے کے حکیم مہدی علی بادشاہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ حضور کو ایک رذیل عورت
کے ساتھ یہ گرمجوشیان اور اُسکو اس مرتبے پر پہونچانا زیبا نہین غرض حکیم صاحب کی
شعلہ زبانی نے ملکۂ زمانیہ کی آتش محبت کو بادشاہ کے دل سے سرد کردیا اور اس سے
ملکۂ زمانیہ کا گو وقار کم ہوگیا مگر وہ خزانہ جو خزانۂ قارون پر بھاری تھا ہاتھ سے نہین گیا
فقط جاگیر ضبط ہوکر جو بیس ہزار روپیہ مقرر رہا کہ دس ہزار ملکۂ زمانیہ کی ذات کا تھا اور
چودہ ہزار اُسکی ایک بیٹی کا تھا جو نواب ممتاز الدولہ مرزا حسین علی خان نبیرۂ نصیر الدولہ
مرزا محمد علی خان ابن نواب سعادت علی خان کے ساتھ بیاہی گئی تھی یہ بیاہ نصیر الدین حیدر
نے کیا تھا اور یہی درماہہ وثیقہ قرار پایا - اور کئی برس کے بعد کیوان جاہ وبائے ہیضہ
مین مرگیا کربلائے تالکٹورہ مین جو امام باڑہ اُسکے نام سے مشہور ہے دفن ہوا -

مخدرۂ علیا ولائتی محل

مسٹر والٹر نام انگریز تاجر کے گھر مین ایک ہندوستانی عورت قوم اجلاف سے
تھی مسٹر والٹر کے نطفے سے اس عورت کے دو لڑکیان پیدا ہوئین جب وہ بالغ ہوگئین
تو والٹر انکو غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے پیشکش کے لیے لایا نصیر الدین حیدر کو
ایام شاہزادگی سے انہین سے ایک لڑکی منظور نظر تھی لیکن غازی الدین حیدر کے

خوف سے وصل کی صورت نہ بندھی اسکی صورت معمولی تھی مگر وہان کی مستورات
اُسے خوبصورت تصور کرتی تھین یہ لڑکی تعلیم یافتہ تھی یعنی زبان انگریزی کے علاوہ
اُردو فارسی بھی اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی تھی یہ دونون بہنین جب اپنی مان کے پاس رہتی
تھین تو اپنے گزارے کے لیے دولتمند شرفا کے زین پوش کارڑھا کرتی تھین شکل وصورت
دونون کی واجبی تھی اس نے اپنی تصویر نصیر الدین حیدر کو بھیجی تھی جو فریفتہ ہو گئے
اور تخت نشینی کے بعد اُسکو مان سمیت طلب کیا اور نقد پچاس ہزار روپیہ اور لاکھون روپے کا
سامان دیکر مخدرۂ علیا خطاب دیا اُسکی خوش قسمتی نے بادشاہ کے دل مین محبت کو ایسی
جگہ دی کہ ایکدم جُدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی اُنکے دل کو
راحت پہونچتی تھی وہ بھی لیاقت کی پتلی اور بڑی چاپلوسی والی تھی اور آداب مجلس کا
کمال رکھتی تھی۔ تاج محل سے شادی ہونے سے بیشتر بادشاہ بہت چاہتے تھے تاج محل
کے آنے کے بعد بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف سے پھر گئی۔ اسکی مان پہلے کان پور مین
علی بخش میراثی سے تعلق رکھتی تھی جب اُسکی بیٹی بادشاہ کے محل مین داخل ہوئی تو اب یہ
علی بخش ولائتی محل کا باپ مشہور ہوا اور پرگنہ میان گنج مین ولائتی محل کی جاگیر پر مسلط ہو گیا
اور اسقدر صاحب امارت وثروت ہوا کہ اُسکی تعزیہ داری کا شہرہ لکھنؤ مین مشہور عام ہو گیا
اور نواب امیر مرزا اُسکی اولاد سے تھے جنھون نے عالم پیری مین حسن جوانی دکھایا۔ جادی طوائف
جو لکھنؤ کی ایک کسبی تھی اُسکے گیسوے شبرنگ مین طائر دل پھنسا امیر مرزا اُسپر فریفتہ ہوئے
اُس سے نکاح کیا مالزادی تھی خوب مال مارے لاکھون روپون کا جواہرات اور زر نقد اس
نازنی محبت مین نواب نے ہار دیا۔ امیرانہ عظمت وشان کے ساتھ باپ کا نام روشن
کیا ولائتی محل کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ قرار پایا تھا۔

تاج محل

بھجو نام طوائف ساکن حسن پور بندھوا خوش وضع عورت تھی دو تین شخصوں سے زیادہ ملاقات نرکھتی تھی پہلے مرزا جانی برادر مرزا علی خان چکلہ دار کے ساتھ آشنائی تھی دوسرے بھجو بیگ رسالہ دار نجف خانی سے محبت پیدا کی انکے علاوہ اور اکثر شہوت پرست لوگ اس سے راہ ورسم رکھتے تھے۔ میر غلام حسین چکلہ دار سلطان پور بھی اُس سے ملاقات کی آرزو رکھتا تھا اور لاکھون روپون کا اُس سے وعدہ کرتا تھا لیکن اُس نے کنارہ کیا آخر لشکر سے نکالی گئی اس طوائف کی ایک لڑکی نہایت حسین تھی اُس کا نام حسینی تھا اور تعلیم یافتہ تھی جوانی پر چڑھی ہوئی تھی شادی کی محفلون مین اکثر ناچنے کو جایا کرتی تھی ایک عالم اُسکے جمال دلفریب پر شیدا تھا۔ نصیر الدین حیدر کی نظر پر چڑھ گئی بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور خورشید محل خطاب دیا۔ پھر ایک دن اپنا تاج شاہی اُسکے سر پر رکھ دیا اور تاج محل خطاب عطا کیا ملکۂ زمانی کی گرمی بازار اسی کی گرماگرمی صحبت نے سرد کی بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل پایا اور عظمت وحشمت شاہانہ کے ساتھ بسر کی

سنہ ۱۲۴۳ ہجری مین تخت نشینی کی سالگرہ کے جشن کی تقریب کے موقع پر ایک عالی خاندان انگریزی خاتون نے اس بیگم کو دیکھا تھا اُسکا بیان ہے کہ نواب تاج محل اتنی خوبصورت ہے کہ مین نے اپنی یاد مین ہندوستان کیا انگلستان مین بھی کہین اس سے زیادہ خوبصورت عورت نہین دیکھی اسکا سن قریب پندرہ برس کے ہوگا ہاتھ پاؤن چھوٹے چھوٹے نازک ہین اعضا کے تناسب کے علاوہ نقشہ ایسا سڈول کہ مین نے اس سے زیادہ دلا وین

اور دلکش چہرہ کبھی نہین دیکھا اسکی حرکات اور طرز نشست سے غایت درجہ کی مسکینی حیا پروری اور حجاب مترشح تھا - پوشاک سرخ مخمل کی تھی اور بال بال مین موتی پروئے تھے زلفین شانون پر بکھری ہوئی تھین اور پیشانی پر ایک چھوٹا سا جھومر آویزان تھا جسمین بڑے بڑے موتی اور زمرد جڑے ہوئے تھے - کانون مین بالیان تھین جن مین بیشمار زمرد اور موتی جڑے ہوئے تھے گلے مین متعدد موتیون کی مالاؤنکے علاوہ ہار اور کنٹھے تھے جو اُسکے حسُن کو دوبالا کرتے تھے نتھ مین دو بڑے بڑے موتی اور اُنکے بیچ مین ایک بیش قیمت زمرد آویزان تھا پیشواز اس قدر بھاری تھی کہ اُسے کئی پیش خدمتین سنبھالے ہوئے تھین اسمین شک نہین کہ خود نور جہان بھی اس سے زیادہ حسین اور جمیل نہوگی لہ

نصیر الدین حیدر کے بعد اس بیگم کا تعلق ناجائز میر کلب حسین بن سید علی کے ساتھ ہوگیا تھا جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا اور اس مطعونی کا شور وغل شہر کے گلی کوچے مین پھیل گیا اور میر کلب حسین گرفتار ہو کر نواب ناظر محلات شاہی کے حکم سے کسی قدر سزایاب بھی ہوا مگر دونوںکی اُلفت پکی تھی باہم مواصلت کی وہ سبیل نکالی کہ کسیکا خوف باقی نرہا دونون کربلا کو چلے گئے اور وہان باہم نکاح کر لیا اور مزے وصل کے اُڑانے لگے - تاج محل نے کربلا ہی مین چند سال کے بعد جمادی الاولی ۱۲۹۲ھ ہجری مطابق ۱۸۷۵ء مین انتقال کیا -

پھول محل

بینی رام ساہوکار لکھنوی ساکن محلہ چکلہ نے عاشورن کسبی سے رسم آشنائی بڑھا کر گھر مین رکھا اس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوئے بینی رام کے انتقال کے بعد اُسکے بیٹے رام دیال نے

لہ منقول از اودھ اخبار مورخہ ۲۲ - جنوری ۱۹۰۲ء نمبری ہیں ۱۲

جو ہم قوم عورت سے تھا جواہر فروشی کی بدولت نصیر الدین حیدر کے دربار تک رسائی پیدا کی اور اپنی اُس سوتیلی بہن کو محل سلطانی مین داخل کرادیا بادشاہ نے پھول محل اُسکو خطاب دیا

سلطان محل

حسینی نام ایک بازاری طوائف صورت دار تھی بادشاہ نے اُس کو بیگم بناکر سلطان محل خطاب دیا۔

بادشاہ محل

یہ عورت بھی ایک کسبی تھی اور اسکا بھی حسینی نام تھا اکثر ناچنے کے لئے بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوا کرتی تھی اور اُسکی مان آغا محمد نام ایک ایرانی مغل سے بغل گرم رکھتی تھی حسینی کا ظہور اسی ایرانی کے نطفے سے تھا یہ حسینی جو بادشاہ کی منظور نظر تھی اسنے آغا محمد کی رسائی سے حمل کا مصنوعی نقشہ جمایا مورد شفقت بادشاہی ہوئی اُسکے لیے جُدا گانہ محل آراستہ ہوا بادشاہ محل خطاب پایا مگر کچھ دنون کے بعد یہ مضمون طلسمی مشہور ہوا کہ محل کی عورتون نے وہ جادوگری کی کہ جادو کے زور سے پیٹ مین بچّے کو غائب کردیا غرض یہ بادشاہ محل بھی تین ہزار روپے ماہوار کی وثیقہ دار تھی۔

بسم اللہ بیگم مخاطب بہ قدسیہ محل

یہ عورت قوم ترک خاندان نوروز بیگ خان اور ہمایون بیگ خان سے تھی جن کے باپ کا نام وفا بیگ خان تھا اور انکا تذکرہ مشہور ہے اپنے شوہر سے لڑکر محل مین بادشاہ بیگم کی

نوکری کے لیے آئی صورت اُسکی بہت ایسی دلاویز نہ تھی مگر طالع بلند تھے بادشاہ کی نگاہ محبت اُسپر جا پڑی اُسکی ہر ادا دلفریب تھی حضرت عشق نے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا حکیم مہدی علی خان نے اس مرض کا اس ڈھنگ سے معالجہ کیا اور وہ نسخہ عمل مین لائے کہ شوہر نے اسکو طلاق دی نام اُسکے شوہر کا کسی نے مرزا بھجو بیگ اور کسی نے میر جھولی کلو ساکن کٹرۂ وفا بیگ خان لکھا ہے - بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت ایک دستار بند کی تھی حسن و جمال مین بے نظیر تھی بادشاہ کے متعہ مین آئی اور خطاب مخدرۂ زمان مہد عظمےٰ ابلقیس دوران ملکۂ آفاق قدسیہ سلطان مریم بانو بیگم صاحبہ ہوا اگر مشہور قدسیہ محل کے ساتھ ہوئی ابتدا مین تو اس عورت سے اور بادشاہ بیگم سے خوب میل رہا اور آخر کار تنازع اور خرخشہ پیدا ہو گیا اور باہم نہایت تفضیح آمیز باتین ایک دوسرے کو کہنے لگی - بادشاہ اس عورت پر نہایت مفتون اور فریفتہ تھے یہ عورت نہایت بلند ہمت اور سخی تھی اس نے آتوجی کے بیٹے قادر علی خان کو اس کار خیر پر مقرر کر دیا تھا کہ پانچہزار روپیہ روز ہر صبح جب غربا اور مومنین کو تقسیم ہو لیتا تھا تب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتی تھی اُسکی فیاضی سے غریبون کی ہزارون ناکتخدا لڑکیان بیاہی گیئن اور جس شخص کی نسبت اُسکی ہم قومی کا لفظ مستعمل تھا وہ دولت و ثروت کو پہونچ گیا اُن مین سے ایک مظفر الدولہ حسین بیگ تھے کہ جن سے روشن الدولہ ہزار منت اور خوشامد سے ہم کلامی کے آرزومند تھے دوسرونکا حساب و شمار کیا اور جملہ محلات شاہی نے سوائے ملکۂ زمانیہ اور مخدرۂ علیہ کے قدسیہ محل کو نذرین گذرانین مگر ملکۂ زمانی اور مخدرۂ علیا رضامند نہ ہوئین - ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مین نے پشمینہ خانہ نہین دیکھا حضرت نے حکم دیا کارپردازون نے ایک خالی مکان زمین سے چھت تک سامان

پشمینہ از قسم فرش مسند۔ تکیہ۔ لحاف۔ توشک وغیرہ قیمتی ستّر لاکھ روپے سے بھر دیا قدسیہ محل نے ایک لحہ مین وہ تمام پشمینہ اپنے نوکرون کو بخشدیا تین برس کے اندر تین کروڑ روپے نقد صرف کیئے قدسیہ محل سے بڑھ کر لکھنؤ مین کوئی بیگم سخاوت مین نام آور نہین ہوئی

قدسیہ محل کا اپنے اگلے شوہر سے نطفہ بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا اِس حمل کے ساقط کر دینے کے اتہام مین ایک محلدارنی کا بادشاہ کے ہاتھ سے مقتول ہونا اِس حمل حرام کا بھانڈا پھوٹنا قدسیہ محل کا خودکشی کرنا بادشاہ کا اُسکے ماتم مین لذت دنیا سے ہاتھ اُٹھانا

اب ایک واقعہ عجیب وغریب سُنیے بادشاہ کو فرزند کی تمنا ہزار دل سے تھی اور آرزو جی قدسیہ محل کی دل سے ہوا خواہ تھی اُسنے اس بات پر جمایا کہ نطفہ کسی اور شخص کا بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا چاہیئے لیکن قدسیہ محل کسی دوسرے شخص کی ملاقات پر رضامند نہوئی ناچار پہلے شوہر کو جو طلاق دیکر لکھنؤ سے بخوف گرفتاری کانپور کی طرف بھاگ گیا تھا روپے کا طمع دیکر ہزار فریب سے طلب کیا وہ ناکہ شہر تک آیا تو یہان سے صندوق مقفل مین اور آلات تحائف کانپور کے ساتھ محلسرا مین پہونچا اور کئی مہینے تک پردے مین اپنا کام کیا خدا کے حکم سے قدسیہ محل حاملہ ہوئی لیکن ان گنا چاند خیریت سے نہین گذرا یعنی وہ حمل فرزند ہشت ماہہ کا ساقط ہوا اور یہ خبر تمام محل مین پھیل گئی کہ پیاری نام محلدارنی نے ملکہ زمانی کے کہنے سے سحر و جادو کے زور سے یہ حمل ساقط کیا بادشاہ کو بہت غم واندوہ ہوا

اور اُس محلدارنی کا شمشیر غضب سے کام تمام کر دیا جب یہ ناوک تدبیر نشانے سے خالی گیا
پھر آتو نے دوسری مرتبہ بھجو بیگ کو کان پور سے بلا کر اس خیال سے کہ پردہ راز فاش نہو رنگ
ترغیب جمایا جس سے بادشاہ نے کوٹھی دلکشا مین قیام اختیار کیا یہان آتش حسرت فرزند
سینے مین مشتعل تھی اور کلام جگر سوز یاس و ملال کے زبان پر جاری تھے ایکدن ایک خواص
خاص نے بادشاہ سے اپنی حفظ جان اور حرمت کی سوگند لیکر پچھلی ساری کیفیت گوش گزار
کی اور کہا کہ نورن دائی اس معاملے سے بخوبی واقف ہے یہ بات سُنتے ہی بادشاہ کو بہت
غُصّہ آیا اور قدسیہ محل کی طرف سے بالکل توجہ پھیر لی اور نورن کی طلبی کے لیے حکم دیا
فتنہ پردازون نے جب یہ دیکھا کہ اب راز فاش ہوتا ہے اُس دائی کو پوشیدہ لکھنؤ سے کانپور
کی طرف بھگا دیا اور وہ ہاتھ نہ آئی - دریاے غم کی موج بادشاہ کے سر سے گذر گئی اور بادشاہ کو
بے انتہا پریشانی اور اندوہ پیدا ہوا ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ کی خلوت گاہ مین آنیکا
ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ اب مجھکو تجھ سے کوئی کام نہین اور نہ تجھکو مجھسے کوئی سروکار باقی ہے
قدسیہ محل نے عرض کیا کہ جناب کی طبیعت میری طرف سے پھر گئی دشمنونکے کہنے سے
فساد پر آمادہ ہین حیلہ ڈھونڈھکر میری خرابی کے درپے ہین حضور خوب غور فرمائین کہ مین عمدہ بیگم
کی طرح نہین ہون کہ اول اُسکو اپنی خدمت مین سرفراز کیا بعدہ ایک رکیک جرم پر
بے حُرمت کیا سر کے بال منڈوا کر بھنگی کے حوالے کر دیا مین نے حضور سے ہمیشہ یہ بات
عرض کی ہے کہ خدانخواستہ جسدن بندگان حضور کی نگاہ میری طرف سے پھری اُسی روز
زندہ نہ رہونگی نقد حیات نذر محبت کرونگی - یہ سُنکر بادشاہ نے بے تکلف جواب دیا کہ مین نے
کسی کو یہان جان نثار راہ محبت مین نہین دیکھا جو اپنے آپکو ہلاک کرے قدسیہ محل کے
سر پر قضا کھیلتی تھی زہر منگوا کر نوروزی خانم کو جو جلیس بھی تفویض کیا اور اُسیدن غسل آخری

کرکے پوشاک بدلکر جان دینے پرآمادہ ہوئی پچاس ہزار روپے اور کئی ہزار اشرفیان توشے خانے مین موجود تھین اپنے بیٹے کوجو شوہر اول سے تھا بلا کر چار ہزار روپے دیکر کمال محبت کے ساتھ سینے سے لگایا اور پیار کرکے روئی اور کچھ زر نقد اپنے نوکرونکو دیا اور یاس وحسرت کی باتین کین خواصون نے بہت فہمائش کی لیکن اجل دامنگیر تھی وہ پسا ہوا زہر نوروزی خانم کے ہاتھ سے لیکر کھالیا ۵ اربیع الثانی سنہ ۱۲۵۰ھ ہجری مطابق ۲۱- اگست سنہ ۱۸۳۴ء کو یہ واقعہ ظہور مین آیا جب یہ جانگاہ معاملہ محل مین گذرا اور استفراغ شروع ہوا بادشاہ کو کیفیت اسکی کھلی مرزا علی وغیرہ طبیبون اور روشن الدولہ کو طلب فرمایا لیکن قدسیہ محل نے جو جان پر کھیل چکی تھی معالجہ قبول نکیا غرض اس کش مکش مین اُسکا کام تمام ہوگیا اور لاش کمال جلوس کے ساتھ کربلاے نوتعمیر واقع مکارم نگر مین دفن ہوئی بادشاہ نے اس غم مین لباس ماتمی سیاہ رنگ کا پہنا اور لذت دنیا سے کنارہ کیا ایک مدت تک آنکھ شیشہ وساغر سے نہ ملائی بلکہ فرط رنج والم مین یہ کلمات زبان سے سرزد ہوتے تھے کہ مجھکو کسی کی صورت اچھی نہین معلوم ہوتی غرض زندگی بھر اس غم کے ہاتھون سے نجات نہ پائی۔

تاریخ وفات قدسیہ محل

حضرت قدسیہ بانو بیگم عالی صفات — حیف از دار فنا سوئے جنان ناگاہ رفت
تیرہ وتار از زمین تا چرخ شد در ماتمش — گوئیا زیر زمین از اوج گردون ماہ رفت
سال تاریخ وفاتش زد رقم کلک قبول — حیف بلقیسے ز پہلوے سلیمان جاہ رفت

از مؤلف محتشم خانی

کیا گردش فلک نے صدمہ دیا ہے اعظم — عالم نے جسکے غم مین پہنا لباس ماتم

دار فنا سے اُسنے صد حیف کی ہے رحلت — دست سخا سے جسکے تھا کامیاب عالم
بتیاب و بیقراری با گریہ آہ وزاری — ہر اک مین مین نے پایا اُسدن بچشم پُر نم
پندرھوین بہ پنجشنبہ ماہ ربیع ثانی — سنہ یکہزار و دو صد پنجاہ تھے مسلم
سال وفات اُسپر پوچھا تو بولا ہاتف — کہہ خلد کو سدھاری قدسیہ بانو بیگم

کنگال محل

قدسیہ محل کے انتقال کی وجہ سے بادشاہ کے دل کو ہجوم غم والم نے وہ پریشان کیا کہ کسی طرح اُنکو عورات عیش محل کی طرف رغبت نہ تھی اور رزیڈنٹ کے کلام نصیحت آمیز بھی کارگر نہوتے تھے اور یہانتک وحشت بڑھی کہ اکثر اوقات جنگل مین سیر و شکار کے بہانے بسر کرتے تھے اور کبھی فرح بخش وغیرہ سلطانی مکانون مین رہتے تھے اسطرح غم غلط ہوتا تھا کہ قدسیہ محل کی یاد مین کتاب وحشت کا سبق پڑھتے تھے اور کبھی بی بی پور اور کوٹھی دلکشا مین وہ خفقان جو گریبان گیر تھا لیے پھرتا تھا عجب قلق اور بے لطفی مین صبح سے شام ہوتی تھی سلطنت کے کامونکی طرف ذرا میلان نہ تھا روشن الدولہ وغیرہ درپلے فکر و انتشار مین ڈوبے ہوئے تھے اور یہ منصوبے باندھتے تھے کہ بادشاہ کو کسی گلبدن سرو قامت کے ساتھ منعقد کرین تاکہ یہ کاوشین اُنکے دل سے دور ہون اس سے پہلے قدسیہ محل کی بہن کو جو صاحب شوہر تھی تجویز کیا جب یہ کلام زبان پر آیا اس نے کنارہ کیا اور بادشاہ کی طبیعت بھی اُسکی طرف رجوع نہوئی اسلیئے اُسکی شرطین نامنظور کین روشن الدولہ نے اب دوسری تجویز کی کہ قدسیہ محل کے چہلم کے بعد حضرت کا نکاح کسی ناکتخدا لڑکی سے کرانے کی تدبیر کی تاکہ غم غلط ہو جائے لیکن یہ کام دوسرے کے ہاتھ سے کرانے مین اپنی گرم بازاری مین نقصان سمجھکر خود اس کام کو اپنے ہاتھ مین

لینا چاہا ایکدن بادشاہ کو دعوت کے بہانے سے اپنے مکان پر بلایا اور زنانہ محل مین کہ عورات کا ہجوم تھا نذر گزراننے کے لیے اپنے اہل و عیال کو پیش کیا دختر مرزا باقر علی خان بن حسین علی خان سابق چکلہ دار روہیلکھنڈ کہ بظاہر سُرخ و سفید تھی اُسکی جلد بدن باریک تھی آنکھین بڑی بڑی تھین ہونٹ پتلے تھے اور چودھوین رات کے چاند کی طرح روشن نظر آتی تھی بادشاہ کو دکھائی ایک نگاہ مین بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف مائل ہوگئی اور مواصلت کے خواہان ہوئے نائب نے عرض کیا کہ یہ لڑکی قوم سے اشراف اور خاندان سے عزت دار ہے بازاری عورت نہین کہ حضور کا حکم صادر ہوتے ہی جیسے ہو سکے اپنے آپکو حاضر کرے اگر طبیعت مبارک اسکی طرف رجوع ہے تو اُسکے باپ کو شرفا کے طور پر راضی کرنا چاہیے اور سلاطین ماضیہ جسطرح اپنے جان نثارون کے ساتھ پیش آتے تھے اُسیطرح عقد شرعی کر کے خدمت مبارک مین سرفرازی بخشی جائے یہ صورت اُسکے والدین کی عزت کا موجب ہوگی اور بیاہ مین تکرار اور عذر کی جگہ نرہے گی روشن الدولہ کی عرض بادشاہ نے قبول فرمائی اور شادی کے سرانجام کے واسطے ارشاد کیا روشن الدولہ نے مرزا باقر سے اسطرح تذکرہ کیا کہ عورات مشاطہ نے آپکی بیٹی کا ذکر حضرت تک پہونچایا ہے حضرت اُس سے کتخدائی کے خواہان ہین اگر منظور ہو تو کار خیر ہے اسمین کوئی مضائقہ نہین مرزا باقر نے جواب دیا کہ مین ایک غریب خانہ زاد بادشاہ کا ہون بھلا یہ امر کیسے صورت پذیر ہوگا اول یہ کہ لوگ کہین گے کہ فلان شخص نے لالچ مین آکر یہ کام اختیار کیا ہے (۲) حضرت کے صدہا محل ہین تین روز رغبت کر کے خواص پورہ مین داخل کر دینگے تمام عمر مین فضیحت ہوتا رہونگا اور بیٹی کہا کریگی کہ باپ نے جان بوجھ کر مجھے ڈبویا (۳) اگر بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ کام اختیار بھی کرون تو فرمائیے کہ شادی کا جو دستور ہے حضور کے مقابلے مین وہ مجھ سے کیا ادا ہو سکے گا مین فقیر ہون وہ بادشاہ ہین بالفرض تمام اثاث البیت

فروخت کرکے انتظام بھی کرلیا تو یہی حکم ہوگا کہ کوئی وکیل نکاح کے لیے چلا جائے اس صورت مین تمام عمر یہی بدنامی رہے گی کہ فلان نے اپنی بیٹی سُرّیہ[۱] طریق پر دیدی اور پھر کبھی میری بیٹی کی عزت و منزلت نہوگی۔ روشن الدولہ نے جواب دیا کہ زمانۂ سلف سے آج تک امرا نے سلاطین کے ساتھ جو رشتہ داریان کی ہین اگر سب کو بدنامی اور طمع کا خیال پیدا ہوتا تو یہ کام ہی منقطع ہو جاتا دنیا مین کوئی اسکو جانتا بھی نہین حالانکہ اس کام کا قدیم سے سلسلہ تمام اقالیم مین جاری ہے اگر یہ احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کی دو دن گرم بازاری ہو کر رہ جائیگی تو یہ بھی احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کے ساتھ جو محبت ہوگی وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ نہوگی اور یہ جو تم نے کہا کہ مین غریب ہون اور طریقۂ سُرّیہ عمل مین آئے گا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ کام تم سے تعلق نرکھے گا اس لیے کہ مین نے اُسکو اپنی بیٹی بنایا ہے اُسکا بیاہ بڑی عزت و نمود کے ساتھ عمل مین آئے گا غرض کہ ایسے کلمات سے مرزا باقر کو راضی کرکے بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ لڑکی کے باپ راضی تو ہو گئے لیکن ایک حجت رکھتے ہین کہ حضرت سر پر سہرا باندھ کر اور امیرون اور عزیزون کو ہمراہ لیکر اُنکے مکان پر تشریف لیجائین خانہ زاد کو اس بات سے وقت معلوم ہوئی اور ایسی حجت پکڑی کہ وہ لاجواب ہو گئے مین نے اُنسے کہا کہ کیا مضائقہ حضرت بہ نفس نفیس تشریف لاوینگے لیکن اُنکی شان شاہانہ کے مطابق جہیز بھی چاہئے مرزا سمجھے کہ جہیز مین دس بارہ لاکھ روپے سے کم صرف مین نہ آئین گے مجبور ہو کر ساکت ہو گئے باقی سوالات اُنکے مین نے قبول کرلیے اور جہیز کا بار اپنے اوپر لے لیا اب التماس یہ ہے کہ اُس لڑکی کو اپنے مکان پر مائیون بٹھاؤنگا اور تمام مراسم شادی کے ادا کرونگا حضرت کوئی تاریخ سعید قرار دیکر سہرا سر پر باندھکر رزیڈنٹ اور تمام امرا اور رشتہ دارونکو ساتھ لیکر نوبت و نقارے کے ساتھ تشریف لیجائین اور اس امر مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ وہ بھی حضور کا مکان ہے بادشاہ نے قبول فرمایا اور

[۱] سین مہملہ کے ضمّے اور راے مہملہ مشدد کے کسرے و یاے تحتانی مشدد کے فتحہ سے ایسی کنیز کو کہتے ہین جو ہم بستری کرنے کے لیے ہو ۱۲

چند روز کے بعد اسی طرح روشن الدولہ کے مکان پر عقد شرعی بندھا اور جسقدر رسومات دولھا کے لیے ہندوستان مین مقرر ہین وہ بادشاہ نے محل مین جاکر بلا تکرار ادا کیے اور دلھن کو سکھپال مین بٹھاکر جہیز ساتھ لیکر شادان و فرحان محل خاص مین واپس آئے روشن الدولہ کے بیان کے موافق چودہ لاکھ روپے کا جہیز تھا محتشم خانی کے مؤلف نے اس تقریب کی تاریخ اسطرح موزون کی ہے سے

عجائب لطف برپا چودھوین شب تھا چراغان سے — منور تھی زمین جون روز روشن ماہ تابان سے
فلک نقارہ تھا کہکشان خورشید و مہ جھانجھین — ملائک شادیانہ دیتے تھے گردون گردان سے
جہان سے اُٹھ گیا تھا نام رنج و غم کا یکباری — جدھر مین دیکھتا تھا سب نظر آتے تھے خندان سے
ہوا میری خرد کو فکر تاریخ اس عروسی کا — نظر جب آئی یہ محفل نہایت لطف احسان سے
کہا یون دیکھکر ہاتف نے عظیم الشان شادی کا — شرف بلقیس کو حاصل ہو نواب سلیمان سے

ولہ

شاہانہ جوڑہ پہنے ہوئے دیکھا شاہ کو — تاریخ کی ہوئی فکر اس خیر خواہ کو
ہاتف سے کی رجوع پئے سال تہنیت — بولا کہ مشتری سے ہوا وصل ماہ کو ۱۲۵۰

چوتھی اور چالے کی رسم ادا ہونے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ہماری بیگمات اس دُلھن کو نذرین دین پہلے جو ہماری شادی مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی وہ والدین کی مرضی سے ہوئی تھی اور یہ شادی خود ہم نے اپنی پسند سے کی ہے دُلھن کا خطاب نواب ممتاز الدہر شاہ جہان بیگم مقرر ہوا اور اس تقریب کی بدولت باقر علی خان کے بازار نے رونق پائی اور اس ڈیوڑھی کے کارخانے برحاوی ہوئے اور باقر علی خان کے بیٹے نے جو روشن الدولہ کا داماد تھا اور اس تازہ محل کا بھائی تھا سراج الدولہ خطاب پایا

اور علاقہ محمدی کی چکلہ داری ہاتھ آئی اور بمش قرار تنخواہین دونون باپ بیٹونکی سرکار شاہی سے مقرر ہوئین ابتدا مین رتبہ اس محل کا اسقدر ترقی پر تھا کہ کوٹھی فرح بخش سے آصف الدولہ کے محل تک آٹھ گھوڑونکی بگھی گاڑی پر بادشاہ کے ہم پہلو سوار ہوتی۔

ایکدن آدھی رات کے بعد بادشاہ محل مین آکر سونے کے ارادے سے پلنگ پر بیٹھ گئے اور اُس نوعروس کا انتظار کرنے لگے اور وہ بوجہ لحاظ ادب کے طلب فرمانے کی متوقع تھی کہ یکایک برہم ہوکر دھنیا مہری سے کہا کہ مین بہت عرصے سے تنہا بیٹھا ہوا انتظار کر رہا ہون اور یہ اپنی جگہ سے نہین ہلتی دھنیا نے عرض کیا کہ نوعروس ہین اسلیئے شرماتی ہین رفتہ رفتہ کم حجاب ہوکر جو کچھ حضور کی مرضی ہوگی اُسکے مطابق عمل کرینگی اس بات سے اور زیادہ بگڑے اور کہا کہ ہم کو مدت سے معلوم ہے کہ تجھکو نواب سے سازش ہے اس لیے باتین بناتی ہے یہ کہکر پلنگ سے اُٹھے دھنیا بھی کہ بیگم صاحبہ کو اسوقت مارینگے اور اُنکی عزت خراب کرینگے اس لیے دوڑکر اُسنے حضرت کی کمر پکڑلی اور بیگم کو تکلیف دینے کے لیے نہ چھوڑا جب بادشاہ نے خوب زور کیا تو خود دھنیا زمین پر گر پڑی بادشاہ نے دھنیا کے سینے پر جھکر اتنا مارا کہ بدن مین کئی جگہ ورم آگیا دھنیا چلائی کہ اے بیگم صاحبہ شرم وحیا کو دور کرکے آئیے اور مجھے بچائیے غرض کہ بیگم اُٹھین اور بادشاہ کا ہاتھ پکڑکر پلنگ پر لے گئین اور دھنیا نے رہائی پائی۔ بادشاہ کی طبیعت کو مدت سے یہ عادت تھی کہ جسقدر عورت بے حجاب اور چالاک ہوتی وہ اُسے پسند کرتے تھے اور یہ بات ایسی عورتون مین پیدا ہوجاتی ہے جو عیاش ہون ہر قسم کے آدمیونکی آنکھین دیکھی ہون شوقین مردونکی صحبت خوب پائی ہو اور جو عورتین مکانون مین نہایت شرم وحجاب کے ساتھ بیٹی رہتی ہین اپنے مردان محرم کے سوا غیر پر نظر ڈالنے کا موقع نہین پاتین اُنمین بیحجابی کہان سے ہو لیکن بادشاہ ایسی عورت کو ناپسند کرتے تھے رشک حور بھی ہوتی تو اُنکے

دل کو نہ بھائی غرض کہ شرم وحیا کے جوہر کی وجہ سے بادشاہ کے دلکو روز بروز اس نو عروس سے نفرت پیدا ہونے لگی - اُسکی مان گمانی خانم مرزا مہدی علی خان کی بیٹی تھی محل مین اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی اسکے مزاج سے بیکاری کے ایام کی خست نہین نکلی تھی اسوجہ سے کفایت شعاری کی فکر مین ہمہ تن مصروف تھی اور جزرسیون پر نظر تھی چنانچہ دو ہزار روپیہ نوعروسی کے دن تقسیم انعام کے لیے مرحمت ہوا تھا وہ صرف نکیا اور باورچیخانے سے جو روٹیان آتی تھین بچی ہوئی روٹیونکو دھوپ مین سُکھوا کر جمع رکھتی تھی ایکدن بادشاہ نے شیرینی کی فرمائش کی گمانی خانم نے بازار سے دو روپئے کی مٹھائی منگادی جو بادشاہ نے چکھی بھی نہین یہ جزرسیان بادشاہ کے ترشی مزاج کا باعث ہوئین آخر آشفتہ ہو کر کچھ دنون کے بعد اُدھر سے رغبت پھر گئی - ایکدن خلوت مین بادشاہ پلنگ پر عرض مین لیٹ گئے پائنتی کی طرف وہ نوعروس بیٹھی تھی شوہر و مرد کے ایک جا ہونے کی وجہ سے مکان غیر سے خالی تھا ناگہان بادشاہ نے غل مچایا کہ مارے ڈالتی ہے خواصون نے دوڑ کر حال دریافت کیا فرمایا کہ یہ عورت میرا گلا گھونٹتی تھی اسکو مارو اور لیجا کر خواص پورہ مین ڈالدو کہاریون نے اُس بیگم کو خلوت سے کشان کشان نکالکر سیکڑون رسوائی و ذلت کے ساتھ قید ظلمت مین ڈالدیا پھر صحبت بادشاہ کی اُس ہجران نصیب کو حاصل نہوئی اور کنگال محل نام قرار پایا -

عباسی محل

سید مظفر حسین خان کچھ دنون مختار الدولہ کی نیابت مین ممتاز رہے تھے انکے فرزند شمس الدین خان نے ایک کسبی گھر مین ڈال لی تھی اسکے بطن سے کئی لڑکیان پیدا ہوئین انہین سے ایک نہایت حسین تھی وہ بادشاہ کی خدمت مین مشرف ہو کر منظور نظر ہوئی زیادہ عیش کرنا اسکی قسمت مین نہ تھا مرض عرق النسا

اور دق مین مبتلا ہو کر مر گئی عباسی محل خطاب تھا۔

عورات عیش محل جنکی تعداد سیکڑون تک پہونچ گئی تھی اور اسامیون کے لفظ کے ساتھ مشہور و معروف تھین

بادشاہ نے ایک عیش محل مقرر کیا تھا جسمین سیکڑون عورتین جمع ہو گئی تھین انمین سے ایک بھنگن بھی تھی جسکا خطاب صاحبہ محل تھا ایک کلاونت کی دو بیٹیان تھین انمین سے ایک کا خطاب مہتاب محل دوسری کا آفتاب محل تھا رذیل قوم کی اور بہت سی عورتین اس محل مین داخل اور صاحب خطاب تھین جب یہ بات شہر اور علاقے مین شائع ہوئی کہ بادشاہ کا مزاج نسوان پسند ہے کسی پر پسند نہین تو جس دشمن آبرو کی بہن یا بیٹی خوبصورت ہوتی وہ اپنی ترقی کی آرزو مین خوشی خوشی لاکر حاضر کرنا فخر سمجھتا اور اکثر نیک چلن اور بدچلن جو تین دولت و حشمت کی تمنا مین ہزار جان و دل سے مشتاق تھین کہ بادشاہ کے محل تک کسیطرح رسائی ہو اور بہت عورتون نے بادشاہ کے محل مین نوکر ہونے کی آرزو پر شوہرون کو جوابدیا بادشاہی خواجہ سرا اور کہاریان ہولکے گھوڑون پر سوار کوچہ بکوچہ پھرتی تھین اور خوبصورت عورتونکو زر و زیور کی طمع دیکر عیش محل مین پہونچاتی تھین اگر انکا کوئی وارث انکار کرتا تو گوشمالی کی نوبت آتی تھی چھوٹی قوم والونکا تو یہ حال تھا اور اب ارباب آبرو کی عزت پر آبنی تھی اور الامان کا لفظ زبانون پر جاری تھا بہتون نے جلاے وطن اختیار کیا شہر پر لات ماری اور یہ قاعدہ جاری تھا کہ جو عورت عیش محل مین داخل ہونے کی اُمید پر در دولت تک پہونچتی تو وہ چند روز پہرہ والون اور دربانون کے زمرے مین قیام پذیر ہو کر راجہ درشن سنگھ کے حکم کی منتظر رہتی تھی پہلے راجہ کا نائب اُسکے دیدار سے دل خوش کرتا پھر اپنے کسی معتمد کو سونپتا

اسیطرح زینہ بزینہ درجات طے کرتی ہوئی محل تک رسائی کی صورت ظہور میں آتی تھی اور اکثر کم قسمت بے نیل مرام مفت بدنام ہوکر جاتی تھین اور بعض بدوضع خراب حال دربانون سے اُلجھ کر رہجاتی تھین بہت کم عورتین خلوت خانۂ شاہی تک پہونچکر آرزوے دلی سے کامیاب ہوتی تھین اسپر بھی سیکڑون عورتین عیش محل مین داخل ہوئین انمین سے اکثر عورتین نہایت طرحدار تھین جنکے دیکھنے سے زن مرید دنگی بھوک پیاس دور ہوتی بادشاہ کی اس زن پرستی نے وہ حشر برپا کیا کہ العظمۃ للہ اور اس بدنامی نے یہانتک طول کھینچا کہ یہ خبرین رزیڈنٹ تک پہونچین اور ادھر سے تاکید و ممانعت شروع ہوئی۔

بادشاہ کا اپنی بیاہتا بی بی مریم بیگم المخاطب بہ سُلطان بہو کی زندگی مین اُسکی حقیقی بہن کے حسن وجمال پر جو شوہر دار تھی فریفتہ ہوکر اُس سے نکاح چاہنا اُس عفیفہ کے باپ مرزا سلیمان شکوہ کا اس امر کو نامنظور کرنا اس لیے اُنکا لکھنؤ سے خارج ہوجانا

شاہزادۂ سلیمان شکوہ جو شاہ عالم ثانی کے بیٹے اور محمد اکبر ثانی کے بھائی تھے اُنکی ایک بیٹی مریم بیگم نام نصیر الدین حیدر سے منعقد تھی اور ابھی اس سے صورت مواصلت ظہور مین نہ آئی تھی کہ اُسکی بہن ملکہ بیگم وارد لکھنؤ ہوئی - یہ بیگم مرزا سلیم بخت سے بیاہی تھی مگر بوجہ تخالف مذہب شیعہ وسُنی کے زن وشوہر مین ناموافقت پیدا ہوکر علٰحدگی ہوگئی تھی کیونکہ سلیمان شکوہ نے لکھنؤ کی بود وباش کی وجہ سے طریقۂ اثنا عشری اختیار کیا تھا اور اُسمین بہت غلو تھا اور اُنکے تمام بیٹے اور بیٹیان اسی رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے اور مرزا سلیم بخت میر محمدی خلیفہ مولوی

فخر الدین چشتی سے بیعت رکھتے تھے ہر چند اُنھون نے اپنا رنگ جمایا کہ اُس بہار بوستان عصمت کو اپنے رنگ پر لائین مگر اس کوشش مین کامیاب نہوئے آخر کار زن وشوہر مین نفاق ہوا یہانتک کہ مرزا سلیم بخت نے ملکہ بیگم کو اپنے پاس سے علحدہ کر کے جانب لکھنؤ رخصت کیا شہرۂ حسن وجمال اس بیگم کا عالمگیر تھا۔ ملکہ بیگم ایکدن اپنے باپ کے گھر سے نصیر الدین حیدر کی دولت سرا کو اپنی بہن کی ملاقات کے لیے گئی۔ خداداد حُسن اُس کا بادشاہ کے منظور نظر ہوا اور خواستگار عقد ہوئے۔ چونکہ یہ امر مرزا سلیمان شکوہ کے خلاف شان تھا انکار کیا اور رزیڈنٹ کے ذریعہ سے یہ بات چاہی کہ ملکہ بیگم بادشاہی محلسرا سے چلی آئے مگر یہ عقدہ حل نہوا رزیڈنٹ نے کہا کہ مجھکو بادشاہ کی محلسرا تک دسترس نہین آپ سے جو ممکن ہو تدبیر کیجئے۔ سلیمان شکوہ نے کرنیل کارنر کو جو اُنکا سمدھی تھا کاسگنج سے عجلت کے ساتھ بلایا اور اس معاملے مین مدد چاہی اُسنے لکھنؤ مین بادشاہ سے ملاقات کر کے محلسرا سے ملکہ بیگم کا رخصت ہونا چاہا جہان پناہ نے دیکھا کہ اب اسکا استغاثہ کلکتے مین گورنر جنرل کی کونسل تک پہونچے گا مجبور ہوکر اجازت دی کرنیل ڈیوڑھی پر جاکر ملکہ بیگم کو برضا خواہ بے رضا سوار کرا لایا اب آتش قہر سلطانی مشتعل ہوئی اور سلیمان شکوہ کے شہر سے نکل جانے کا حکم صادر ہوا یہ ہزارون روپون کے قرضدار تھے قدم نکالنا شہر سے سخت دشوار تھا اور قرضخواہون کو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ زر قرضہ اپنا جسطرح چاہو لیلو اور شاہزادے کو حکم تھا کہ رعایائے لکھنؤ کا زر قرض جس صورت سے ہو سکے ادا کر دو اور وہ سات ہزار روپیہ مہینہ جو معتمد الدولہ کی بدولت مقرر ہوا تھا موقوف ہوا ناچار کرنیل کارنر نے اپنی پاسداری سخن کے لحاظ سے چالیس ہزار روپے نقد اپنے پاس سے دیکر زر قرضہ ادا کیا اور تمسک اپنے نام کا لکھا لیا فقط ساہ بہاری لال کا روپیہ جو زائد رقم تھی باقی رہا اور مرزا سلیمان شکوہ اہل وعیال اور اسباب ومال اُٹھا کر کاسگنج کو

چلے گئے اور ۲۹ - ذیقعدہ ۱۲۶۳ھ ہجری مطابق ۲۴-فروری ۱۸۳۸ء کو آگرے مین انتقال کیا-

فضل حسین خان کی زوجہ کا بادشاہ کے محل مین جانے کی خواہش کرنا اور شوہر کی بڑی کوشش سے میر منشی رزیڈنٹی کی مداخلت سے اس بلا کا اُسکے سر سے ٹلنا

جب شمس الدولہ نے بنارس مین قضا کی اُنکی زوجہ حضرت بیگم بنت مرزا جمّا شوہر کے مال و اسباب پر قابض ہوئی جب شمس الدولہ کی اولاد عمر تمیز کو پہونچی بڑے بیٹے اقبال الدولہ لئیق اور صاحب علم تھے وزارت لکھنؤ کی تمنا مین اُنکے مقدمے کلکتے اور لندن تک پہونچے اور دوسرے بیٹے نے جسکا مزاج لاأبالی تھا تھوڑے دنون مین بہت سا روپیہ خرچ کیا آخر کار دونون بھائیون مین آتش نزاع بھڑکی بنارس سے لکھنؤ مین آئے۔ فضل حسین نامی ایک نہایت دانشمند آدمی بنارس کا رہنے والا انکا رفیق تھا مگر یہ شخص تماشبین تھا اسکی زوجہ نے کسی تقریب سے محل بادشاہی مین جانا چاہا اور رسم پیام جاری کی۔ نصیر الدین حیدر جو ہزار دل سے اسطرح کے پیام و سلام کے مشتاق تھے اسکے طلبگار ہوئے فضل حسین نے التفات حسین خان میر منشی رزیڈنٹی کی قوت سے بہزار خرابی اس رسوائی کو روکا-

بادشاہ کا اولاد ہونے کے لیئے فقرائے اسلام و ہنود سے دعائین لینا

بادشاہ کو یہ آرزو ہوئی کہ وارث تاج و تخت کسی عورت سے پیدا ہو جائے کیونکہ وہ

مُنّا جان کی نسبت اپنے نطفے سے ہونے کا انکار کر چکے تھے۔ فقرا سے عرتاض اور سادات نامے سے دعا کے خواستگار ہوئے چنانچہ عیش باغ مین خاص اس کام کے لیے فقرا ے اہل اسلام کے لیے مُصلّے اور خاکساران ہنود کی دھوتیان جمی ہوئی تھین اُس باغ مین ان لوگون کی برکت سے رات دن فیض کا چشمہ آب روان کی صورت جاری تھا نعمت دنیا کی اور غذائین خوشگوار موہن بھوگ اور شیرمال مزہ دار فریقین کے لیے مہیا تھے کسی نے طلسمی رنگ سحر و افسون کا جمایا اور کسی نے محراب فلک کی طرف دعا کا ہاتھ اُٹھایا کہ آب نیسان بادشاہی کسی صدف مین پڑ کر گوہر شاہوار کی صورت دکھائے۔

بادشاہ کی انّا کے بیٹے آغا مرزا کی سرکشیان

بادشاہ کی انّا کی ثروت اس درجہ کو پہونچی تھی کہ اُسکے داماد میر نوروز علی نے جناب عباس کی درگاہ کے قریب محلہ رستم نگر مین ایک عالیشان عمارت بنائی اور امام باڑے کو لاکھون روپے نکے شیشہ و آلات وغیرہ سے سجایا۔ اس انّا کے بیٹے آغا مرزا کی سرکشی حکومت کے ساتھ اس زور پر تھی کہ حکیم مہدی علی خان کا رنگ پھیکا تھا اسکی بے اعتدالی اور ستم شعاری نے خلق اللہ کو ایسا بےچین کیا کہ رزیڈنٹ تک استغاثہ ہوا اور اُس نے بادشاہ تک پہونچایا پھر بھی آغا مرزا اپنی ناشائستہ حرکات سے باز نہ آیا اس کے معاملات مین کوتوال کی دال نہین گلتی تھی اور عدالت کا عملہ اس کی شرارت سے عاجز تھا پندرہ بیس لاکھ روپے کا آدمی تھا نوروز علی نے جب قضا کی تو کربلاے تال کٹورہ مین ضریح کے قریب اُس کا مدفن تجویز ہو کر تکرار کی نوبت آئی وارثان خدا بخش نے رزیڈنٹی مین استغاثہ کیا مگر کچھ نہ چلی

بادشاہ کے مزاج مین آتو جی کی مداخلت

نجبن طوائف جو راجہ جھاؤلال کے گھر مین پڑگئی تھی اُسکی خواصون مین سے ایک خواص آتوجی کہلاتی تھی اور پانڈے صاحب رائے سے جو رائے بالکرام عرف بڑے صاحب کا بڑا بھائی تھا آتوجی کی آشنائی تھی اُس سے آتوجی کے دو بچے بھی پیدا ہوئے تھے جب جھاؤلال کا کارخانہ بگڑا اور نجبن کا رنگ عشرت زمانے نے خراب کیا تو آتوجی نے اشرف آباد کے ایک کایستھ کے ساتھ جو جھاؤلال کے رشتہ دارون مین سے تھا تعلق پیدا کر لیا اور ایک بچہ اس سے پیدا ہوا معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کے دنون مین روشن الدولہ سے بیسواڑے کا علاقہ متعلق تھا تو یہ اُنکے گھر تلاش معاش کے لیے آنے جانے لگی۔ یہ عورت جوانی مین نہایت خوبصورت تھی باتین ایسی شایستہ تھین کہ ہر ایک آدمی کو اپنے کلام سے شگفتہ و فریفتہ کر لیتی تھی بادشاہ شب کو قدسیہ بیگم کے محل مین رہتے عادت اُنکی رات بھر جگنے کی تھی اور بے شغل کے رات کا گذرنا مشکل تھا اُنھون یہ چاہا کہ چند معمر اور جہاندیدہ گرم و سرد زمانہ چشیدہ عورتین یہان رکھ لی جائین جو رات کو اچھی اچھی حکایتین اور دلچسپ قصے بیان کر کے دل بہلائین حکیم مہدی علی خان نائب سے یہ بات کہی اُسوقت روشن الدولہ حاضر تھے اُنھون نے کہا کہ اگر مجھکو اجازت ہو تو ایک ایسی عورت کہ جسکا مثل اس شہر مین نہین موجود کر دون اور آتو کو بخوبی تعلیم کر کے مہدی علی خان نائب کے مکان مین پہونچا دیا وہ آتو کی باتون سے ایسے راضی ہوئے کہ اپنی طرف سے خفیہ نویس بنا کر اُسیدن قدسیہ بانو بیگم کے محل مین پہونچا دیا اور یہ نجانا کہ یہی آفت زمانہ میری وزارت کے زوال کا باعث ہوگی غرضکہ چند روز مین علامۂ روزگار آتو نے بادشاہ اور قدسیہ بیگم کے مزاج مین

وہ دخل پیدا کیا کہ جبتک وہ نہوتی بادشاہ نہ کھانا کھاتے نہ پانی پیتے سونا اور جاگنا اُس پر موقوف تھا جب محل مین داخل ہوتے تو اول اُسے پوچھتے کہ کہان ہے پھر دوسرے سے بات کرتے بادشاہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر آتو ایک لحظہ کو میرے پاس سے جُدا ہوتی ہے تو تمام کام میرے گنجفے کے مانند ابتر ہو جاتے ہین آتو جی نے رفتہ رفتہ مشورے مین شریک ہوکر فکر و تدبیر کا وہ رنگ جمایا کہ مہدی علی خان کی وزارت اُسی کی کوشش سے گئی اور روشن الدولہ کی وزارت اور سجان علی خان کی نیابت اُسکے ذریعہ سے رونق پذیر تھی اس عورت کی تدبیر پر امور کلی و جزئی مین بڑا اعتماد تھا اور حقیقت مین اُسکی دور اندیشی اور دانائی مین شک نہین۔ آتو جی کے بیٹے کا نام قادر علی خان تھا جسنے عمدہ عمارات اور ایک عالیشان مسجد گولہ گنج مین بنوائی قدسیہ بیگم کی طرف سے پانچہزار روپیہ روز یہ شخص مومنونکو تقسیم کرتا تھا اکثر حاجتمند اسکے دست نگر تھے اور یہ بھی تواضع اور محبت کے ساتھ ہر ایک سے پیش آتا تھا دس بیس لاکھ روپو نکا آدمی مشہور تھا تمام امور شاہی کا حل و عقد اس سے متعلق تھا جس وقت راجہ لال جی انگریزی نوکری چھوڑ کر لکھنؤ مین آیا تو اُس نے بخشی گری کے لیے درخواست کی اور یہ بات لوگون کے سامنے بیان کی کہ اگر یہ صورت ظہور مین نہ آئی تو روشن الدولہ کا منصب وزارت پر رہنا سخت دشوار ہے ایسا کلام اُسکی زبان سے آتو جی کی پشت گرمی سے نکلا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ لال جی راجہ جھاؤلال کے خاندان سے تھا اور آتو جی کی آغوش تربیت مین پرورش پائی تھی آتو جی کے خواص و خدمتگار وہ مرتبۂ بلند رکھتے تھے کہ عمائد شہر اُنکی توجہ کے آرزومند تھے ۔

براتی خانم۔ جگنا خانم اور نوروزی خانم کا رسُوخ

براتی خانم قوم مغل سے ایک عورت تھی بادشاہ اسکو اپنی زبان سے دَدَا (یعنی)

پرورش کرنے والی) کہا کرتے تھے - باورچیخانہ خاص سلطانی اس سے متعلق تھا جگنا خانم
اور نوروزی خانم براتی خانم کی بیٹیں دستی مین تھین انمین سے جگنا خانم کو آب خاصہ کی
خدمت تھی اور نوروزی خانم سے متعلق خاصدان کا کام تھا انمین سے ہر ایک کو پان پانسو
روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی ہزارون روپے انعام مین پاتی تھین اور اکثر امیران شہر حتے کہ
روشن الدولہ ہزارون روپے اُنکو اسلیے دیتے تھے کہ بادشاہ کے سامنے اُنکی سعی کرتی
رہین انکی دولتمندی اور ثروت زبان زد خلائق تھی - براتی خانم کی دو بیٹیان تھین ایک
کی شادی مرزا ذاکر علی بیگ مغل کے ساتھ ہوئی تھی اس تقریب شادی مین بادشاہ آپ
شریک ہوئے اور لاکھون روپون کا سامان جہیز مین دیا اور دوسری بیٹی بندہ علی خان سے
بیاہی تھی جو علامہ تفضل حسین خان کے خاندان سے ایک چالاک آدمی تھا براتی خانم کی یہ آبرو تھی کہ
اکثر روشن الدولہ اپنے معاملات کی اصلاح کے لیے درپردہ اُسکے پاس جاتے تھے - ساٹھ
ہزار روپیہ مہینہ مصارف خاصۂ بادشاہی (خاص بادشاہ کا کھانا) مین براتی خانم کے
ہاتھ سے صرف ہوتا تھا اور بادشاہ کے دل مین اُسکا اسقدر اعتماد تھا کہ خاصے پر اُسکی مہر
لگتی تھی براتی خانم کے دونون داماد اور تیسرا بیٹا فتح علی خان یہ تینون شخص سفلہ پرست
اور لاابالی مشرب تھے - اُنھون نے بھی بڑی بڑی عمارتین بنوائین جگنا خانم اور نوروزی خانم
کے شوہر واقربا بھی امیر کبیر تھے اور آنکھو نمین شراب نخوت کا نشہ جما رہتا تھا یہ لوگ
علاوہ نمائشی اشیاء کے عشرۂ محرم مین تعزیہ داری بھی دھوم دھام سے کرتے تھے -

جلسہ والیان اور اُنکے لباس وغیرہ کے مصارف

بادشاہی محلات مین صاحب مرتبہ اور دولتمند عورتونکا ایک فرقہ تھا جنکے رشک و

حسرت مین اکثر ارباب خاص جلتے تھے اُنکو جلسہ والیان کہتے تھے کہ دو دو سو تین تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ تھی کم سے کم پچاس روپیہ ماہوار سے کوئی کم تنخواہ دار نہ تھی اور رقومات انعام وغیرہ کی انتہا نہین اُنکا پرتکلف لباس نہایت بیش قیمت ہوتا تھا کہ ایک ایک دوپٹہ چار چار ہزار روپے مین تیار ہوتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ جس تکلف کی پوشاک اور نفاست کا زیور نصیر الدین حیدر کے محلات مین عورتونکے پاس تھا شاید نورجہان اور زیب النسا کو بھی وہ نصیب ہوا ہو ان جلسہ والیونکی تعداد پچاس تھی اور ہر ایک نوبت بہ نوبت رات کو چوکی چوکی صحبت بادشاہ مین فیضیاب اور ہم پیالہ و ہم نوالہ رہتی تھی ان گل پیرہنون کا شہر مین وہ رنگ جما تھا کہ بڑے بڑے گھرونکی عورتین محل کی نوکری کی آرزو مین ہزارون روپے قرض لیکر نذر لانے دیکر نوکری حاصل کرتی تھین تریاراج اسی وقت سے عبارت ہے۔ اور سوا جلسے والیون کے دو فرقے عورتونکے اور تھے ایک فرقہ مغلانیونکا اور دوسرا خواصونکا۔

نواب سعادت علی خان کے جمع کیے ہوئے خزانے کا نصیر الدین حیدر کی بے پروائی سے برباد ہو جانا

نواب سعادت علی خان نے نقد تیرہ کروڑ روپے سے زیادہ جمع کیے تھے اور کہا کرتے تھے کہ چند کوڑیان روز بد مین سپاہ کے ایکدن کے چنے کھانے کے لیے جمع کی ہین یہ تمام روپیہ رائگان خرچ مین صرف ہوا کہ نہ متاع آخرت ہاتھ آئی اور نہ دنیا کا کام بنا نواب سعادت علی خان نے ایک کروڑ روپے جلال الدولہ کی ماں خاص محل کے پاس کسی مصلحت سے رکھدیے تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے سپرد کیے تھے اور چورا سی لاکھ روپے نواب نصیر الدولہ کے تفویض کیے تھے اور دو کروڑ روپے خزانۂ سپاہ مین جمع رکھے تھے اور آٹھ

کروڑ روپے خزانۂ عامرہ مین رکھے تھے جسکے کوٹھے پر مُہر لگی رہتی تھی غازی الدین حیدر کے
وقت مین انمین سے بہت سا روپیہ صرف ہوکر تخمیناً ساڑھے چھ کروڑ روپے خزانے مین باقی
تھے وہ نصیر الدین حیدر کے ہاتھون سے اسطرح خرچ ہوئے کہ ابتداے جلوس مین دو کروڑ
روپے کے قریب خرچ مین آئے انمین سے نقد باون لاکھ روپے تو معتمد الدولہ آغا میر کو اور
ساڑھے تین لاکھ روپے مہاراجہ میوہ رام اور سبحان علی خان کو عطا کئے تھے اور میر فضل علیخان
اعتماد الدولہ کی معرفت رنگ محل کے وثیقے کے لیے کروڑ روپے اور خود اعتماد الدولہ کے
وثیقے کے واسطے چوبیس لاکھ روپے بھیجے گئے تھے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپے ملکۂ
زمانیہ وغیرہ کے وثائق کی بابت گئے تھے اور یہ وثائق کے روپے اعتماد الدولہ کے عہد
وزارت مین ریکیٹ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعہ سے سرکار کمپنی مین داخل ہوئے تھے
اور منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے اپنی وزارت کے زمانے مین ایکبار بائیس لاکھ
سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نوٹ کی خریداری کے نام سے نکلوائے اور ایکبار پچاس لاکھ
روپے سپاہ کی تنخواہ بیباق کرنے کے واسطے خزانے مین سے لیے -

۱۸۳۳ء مین بادشاہ نے گورنمنٹ انگریزی کو تین لاکھ روپے اس وعدے پر دیے کہ اسکا
سود فیصدی چار روپے کے حساب سے یکم مئی ۱۸۳۳ء سے مساکین شہر لکھنؤ مین تقسیم ہوا
کرے کل زر سود بارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار پایا اور تقسیم اُسکی باقساط ایکہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوئی
اس روپیہ کی نسبت عہدنامے مین یہ لکھا گیا کہ زمانۂ آئندہ مین کسی حاکم اودھ کے اختیار مین نہو گا
کہ روپے واپس کرے یا کسی اور مطالب مین صرف کرے بلکہ ہمیشہ یہ روپیہ شاہ حال کی یادگار
مین تقسیم ہوا کرے اور اسکا نام سخاوت نصیر الدین حیدر شاہ اودھ رکھا گیا - انکے سوا باقی روپے
ارباب نشاط پر صرف ہوئے -

نواب روشن الدولہ وزیر اعظم کے انتظامات

۱۴ جمادی الاخری ۱۲۴۸ھ ہجری مطابق ماہ نومبر ۱۸۳۲ء کو روشن الدولہ وزیر ہوئے انکا نام محمد حسین خان اور عرف مرزا نتھو اور خطاب روشن الدولہ منیر الملک محمد حسین خان بہادر قائم جنگ ہے اور بعض نے صولت جنگ لکھا ہے اور اشرف علی خان بن بندہ علی خان ثانی کے بیٹے ہین نسب انکا مادری اور پدری دونون واسطون سے علی مردان خان فیروز جنگ تک پہونچتا ہے جنکو شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے عہد مین امیر الامرائی کا منصب حاصل تھا ابتدا مین وہ شاہ عباس ماضی کے سردار تھے اور شاہ کی طرف سے قندھار کے گورنر تھے شاہ ایران سے نمکحرامی کر کے قلعۂ قندھار شاہجہان کے لوگون کے سپرد کر کے شاہجہانکے پاس چلے آئے شش ہزاری منصب پایا گو ایران مین خاندان صفویہ کے ساتھ نمکحرامی کی مگر ہندوستان مین اپنی دانائی اور وفاداری اور انتظامی لیاقت کی وجہ سے تمام امرا پر فوقیت لے گئے یہانتک کہ بادشاہ اُنکو مخاطبات مین یار وفادار فرماتے تھے ۱۰۶۷ھ ہجری مین قضا کی روشن الدولہ معتمد الدولہ آغا میر کے سمدھی تھے غازی الدین حیدر کے عہد مین چکلۂ بیسواڑہ کے ناظم تھے جب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کو نصیر الدین حیدر نے معزول و مقید کیا تو روشن الدولہ نے خلعت و قلمدان وزارت پایا ابتدائے عہد وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت احتیاط پسند تھی اور صاحب رزیڈنٹ اور صاحبان کونسل کلکتہ کی رضاجوئی مدنظر رہتی تھی روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے استحکام کے لیے اور گورنر جنرل کے یہان ناموری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تدبیر کی کہ مولوی اکرام حسین کو جو ان دنون رخصت لیکر اپنے وطن مین آئے ہوئے تھے اُنکے بیٹے میرن کی معرفت بلایا اور کلکتے کی سفارت کا عہدہ اُنکے سپرد کیا یہ مولوی صاحب کپتان بنسن کے بڑے دوست تھے اور کپتان صاحب کو گورنر جنرل

کی خدمت مین بہت تقرب حاصل تھا جب مولوی اکرام حسین کلکتے مین پہونچے تو گورنر جنرل نے سفارت مذکور کپتان مٹسن کی وجہ سے بنظر محبت منظور فرمائی مولوی صاحب نے کپتان کی معرفت گورنر جنرل کے کان مین بادشاہ اور وزیر کے محامد ڈالکر دو تین چٹھیان روشن الدولہ کے انتظام کی تعریف مین حاصل کرکے لکھنؤ کو بھیجین۔ منشی التفات حسین میر منشی رزیڈنٹی کو چونکہ رزیڈنٹ کے مزاج مین زیادہ مداخلت تھی روشن الدولہ نے میر منشی کی رضاجوئی کی غرض سے رسول آباد کے علاقے کی اصل جمع مین سے ستر اسّی ہزار روپے کی کاغذونمین کمی دیکر عطا حسین خان برادر منشی مذکور کی مستاجری مین دیدیا یہ علاقہ روشن الدولہ کے آخر عہد تک اُسکے پاس رہا اور مولوی غلام یحیی کشمیری کو جو سابق مین مرزا جنگلی صاحب فرزند نواب شجاع الدولہ کی طرف سے کچہری رزیڈنٹی مین دکانون اور عمارات کے مقدمات مین پیروی کے لیے آمد و رفت رکھتا تھا روشن الدولہ نے منشی التفات حسین خان اور مسٹر ماٹن صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ کی سفارس کی وجہ سے پہلے عمارت کوٹھی رزیڈنٹی کی داروغگی پر مقرر کیا اور دو سو روپے ماہوار تنخواہ کردی پھر پانسو روپے مقرر کردیے اور عہدۂ سفارت رزیڈنٹی کا خلعت دلایا۔ خان مذکور نے عہدۂ سفارت کو جو تنزل پذیر تھا خوب مستحکم کردیا جب روشن الدولہ کی وزارت کو بخوبی استقلال حاصل ہوگیا تو جرنیلی کا خلعت اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد حسین کو دیا اور اُسکی نیابت پر راجہ لال جی آتوجی کی سفارش سے مقرر ہوا اور سبحان علی خان کے ہاتھ مین وزارت کے تمام کامونکا حل و عقد تھا۔ مرزا محمد حسین جرنیل کی ماں کو بادشاہ نے خلعت اور سکھپال دیا۔ مرزا حاجی صاحب وزارت کے لیے خیالی پلاؤ پکا رہے تھے جس وقت روشن الدولہ کو یہ امر تحقیق ہوا کہ محلات کے ذریعہ سے نیابت کا سوال و جواب ہو رہا ہے تو روشن الدولہ نے بنظر حفظ ما تقدم مرزا حاجی صاحب کو حکم دیا کہ حرمت کے ساتھ کانپور کو چلے جائین یعنی اب دوسری بار اُنکا اخراج شہر سے ہوا اور جو لوگ روشن الدولہ کے

رفیق قدیم تھے اُنکو بڑے بڑے کام ملے چنانچہ منشی چھنگا نام ایک قصباتی آدمی کو جو سابق مین سرکاری مال کے غبن کرنے کی علت مین ملزم ہوا تھا خانسامان بنایا اور شیخ ہدایت علی اور جعفر علی کو دیوانخانے کا داروغہ کیا اور میر بندہ علی کو جو ایک مسخرہ آدمی تھا اور دوسرے رفقا کو علی قدر مراتب بڑی بڑی تنخواہ ہو نکے ساتھ کارخانون پر مامور کیا اور روشن الدولہ کے بھائیون کا دو دو تین تین سو روپیہ درماہہ مقرر رہا اور روشن الدولہ نے امیر مرزا اپنے قریبی رشتہ دار کو نواب گنج کا علاقہ تفویض کیا - شیخ احمد بخش اور مولوی کرامت علی اور منشی ظہیر الدین اور شاہ قطب اعظم اور حکیم میر الو وغیرہ بھی عمدہ عمدہ مشاہرون سے فیضیاب ہوئے اسوقت امورات سلطنت کے انتظام مین تنزل اور وزارت کے معاملات مین ترقی بہ نسبت عہد منتظم الدولہ کے تھی اور عدالۃ العالیہ کا کام مشرف علی خان رفیق مسٹر لوہم پر جو سبحان علی خان سے اتحاد رکھتا تھا بدستور بحال رہا اور شہر کی کوتوالی مسیتا بیگ کے مرنے کے بعد علی رضا بیگ کے نام قرار پائی اور زر آمدنی کی تحویل جو خزانۂ سلطانی سے یا ملک سے آتی تھی اور انگریزی نوٹونکی خرید و فروخت اور نیلام خانہ اور فرمائشات سرکاری کا تعلق مظفر حسین خان بن سبحان علی خان سے ہوا اور علاقہ پنج کروہی اور تھانجات بحالات کی خدمت سبحان علی خان کے پاس خاطر سے نور الدین حسین خان بن تاج الدین حسین خان سے جو اپنے باپ سے آزردہ ہو کر چلے آئے تھے متعلق ہوئی اور پانسو روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی اور چکلہ سلطان پور راجہ بختاور سنگھ المخاطب بہ راجہ بہادر کے پاس رہا اور کچھ دنون مینڈو خان رسالدار نے اس علاقے مین خاک اُڑائی اور ابتدا مین امانی کا طریق جاری تھا بعد اسکے اس نظامت پر احسان حسین خان ولد سبحان علی خان مقرر ہوئے اور روشن الدولہ کے آخر عہد وزارت تک انکی تبدیلی ظہور مین نہ آئی احسان حسین خانکی نیابت مین کبھی خادم حسین خان مامور رہے اور کبھی قطب الدین حسین خان گو احسان حسین خانکی

خصوصیت روشن الدولہ کے ساتھ اس بات کی مقتضی نہ تھی کہ اس نظامت سے وہ جدا ہون مگر ایک عجیب سانحہ روبکار ہوا کہ احسان حسین خان اور راجہ بھدوری کے درمیان جنگ ہوئی زمیندار مذکور شکست پاکر انگریزی حکومت کی سرحد مین چلا آیا فوج شاہی نے اُسکا تعاقب نہ چھوڑا اتفاق وقت سے بعض انگریزی رعایا اس سپاہ کے ہاتھون پائمال ہوئی اس مواخذے مین اُس علاقے کی حکومت دوسرے کے نام پر تبدیل ہوئی مگر روشن الدولہ کی خدمت مین اُنکا اقتدار ترقی پکڑتا رہا۔ چنانچہ علاقون کی امانی ومستاجری پر احسان حسین خان کی تجویز سے عامل مقرر ہونے لگے۔ عزل ونصب بالکل اُنکے قابو مین تھا نادر العصر مین روشن الدولہ کی سخاوت کی تعریف لکھی ہے اور کہا ہے کہ اُنھون نے اپنی وزارت مین اکثر عمارتین تعمیر کرائین ابتک کوٹھی روشن الدولہ کی معروف بہ قیصر پسند مشہور ہے تاریخ مبنیاد یہ ہے ؎ کیا رشک ارم ہے کوٹھی۔

روشن الدولہ وزیر اعظم اور اُنکے صلاح کارون کی وجہ سے سلطنت کے ہر کام مین تباہی پڑنا خزانے مین مُلک کی آمدنی جمع نہونا بلکہ خزانے سے روپیہ نکلتے نکلتے اُسکا خالی ہوجانا تحصیل زر کے لیے دولتمندونکو عہدے دینا

آمدنی مُلک کا خزانے مین داخل ہونا موقوف ہوا معتمد الدولہ آغا میر کے عہد کا نقشہ پھر قائم ہوگیا۔ کبھی ظفر الدولہ بادشاہ کے کان کھولدیتے تھے دو ایک روز تاکید زبانی اور رنجش ظاہری کی صورت ظہور مین آتی تھی باقی خیریت آخر کار خزانۂ عامرہ زر نقد سے

خالی ہوا بادشاہ کے مصارف کی کثرت نے روشن الدولہ کو تنگ پکڑا اور روشن الدولہ کے اخراجات بھی بڑھے ہوئے تھے ملک کی آمدنی کفایت نکرتی آخر کار خرابی کی صورتین پیدا ہونے لگین متمول اور دولتمند لوگونکے لیے عمدہ خدمتین اور معقول عہدے تجویز ہونے لگے تاکہ اُنسے نذرانہ یا پیشکش کے طور پر روپیہ ہاتھ لگے یا کچھ قرض کی راہ کھُلے اس تقریب مین کئی شخص دربار مین حاضر ہوئے چنانچہ سُکھ چند کاغذ والا بُلایا گیا یہ شخص دلی کا رہنے والا تھا اس سے قبل شاہ دہلی کا خزانچی تھا اسکو ظاہر مین سونے کی چڑیا سمجھکر دوایک نظامتون کی پوتہ داریکا خلعت دیا وہان تھیلیومین روپیہ نہ تھا تیر تدبیر نشانے پر نہ پہونچا اسلیے کچھ دنونکے بعد معزول ہوکر دلی چلا گیا اسیطرح کئی صورتین بناکر بگاڑی گیئن اور زرنقد ہاتھ نہ لگا مگر درمیانی آدمیونکے پو بارے تھے اُنکے کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جاتا تھا۔

راجہ درشن سنگھ اور مہاراجہ میوہ رام کا ملک کی واصل باقی کا کاغذ بناکر بادشاہ کو دکھانا اور ملک کی ویرانی وخستہ حالی اُن کے ذہن نشین کرنا بادشاہ کا روشن الدولہ کی گرفتاری کا منصوبہ باندھنا اُنکو خبر ہو جانا بادشاہ سے عفو قصور کرانا۔ درشن سنگھ اور اُسکے عملے پر افشائے راز کی علت مین بادشاہی عتاب نازل ہونا

روشن الدولہ کے عہد وزارت اور سبحان علی خان کے بیٹونکی ترقی کے زمانے مین دفتر ملک کا سررشتہ بالکل ماند ہو گیا اُسوقت مین اس سررشتہ کا نام سررشتۂ دیوانی تھا مہاراجہ میوہ رام نومسلم نے حکیم مہدی علی خان منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین عہدۂ دیوانی سے استعفا دیدیا تھا

اور اُنکی جگھ راجہ بالکرشن کام کرتے تھے اب روشن الدولہ کے عہد مین میوہ رام دو بارہ
کام کرنے لگے اور احسان حسین خان نے یہ کیا کہ حساب مقدمات مُلک کے واسطے جو سر رشتہ ناظمون سے بٹھہرتی تھین اُنکے مخفی رکھنے کی غرض سے متصدیان دفتر دیوانی کو بالکل
برکار رساکر رکھا تھا۔ بقدر ضرورت مطلع کرتے تھے اور باقی فی صدی اپنا حق مقرر کیا تھا
سبحان علی خان اور اُنکے متوسلون کو وہ عروج حاصل ہوا کہ احسان حسین خان بن سبحانعلیخان
اپنے جلسہ مین علانیہ یہ بات کہا کرتے تھے کہ بڑے بڑے مشکل کام ہم باتون مین حل کرتے ہین
روشن الدولہ مین اتنی قابلیت نہ تھی کہ وہ سلطنت کے کامونکا بوجھ سنبھال سکتے اس لیے
کل بڑے بڑے کامون مین سبحان علی خان کا مشورہ کام کرتا تھا اور چھوٹے کامون مین
احسان حسین خانکو مداخلت تھی۔ اگر مہاراجہ میوہ رام کبھی اصلباقی کا کاغذ بادشاہ کو دکھاتے
تھے تو روشن الدولہ کی راے کے خلاف ہوتا تھا اور ظفر الدولہ بادشاہ کے کانون مین باتین
ڈالتے تھے مگر اُنکی طرف توجہ نہوتی تھی۔ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کا بادشاہ کے ساتھ
بازار مصاحبت گرم تھا اور راتدن کی حاضر باشی میسر تھی سرکشون کا تدارک اور باقیدارونکی
تنبیہ اور مستاجرونکا قید کرنا اُس سے متعلق تھا یہ شخص وقت اور موقع پاکر جو کچھ دل مین آتا تھا
بے تکلف بادشاہ کے گوش گزار کرتا تھا اسوجہ سے روشن الدولہ کی آنکھون مین خار کی طرح
کھٹکتا تھا اُسکی بیخ کنی کی فکر مین ہمیشہ لگے رہتے تھے مگر کوئی تدبیر کارگر نہوتی تھی مہاراجہ
میوہ رام بھی اس فکر مین تھے کہ بادشاہ کو سلطنت کے کامونکی طرف متوجہ کرین چنانچہ میوہ رام
اور غالب جنگ نے ملک مُلک کی واصلباقی کا کاغذ تیار کیا اس سے یہ بات ظاہر ہوتی
تھی کہ عاملونکی خودسریون اور سبحان علی خان کے بیٹونکے صاحب اختیار ہونے سے مُلک کی
آمدنی بالکل خرابی مین آگئی تھی اور روشن الدولہ کے کثرت مصارف سے مال سرکار مین

خرابیان پیدا تھین یہ کاغذ بادشاہ کو دکھایا وہ بے انتہا غصّے ہوئے اور روشن الدولہ کی
ناکردہ کاری اور کنبو ہونکی سازش سے سرکاری مال کا ہضم کرنا اُنپر ثابت ہو گیا غالب جنگ کو
حکم دیا کہ تلنگون کے چند پہرے تیار رکھو جوکچھ ہمارا حکم نافذ ہو گا تعمیل کیجو۔ غالب جنگ نے
اپنے نائب ہیمراج کے ذریعہ سے پلٹنونکے افسر کو بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا۔ ہیمراج نے اپنے
کارندے بھوانی داروغہ کو تعمیل کے لیے حکم دیا بھوانی روشن الدولہ سے میل رکھتا تھا اسنے مخفی جاکر
اُنکے کان کھولے اور اُس راز نہان سے مطلع کیا روشن الدولہ کو سبحان علی خان سے یہ بات
بخوبی ذہن نشین ہوئی اور یقین کامل ہوا کہ یہ تمام انتظام اُس شخص کی گرفتاری کا ہے روشن الدولہ
نے اُسیوقت یہ تدبیر کی کہ بادشاہ کے پاس گئے اور سر سے شملہ اُتار کر بادشاہ کے قدمون پر رکھدیا
اور عرض کی کہ خانہ زاد معتمد الدولہ اور منتظم الدولہ کی طرح نہین ہے کہ انگریزون سے میل ملاپ
رکھے بہر حال حضرت کا از خاک بر داشتہ ہون نظر بندی کے لیے پہرونکی احتیاج نہین اگر حکم ہو
تو اپنے ہاتھون سے پاؤن مین زنجیر پہن کر در دولت پر محبوس رہون جان و عزت دونون
حضور پر نثار ہین بادشاہ نے فرمایا کہ تمکو اس معاملے سے کیونکر خبر ہوئی روشن الدولہ نے حال
سلسلہ وار جسطرح گوش گزار ہوا تھا بیان کیا معاذ اللہ یہ بلا کسکی تھی اور کس کے سر جاتی ہے
بادشاہ کو یقین کامل ہو گیا کہ غالب جنگ نے ہمارا راز افشا کر دیا پہلے حکم دیا کہ بھوانی اور ہیمراج
شہر سے ابھی نکلوا دیے جائین اور غالب جنگ کو طوق و زنجیر پہنا کر قید کر دیا جائے اور اُسکا
تمام اثاث البیت ضبط ہو چنانچہ یہ سب صورتین ظہور مین آئین غالب جنگ ذلت کے
ساتھ راجہ بختاور سنگھ کے سپرد ہو کر گرفتار بلا ہوا یہ واقعہ ۱۲۵۲ ہجری سے قبل کا ہے کیونکہ مکّا
درزی اسی سنہ مین زوال کو پہونچا تھا اور مکّا کی گرفتاری سے قبل درشن سنگھ غالب جنگ
دام بلا مین پھنسا تھا جیسا کہ محتشم خانی سے ثابت ہے۔ اب مہاراجہ میوہ رام نے دیکھا کہ غالب جنگ

نے اپنے ہاتھون منھ کی کھائی اپنی حفظ آبرو کے لیے کہ لامحالا ایکدن یہ روز بد پیش آنا ہے
اناجی کی معرفت زیارت کربلاے معلے کے لیے خلعت رخصت بادشاہ سے لیکر منزل مقصود
کی طرف عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے اب ظفر الدولہ پر ظفر باقی رہی۔

بادشاہ کا روشن الدولہ کے بیٹے کے ساتھ وہ فعل کرنا جس سے روشن الدولہ کا بے انتہا شرمساری اُٹھانا روشن الدولہ کی تضحیک مین بادشاہ کا دوسرے طور پر بھی کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا

آغاز وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت مین بادشاہ کی طرف سے جو کچھ خوف تھا وہ جاتا
رہا اب ہمہ تن کھل کھیلے اور بادشاہ کو آزاد مزاجی کی وجہ سے اپنے ملازمونکی نسبت بے پروائی
تھی مرزا محمد حسن پسر روشن الدولہ کے ساتھ اس وضع سے پیش آتے تھے کہ روشن الدولہ سر پر
ہاتھ رکھکر زار زار روتے تھے بلکہ ترک وزارت منظور تھی اور خاص روشن الدولہ کی تصویر ایسی مضحکہ خیز
وضع کے ساتھ تیار کرائی تھی کہ اُسکے دیکھنے سے روشن الدولہ کو خجالت پیدا ہوتی تھی آخر کار وہ
علت قبیح دونون باپ بیٹون کی تمام شہر مین مشہور ہو کر وزارت کا رعب جاتا رہا
آخر خدا خدا کر کے احسان حسین خان نے اپنی تدبیرون سے رام بنایا گویا محصور کیا
اب جو چاہتے تھے بلا تکلف ظہور مین لاتے تھے صاحب رزیڈنٹ نے جملہ باتون سے
مطلع ہو کر بادشاہ و وزیر کو نصیحت کی لیکن کیا ہو سکتا تھا۔ پتھر پر بھی کہین جونک چپٹتی ہے
رزیڈنٹ کہتے کہتے تھک گئے روشن الدولہ کے رفقاے قدیم نے جو دیکھا کہ احسان حسین خانکا
بازار نہایت گرم ہے آتش رشک و حسد مین جل کر حتے الامکان خاک اُڑائی لیکن سبحان علیخانکی
وجہ سے کچھ چل نہ سکی۔

رزیڈنٹ کا اودھ کی بدانتظامی کی شکایات گورنر جنرل کو لکھنا وہان سے بادشاہ کو انتظام مُلکی کی طرف متوجہ ہونے کے لیے تاکید ہونا بہت سی عورتون کا محلات سُلطانی سے مخبری کے شبہے مین خارج ہونا

اودھ مین بدنظمی کا وہی حال چلا جاتا تھا جو پہلے تھا رزیڈنٹ نے متواتر یہانکی بدانتظامیون کی شکایت گورنر جنرل کو لکھی وہان سے کئی خط بادشاہ کے پاس آئے اور گورنر جنرل بادشاہ کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے کہ ملک کا انتظام کرو مگر وہان طبلہ سارنگی کی سُریلی آوازون نے ان نغمون کا اثر نہونے دیا گورنر جنرل اپنی ہی گایا کیے۔ ولیم بنٹنگ صاحب کے زمانے مین یہ نوبت پہونچی کہ کورٹ ڈائرکٹرز نے بھی جو اپنے اس اصول پر دیوانی تھی کہ ہندوستانی ریاستون کے معاملات مین دخل نہ دیجیے لاچار ہو کر گورنر جنرل کو لکھا کہ اودھ کی سلطنت کا اختیار کچھ دنونکے لیے گورنمنٹ خود لے لے جس سے وہانکی بیچاری خلقت امن وعافیت پائے لارڈ بنٹنگ نے اس سبب سے کہ جانے والے تھے یہ کام کرنا اپنی معتدل فطرتی اور صاف نیتی کے سبب سے پسند نہین کیا بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ تمھارے مُلک کا نہایت ابتر اور بدتر حال ہے ہوش سے کام کرو نہین تو سرکار پر عہدنامے کے مطابق فرض ہوگا کہ تمھارا مُلک لے لے اور نواب کرناٹک وپیشوا کی طرح پنشن مقرر کردے۔ سلطنت کے کامونکی خرابیون نے حد سے زیادہ اشتہار پایا تاج الدین حسین خان نے اپنے قاعدے کے موافق عرضداشت عورات محل کی معرفت بھیجی اور نوروزی خانم نے خاصہ کھلانے کے وقت بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانی بادشاہ نے پڑھکر روشن الدولہ کو اسکے تمام مضمون سے مطلع کیا اور نوروزی خانم کو خارج سے سازو باز رکھنے کی علت مین محل سے نکال دیا

رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کے تمام عملے کی شکایت بادشاہ تک پہونچائی بادشاہ نے سارے حال سے روشن الدولہ کو آگاہ کر دیا اُنھون نے یہ نیا فریب کا جال بچھایا عرض کیا کہ اس تمام شکایات کا باعث حکیم مہدی علی خان اور تاج الدین حسین خان ہین جو سلطانی جلیسہ والیون سے سازکر کے یہان کی پوست کندہ خبرین حاصل کر کے کلکتے کو بھیجتے ہین اسلیئے اُن اسامیون کو حضور محل سے نکلوا دین اس تقریب مین سو پچاس اسامیان محل سے نکالی گیئن گو یا دس بارہ ہزار روپے ماہواری کی سوائے انعامات کے صورت تخفیف اس شکل سے ظہور مین آئی - لیکن مجمع خانی مین لکھا ہے کہ براتی خانم - جگنا خانم اور نوروزی خانم کی سازش روشن الدولہ سے ثابت ہوئی اور بادشاہ کا مزاج اُن سے صاف نہ تھا بادشاہ متوہم ہوئے کہ یہ عورتین در پردہ اُن سے موافق ہین اسلیے انکو قید کر دیا اور حکم دیا کہ انکا مال واسباب سرکار مین ضبط کر لیا جائے لوگون کو گمان تھا کہ انکے پاس لاکھون روپے کی دولت ہے چونکہ انکو بادشاہ کے برہمی مزاج کی پہلے سے خبر تھی اس لیے اپنا مال دوسرونکے مکانون پر رکھوا دیا اسلیئے ضبطی کے وقت ۲۵ ہزار سے زیادہ کا نقد وجنس نہ ملا مجد الدولہ پسر ظفر الدولہ نے قلم بند کر کے مقفل کر کے اپنے محافظ بٹھا دیے -

بادشاہ کا روشن الدولہ کے مکان پر اکثر مہمان جانا اور اُنکی بی بی کا اپنی دلکش باتون سے بادشاہ کے دلکو لبھائے رکھنا

اس زمانے مین حد سے زیادہ نصیر الدین حیدر کی مہربانی روشن الدولہ پر مبذول تھی اُنکی حویلی پر اکثر اوقات بادشاہ جاتے تھے ایکبار شراب کے نشہ مین گھوڑے پر سوار زینے کی راہ کوٹھے پر چڑھ گئے تھے روشن الدولہ اس روش سے کمال ششدر رہتے تھے کہ ایسا نہو کوئی فتنہ برپا ہو

یا کوئی حادثہ ظہور مین آئے باہر کوٹھی مین بادشاہ کی نشست اُنکے مزاج کے خلاف سمجھکر زنانے مین اُنکو بٹھاتے تھے وہان ارباب نشاط کی صحبت گرم رہتی تھی حسینی طوائف جسکو روشن الدولہ نے اپنے گھر مین ڈال لیا تھا اور مرزا محمد حسن نام روشن الدولہ کا بیٹا اسکے بطن سے تھا جسکو روشن الدولہ نے لشکر سلطانی کا جرنیل بنایا تھا اور جرنیل کی مانکو بادشاہ نے سرفراز محل خطاب دیا تھا۔ یہ طوائف بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہکر اپنی دلکش باتون مین بادشاہ کے مزاج کو لبھائے رکھتی تھی محتشم خانی مین اس طوائف کا نام محبوبن لکھا ہے۔

دولتمندون سے روپیہ لینے کے لیے نئی عدالتین قائم ہونا روشن الدولہ اور اُن کے رفیقون کا اپنا اپنا روپیہ شہر سے باہر پہونچانے کی کوشش کرنا اور وزارت و حکومت کی بدنامی کے کانٹون سے صحیح و سلامت نکل جانے کی فکر مین مصروف ہونا

بادشاہ کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے کہ سرسواری بینوا فقیر آزادانہ کلام جو بادشاہ کی غفلت پر دلالت کرتا تھا بے تکلف زبان پر لاتے تھے اس مواخذے مین شہر سے اُنکے اخراج کا حکم نازل ہوا۔ اکثر بیچارے شہر سے نکالے گئے اور بہتون نے لباس آزادی ترک کرکے وضع اور صورت بدل کے شہر مین اپنا قیام غنیمت سمجھا جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو صاحب رزیڈنٹ نے روشن الدولہ سے کہا کہ اگر تم سے انتظام مُلک کی کوئی تدبیر نہین ہوسکتی ہے تو ہم یہان کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیتے ہین

اب روشن الدولہ اور اُنکے خاص مشیرونکی یہ لے قرار پائی کہ انجام کار کی فکر مناسب ہے
جسطرح بنے روپیہ وصول کرنا چاہیے اسلیے سولہ سترہ عدالتین تازہ مقرر کین کوتوالی اور
عدالت سابقہ کے عملے کو بالکل بیدخل کر دیا تھوڑے زمانے مین شہر کے ساہو کارون
اور اہل دولت مین سے مستغیثون اور اہل معاملہ کی تلاش شروع ہوئی اور لگے پچھلے فیصلے
نکالکر نئے سر سے اُنکی تجویزین شروع کین دایہ بچے اور کوکے اور ہرکارے اور داروغے
وغیرہ جملہ علی قدر مراتب زرکشی مین مصروف تھے۔ روشن الدولہ نے تقدم بالحفظ کے لیے
اپنی تمام نقدی میر باقر سوداگر کے پاس جو سبحان علی خان کا دوست اور دیانت دار آدمی
تھا رکھدی۔ سبحان علی خان مآل اندیشی کی وجہ سے روشن الدولہ سے کربلاے معلی کی رخصت
کے خواستگار ہوئے اور خود روشن الدولہ بھی اسی بات کی درخواست بادشاہ سے کرتے تھے
روشن الدولہ نے لاکھون روپونکے نوٹ خرید کیے اور تجارت کی صورت باندھکر آڑہت
کا طریق بنارس اور کلکتہ اور کانپور مین نکالا۔ روشن الدولہ نے پرگنہ سدھارن علاقۂ کانپور
جو ہمت گر گوشائین کی جاگیر مین تھا چار لاکھ روپے پر اپنے پاس رہن رکھا اور وہان اپنا
کارندہ اور پوتہ دار روانہ کیا روشن الدولہ راتدن اس فکر مین رہتے تھے کہ اگر کوئی دوست
صادق ہاتھ آئے تو اُسکے ذریعہ سے تجارت پھیلائین حسب اتفاق یوسف علی خان متوطن
عظیم آباد لکھنؤ مین آئے یہ نہایت متقی۔ ملنسار اور خاندانی آدمی تھے اور کچھ جائداد بھی رکھتے تھے
انکے تقوی کے متعلق ایک حکایت اُس زمانے مین مشہور تھی کہ عظیم آباد کے علاقے مین علی العموم
مسلمان یہانتک کہ قاضی اور مفتی تاڑی پیا کرتے تھے اور کوئی اس سے پرہیز نہین کرتا تھا
یوسف علی خان کی ملکیت مین کئی ہزار تاڑی کے درخت تھے جب اُنکو یہ فتوی معلوم ہوا
کہ طریق امامیہ مین تاڑی حرام ہے تو سارے درخت کٹوا ڈالے ہزارون روپے سالانہ کی

آمدنی مین داغ لگایا بلکہ اور شخصون سے بھی تاڑی کے درخت خرید کے کٹوا دیے انکی نیک نہادی سب مین مشہور تھی سبحان علی خان کے توسط سے روشن الدولہ تک پہونچے اور بادشاہ کی سرکار سے خلعت فاخرہ پایا روشن الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کونسل کلکتہ مین معاملات کی درستی کے لیے انکو بھجوانا چاہیے بادشاہ نے منظور کیا روشن الدولہ نے کئی لاکھ روپے اس کارروائی مین صرف کرنے کے حیلے سے لیکر کچھ حصے کے طریق یوسف علی خان کو دیے اور باقی اپنے قبضے مین لاکر وہ روپے یوسف علی خان کو اس غرض سے تفویض کیے کہ اس روپے سے دیہات اور املاک روشن الدولہ کے لیے خرید کے اُنکی ریاست کی بنیاد عظیم آباد مین جمائین اول یوسف علی خان نے اپنے حصہ کا روپیہ لیکر اور وہان پہونچکر قرضخواہون کے ہاتھ سے اپنا دامن چھڑایا پھر دوبارہ لکھنؤ کو آئے اور وہ روپیہ جو خرید دیہات کے لیے روشن الدولہ نے تجویز کیا تھا لیکر عظیم آباد کو روانہ ہوئے منزل مقصود تک نہ پہونچے تھے کہ الہ آباد مین انتقال کیا لیکن وہ روپیہ جو لے گئے تھے روشن الدولہ کو تدبیر صاحب سے ہاتھ آیا۔

بادشاہ کی غم شہداے کربلا مین ماتم داری اور اس کار خیر کے لیے بے انتہا مصارف اور عجیب و غریب اچھوتے طریق

بادشاہ اپنے آپ کو ہزار جان و دل سے شیدا ے ائمہ علیہم السلام ظاہر کرتے تھے اور وہ وہ حرکات ظہور مین لاتے تھے جو کبھی اگلے مومنون سے باوجود اقتدار و ثروت کے سرزد نہین ہوئین اور اپنے ایام ریاست مین جبکہ مان سے بگاڑ ہو گیا تو خود اُن مراسم کو ادا کرنے لگے جو اُنکی مان ادا کرتی تھین بلکہ اُن باتون پر اور اضافہ کیا یہانتک کہ ستاگرد

اُستاد سے بڑھ گیا اور بادشاہ بیگم کی طرح گیارہ ازواج ائمہ اُحدی عشر کے لیے جمع کین کہ ہر ایک کی پوشاک ہزار بارہ سو روپے سے کم مین تیار نہین ہوتی تھی اور اُنکے سوا دوسرے ائمہ کے واسطے بھی اچھوتیان جمع کین جیسے حضرت قاسمؑ اور حضرت عباسؑ وغیرہ کے لیے اور جب کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ اپنے آپ کو حاملہ عورتون کی طرح بہ تصنع دردزہ اور نفاس وغیرہ مین مبتلا کرتے اور بچّے کی جگہ ایک مرصّع گڑیا بادشاہ کے سامنے رکھدی جاتی اور بادشاہ خود بھی زچہ خانے مین رہتے اور خدمت کرنے والی عورتین اُسیطرح کھانے تیار کرتین جو زچہ عورتون کو دیے جاتے ہین اور بادشاہ یہ سب چیزین کھاتے اور اُس مدت مین کوئی شخص بادشاہ کو مس نہ کرسکتا اور خوشی کا جلسہ ہوتا تھا باجے بجتے تھے اور جو رسمین حقیقی طور پر بچہ جننے کے دنون مین مقرر ہین وہ چھٹی کے دن تک نہایت تکلف کے ساتھ ادا ہوتی تھین اور جب چھٹا دن ہوتا تو بادشاہ زچون کی طرح غسل کرتے اور ایک پرستار اُس مصنوعی بچّے کو ہاتھ مین لیکر ایک کونے مین کھڑی ہوتی اور دوسری عورتین پانی کے چھ گھڑے وہان بہا دیتین اور اسکو بچے کا غسل قرار دیا جاتا رات کے وقت بادشاہ زنانہ آرائش و پیرائش کے ساتھ بچّے کو گود مین لیکر لنگڑاتے ہوئے زچہ عورتون کی طرح صحن مکان مین نکلتے تاکہ آسمان کے تارون کو دیکھین اسطرح چھٹی ہوتی پھر اُس بچے کو مسہری مین لٹا کر دست بستہ آداب بجا لاکر نذر دکھاتے پھر ہزارون خوان کھانون کے جن مین میٹھے اور ہر قسم کے کھانے بڑے تکلف کے ہوتے اور اقسام طرح کے میوے بھی رکھے ہوتے وہان لاکر اُنپر فاتحہ پڑھی جاتی اور خاص خاص جگہون مین حصّے بھیجے جاتے اور جو عورتین محلات مین نوکر تھی رہتی تھین اُنکو بھی دیے جاتے اور ائمہ احدی عشر مین سے ہر ایک امام کی زوجہ کو طلائی مورت بچّے کی دیگئی تھی اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نقرئی مورت دی گئی تھی

اور جبکہ سوائے ائمہ احدی عشر کے دوسرے کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو اُس کی زوجہ
خود بطرز معمولی زچہ خانے مین جاتی اور وہی رسم ادا کیے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ کیے جاتے تھے اصطلاح
مین اس رسم کو اچھوتہ کہتے تھے جسدن اچھوتے سے فراغت حاصل ہوتی تو بادشاہ لباس زنانہ
زیب قامت فرماکر جواہر نگار محافہ (میانہ) مین سوار ہوتے اور میوؤن اور حلووں کے خوان
ہمراہ لیتے اور پیادہ و سوار کی فوج بھی ساتھ ہوتی اور کمال جلو اور جاہ و جلال کے ساتھ
سواری شہر مین گشت کرتی اور بعد اسکے دولتخانے مین واپس داخل ہوتے اچھوتے کے لیے
کوئی خاص میعاد مقرر نہ تھی کبھی ہفتہ کبھی عشرہ کبھی اس سے بھی زیادہ اُس مین بسر ہوتے
عبدالاحد بن مولوی محمد فائق جسنے مناجان کے حالات مین فارسی زبان مین ایک کتاب
موسوم بہ وقائع دلپذیر لکھی ہے اور جس سے ہم نے یہ حالات اخذ کیے ہین وہ کہتا ہے
کہ اس زمانۂ سلطنت مین اس رسم نے ایسی اشاعت پائی کہ اکثر شہر کی عورتین اچھوتی کے
لقب سے ملقب ہین بلکہ اسی علامت سے پہچانی جاتی ہین اور اُنکے خاندان کے مردون نے
تفاخر کی راہ سے رجولیت کو انوثت سے بدل ڈالا ہے اور عورتون کی طرح بات چیت کرتے
ہین اور ویسے ہی اطوار مین رہتے ہین۔ عروسی ائمہ کی تاریخین کتب تواریخ سے نکالکر بادشاہ
اُن دنون مین رسوم ساچق اور حنابندی ادا کرتے ہین چنانچہ بادشاہ کی ایک خاص خادمہ عورت
عبدالاحد سے بیان کرتی تھی کہ یکم محرم کو کہ دن نکاح سیدۃ النسا کا ہے مسہری زرنگار پر
زیور طلا اور جواہر بیش بہا سے دو پیکر ایسے تیار کرائے جاتے کہ دیکھتے ہی یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ دو
انسان لیٹے ہوئے ہین اُنمین سے ایک کو جناب امیر المومنین علی اور دوسرے کو بی بی
فاطمہ قرار دیتے اور اُنکا نکاح پڑھایا جاتا اور بادشاہ اُنکو نذر دکھاتے اور تھوڑی دیر سامنے
دست بستہ کھڑے رہتے پھر میوؤن اور حلوؤن اور عمدہ عمدہ کھانون کے خوان سامنے آتے

اور اُنپر فاتحہ پڑھواکر تمام محل کے آدمیونکو تقسیم کرائے جاتے۔ بادشاہ بیگم نے نصیرالدین حیدر کی پہلی سال مسند نشینی مین حکم دیا کہ تمام ساکنان سلطنت سیہ پوشی اور عزاداری کی رسم عمل مین لایا کرین اور چہلم تک بیاہ و نکاح اور دیگر لوازم شادی کو ترک کر دیا کرین ورنہ سزا ہوگی چونکہ تعمیل اس حکم کی تکلیف سے خالی نہ تھی اس لیے رزیڈنٹ کی طرف سے اس حکم کے نفاذ کی ممانعت آئی مگر بادشاہ بیگم نے نہ مانا اور کہا کہ مین نے اپنی قید کے ایام مین اس امر کی نذر مانی تھی کسطرح اُسکے خلاف عمل مین لاؤن۔ آخرالامر بہزار جرّ ثقیل بادشاہ نے خود بدولت یہ قرار دیا کہ مین وفاے نذر کے لیے خود چہلم تک عزاداری کرتا رہونگا اور دوسرے بندگان خدا کو اختیار ہے ہماری طرف سے کسی پر جبر و تحکم نہین ہے خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ بیگم کی تعلیم سے بادشاہ عمر بھر ایسے رسوم کے ادا کرنے مین اتنے منہمک رہے کہ انتظام مالی و ملکی کی طرف ذرا توجہ نہ دے سکے۔ بادشاہ نے فرح بخش مین محل زنانے کے قریب ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا جس مین بارہ کمرے نہایت شاندار اور وسیع رکھے گئے اور اس مکان کا نام درگاہ دوازدہ امام مشہور تھا قیمتی شامیانے زربفت کے پر تکلف جن مین آبدار موتیونکی جھالرین کلابتون اور بادلے سے ٹکی ہوئی تھین چاندی کے ستونون پر جنپر طلائی کام تھا استادہ تھے اور جھاڑ جن مین چالیس کنول شمعدار روشن ہوتے تھے سونے کے کام کے نہایت خوشنما وہان رکھے گئے اور نفیس فرش اور قدآدم آئینے نصب کیے گئے اور ہر جگہ ضریح سونے چاندی کی رکھی گئی اور ہر امام کی ولادت کی تاریخ پر اُس امام کے نام نہاد مکان مین خوشی کا جلسہ ہوتا اسیطرح ہر امام کی شہادت اور وفات کی تاریخ مین حسب قاعدہ عزا کی مجلس برپا ہوتی تھی اور ایک بارگاہ پھولونکی نہایت خوشنما تیار ہوتی تھی باغات سُلطانی مین جتنے خوشبودار پھول پیدا ہوتے وہ اور اُنکے سوا بازارون سے پانچہزار روپے روز کے پھول عشرہ محرم تک مول آتے تھے

اُس زمانے مین خوشبودار پھول بڑے آدمیونکو بھی مشکل سے ملتے تھے اس بارگاہ کا طول سو قدم سے کم نہین ہوتا تھا اور عرض پندرہ بیس قدم سے زیادہ ہوتا تھا اور کبھی طلائی و نقرئی منقیش اور ستارون اور بادلے کی جھالرین پھولونکی جگھ کام مین لائی جاتی تھین عطریات سے وہ مکان بسایا جاتا تھا غرض کہ ہر امام کی ولادت کی تقریب مین پہلے دن سے چھ دن تک برابر اور ہر امام کی وفات کے دنون مین کئی روز تک اور سید الشہدا کی شہادت کے زمانے مین چہلم تک بادشاہ نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ بہ نفس نفیس وہانکی خدمت ہزار جان و دل سے فرماتے تھے خواجہ سرا اور خواصین وغیرہ اکثر عورتین ان محلون اور مجلسون مین شریک ہوتی تھین عملۂ ملازمین بیرونی کی رسائی وہان تک بہت کم تھی زچہ خانون مین نفیس اور خوشگوار کھانے اور شیرینیان اور عمدہ میوے اور پر تکلف پوشاکین صرف ہوتی تھین اور وفات و شہادت کے دنون مین مرثیہ خوانی ہوتی اور شربت اور مٹھائی اور میوہ صرف ہوتا ان مصارف مین چار پانچ لاکھ روپونسے کم خرچ نہوتے تھے بلکہ زیادہ تصور کرنا چاہیے اور بیگمات بھی ان تقریبون مین آتی تھین بادشاہ کا اعتقاد ان کامون مین ایسے غلو کے ساتھ تھا کہ محرم کی پہلی تاریخ کو سو پچاس تعزیے در دولت سے مقام معہود تک اپنے سر پر رکھ کر پہونچاتے تھے ہر مرتبہ کی آمد و رفت مین کئی کوس زمین پیادہ پا طے ہوتی تھی اور یہ آنا جانا کنکریونکی زمین پر برہنہ پا ہوتا تھا یہانتک کہ تلوؤنمین وہ کنکریان کانٹونکی طرح کھٹکتی تھین اور اس برہنہ پائی کی وجہ زبان مبارک سے یون ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت امام سجاد نے کربلا اور کوفے سے شام تک ننگے پانوٗن زمین طے کی تھی جنگلی کانٹے اُنکے نازک تلوؤن مین چبھے تھے چونکہ مین بھی محب اُنکا اور شیعہ مذہب ہون کیونکر تکلیف گوارا نکرون اور چہلم تک فرش نزمین پر سوتے تھے بادشاہ بیگم اور قدسیہ محل اور ملکۂ زمانی وغیرہ جملہ بیگمات طلائی اور نقرئی طوق اور زنجیرین بادشاہ کی گردن اور کمر اور پانوٗن مین

پہناتی تھین جو حقیقت مین کئی سیر بوجھ ہو جاتا تھا اور ایام مقررہ کے بعد یہ سب چاندی سُونا انعام مین دیدیا جاتا تھا اور محرم کے دنون مین تمام راتین بیداری مین کاٹتے تھے شام سے صُبح تک ہر محل مین اکثر خود بدولت اور کمتر خواجہ سرا مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی کرتے پھرتے تھے غرض چالیس دن بادشاہ کو روتے کٹتے تھے گو دختر زر پر ہزار جان و دل سے شیدا تھے مگر چہلم تک محترز رہتے تھے بہرحال آدھا سال رونے پیٹنے مین عزاداری کے ساتھ گذرتا تھا اُن دنون مین فرشتے کی بھی مجال نہ تھی کہ وہ کسی دنیا کے کام کا ذکر بادشاہ کے سامنے کرسکتا وزیر و مشیر کی قدرت نہ تھی کہ مقدمات سلطنت مین لب ہلائین - اگر کوئی سخت کام پیش آتا تھا تو بادشاہ اُن مقامون مین جہان اچھوتیان رہتی تھین گوشہ نشین ہوتے تھے اور اہل شہر کہتے تھے کہ حضرت اچھوتے مین رونق افروز ہین اور دربار قطعًا بند رہتا تھا کم کوئی مہینا ایسا ہوتا تھا کہ نصف ان معاملونمین بسر نہین ہوتا تھا - آخر سید محمد صاحب مجتہد خلف مولوی دلدار علی صاحب نے فتویٰ لکھکر بھیجدیا کہ اگر اس تقریب سے ثواب مقصود ہے تو بہر کیف حاصل ہوا اب مناسب یہ ہے کہ ان لڑکیون کا نکاح مومنین کے ساتھ کردیا جائے نہین تو یہ ثواب عذاب مین داخل کردیگا

نصیر الدین حیدر کی اپنی سوتیلی مان بادشاہ بیگم سے سخت مخالفت روشن الدولہ کا ایسی کارروئی کرنا جس سے بیگم کا انتہاے درجے کی تکلیف اور مذلت اُٹھانا - آخر کار رزیڈنٹ کا مداخلت کرنا

بادشاہ نے جب اپنی فضول خرچیون سے تمام خزانے پر جھاڑو پھیر دی تو اب اُنکو خرچ

پورا کرنے کے لیے بالائی روپیہ کی ضرورت ہوئی بادشاہ کو یہ گمان تھا کہ جس مکان مین بادشاہ بیگم رہتی ہین اُسمین کوئی حوض زر نقد سے لبریز نواب سعادت علی خان کے وقت کا دفینہ ہے اور غازی الدین حیدر نے جو کچھ اُنکو عطا کیا تھا اور جاگیر کی آمدنی سے جسقدر وصول ہوتا تھا وہ مستزاد ہے اسلیئے بیگم صاحبہ سے اُس مکان کا لے لینا مناسب تصور کیا اسکے علاوہ بادشاہ بیگم سے اور کسی سبب سے بادشاہ کو ملال تھا (۱) بادشاہ بیگم کو اعتماد الدولہ پر نظر شفقت تھی اور بادشاہ اُن سے مکدر تھے (۲) جسوقت قدسیہ محل نے انتقال کیا تو نصیر الدین حیدر نے حکم دیا کہ محل کی تمام بیگمات اور دوسری عورتین اس ماتم داری مین چالیس دن تک سیاہ لباس پہنین مگر بادشاہ بیگم نے یہ سیاہ پوشی گوارا نکی اور بادشاہ سے کہا کہ سیاہ لباس پہنا حضرت امام حسین کے ماتم مین زیبا ہے دوسرونکے غم مین سزاوار نہین اور بادشاہ کو ہر کس و ناکس کے غم و الم مین سیاہ پوشی شایان نہین بادشاہ بیگم کی یہ تقریر سُنکر آتوجی نے کہ پرکالۂ آتش تھی یہ آگ لگائی کہ اگر بادشاہ سلامت بیگم صاحبہ کے بطن سے ہوتے تو بیشک رنج و ملال مین حضور کی شریک ہوتین بادشاہ کا مزاج اس تقریر گرم نے اور افروختہ کیا اور بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ آپ جس مکان مین رہتی ہین وہ خالی کر دیجئے اور پچیس ہزار روپیہ ماہوار ہم سے لیا کیجئے اُنھون نے کہا کہ یہ مکان میرے سُسر نواب سعادت علی خان کا بنایا ہوا ہے اور غازی الدین حیدر کہ میرے شوہر تھے اُنھون نے یہان بٹھایا ہے تمھارا داعیہ نہین پہونچتا آخر اس نزاع لفظی کی نوبت نے طول کھینچا اور بادشاہ نے مولوی غلام یحییٰ خان کی معرفت رزیڈنٹ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا اور اس تقریر مین دونون طرف سے روپیہ بھی خرچ ہوا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو اس معاملے مین توجہ نہ تھی اُنھون نے سُنی ہی نکی مولوی صاحب کے مشورے سے بادشاہ نے صاحب رزیڈنٹ کو یہ پیام دیا کہ اگر آپ ہماری طرفداری نہین کرتے تو بیگم صاحبہ کی طرفداری بھی نکیجیئےگا ہم جو کچھ مناسب

سمجھین گے اُن سے سمجھ لین گے ان باتون سے بیگم صاحبہ نے نارضامند ہوکر رزیڈنٹ کو کہلایا کہ
ہماری جاگیر کا کاغذ بادشاہ سے منگا دیجئے اس نزاع کی کش مکش مین منغویون نے اور گل تازہ کھلایا
کہ دو تین حبشی خواجہ سرا مسلح بیگم صاحبہ کے محل مین اس موقع سے بٹھا دیے کہ بادشاہ نے معاودت
کے وقت اُنکو دست بہ قبضہ دیکھکر تصور کیا کہ بیگم صاحبہ نے اُنکو میرے قتل کے واسطے مامور
کیا ہے اس بات سے بادشاہ اور بھی غضبناک ہو گئے۔ بادشاہ نے نیا سانگ بنوایا کہ ایک
مفلوک عورت کو بادشاہ بیگم خطاب دیکر محل کی چند عورتونکو حکم دیا کہ ایک مگس رانی کرنے لگی اور
ایک نے مورچھل ہلانا شروع کیا اور ایک نے اُگالدان ہاتھ مین لیا اور ایک نے پنکھا جھلنا
شروع کیا اور ایک نے پاندان کی خدمت اختیار کی اور اسطرح دو نوکرین اُس عورت کے
ساتھ ہوئین اور یہ مشہور کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ تشریف لاتی ہین اسطرح بیگم صاحبہ کے افعال
کی نقلین اُتاری جاتی تھین بادشاہ اور محل کی عورتین قہقہہ مارکر ہنستی تھین حالانکہ رونے کا
مقام تھا جب ان حرکتون سے بھی مدعا حاصل ہوا تو بادشاہ نے بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ مرزا
فریدون بخت عرف منا جان کو انکی مان سمیت ہمارے پاس بھیجدو اُنھون نے جواب دیا
کہ جس وقت غازی الدین حیدر نے مجھ سے تمکو طلب کیا تھا تو مین نے نہ دیا تھا اب فریدون بخت
کی مفارقت کسطرح گوارا کرونگی کہ اُسکو تمھارے حوالے کردون بادشاہ نے اپنے نوکرون کو
حکم دیا کہ کوئی بادشاہ بیگم کی اطاعت نکرے اور بُری بُری باتین اُنھین کہا کرین چنانچہ افضل
چوبدار اُنکی ڈیوڑھی پر نا ملائم الفاظ بے تکلف کہتا تھا جنکو سُنکر بیگم صاحبہ رنجیدہ ہوتی تھین
اور بادشاہ خوش ہوتے تھے ان باتون کی بدولت چوبدار مذکور مردہ کر دیا گیا آخر کار روشن الدولہ
رزیڈنٹ کے حکم سے اصلاح کے درپے ہوئے کبھی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جاتے تھے اور کبھی
مرزا محمد علی خان بن نوازش علی خان بن سالار جنگ کو اور کبھی عبد الباقی خان بن عبد الرحمن خان

قندھاری کو جو صاحب رسالہ تھا بلا کر سمجھاتے تھے اور خوف دلاتے تھے لیکن بادشاہ بیگم
یہی جواب دیتی تھین کہ جب مین نے معتمد الدولہ آغا میر کے افسون کی حقیقت نہ سمجھی تو دوسرا
کیا مال ہے خصوصًا اپنی گود کے پالے ہوئے سے ڈرنا عقل سے دور ہے بیہودہ سرزنش
اچھی نہین یہ معاملہ ابھی طے نہین ہوا تھا کہ رزیڈنٹ کی روانگی کسی ضرورت سے کلکتے کی طرف
ہوئی بیگم صاحبہ کے متوسلون نے مشہور کیا کہ وہ بیگم صاحبہ کی طرف سے جاتے ہین یہ خبر سنکر
بادشاہ بہت متوحش ہوے اور کوٹھی فرح بخش سے اُٹھکر نواب آصف الدولہ کے تعمیر
کیے ہوئے مکانون مین چلے گئے جب رزیڈنٹ واپس آئے تو بادشاہ کا دل ہاتھون مین
لیا اور وہان سے اُٹھا کر فرح بخش مین لائے اور بادشاہ بیگم سے کہلا بھیجا کہ بادشاہ بیٹا تمھارا نادان
ہے اور آپ دانشمند ہین فرزند کی دلداری واجب ہے اس لیے مناسب ہے کہ آپ اُس مکان سے
اُٹھکر جو مکان آپ کے پسند ہو وہان قیام فرمائین بیگم صاحبہ نے جوابدیا کہ مجھکو فیض آباد مین
جو میری جاگیر ہے بھیجدیجیے لیکن اُسوقت جاگیر بھی بادشاہ نے بند کرلی تھی یہ صورت قرار پائی
بادشاہ نے جو اپنے حق مین رزیڈنٹ کی اتنی پاسداری پائی تو راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کو
حکم دیا کہ جسطرح بن پڑے بلا رو و رعایت قانون تعظیم و تکریم کے بادشاہ بیگم کا مکان خالی کرالے
اُس نے حسب الحکم بادشاہ - اول تھوڑے سپاہی بیگم کے مکان کے آس پاس کھڑے کیے آخر
راجہ شیو دین سنگھ کو اپنی طرف سے جمعیت کثیر کے ساتھ مامور کیا راجہ شیو دین نے کشن چند مودی
وغیرہ گیارہ ملازمان بیگم صاحبہ کو قید کرکے ٹیڑھی کوٹھی مین بھیجدیا اور ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق
۱۹ ماہ اپریل ۱۸۳۵ء کو بیگم صاحبہ کے مکان کا محاصرہ کیا آب و دانہ بند کردیا بیگم صاحبہ نے
بھی اپنے چند خاص برداروںکو مسلح کرکے دروازے پر متعین کردیا بیگم کے یہان دو پلٹنین نوکر تھین
جن کا درماہہ خواجہ سرا اُڑا لیتے تھے اور آدمی اُن مین نہین رکھتے تھے جب ایسے وقت مین بیگم کو

اُن سپاہیون کی ضرورت واقع ہوئی تو نشان نہ پایا سمجھ گئین کہ نمکحرام اُنکی تنخواہ سرکار سے
آپ لے لیا کرتے تھے چونکہ ایسے موقع پر خواجہ سراؤن سے بازپرس کرنا دانائی سے بعید
تھا اسلیئے خاموش ہو رہین الغرض راجہ مذکور نے پانچ سیڑھیان مضبوط دیوار باغ سے
جو بیگم کے محل کے متصل تھا بندھوا دین اور بیلدارون کو حکم دیا کہ اوپر چڑھکر محل کو گرا دین
بیگم بھی یہ حال معلوم ہوتے ہی مع مغلانیون اور حبشنون کے محل سے نکل کر باد شاہی
آدمیون پر اینٹ اور پتھر اور لکڑیان برسانے لگین یہان تک کہ وہ لوگ بھاگ نکلے
اور دروازے تک اُن کا تعاقب کیا۔ اس حالت مین راجہ مذکور اور بادشاہ کا چیلہ
امام علی اینٹ سے مجروح ہوئے اور بیگم اپنے محل کو لوٹ گئین آخر کار راجہ نے ان
سپاہیون کو حکم دیا کہ اب ادب ولحاظ کو ترک کرکے بے تحاشا محل مین گھس پڑو اس
درمیان مین کسی نے محل مین سے بندوق سر کردی اس وجہ سے لڑائی شروع ہوگئی
اور طرفین سے بندوق چلنے لگی چار حبشنین تیر و بندوق سے ماری گئین اور ظالم سنگھ
صوبہ دار اور ایک سپاہی فوج شاہی کا اور ایک راہ رو بیگم کے سپاہیون کی گولیون سے
زخمی ہوئے اور ابراہیم بیگ خاص بردار اور ایک نجیب اور چند عورتین بیگم کی طرف سے
کہ چھت پر تھے تیر و بندوق سے کام آئے اس شورش کی وجہ سے بازار کی دوکانین
بند ہوگئین۔ بادشاہ نے یہ خبر سُنتے ہی حکم دیا کہ ایک توپخانہ لیجا کر لگا دو اور علی رضا بیگ
کوتوال کو حکم دیا کہ بازار کے دوکان دارون کو تسلی وتشفی کردو کہ دوکانین بند نہ کرین
اس اثنا مین بیگم صاحبہ جدال وقتال اور تشنگی وگرسنگی سے جان بلب ہوکر باغ کی جانب
سے دروازۂ درگاہ ائمہ اثنا عشر مین تشریف لائین اور راجہ مذکور سے امان چاہی
نوکرون نے مقتولون کی لاشین دریاے گومتی مین بہادین اور روشن الدولہ نے حاضر

ہوکر عرض کیا کہ بیگم صاحبہ امان چاہکر یہ خواہش ظاہر کرتی ہین کہ الماس باغ مین جو الماس علی خان کا بنایا ہوا تھا چلی جائین یہ باغ پہلے سے بیگم صاحبہ کی سکونت کے لیے تجویز ہوچکا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً سواریان بھیجدیجائین چنانچہ پچاس رتھ اور ستر میانے بھیجدئے گئے اور کوتوال کو حکم دیا کہ بقالون کی دو تین دوکانین الماس باغ مین بھیجدے پہر دن رہے بیگم صاحبہ مع فریدون بخت کے سُکھپال مین سوار ہوکر چلی گئین اور مغلانیان اور خواصین میانون اور رتھون مین سوار ہوکر گئین اور پانچ چھ زخمی عورتونکو ہمراہ لے گئین اور اُنکے ساتھ مادھو سنگھ کا رسالہ اور دو کمپنیان دجیت کی تھین پیاس کی کثرت سے بیگم صاحبہ نے راستے مین پانی مانگا۔چونکہ مکان برسون سے بے مرمت پڑا تھا نہ وہان روشنی کا سامان تھا نہ فرش تھا اس لیے رات بھر بیگم صاحبہ سکھپال مین رہین اور دوسری عورتین بھی بے آرام پڑی رہین نہ کھانا ملا نہ کافی پانی۔اور بیگم صاحبہ کے محل مین بادشاہ کے حکم سے فتح علی خان کپتان نے قبضہ کرکے تمام کوٹھریون مین قفل ڈالدیے اور اس کش مکش مین اکثر اسباب تلف ہوگیا اور بعد اسکے بیگم صاحبہ کے تمام نوکر قید سے رہا ہوگئے۔

ایکدن شب کے وقت نصیرالدین حیدر نشۂ شراب کے عالم مین سوار ہوکر جوش محبت مادری مین بیگم صاحبہ کے پاس تنہا الماس باغ مین پہونچے جو لوگ دروازے پر پہرے چوکی کے لیے مامور تھے اُنھون نے عدم شناسی کی وجہ سے اول روکا جب معلوم ہوا کہ اس ہیئت سے بادشاہ آئے ہین تو اندر جانے دیا۔بادشاہ نے سلام و نیاز کے بعد معذرت کی اور چاہا کہ اپنے ہمراہ محلات مین لیجائین چونکہ رات کم تھی بادشاہ بیگم نے کہا کہ اب رات تھوڑی باقی ہے آپ یہان استراحت کرین وقت صبح اگر منظور خدا ہے ظہور مین آئے گا۔بادشاہ نے اُسوقت سردی کی شکایت کی اور چاہا کہ آرام کرین۔بستر خواب پر دراز ہوئے بادشاہ بیگم نے شالی رضائی اوبر

اُڑھا دی تاکہ سردی دفع ہو چونکہ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا بادشاہ نے اُٹھ کر کہا کہ صبح کو سواری بھیجکر آپکو بلا لونگا اور خود سوار ہو کر چاند گنج مین تشریف لے گئے وہان روشن الدولہ موجود تھے اُن کو اس ساری کیفیت سے مطلع کیا اُنکو اور ہی فکر لگی ہوئی تھی اُن کے فریب کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ سمجھا کہ بادشاہ بیگم سے زیادہ کوئی اور دوسرا بادشاہ کا محافظ اور دلسوز نہین ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت دوسری مرتبہ ایسا کام نمک حرام خانہ زادکو معلوم ہو چکا ہے کہ بیگم صاحبہ حضرت کی جان کی دل سے دشمن ہین فلان فلان حبشنین حضرت کے قتل پر زہر کھائے ہوئے تھین لیکن خواجہ سرا نے سینہ سپر ہو کر اُس صدمۂ عظیم سے بچایا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گئے اور اُس شالی رضائی کو کہ ابھی تک اوڑھے ہوئے تھے آگ مین جلوا دیا اور اُس خواجہ سرا کو کہ جسکا روشن الدولہ نے نشان دیا تھا طلب کیا روشن الدولہ نے کہ در پردہ بادشاہ کے جانی دشمن تھے خواجہ سرا کو نظارت کی طمع پر ایسا رضامند کیا اور حسن کی صورت شیشے مین اُتارا کہ اُس دیوانے نے اُس مضمون کو طلاقت لسانی سے بادشاہ کے سامنے بیان کیا اور اس وجہ سے آتش نزاع جو شعلہ زن تھی نہ بُجھی بلکہ اور بھڑک اُٹھی اور یہ تشریف لیجانا بادشاہ کا بادشاہ بیگم کے پاس مصلحت سے خالی نہ تھا رزیڈنٹ کی زبان بندی کے واسطے یہ امر ظہور مین آیا تھا کہ باوجود عذر و معذرت کے بادشاہ بیگم نے اپنی سخن پروری کی۔ الماس باغ سے واپس آنا قبول نکیا جب بیگم صاحبہ پر اُس خواجہ سرا غلام کی کیفیت کھلی جو قاتلون کے ہاتھ سے بادشاہ کو بچانے والا بنا تھا تو نہایت دل شکستہ اور پریشان خاطر ہوئین۔ آخر کار بیگم صاحبہ کے بھانجے اور بھتیجے یعنی مرزا ذوالفقار علی اور مرزا علی خان وغیرہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور وہ اقربا جو مدت سے جدا تھے تمام یکدل متفق ہو کر حاکم کے خوف اور غارتگری کے اندیشے سے الماس باغ کے دروازے پر

سکونت پذیر ہوئے - بیگم صاحبہ نے اپنی حفاظت کے لیے جدید سپاہ نوکر رکھنا چاہی چنانچہ
امام بخش سقہ ساکن فتح گنج ملازم اپنے کو فراہمی سپاہ کا حکم دیا اُس نے آٹھ نو ہزار کے قریب
آدمی بھرتی کیے اور امام بخش جرنیل مشہور ہوا جن مین ہر قسم کے بدمعاش دلیر اشتہاری اور راجپوت
وغیرہ تھے - اور گھنڈی والی پلٹن ہمراہی غالب جنگ اور سپاہیان بھر مار ہمراہی فقیر محمد خان
رسالہ دار نے جو سرکار شاہی سے موقوف ہوئے تھے بیگم کے یہان نوکری کر لی اور ان کے افسر
موہن سنگھ اور لالتا پرشاد راجپوت جو نہایت جوانمرد تھے بنائے گئے انمین سے مسلمانونکو روٹیان
اور ایک پیالہ قلیے کا یا دال کا پیالہ اور ہندوؤنکو فی نفر سیر بھر آٹا اور دال ہر وقت ملتی تھی اور
اُن سے یہ وعدہ تھا کہ عروج و دولت کی ترقی کے دن تمھاری تنخواہین مقرر ہوجائین گی
اور محل مین بیگم صاحبہ کے پاس بی مغلانی اور فرخندہ خانم اور امانی خانم وغیرہ کارپرداز تھین
بیگم صاحبہ جاگیر کا کاغذ چاہتی تھین اور سفر فیض آباد کے لیے زر نقد کی بھی طالب تھین اور
رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس خاطر سے اس معاملے مین زیادہ مداخلت کرتے نہ تھے نہ خود
بیگم صاحبہ کے پاس جا سکتے تھے - نہ زر نقد بھیج سکتے تھے کلکتے سے اس باب مین جواب
ملنے کے منتظر تھے - اور جب رزیڈنٹ روشن الدولہ سے بیگم صاحبہ کے بارے مین کچھ کہتے
تھے تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ جس کام پر کمر ہمت باندھی ہے اُسکا ظہور بیگم صاحبہ کی دوری کے
بدون غیر ممکن ہے اور جاگیر کے باب مین جواب دیتے تھے کہ خرچ کی منہائی کے بعد جو جمع
قرار پائے بیگم صاحبہ اہلکاران سلطنت کے ہاتھون سے لیا کرین ابھی یہ تکرار طے نہوئی تھی
کہ روشن الدولہ کو اور دور کی سوجھی اور اپنے دل مین سمجھے کہ یہ جملہ کارپردازی اعتماد الدولہ کی
بہن فیض النسا مغلانی کی وجہ سے ہے اُسکو محل سے نکالا چاہیئے اگر یہ نہ نکلی تو بیگم صاحبہ کی
جاگیر پر عامل مقرر ہو گا اور ہماری خورد و برد ضائع ہو گی اور جب تک وہ محل مین موجود ہے

ہمیشہ ہر معاملے مین رزیڈنٹ سے جوابدہی پڑے گی آخر ناجی کی تالیف قلب کر کے
اپنا شریک کیا اور فیض النسا کی بیٹی چھوٹی خانم کی معرفت سلسلہ جنبانی ہوئی اُنھون نے
مغلانی کو پیام دیا کہ بادشاہ کو بیگم صاحبہ کی جُدائی منظور نہین اور دشمن اس بات پر زہر کھائے
ہوئے ہین کہ مان بیٹون مین کسی طرح صفائی کی صورت نہو اس سے بادشاہ نے تم کو
طلب فرمایا ہے کہ صفائی ہو جائے بی مغلانی اصل معاملے سے غافل حسب وعدہ سوار
ہو کر در دولت پر پہونچی یہان دام تزویر بچھا تھا ہی ابھی سواری اُتری نہ تھی کہ دربان نے
روشن الدولہ کے اشارے کے موافق منع کیا کہ بدون بادشاہ کے حکم کے یہان سواری
اُترنا محال ہے اس تکرار مین وہ طول کھنچا کہ روشن الدولہ اور کنبوہون کے آدمی بلا کی
صورت پہونچے اور کہارونکو محل سے بلا کر پردہ سواریکا اُٹھایا اور مغلانی کو کشان کشان
روشن الدولہ کے پاس لے گئے اُنھون نے پوچھا کہ تو در دولت پر کسواسطے آئی ہے اُس نے
کہا کہ بادشاہ کی طلبی کے موافق حاضر ہوئی ہون روشن الدولہ نے اُسوقت جا کر بادشاہ کے
کان مین یہ منتر پھونکا کہ یہ سونے کی چڑیا در اصل بیگم صاحبہ کی عقل کی کنجی ہے اس
مکر و فریب کے ساتھ ہاتھ آئی ہے اور بہر صورت بندگان حضرت کے فائدے کی بات
ہے بادشاہ کے حکم سے وہ تیرہ بخت کوٹھی نور بخش مین قید ہوئی اور آرام کے سامان
بند ہوئے چند عرصے مین علیل ہو گئی اور یہ خبر متواتر رزیڈنٹ کو پہونچی اُنھون نے
روشن الدولہ سے کہا کہ یہ مغلانی اس طرح مر گئی تو تمھارے حق مین اچھا نہو گا ناچار
عالم مجبوری مین کچھ اُس سے لیکر چھوڑ دیا۔

مغلانی کے فراق نے بیگم صاحبہ کی کمر ہمت توڑ دی تھی وہ جب تک محل مین تھی
اُسکی کارگزاری کی وجہ سے نوبت فاقے کی نہ آئی اب فاقے پر فاقہ تھا کارپردازان سلطنت

کچھ سنتے ہی نہ تھے اور شہر کے مہاجن بھی کچھ قرض نہین دے سکتے تھے زیور اور جواہر اُن کا جس کسی نے مول لیا اُس کا گھر ضبط کیا گیا غرض عجب بلا مین مبتلا تھین نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن جعل خورون اور جعلسازون کا بازار گرم تھا اور محل کے خواجہ سرا اپنے خیال مین پڑے تھے کہ فرخندہ خانم مہردار سے ملکر کاغذ پر مہرین چھاپ کر گشایش کی امید مین شیرینی کی صورت تقسیم کرتے تھے تاکہ رزیڈنٹ کو بیگم کا مدد و معاون بنادین اور بیگم صاحبہ کے خیال مین یہ بات تھی کہ ہمارے واقعات رزیڈنٹ تک پہونچتے ہین اکثر عیسائی گل تازہ کھلاتے تھے کہ اپنی میمون کو باغ مین بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر سبز باغ دکھاتے وہ نہال ہوکر طلائی و نقرئی اسباب انعام مین بخشتی تھین کہ انھین کی وجہ سے رزیڈنٹ تک میری پریشانی کا حال پہونچکر یہ روز بد سر سے ٹل جائے مگر کسی کی کوشش سے کام نہ نکلا - اہالی سلطنت ایسے غافل تھے کہ اُنکو اس اجتماع کی جو بیگم صاحبہ کے پاس ہوگیا تھا ذرا پروا نہوئی جب ان لوگون نے آس پاس کے باغات مین جاکر دست اندازی شروع کی تو بادشاہ کو اخبار کے ذریعہ سے اس سپاہ کی فراہمی کا حال معلوم ہوا بادشاہ نے بیگم کو حکم دیا کہ ان سب کو موقوف کر دینا چاہیئے بیگم نے جواب دیا کہ مین صحرائے لق و دق مین رہتی ہون چورون سے حفظ و حراست کے لیے یہ تمام آدمی نوکر رکھے ہین بادشاہ کے حکم سے شہر مین منادی ہوگئی کہ اگر کوئی بادشاہ بیگم کی نوکری کرے گا سزا پائے گا اور رزیڈنٹ کو بھی اس بات کی اطلاع کر دی گئی اور واسطے تدارک اور دفع فتنہ و فساد کے سپاہ شاہی متعین ہوئی بادشاہ کی سپاہ نایابی تنخواہ کی وجہ سے پریشان اور بددل ہو رہی تھی روشن الدولہ نے اُنکی تالیف قلوب کے واسطے جسطرح بنا تنخواہ تقسیم کی تاکہ لڑائی کے وقت جانبازی سے دریغ نکرین سپاہی بیگم صاحبہ کو دعا دینے لگے کہ اُنکی بدولت مدت

دراز کے بعد تنخواہ دیکھنا نصیب ہوئی۔ راجہ لال جی نائب جرنیل اور قیام الدولہ پٹر جنید
اور فقیر محمد خان اور میگنس صاحب رسالون سمیت اور رابرٹ صاحب پلٹن اور توپخانہ
کے ساتھ اور بالا گنج کا توپخانہ یہ سب بھیجے گئے اور ناکے کے اس طرف جو الماس باغ
کے پاس ہے اس سپاہ نے مورچے قائم کیئے اور دوسری جانب بیگم صاحبہ کی سپاہ نے
اپنے مورچے جمائے۔ اگرچہ رزیڈنٹ نے خانگی مقدمات ہونے کی وجہ سے ابتدا سے
بیگم صاحبہ کے جھگڑون مین مداخلت نہین کی تھی لیکن یہ خبر سنکر اہالیان سلطنت کی
غفلت پر افسوس کیا اور خیال کیا کہ یہ مناقشہ طول پکڑکر سلطنت کی بنیاد کو ہلا دیگا اسلیئے
مخبر بھیجکر اصل کیفیت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ سارا حال صحیح تھا پھر آپ موقع پر گئے تو
سپاہ شاہی کو نہایت مضمحل اور حقیر حالت مین پایا ساز و سامان بالکل پرانا ٹوٹا پھٹا تھا
اور بیگم صاحبہ کی تمام سپاہ کا سامان درست اور آدمی بھی تناور و قوی و چست تھے اندیشہ
کیا کہ شہر قریب ہے مبادا کہین طرفین مین ہتھیار چل جائے تو شہر لٹ جائیگا اس لیے
۳۔ جمادی الاولے ۱۲۵۲ہجری مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۳۶ء کو میر منشی سید التفات حسین خانکو
بیگم کی خدمت مین فہمائش کرکے اس جمعیت کو موقوف کرنے کے لئے بھیجا وہ الماس باغ
مین گئے پس پردہ بیگم بیٹھین اور پردہ کے اس طرف میر منشی کرسی پر بیٹھے اور رزیڈنٹ کیطرف
سے سلام و نیاز پہونچانے کے بعد کہا کہ ہمکو امر خانگی ہونے کی وجہ سے جانبین کے مناقشے
مین دخل دینا منظور نہ تھا لیکن خرخشہ طویل ہو گیا اور ریاست مین فساد ہونے کا احتمال ہے
اور قریب ہے کہ مخلوق پریشانی مین مبتلا ہو جائے اور سلطنت اودھ کی حراست و حفاظت
دشمن بیرونی و اندرونی سے سرکار دولتمدار کمپنی کے ذمے عہدنامونکی وجہ سے ہے اسلیئے
طوعاً و کرہاً مداخلت کی جاتی ہے آپ کو اس قدر مسلح آدمی بے اذن والی ملک کے نوکر رکھنا

مناسب نہ تھا بہتر یہ ہے کہ سب کو آپ برطرف کر دین اور بقدر ضرورت چار پانسو آدمی حفاظت وبند وبست کے لیے رہنے دیے جائین میری طرف سے آپکی خیر خواہی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہو گا اور آپکا درماہہ برابر سرکار شاہی سے پہونچتا رہے گا اور حفاظت اہالی سرکار کمپنی سے اچھی طرح ہوگی اور گورنر جنرل کی خدمت مین یہ تمام حال لکھدیا جائیگا اگر آپ میری گزارش پر عمل نکرینگی تو سپاہ انگریزی کی دو کمپنیان بھیجدیجائینگی جو آپ کی تمام جمعیت کو پریشان کر دینگی اور اُسوقت آپکو تحسر و تاسف فائدہ نہ بخشے گا یہ سُنکر بیگم صاحبہ اور فریدون بخت اور تمام خواصان محل زار زار رونے لگین پھر بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو رزیڈنٹ کے حکم کی تعمیل مین عذر نہین اور ہر وقت مجھکو یہ منظور تھا کہ کسی نہ کسی طرح رزیڈنٹ صاحب میرے معاملات مین مداخلت کرین تاکہ مین دشمنون کے شر سے امن پاؤن اور سلیمان جاہ کی جسطرح مین نے تربیت اور پرورش کی ہے وہ رزیڈنٹ پر روشن ہے مگر دشمنون کے بہکانے سے اُنھون نے میری خرابی پر کمر باندھی ہے اب کہ اس ویرانے مین رہتی ہون تب بھی مفسد توہین اور تذلیل کے درپے ہین اور ہر روز ایک نیا پیغام بھیجدیتے ہین ورنہ مجھکو اتنے آدمیون کے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی مجبور ہوکر حفاظت عزت کے لیے اتنی جماعت فراہم کی ہے اگر رزیڈنٹ میری جاگیر جو میرے شوہر نے عطا کی تھی دلوادین تو وہان چلی جاؤن ۔ میر منشی نے جوابدیا کہ مین اس بات کے واسطے رزیڈنٹ کیطرف سے مامور نہین ہون تاکہ کچھ اسکا جواب دون اگر آپ کو کچھ کہنا سُننا ہے تو اپنا حال لکھدیجئے مین اُنکے سامنے پیش کر دونگا اور آپ کے پاس جواب آجائے اگرچہ اقرار واثق نہین کرسکتا مگر اتنی تنخواہ گذراوقات کے لیے جو آپ کی ذات اور نوکرون کے لیے کافی ہو گورنر جنرل کی اجازت سے مقرر ہو جائیگی ۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو تو

غرض جاگیر سے ہے اور نوکرون کو مین ابھی موقوف کرنے کو تیار ہون لیکن عرصۂ دراز سے
اُنکو چڑھی ہوئی تنخواہ نہین ملی ہے اُنکے فساد کرنے کا اندیشہ ہے جوکچھ سونے چاندی کا اسباب
تھا آج تک فروخت کرتی رہی سرکار شاہی سے کچھ بھی نملا اب دینے کو کچھ میرے پاس نہین
اگر تین لاکھ روپیے دلوا دیئے جائین تو اُنکی تنخواہین بیباق کرکے علیحدہ کر دیا جائے میر منشی
نے کہا کہ عرصۂ دو سال سے اُنکو کہان سے دیا گیا کہ اب برطرفی کے وقت یہ عذر کیا جاتا ہے
غرضکہ میر منشی نے بیگم صاحبہ کو اچھی طرح سمجھا کر قسم کے ساتھ موقوفی سپاہ کا وعدہ لیا اور
اُنھون نے بھی میر منشی کے سامنے سپاہیونکو مورچون سے بلا کر ہتھیار کھولدینے کا حکم سُنا دیا
میر منشی وہان سے رزیڈنٹ کے پاس واپس ہوا اور تمام حال بیان کیا۔ اور رزیڈنٹ
سے اس کام مین مداخلت کی اجازت حاصل کرلی اور ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے
نقد اور پندرہ ہزار روپیہ ماہوار اُنکے خرچ کے لیے بادشاہ کی استرضا سے تجویز کیا اور تمام ملازمان
بادشاہی کو حکم سُنا دیا کہ بیگم صاحبہ کے کسی نوکر سے کوئی شخص کسی طرح کی مزاحمت نکرے جہان وہ
جاہین پھرین چلین اور بیگم صاحبہ کو لکھا کہ آپکو پندرہ ہزار روپیہ ماہوار ملا کرینگے اور ایک
لاکھ روپے نقد دیے جائینگے بشرطیکہ آپ کل سپاہ علیحدہ کرکے صرف چار سو آدمی اپنی
حفاظت کے لیے رکھ لین۔ بیگم نے پھر رزیڈنٹ کو درخواست دی کہ تین لاکھ روپے کے بغیر کام نہین
چلیگا اور نہ پندرہ ہزار روپے میرے مصارف کو کافی ہونگے لیکن رزیڈنٹ نے نہ مانا ناچار
بیگم صاحبہ نے طوعاً و کرہاً رزیڈنٹ کے قول کو مان لیا اور ایک لاکھ روپے خزانۂ شاہی سے نکلکر
بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا گیا اور امداد و خدابخش چوبدارونکو حکم ہوا کہ اپنے سامنے سپاہ کو تنخواہ
تقسیم کرا کر برطرف کرادین۔ بیگم صاحبہ نے چوبدارون کے روبرو اُن روپیون مین سے بعض
سپاہیونکی تنخواہ دلوا کر بظاہر اُنکو برطرف کردیا اور اُن سے خفیہ کہدیا کہ تم ہمارے نوکر ہو اپنے

مکانون پر بیٹھے رہو اور اپنے وکیل مرزا علی خان کی معرفت جو اُنکے بھلے بُرے تھے رزیڈنٹ کو
کہلا بھیجا کہ ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے کافی نہین اسلیے اور روپیہ دینا چاہیے بہت سی
گفتگو کے بعد رزیڈنٹ ایک لاکھ روپے سے اور امداد کرنے کو راضی ہوے چنانچہ حسب الحکم شام کو
ایک لاکھ روپے سربمہر ہوئے کہ صبح کو بیگم صاحبہ کے یہان بھجوا دیے جائینگے کہ رات مین
بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔

مادر مہربان کے ساتھ بادشاہ کے ایسے ناخلفانہ سلوک کا انگریزون پر اثر

ملخص تاریخ اودھ مین ہست پرشاد نے لکھا ہے کہ جن دنون نصیر الدین حیدر کا
بادشاہ بیگم کے ساتھ تنازع ہوا تھا تو اُن سے ایسی نامناسب حرکتین ہوئین کہ انگریزون کو
بہت ناگوار گزرین اور اُنکا سمجھانا مفید نہوا عجب نہ تھا کہ بادشاہ کے جیتے جی سلطنت کا
حال بدل جاتا لیکن اُنکی موت سے پردہ پوشی ہوگئی۔

بادشاہ کی شکستہ حالی۔ سلطنت کی ابتری اور آخرکار اپنے مقربین کے ہاتھون سے جان دینا

مادر مہربان کی شکستہ خاطری۔ رعایا کی پریشان حالی سے آخرکار برق قہر آسمانی حضرت
ظل سبحانی پر ٹوٹی اور اُنکی جان پر آبنی یعنی جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو روشن الدولہ کو
انگریزون کے ساتھ موافقت پیدا ہو جانے کی وجہ سے بڑا اقتدار حاصل ہوگیا ہر ایک چھوٹا
بڑا اطاعت کرنے لگا ملک کی آمدنی مین کمی ہوئی۔ خزانہ خالی ہوا۔ بادشاہ کو اضطراب نے

ہاتھون ہاتھ لیا اکثر عالم انتشار مین محل کے اندر عورتون سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ تمھاری
قسمتون مین ہے جلد جلد مجھ سے لیلو اور عیش کرلو کہ میرے بعد جوار کی روٹی اور ماش کی دال
نصیب ہونا سخت مشکل ہے نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ بن نواب سعادت علی خان
کے بیٹون نے انگریزی افسرون سے تحریرات شروع کی ہین اور چاہتے تھے کہ سلطنت اُن کو
ملجائے اسوجہ سے مجھکو منظور ہے کہ ایک کوڑی خزانے مین باقی نرہے اور روشن الدولہ اس فکر
مین تھے کہ جسطرح بیگم صاحبہ کا اخراج ہوا ہے اسیطرح بادشاہ کے اور ہواخواہون کا بھی اخراج
ظہور مین آئے تاکہ پھر کوئی کانٹا باعث کاوش محل مین باقی نرہے آخر یہ نوبت پہونچی کہ براتی خانم
جسکو بادشاہ دَدَا کہتے تھے اور بادرچیخانۂ خاص سلطانی اس سے متعلق تھا اور جگنا خانم اور
باقی اسامیان عیش محل نے جو یہ رنگ خراب دیکھا اور سمجھین کہ انجام کار آبرو پر پانی پھر یگا
تو بیماری وغیرہ کا حیلہ کرکے گھرون مین بیٹھ رہین اس عرصے مین گورنر جنرل نے متواتر اودھ کی
بدانتظامی رفع کرنے کے لیے تاکید لکھی اور رزیڈنٹ نے بھی دفتر کے دفتر شکایت مین گورنر جنرل کو
لکھے اور جب رزیڈنٹ وزیر پر تاکید کرتے تو وہ کہتے کہ مجھکو بادشاہ کے مزاج مین مداخلت نہین
اگر اُن سے کمی سپاہ کے بارے مین عرض کرتا ہون تو کہتے ہین کہ میرے نوکرون کو کسواسطے
برطرف کرتے ہو اور مُلک کو امانی کرنا چاہتا ہون تو فرماتے ہین کہ نواب صفدر جنگ کے
عہد سے ہمارے ملک مین یہ رسم جاری نہین ہوئی عملدرآمد قدیم کے خلاف لاکھون روپے کا
نقصان اُٹھانا کیا ضرور اور مصارف محلات کی بابت زبان سے کچھ نکالتا ہون تو یہ
جواب دیتے ہین کہ تمکو ہمارے گھر سے کیا کام ہم جسکو چاہتے ہین بخشتے ہین اور اگر تماشائی سنکر
مہر سکوت لب پر لگاتا ہون تو آپ بدنام کرتے ہین اور اگر زیادہ سبقت کرتا ہون تو حکیم
مہدی علی خان کے مانند مغضوب ومعزول ہونے کا خوف ہے اور آپ سے تدارک کی امید

نہین۔بہرصورت اس مرض سخت کا علاج منظور نظر ہے کہ اس مریض کو ایسا چنگا کیجیے کہ
پھر قیامت تک صورت نظر نہ آئے لیکن اس شرط سے کہ آپ جان اور حرمت کے محافظ
بنین اور عہد مستحکم کے ساتھ ضمانت کرین رزیڈنٹ نے یہ بات سُن کر فقط یہ جواب دیا کہ جس مین
خلق کی بہبودی اور رعایا کی خوشنودی ہو اور ریاست کا نام باقی رہے وہ تدبیر عمل مین لاؤ
بعد اسکے شراب دار اور آبدار وغیرہ جو قوم مسلمان اور ہنود و نصاریٰ سے بادشاہ کے پاس
ساقی گری کی خدمت پر ممتاز تھے اس بات پر آمادہ کیے گئے کہ شراب مسموم بادشاہ کے
استعمال مین لائین لیکن یہ تدبیر کارگر نہوئی یہ معاملہ طشت از بام افتادہ کی مانند مشہور ہوا
اور بدنامی کے ساتھ اُن لوگون کی آبرو پر پانی پھرا اور جب بادشاہ کو علاج سے صحت کامل
ہوئی تو نہایت بدحواس ہوئے اور اب بادشاہ پر اپنے بدخواہ دوست نماؤن کی عداوت قلبی
کی صورت کھلی حفظ جان کے واسطے چار چار روز برابر کھانے پر اس خوف سے ہاتھ
نہین بڑھاتے تھے کہ شاید مسموم ہو عمارت کے مزدورون اور پہرونکے تلنگون سے بھُنی
ہوئی جوار اور چنے لیکر اپنی جیب مین بھر رکھتے تھے اور اُنکو کھا کر امید و بیم مین اوقات بسر
کرتے تھے اسوقت مین بھی جو شریف زادے تھے وہ عالم مجبوری مین کنارہ کش ہوئے فقط بدخواہ
رذیل اور کمینے لوگ باقی رہے اُنھین سے دو کہاریون دھنیا اور ڈلوی نے جو ہمہ تن روشن الدولہ
کے جادۂ اطاعت سے باہر نہ تھین صحبت گرم رکھی قضائے کار بادشاہ کی طبیعت شراب کی
کثرت اور برف کے استعمال سے ناساز ہوئی اور استسقا پیدا ہو گیا ہاتھ پاؤن مین ورم آگیا
ہروقت موزے اور دستانے پہنے رہتے تھے اور بادشاہ بیگم علالت کا حال سُنکر ہمیشہ رنج والم
مین مبتلا رہتی تھین اور اُنکی بڑی آرزو یہ تھی کہ چل کر آخری دیدار نور دیدہ کا کر دن لیکن بادشاہ
دیدۂ و دانستہ چشم پوشی کرتے تھے اور رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ مین بیگم صاحبہ سے ملاقات نکرونگا

کہ وہ مجھکو بیمار و نزار دیکھ کر خوش ہونگی - ۳- ربیع الثانی ۱۲۵۳ہجری تک اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت تھی اور اپنے پانؤن سے چلتے پھرتے تھے اتفاقاً اُسدن انّا جی کے یہان سے کھانا آیا تھا اس مین قلیہ کریلے پڑا ہوا بھی تھا بادشاہ نے اُسکو کھایا رات کے وقت چوکی پر گئے اور وہان سے آکر انگڑائی لی اور بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے لحاف اوڑھ لیا۔ اب یہان مختلف طور پر روایت کرتے ہین بعض کہتے ہین کہ اسوقت بادشاہ کا کام تمام ہو گیا اور بعض کہتے ہین کہ ابھی رشتۂ حیات منقطع نہوا تھا کہ دھنیا مہری وغیرہ وہان کے حاضرین نے تربوز کے پانی مین زہر ملا کر بادشاہ کے حلق مین اُتارا تاکہ ٹھنڈے ہو جائین آخر نزع کی نوبت پہونچی - روشن الدولہ اور سبحان علی خان نے آکر پہلے نشتر سے پانؤن کی رگ ہفت اندام چھیڑی خون معلوم نہوا انّا جی نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھکر دیکھا ثابت ہوا کہ اب دم باقی نہین ہے لیکن اسوقت بھی اُس شیر مردہ سے ان تیرہ دلون کا زہرہ پانی پانی تھا اسکو سکتہ تصور کیا اُنکا کام اجل تمام کر چکی تھی -

۴- ربیع الثانی ۱۲۵۳ہجری موافق ۸ جولائی ۱۸۳۷ء کو بعد انقضائے چار ساعت نجومی کے سنیچر کی رات مین طائر روح نے قفس تن خاکی سے پرواز کی بچیس برس کی عمر مین تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تھا اور دس برس پانچ یوم حکمرانی کی چھ کروڑ روپے سے زیادہ جو خزانے مین جمع تھے اور جواہرات اور آمدنی ملک کا روپیہ سب صرف کیا جیتے جی سلیمان جاہ لقب تھا مرنے کے بعد خلد منزل کہلائے - جب نصیر الدولہ اُنکی جگہ مسند نشین ہو چکے تو اُنکا جنازہ حسب آئین شاہانہ اُٹھا کر کربلاے مکارم نگر مین جو گومتی کے پار اُنھون نے تعمیر کرائی تھی اور نیم تیار موجود ہے اور شبیہ کربلا اُس کا نام رکھا تھا مزار قدسیہ بیگم کے پاس مدفون ہوئے -

تاریخ وفات

بونصر قطب دین وسلیمان روزگار — دردا بہ خلد رفت ازین دار بے مدار
سال وفات خواست چو عقل دقیقہ یاب — گفتا خرد کہ از غسق نجم کن شمار

دیگر

رفت شاہِ جہان سلیمان جاہ — سوے جنت ز بار گاہ اودھ
ہاتفے گفت از سرِ افسوس — بہ ارم رفت بادشاہ اودھ

دیگر

رفت ازجہان بباغ جنان خسروِ زمن — بنمود زیر شہپر جبرئیل آشیان
خلد برین و کوثر و تسنیم وسلسبیل — دادش بہ لطف خویش خداوند دو جہان
اسمش چو بعد نائب مہدی وحید عصر — واضح شدہ برائے سکونت درِ جنان
پرسیدم از سروش چو سال وفات شاہ — باجان غم کشیدہ و باچشم خون فشان
گفتا ربیع آخر سوم زماہ بود — ہجری ہزار ودوصد وپنجاہ وسہ بدان

از مرزا محسن خان ثاقب

ہماے روح پاک شاہ عادل — چو از اسفل بر اسفل کرد طیران
فلک ساکن زمین در جنبش آمد — سیہ گردید روے مہر تابان
ز کلک نغز ثاقب سال فوتش — غروب مہ رقم شد اے عزیزان

دیگر

آہ ازین چرخ سخت بے تمکین | کہ مدارش نہ جز بمر گزینین
وی سرے راکہ بر فلک مے سود | کرد امروز جا بقعر زمین
عسلش با مرارت آغشتہ | نوش عیشش بہ نیش غم آگین
سرگذشت شہنشہ ماضی ست | جاے عبرت بچشم آخر بین
بین شہے راکہ وے بیاری بخت | بود با صد شکوہ تخت نشین
گشت امروز تختہ تابوت | مرقد خسرو نصیر الدین
حیف بر نوجوانی شاہ است | ورنہ انجام ہر کس ست ہمین
آخرِ کار سال تاریخش | گفت واثق شد آن بخلد برین

سپاہ

اس زمانے مین فوج کی برطرفی کے بعد چار ہزار سوار اور ۳۷ پلٹنین تھین

بادشاہ کے مزاج کے قہر و غضب کا نمونہ

اس بادشاہ کے مزاج مین ایسا قہر و غضب تھا کہ جس پر غصے ہوا پھر اُسکی بابت سفارش کی کوئی بات نہ سُنی یہانتک کہ بعضون کو زندہ درگور کرادیا اور بعض عورات محل کو اعمال قبیحہ کی پاداش مین مکان درشن بلاس کی دیوار مین زندہ چنوادیا۔ سلطان الاخبار مین اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔

مرزا مہدی الملقب بہ رفیع الدین حیدر عرف مناجان مخاطب بہ فریدون بخت کا بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کی سینہ زوری سے نصیر الدین حیدر کی جگھہ مسند نشین ہو جانا مگر رزیڈنٹ کا فوجی طاقت کے ساتھ دونون کو گرفتار کرکے چنار گڈھ پہونچوا دینا

جس شب نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی حالت نزع ہوئی تو ظفر الدولہ نے بادشاہ بیگم کو اطلاع دی اُنھون نے رونا شروع کیا اور اپنے بھانجے مرزا علی خانکو رزیڈنٹ کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ اب آپ کو میری دوستی بادشاہ کے حق مین اور دشمنونکی دشمنی اُنکے ساتھ ظاہر ہوئی یا ابتک دغدغہ باقی ہے آپ میرے حق مین کیا فرماتے ہین اب مین بلا توقف آتی ہون - ۵ - ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری کو اول شب مین بادشاہ کا مجلس ہستی مین جام عمر لبریز ہوا گو اُنھون نے مناجان کو جو افضل محل کے بطن سے تھا اپنی زندگی مین اپنا بیٹا بنایا تھا مگر پھر اُسکی ولدیت کا رزیڈنٹ کے سامنے ابطال کیا تھا اور صدر سے یہ حکم آیا تھا کہ اگر ایسا ہو تو نواب سعادت علی خان کی اولاد مین جو بڑا اور نیک خصلت ہو اُسکو بادشاہ کرنا چاہیئے اور اس سبب سے نصیر الدولہ کے سوا ہر طرح کوئی شخص رزیڈنٹ کی نظرون مین نہ جچا اور یون تو کئی اور آدمی بھی جدی وراثت کا دعویٰ رکھتے تھے لیکن مناسب نہ معلوم ہوے تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین لکھا ہے کہ بادشاہ کے انتقال کے بعد مدت تک اہلکارون نے کرنیل جان لو رزیڈنٹ سے اس بات کا اخفا کیا بہت دیر کے بعد اُن کو

اس واقعہ کی اطلاع دی - رزیڈنٹ نے بادشاہ کے چچا نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان کو
جو نواب سعادت علی خان کے بیٹے تھے اُنکی جانشینی کے واسطے منتخب کرکے شریعت
اسلام کے موافق انگریزی فتوے لگاکر اُنکی مسند نشینی کے سارے سامان درست کردیے
اور ایک خط افواج متعینۂ کیمپ منڈیاؤن کی حاضری کے واسطے لکھا اور ایک
چوبدار کو جلدی الماس باغ کی طرف روانہ کیا اسکی زبانی بادشاہ بیگم اور منا جان کو کہلا
بھیجا کہ اگرچہ بادشاہ نے خردسالی مین راہ عدم جوسب کے لیے ناگزیر ہے لی جسکا دل کو
صدمہ ہے لیکن اب آپ صاحبونکو چاہیے کہ آرام سے اپنے مسکنون مین رہین کسیطرح کا
خوف وہراس دل مین نہ لائین اور سرکار کمپنی کے حُکم کی تعمیل مین سہل انکاری نکرین
آپ صاحبون کے لیے بادشاہ مرحوم کے عہد سے ہزارون مدارج بہتر ہونگے اور اس
احتیاط سے کہ عورتین ناقص العقل ہوتی ہین مرزا علی خان کو جو بیگم صاحبہ کی طرف سے
وکیل تھے بلاکر بہت جلد بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا کہ ہماری طرف سے بادشاہ مرحوم کی
تعزیت کے بعد اُن سے کہنا چاہیئے کہ اب صدر کے حکم کے موافق اس خاندان عالیشان کی
ریاست ایسے شخص کو دیجائیگی جو امور مملکت کی قابلیت اور انتظام مہمات سلطنت کی
لیاقت رکھتا ہوگا رعایا پروری اور مظلومون کی غور رسی کے اوصاف سے متصف ہوگا
بادشاہ مرحوم نے جس قدر ظلم کیے سلطنت کے کامون سے بے پرواہ رہے لہو ولعب اور
عیش وعشرت مین اپنی عمر عزیز کو خراب کیا سلطنت کے کسی کام مین دلچسپی نلی یہ
باتین تمام اہل الرائے نے ناپسند کین چونکہ سرکار کمپنی کی اس دودمان عالیشان کی
طرف نظر رحمت وعنایت ہے اور رعیت پروری اور ملک کی آبادانی منظور ہے اسلیے
سرکار موصوف یہ چاہتی ہے کہ اس خاندان سے کوئی ایسا شخص جسمین عدل وانصاف

رعیت پروری غربا نوازی انتظام ملک و مال خبر گیری مظلومان علم و حلم کی صفات پسندیدہ و اخلاق حمیدہ جمع ہون والی ملک بنایا جاسکے اور ایسا شخص خواہ نواب سعادت علیخانکی اولاد سے ہو یا نواب شجاع الدولہ کے دوسرے بیٹونکی نسل سے مرزا علی خان سنے پہنچ کر رزیڈنٹ کے تمام پیام کو بیگم صاحبہ کی خدمت مین ادا کیا تاریخ مذکور کا مؤلف کہتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی عادت یہ تھی کہ حق بات کی فہمائش اُن پر مطلق اثر نہین کرتی تھی اور جو کام دوربینی اور عاقبت اندیشی پر مبنی ہوتا وہ اُسکو مکروہ جانتی تھین اس لیے اُنھون نے رزیڈنٹ کے اس پیام کی جو گورنر جنرل کے حکم کے مطابق تھا مطلق پروا نکی اور میمنت خواجہ سرا اور امام بخش سقے کے مشورے سے کہ اُنھین دونون کی رائے پر چلتی تھین فوج کو تیار کرکے روانگی کا ارادہ کیا۔

اُدھر رزیڈنٹ نے ایک خط نصیر الدولہ کے نام لکھکر اپنے اسسٹنٹ دوم شکسپیر صاحب اور سید التفات حسین خان میر منشی کو دیکر اُنکے لانے کے لیے بھیجا اور انکو یہ بھی حکم دیا کہ عہدنامے پر دستخط کرالین علی جان جس کا خطاب قمر الدولہ تھا ظہیر الدولہ سے حقیقت حال سُنکر پیادہ پا عظیم اللہ خان کے ذریعے اور تعارف سے نصیر الدولہ کے پاس آیا اور جلوس تخت شاہی کی مبارکباد مین نذرین گذرانکر عرض کیا کہ ابھی شکسپیر صاحب آتے ہین اور فساد ہونے کو ہے حضور مجھے چھپا رکھین چنانچہ وہین ایک مکان مین پوشیدہ ہوا اتنے مین مظفر حسین خان سبحان علی خان کا بیٹا آیا نواب روشن الدولہ اور اپنے باپ کی طرف سے مبارکبادی نذرین گذرانین اور چکنی چپڑی باتین کرکے کہنے لگا کہ اب حضور کو سلطنت مبارک ہووے اس شرط پر کہ روشن الدولہ وزیر اور ہم دولتخواہ کار فرما ہووین نواب صاحب نے فرمایا انشاءاللہ وہ تو رخصت ہوا اور شکسپیر صاحب اور منشی التفات حسین آپہنچے اسوقت ڈیڑھ پہر رات

گئی تھی انھون نے بھی مژدہ جلوس سلطنت سُنایا جب حسب ضابطہ معاملات طے ہوگئے
تو کپتان شکسپیر نواب صاحب اور انکے بڑے بیٹے مرزا امجد علی اور دو پوتون اور
دامادون محسن الدولہ اور منیر الدولہ اور عظیم اللہ خان اور رفیق الدولہ اور کوکلتاش اور
چند آدمیونکو ساتھ لیکر کوٹھی فرح بخش مین اُترے ابھی پانچ گھڑی رات باقی تھی رزیڈنٹ نے
استقبال کرکے معانقہ کیا اور ساتھ لاکر ایک کمرے مین ٹھہرا دیا اور کوٹھی فرح بخش کا
یہ انتظام کیا کہ دو کمپنیان تلنگونکی اور دو توپین مقرر کردین اور انگریزی فوج کے گارد
جا بہ جا متعین کردیے اور اس خیال سے کہ اسوقت بادشاہ کی وفات کے صدمے سے جابجا
محل مین شور و ماتم برپا ہے صبح کے وقت تخت نشینی کی رسم ادا کیجائیگی آپ اپنی کوٹھی کو
چلے گئے اور اپنے اول اسسٹنٹ ماٹن صاحب کو یہان چھوڑ گئے اور سولے فوج
انگریزی کے رابرٹ صاحب کی دو تین کمپنیان بھی فرح بخش مین دونون جانب کھڑی
کردین۔ اُدھر بادشاہ بیگم نے سواری طلب کی اُسی وقت رزیڈنٹی کے چپراسی نے جو اُنکی
ڈیوڑھی پر متعین تھا اور روشن الدولہ نے بھی یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو پہونچائی رزیڈنٹ
خود سوار ہوکر فرح بخش کو روانہ ہوے اور خواجہ بخش چوبدار کو بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر کہلایا کہ
آپ کا آنا مناسب نہین ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی یہ تخت وراثت نصیر الدولہ سے
رونق پذیر ہوگا مگر یہان کب صبر ہوسکتا تھا گو حکم ممانعت چوبدار نے پہونچایا لیکن اُس پر
بیگم نے التفات نکیا اور اپنے تمام نوکرون کو جمع کرکے اور پالکی مین فریدون بخت کے ساتھ
بیٹھکر دو ہزار آدمیونکی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ جنکے افسر امام بخش اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد تھے
الماس باغ سے عازم ایوان سلطانی ہوئین جب رزیڈنٹ کو یہ خبر پہونچی تو مرزا علی خان کو
اُنکے پاس یہ پیام دیکر بھیجا کہ آپکا اسوقت یہان آنا مناسب نہین لوٹ جائیے مین آپکے

درماہے کا بندوبست بقدر کفایت کرونگا آپ الماس باغ سے ہرگز قدم باہر نہ رکھین
بیگم نے لوٹنا چاہا مناجان اور امام بخش نے نہ مانا بلکہ ملخص تاریخ اودھ سے یہانتک معلوم ہوتا
ہے کہ درحقیقت بادشاہ بیگم آنے مین راضی نہ تھین لیکن آدمیونکے بہکانے اور منّاجان کے
پیچھے پڑنے سے چلی آئین اتنے مین رزیڈنٹ کو خبر پہونچی کہ بادشاہ بیگم مع منّاجان اور بہت سے
ہمراہیونکے دروازے پر آگئین اُنھون نے خفا ہوکر روشن الدولہ سے کہا کہ یہ کیا بات ہے
آپ نے کچھ بندوبست نکیا اُنھون نے کہا کہ مین نے انتظام الدولہ اور راجہ بختاور سنگھ کو ممانعت
کے واسطے بھیجا ہے شاید وہ اور راستے سے گئے ہونگے رزیڈنٹ خود روشن الدولہ کو ہمراہ
لیکر اُس ہنگامے کے دفع کرنے کے واسطے اُٹھے اور اپنے اول اسسٹنٹ ماٹن صاحب کو تھوڑی
سی انگریزی سپاہ دیکر حکم دیا کہ کوٹھی فرح بخش کے دروازۂ مغرب رویہ واقع جانب
مکان فتح علی خان کپتان پر جاکر کواڑ بند کرے مگر امام بخش نے اُس دروازے کے کواڑ ایک
ہتھنی سے توڑوا ڈالے اور اُسکے ہمراہی کپتان جمیس پاٹن صاحب سے بہ ترشی پیش آئے
لیکن صاحب مذکور ایک شخص ماکھن مہرا سردار کی حمایت سے جان سے بچ گئے بیگم صاحبہ کی سواری
کی پالکی بارہ دری مین تخت سلطنت کے پیچھے جا پہونچی اور قندھاریونکو بلانے کے لیے آدمی
مامور ہوا چنانچہ عبدالرحمن خان قندھاری کا بیرہ مصطفےٰ خان حاضر ہوا اُسوقت بیگم صاحبہ
نے فریدون بخت کا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین سونپا جب رزیڈنٹ کو اس ہنگامے کی خبر ہوئی
تو اپنے میر منشی کو ہمراہ لیکر بیگم صاحبہ کے سمجھانے کے لیے آئے مگر کثرت جوش و خروش سے
وہ اُن تک نہ پہونچ سکے آخر کار امام بخش اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد کی مدد سے
منّاجان بادشاہ کی تلوار اور بندوق ہاتھ مین لیکر تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور اپنے نوکرونکی
نذرین لینے لگا اور بیگم صاحبہ نے سواری ہی مین سے فرمانروائی شروع کی اور امام بخش سقے نے

حکمرانی آغاز کی اس تمام جمعیت کے آتے ہی ملازمان شاہی بھاگ گئے بازاری آدمیون نے تخت کو گھیر لیا اُسوقت اپنے بیگانے کا کچھ تمیز نرہا ایک ہلڑ مچا ہوا تھا اُس جگہ مشعلین بیشمار روشن تھین امام بخش کے حکم سے جا بجا پہرے تعینات ہوئے۔ رام دھن ہرکارے کو حکم ملا کہ وہ رابرٹ صاحب کے سپاہیونکو حکم پہونچائے کہ سبحان علی خان کا مکان لوٹ لین اور اُنکے بیٹونکو یہان حاضر کرین پلٹن کے سپاہیون نے جاتے ہی سبحان علی خان کے مکان کو کھودنا شروع کیا۔ روشن الدولہ اور سبحان علی خان مع اپنے بیٹونکے وہین ایک کمرے مین چھپے ہوے تھے ناگہان بیگم کے نوکرونکی نظر روشن الدولہ پر جا پڑی چاہا کہ اُنکو گرفتار کرین روشن الدولہ نے کمر سے تلوار لی اور قبضہ پر ہاتھ ڈالا بیگم کے آدمیون نے اُس کو مار ڈالنا چاہا مگر قادر بخش جمعدار نے بچا لیا اور یہ شور سُنکر بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ یہ شخص سرکاری محاسبہ دار ہے اسکو زندہ گرفتار کرو راجہ شیودین کو بھی قید کر لیا نواب نصیر الدولہ بھی ایک کمرے مین قید ہوکر دم گننے لگے اور کئی سپاہیان شمشیر برہنہ کا پہرہ اُنکے سر پر تھا اور صاحبزادہ امجد علی خان بھی سپاہیونکی محافظت مین تھے ایک طرف عظیم اللہ خان اور ایک جانب رفیق الدولہ مقید تھے روشن الدولہ کا بیٹا محمد حسن خان جو جرنیل تھا اُس نے مار دھاڑ سے بہزار خرابی رہائی پائی اُسوقت وہ صدائے شور و فغان بلند تھی کہ کوئی کسی کی بات نہین سنتا تھا دھنیا کہاری المخاطب بہ افضل النسا کے گھر کا اسباب لوٹ کر اُسکو کشان کشان لائے مولوی غلام یحیی خان اپنی جان اور حفاظت آبرو کے خیال سے کوٹھی فرح بخش سے دریا کی طرف کود پڑے اور دریا کے کنارے ایک کشتی دیکھی اُسمین جا چھپے لیکن گرنے سے ایسی چوٹ آئی کہ پانوٗن کی ہڈی جوڑ سے جدا ہو گئی ورم کی وجہ سے چلنا مشکل تھا ڈیڑھ مہینے تک سینکا کیے اور سبحان علی خان کے بیٹون نے خوشامد درآمد سے کام لیا اور پنجۂ عذاب سے چھوٹ کر

باہر آئے تو نکلنے مین مُناجان کی سلامی شروع ہوئی کرنیل جان لو پر ایک یورش کا ہنگامہ نازل تھا لوگ یہ کہتے تھے کہ آپ حسب آئین وضابطہ کے اپنی زبان سے مناجان کی سلطنت کا اقرار کرین مگر اُنکی زبان سے کب یہ کلمہ نکلتا تھا ہرگز نہ کہا جب دن نکلا تو مرزا علی خان وکیل بیگم صاحبہ کے رزیڈنٹ کے پاس گئے اور اُس گروہ کے پنجے سے نجات دلائی اور اُن سے کہا کہ بیگم صاحبہ آپکو بلاتی ہین۔ رزیڈنٹ صاحب نے اُنکے پاس پہونچکر بہت کچھ سمجھایا کہ آپ یہان سے لوٹ جائین ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی نصیر الدولہ مسند نشین ہونگے مگر بیگم نے نہ مانا رزیڈنٹ نے احتیاطًا مرزا علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا بیگم کے سپاہی اور نوکر رزیڈنٹ کو بُرا کہتے تھے وہ خاموش تھے کسی کو جواب نہین دیتے تھے یہانتک کہ ایک مفسد نے تلوار کھینچ کر اُنکے قتل کا ارادہ کیا مگر مرزا علی خان کے کہنے سے باز رہا اور دوسرے نے بندوق سامنے کر کے سر کی جسکی گولی کان کے پاس سے نکل گئی بہزار احتیاط رزیڈنٹ مع لفٹنٹ شکسپیر اور میر منشی کے آہستہ آہستہ مرزا علی کی اعانت سے صحن بارہ دری مین چلے آئے اور اُسیوقت سپاہ انگریزی چھاونی منڈیانون سے مع چار توپونکے آپہونچی تھی اُسکی صف بندی کرانے لگے اور اول اتمام حجت کے لیے مرزا علی اور مصطفےٰ خان رسالہ دار قندھاری کو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ کو ہماری جانب سے جاکر کہو کہ بہتر یہی ہے کہ یہ تخت سلطنت چھوڑ کر اپنے مقام کو لوٹ جائین بیگم صاحبہ نے پالکی مین سے جوابدیا کہ سلطنت موروثی ہماری ہے دوسرے کو کیا دخل ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ کونسل کلکتہ سے سلطنت نصیر الدولہ کے واسطے قرار پائی ہے اس لیے پاؤ گھنٹے کی اور بقول دس منٹ کی مہلت دیجاتی ہے اور یہ گھڑی اسوقت میرے ہاتھ مین ہے مناجان کی اگر جان کی خیر منظور ہے تو تخت سے اُٹھاؤ پھر میعاد کے اندر اُس مضمونکو تین مرتبہ دُہرایا کچھ ساعت یعنی اور کلکتے کی چھٹی جو ہاتھ مین تھی اُسکو مرزا علی خان کو دکھا کر فرمایا کہ یہ حکمنامہ کلکتہ کا موجود ہے

اب کل دو منٹ کی مہلت باقی ہے کہ اس گفتگو کے ضمن مین ماٹن صاحب نے جو چھوٹے صاحب کے
نام سے مشہور تھے آکر اپنا خون آلودہ چہرہ جو بیگم صاحبہ کے آدمیون نے زخمی کیا تھا رزیڈنٹ کو
دکھایا مرزا علی خان نے بیگم صاحبہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُنھون نے ایک بات نہ مانی مجبور
ہو کر رزیڈنٹ نے اُس افسر کو جو منڈیانون سے فوج لایا تھا توپ کے سر کرنے کا حکم دیا
اور رہت پرشاد کہتا ہے کہ رزیڈنٹ نے مصطفےٰ خان قندھاری کی معرفت بیگم صاحبہ کو
کہلا بھیجا کہ اب پاؤ گھنٹے کی تمھین مہلت دیتے ہین بعد اسکے توپ چلے گی ابھی مصطفےٰ خان
اُس ہلڑ مین پیام کہنے نہ پائے تھے اور اس بات کی اُنکو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ رزیڈنٹ کے
حکم سے توپین چلنے لگین چند گراون مین بارہ دری پاش پاش ہو گئی سیکڑون آدمی بھاگ
گئے اور چالیس آدمیونکے قریب مارے گئے تلنگون نے سیڑھیان رکھکر آدمیون پر چھرے
مارنا شروع کیے اور تخت کے جواہرات کو اس جلدی مین جتنا بن سکا لوٹ لیا اُسوقت
نور انقال کا بیٹا دولہ ناچ رہا تھا اُسکا ہاتھ کلائی کے پاس سے اُڑ گیا بعض کہتے ہین وہ مارا
گیا اور تمام انگریز زغہ کرکے کوٹھی فرح بخش پر پہونچے دھوین کی کثرت نے اُس مکان کو
ظلمات بنا دیا شیشہ و آلات توپ کے چھرّون سے ٹوٹ کر زمین پر گرے مصطفےٰ خان نے
جو مناجان کا سینہ سپر تھا سینے مین گراب کے دو ٹکڑے کھاکر جان دی موہن سنگھ اور
لالتا پرشاد بھی مارے گئے رزیڈنٹ نے مناجان کو سخت و سُست کہکر جھڑکی کے ساتھ
کہا کہ جلد تخت سے اُٹھ تیرے مارے جانے مین دیر نہین ہے مناجان نے بھی کہ جان پر
بنی ہوئی تھی جواب ترکی بترکی دیکر بندوق کو ہاتھ سے پھینک دیا اور تخت سلطنت سے
اُتر کر اپنے آپ کو نشیب کیطرف گرا دیا کہ پانوٴن مین صدمہ بھی آیا بیگم صاحبہ کے خاص بردار
اور برقنداز بھی بندوق زنی سے بند نہ تھے رزیڈنٹ کے گرد سپاہیون نے حلقہ باندھ لیا

اور وہ ساکت کھڑے تھے کرنیل رابرٹ نے فریدون بخت کو گرفتار کیا اُسکے بعض رفیقون نے تلوارون پر ہاتھ ڈالا مگر انگریزی تلنگون نے اُنکو سنگینون پر دھر لیا جب مناجان گرفتار ہوکر صاحب رزیڈنٹ کے سامنے آیا تو آنکھون سے آنسو جاری تھے مسٹر ماٹن اور بختاور سنگھ نے اُسکی مشکین کسین اور بیگم صاحبہ کی پالکی بھی قید تھی اس بلوے مین جن لوگون نے کہ نصیر الدولہ اور اُنکے بیٹے کو اپنی قید مین کیا تھا لیکہ چاہا کہ ان دونون کو قتل کرکے خاک مین د بادین اتنے مین رزیڈنٹ کی نظر مرزا امجد علی پر جا پڑی یہ حال دیکھتے ہی پکارا کہ ابھی سرکش موجود ہین توپ لاؤ یہ سنتے ہی آدمی کائی کی طرح پھٹ گئے اور وہ بچ گئے اُسوقت رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس جاکر اُنکو مبارکباد دی کہ یہ سلطنت حضور کو مبارک ہو کچھ خطرہ اب نہین رہا بادشاہ بیگم اور مناجان گرفتار ہین اُنکی نسبت کیا حکم ہوتا ہے نصیر الدولہ نے کہا کہ آپکی حفاظت مین رہین انگریزی سپاہی مناجان کو جسکی مشکین بندھی ہوئی تھین آگے آگے اور پیچھے بادشاہ بیگم کی سواری کو لیکر بارہ دری سے نکلکر رزیڈنسی کو لے گئے رستے مین جو دیکھتا تھا قدرت خدا کو یاد کرتا تھا دونون کلان کوٹھی مین پہونچا کر قید کر دیے گئے۔

سلطان الاخبار مین بیگم کے ہمراہی مقتولون کی تعداد ساٹھ لکھی ہے جن مین مصطفی خان موہن سنگھ اور لالتا پرشاد راجپوت شامل ہین انگریزی فوج کا صرف ایک تلنگا مارا گیا اور دو تلوار سے زخمی ہوئے تھے کشتون کی لاشین جو فرح بخش مین پڑی تھین وہ سب نیچے پھینکدی گئین اور مکان سلطنت کو پاک صاف کیا اور جب رزیڈنٹ نصیر الدولہ کی مسند نشینی سے فارغ ہوکر کلان کوٹھی مین آئے تو بیگم صاحبہ اور مناجان کو زرد کوٹھی مین بھیجدیا جو مکان رزیڈنسی سے ملحق تھی دو روز مناجان بادشاہ بیگم سے جدا رہا بعد اس کے رزیڈنٹ نے اُنکی گریہ وزاری پر رحم کرکے دونون کو ایک جا رہنے کا حکم دیا مگر سوا اسے بوریائے کہنہ

اور ایک پلنگ شکستہ کے اُنکے پاس دوسرا فرش نہ تھا اور انگریزی پہرہ اُنکے سرپر کھڑا رہتا تھا سقے کا ایک چھوٹا لڑکا جسکا نام محمد علی تھا کھانا پانی پہونچاتا تھا بیگم صاحبہ نے دو روز تک کھانے پانی کی طرف آنکھ نہ اُٹھائی تیسرے دن تھوڑا پانی پیا اور ذرا سا کھایا کبھی کبھی رزیڈنٹ اُنکے پاس بطریق خبرگیری کے جاتے تو بیگم صاحبہ کو اداے نماز یا تلاوت کلام مجید یا کسی دوسرے وظیفے مین مصروف پاتے اور اس ایسی سخت واردات سے اُنکے چہرے پر ذرا آثار ملال پیدا نہ تھے - افسوس کارپردازان سفاہت نشان کے ہاتھون ایسی مقتدر صاحب ثروت بی بی کا یہ انجام ہوا - ائمۂ اطہار کی شان مین جو کچھ اُنھون نے بدعات و منکرات ایجاد کی تھین خدا کی طرف سے یہ اُسکا خمیازہ تھا - آخر کار رزیڈنٹ نے بارہ جوڑے زنانے و مردانے اور چند برتن کھانا پکانے کے سید التفات حسین میر منشی کی معرفت مہیا کر کے ساتھ کیے اور آٹھ ربیع الثانی ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۲ - جولائی ۱۸۳۷ء چہار شنبہ کی آدھی رات کے وقت سپاہیونکی حراست مین مع مناجان کے بیگم صاحبہ کو لفٹنٹ شکسپیر اسسٹنٹ دوم کے ہمراہ پالکی مین سوار کرا کے کانپور کو بھیجدیا اور جنرل اسٹونس کمان افسر فوج کے سپرد کر دیا تاکہ قید رکھے - بادشاہ نے گورنر جنرل کے حکم سے بادشاہ بیگم کے اسباب متروکہ الماس باغ مین سے اشیاے طلائی و نقرئی اور پہننے کے کپڑے بحسب ضرورت اٹھارہ ۱۸ چھکڑون مین لدوا کر اور اٹھارہ کنیزین اور افضل محل والدۂ مناجان کو کانپور کو روانہ کر دیا اور باقی تمام سامان ضبط کر لیا - ایک نوری طوطا خاص مناجان کے شوق کا پلا ہوا تھا جسکی خدمت کے لیے سولہ آدمی رہا کرتے تھے جب اس سامان کے ساتھ وہ نہ پہونچا تو بیگم صاحبہ کف افسوس ملنے لگین - محمد علی شاہ کو اسکی خبر ہوئی تو فوراً اُسکو بھجوا دیا اس تمام سامان پہونچنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے ۱۴ - رجب مطابق ۱۵ - اکتوبر سنہ مذکور کو بیگم صاحبہ اور

مناجان کو دو کمپنیو نکی حراست مین رکھ کر قلعۂ چنار گڈھ کو پہونچادیا گیا اور چوبیس سو روپے ماہوار اُنکے مصارف کے لیے سرکار لکھنؤ سے رزیڈنٹ کی معرفت مقرر ہوئے۔ اس کے بعد گورنر جنرل نے مناجان کے حال پر رحم کر کے قلعہ سے باہر رہنے کا حکم دیا اور وہ ۱۶ محرم سنہ ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۱۵۔ جنوری سنہ ۱۸۴۶ء کو مرگ مفاجات سے راہی ملک آخرت ہوا اور اُسی سرزمین مین دفن ہوا اُسکے آٹھ سو روپے ماہوار ذاتی سرکار لکھنؤ مین ضبط ہو گئے اسکے بعد ۳۔ صفر سنہ ۱۲۶۳ ہجری کو پنجشنبہ کے دن بادشاہ بیگم نے انتقال کیا۔ انکی عمر انتقال کے وقت ستر برس سے متجاوز تھی اور جب چنار گڈھ کو بھیجی گئین تھین تو انکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی بعد اسکے فقط تین سو روپے ماہوار مناجان کی اولاد کے لیے کہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی تھی سرکار شاہی سے باقی رہے اور امجد علی شاہ بادشاہ خلف نصیر الدولہ محمد علیشاہ نے حکم دیا کہ اسباب ضبط کیا جائے اور بال بچے لکھنؤ لائے جائین۔

روشن الدولہ کی سیر چشمی و امانت داری پر اک نظر

باوجودیکہ روشن الدولہ اور اُن کے رفقا سلطنت پر حاوی تھے اور شب و روز اُسکا ست نکال رہے تھے مال سرکار کے لاکھون روپے الگ اُڑاتے تھے اور روپے پیسے کے لیے رعایا کے کلیجون مین الگ ہاتھ گھنگولتے تھے اسپر بھی انکی زرکشی اور طمع کی یہ نوبت تھی کہ اگر ایک پیسہ بھی ناجائز سے ناجائز طریق پر مل جاتا تو اخلاق اور دیانت کو خیرباد کہکر اُسے بھی نہ چھوڑتے اور کسی لالچ کے کام پر اپنے رتبے اور منصب کا لحاظ نکرتے نمونے کے طور پر انکی نیت کا حال ملاحظہ ہو یہ حکایت سننے کے قابل ہے:۔

اردوے معلّٰی مین مرزا غالب اپنے شاگرد منشی ہرگوپال تفتہ کو ایک خط مین لکھتے ہین کہ مین نے

نصیر الدین حیدر کی مدح مین ایک قصیدہ لکھکر لکھنؤ بھیجا یہ قصیدہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ کے پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے بادشاہ کے پاس گذرا اور جس دن گذرا اُسی دن پانچ ہزار روپے بھیجنے کا حکم ہوا متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھکو اطلاع نہ دی مظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے تو اُنھون نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کے واسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا۔ ناچار مین نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کرکے لکھو کہ میرے قصیدے پر کیا گذری اُنھون نے جواب مین لکھا کہ پانچ ہزار ملے تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیے اور فرمایا کہ اسمین سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجدو کیا اُسنے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا اگر نہ بھیجا ہو تو مجھ کو لکھو۔ مین نے لکھا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہین پہونچے اسکے جواب مین اُنھون نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو اُسکا مضمون یہ ہو کہ مین نے بادشاہ کی تعریف مین قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجھکو معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور مین گذرا مگر مین نے نہین جانا کہ اُسکا صلہ کیا مرحمت ہوا۔ مین کہ ناسخ ہون اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُن کا کھایا ہوا روپیہ اُنکے حلق سے نکالکر تم کو بھیجدونگا۔ بھائی یہ خط لکھ کر مین نے ڈاک مین روانہ کیا آج خط روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر مین خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گئے۔

مناجان کے حالات مین مولوی عبد الاحد ابن مولوی محمد فائق نے ایک کتاب فارسی زبان مین لکھی ہے نام اُسکا وقائع دلپذیر ہے اُس کے حالات کو زیادہ تر ہم نے اُسی کتاب سے اخذ کیا ہے۔

تمام شُد